ويتم نعمته عليك وعلى آل يعقوب

حسب فرمایش برادر مکرم جناب حاجی محمد عبدالقیوم صاحب تاجر کتب کلکتہ ویلسلی اسکوائر نمبر ۱۶

ترجمہ اردو

مجموعۂ فتاویٰ

مولانا محمد عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام کمترین محمد قمرالدین بن جناب حاجی شیخ محمد یعقوب صاحب مرحوم مالک مطبع احمدی

مطبع [illegible]

... کارخانہ سے ہر قسم کی کتابیں بنرخ تاجرانہ جلد بکفایت دہلوی ریل روانہ ہوتی ہیں المشتہر حاجی محمد ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الکفر والایمان

سوال - فتاوی عالمگیری مین ہے من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر والرافضی اذا کان یسب الشیخین فھو کافر والمعتزلی اذا قال باستحالۃ الرویۃ فھو کافر ولو قال رجل لو لم یاکل آدم الحنطۃ لما صرنا اشقیاء کفر ولو قال رجل لاخر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم یحب القرع مثلا وقال ذلک الغیر انا لا احبہ فھذا کفر ولو رجل قال لغیرہ ان آدم نسج الکرباس پس ما ہمہ جولاہہ بچگان باشیم فھذا کفر واگر کسے گوید کہ بخدا و بہ سر تو سوگند است فھذا کفر ولو قال ان الانبیاء لم یعصوا حال النبوۃ ولا قبلہا کفر ہو اگر گوید کہ اگر از آسمان بانگ آید کہ مزن … یلزمہ الکفر واگر گوید کہ حضرت یوسف علیہ السلام عزم زنا کردہ بود کافر شد انتہی - جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کا انکار کرے کافر ہے اور رافضی جبکہ شیخین (حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کو گالی دین کافر ہین اور معتزلی جب رویت باری تعالی کو محال جانے کافر ہے اگر کوئی کہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام نے گیہون نہ کھایا ہوتا تو ہم بدبخت نہوتے تو وہ کافر ہے اگر ایک شخص کہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم لوکی کو پسند فرماتے تھے اور دوسرا کہے مین اسکو پسند نہین کرتا تو یہ کفر ہے اگر کوئی آدمی دوسرے سے کہے کہ آدم علیہ السلام نے کپڑا بنا ہے پس ہم سب جولاہے کی اولاد ہین تو یہ کفر ہے اگر کوئی کہے کہ خدا کی اور تیرے سر کی قسم ہے تو یہ کفر ہے اور اگر کسی نے کہا کہ انبیا نے نافرمانی نہین کی نبوت کے وقت مین بھی اور نبوت سے

پہلے بھی تو وہ کافر ہو گیا۔ اور اگر کوئی کہے کہ گو آسمان سے بھی آواز آئے کہ نہ مار مگر مین مارونگا تو کافر ہوگا اور جو شخص کہے کہ (معاذ اللہ) حضرت یوسف علیہ السلام نے زنا کرنے کا قصد کیا تھا وہ کافر ہو گیا۔ اور ایسے ہی بہت سے الفاظ ہین جنکے بیان کرنے مین طول ہوگا پس معلوم ہونا چاہیے کہ فتاوی مذکورہ مین کفر سے کون کفر مراد ہی کیا ایسے شخص کو بغیر توبہ کے ہم دائرہ اسلام سے خارج سمجھین اور وراثت مین حصہ نہ دین اور اُسکے ساتھ مناکحت ترک کرین یا نہین۔

جواب اس کفر سے کفر تہدیدی مراد ہی نہ کفر حقیقی بحر الرائق وغیرہ مین اسکی تصریح موجود ہی واللہ اعلم بالصواب کتبہ العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

کتاب العقائد

محمد عبد الحی ابو الحسنات

سوال - ایک شخص دعوی کرتا ہی اس بات کا کہ چھ مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود اور محقق ہین اور مثل سے یہ غرض رکھتا ہی کہ شریک حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے آپکے جمیع صفات اور ماہیت مین اور پیش کرتا ہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کتاب

مشیئتہ رستہ ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم و نوح کنوحکم و ابراہیم کابراہیمکم وموسی کموسکم وعیسی کعیسکم ونبی کنبیکم اللہ تعالی نے سات زمینون کو پیدا کیا ہی اور ہر زمین مین آدم ہین تمہارے آدم کی طرح اور نوح ہین تمہارے نوح کی طرح اور ابراہیم ہین تمہارے ابراہیم کی طرح اور موسی ہین تمہارے موسی کی طرح اور عیسی ہین تمہارے عیسی کی طرح اور نبی ہین تمہارے نبی کی طرح۔ آیا یہ قول اُسکا یعنے موجود و محقق ہونا امثال آنحضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم مین بمعنے مذکور حق ہی یا باطل اور یہ عقیدہ صحیح ہی یا خلاف اہل سنت والجماعت کے اور دلیل مین جو حدیث پیش کرتا ہی اُسکا کیا حال ہی اُس سے یہ عقیدہ ثابت ہی یا نہین۔

جواب - اولاً جاننا چاہیے کہ حدیث مذکور صحیح الاسناد اور معتبر ہی ارباب تحقیق نے اسکی توثیق کی ہے حافظ جلال الدین تخریج احادیث شرح مواقف مین لکھتے ہین روی الحاکم فی مستدرکہ عن ابن عباس فی قولہ تعالی اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلہن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم وعیسی کعیسیکم وقال صحیح انتہی حاکم نے روایت کی ہے حضرت ابن عباس رض سے مستدرک مین اللہ تعالی کے کلام اللہ الذی الخ

یعنی اللہ وہ ہی جسنے سات آسمان پیدا کیے اور سات زمینین مثل اُسکے پیدا کین کی تشریح مین فرمایا آپ نے کہ سات زمینین ہین ہر زمین مین نبی ہین مثل تمھارے نبی کے اور آدم ہین مثل تمھارے آدم کے اور نوح ہین مثل تمھارے نوح کے اور ابراہیم ہین مثل تمھارے ابراہیم کے اور عیسیٰ ہین مثل تمھارے عیسیٰ کے۔ اور کہا ہے کہ صحیح ہے انتہے اور علامہ بدر الدین شبلی حنفی اکام المرجان نے احکام الجان میں لکھتے ہین قال الحاکم حدثنا احمد بن یعقوب الثقفی حدثنا عیسیٰ حدثنا علی بن حکیم حدثنا شریک بن عطاء عن ابی الضحی عن ابن عباس قال من الارض مثلھن قال سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کآدمکم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسٰی کعیسٰی قال شیخنا الذھبی اسنادہ حسن قلت وله شاھد قال الحاکم حدثنا عبید اللہ بن الحسن حدثنا ابراھیم بن الحسین حدثنا آدم حدثنا شعبة عن عمرو بن مرة عن ابی الضحی عن ابن عباس کما فی قوله تعالیٰ خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن قال فی کل ارض نحو ابراھیم قال شیخنا الذھبی ھذا حدیث علی شرط البخاری والمسلم انتھے کہا حاکم نے ہمسے بیان کیا احمد بن یعقوب ثقفی نے اور انسے عبید نے اور اُنسے علی بن حکیم نے اور اُنسے شریک نے اور اُنسے عطا نے اور اُنسے ابو الضحی نے اور اُنسے حضرت ابن عباس رض نے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ومن الارض مثلھن کہا حضرت ابن عباس رض نے کہ زمینین سات ہین ہر زمین مین نبی ہین مثل تمھارے نبی کے اور آدم ہین مثل تمھارے آدم کے اور نوح ہین مثل تمھارے نوح کے اور ابراہیم ہین مثل تمھارے ابراہیم کے اور عیسیٰ ہین مثل تمھارے عیسیٰ کے ہمارے شیخ ذہبی نے فرمایا ہے کہ اس حدیث کی اسناد حسن ہے مین کہتا ہون کہ اسپر یہ حدیث شاہد ہے کہ کہا ہے حاکم نے بیان کیا مجھسے عبد اللہ بن حسن نے اُنسے ابراہیم ابن حسین نے اُنسے آدم نے اُنسے شعبہ نے اُنسے عمرو بن مرہ نے اُنسے ابو الضحی نے اُنسے حضرت ابن عباس رض نے جیسا کہ قول باری تعالیٰ مین ہے خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن فرمایا آپنے کہ ہر زمین مین مثل ابراہیم کے ہین کہا ہمارے شیخ ذہبی نے کہ یہ حدیث مسلم اور بخاری کی شرط پر ہے۔ وثانیا سمجھنا چاہیے کہ زمین کے سات طبقات جداگانہ ہونا اور اُسمین مخلوقات الٰہی کا موجود ہونا چند احادیث سے ثابت ہے اور مذہب محققین کا یہی ہے حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین

قال الداؤدی فی قولہ تعالیٰ ومن الارض مثلھن دلالۃ علی ان الارضین بعضھا فوق بعض ونقل عن بعض المتکلمین ان المثلیۃ فی العدد خاصۃ وان السبع متجاوزۃ وحکی ابن التین عن بعضھم ان الارض واحدۃ قال وھو مردود بالقرآن والسنۃ قلت لعلہ القول بالتجاوز والا فیصیر صریحا فی المخالفۃ ویدل القول الظاھر ما رواہ ابن جریر من طریق شعبۃ عن عمرو بن مرۃ عن ابی الضحی عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ومن الارض مثلھن قال فی کل ارض مثل ابراھیم ونحو ما علی الارض من الخلق ھکذا اخرجہ مختصرا واسنادہ صحیح واخرجہ الحاکم والبیہقی من طریق عطاء عن ابی الضحی مطولا واولہ سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسیٰ کعیسیٰ ونبی کنبیکم قال البیہقی اسنادہ صحیح الا انہ شاذ وظاھر قولہ تعالیٰ ومن الارض مثلھن یرد علی اھل الھیأۃ فی قولھم ان لا مسافۃ بین کل ارض وارض وقد روی احمد والترمذی من حدیث ابی ھریرۃ مرفوعا ان بین کل سماء خمس مائۃ عام وان بین کل ارض وارض خمس مائۃ عام واخرجہ اسحاق بن راھویہ والبزاری حدیث ابی ذر نحوہ انتہی ملخصاً داؤدی نے کہا ہی کہ باری تعالیٰ کا قول ومن الارض مثلھن اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ بعض زمینیں بعض کے اوپر ہین اور بعض متکلمین سے نقل کیا گیا ہی کہ مثلیت صرف عدد مین ہی اور ساتون زمینین ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہین اور ابن تین نے بعض متکلمین سے نقل کیا ہی کہ زمین ایک ہی اور کہا ہی کہ یہ قرآن وسنت سے مردود ہی مین کہتا ہون کہ شاید یہ بعض متکلمین (یعنی جنکا قول ہی ان الارض واحدۃ) نے حکم سے اتصال کے ہی ورنہ صریحاً مخالفت کلام خدا و رسول لازم آئیگی ۔ اور قول ظاہر بھی اسی پر زمینون کے سات ہونے پر دلالت کرتا ہی جسکو ابن جریر نے شعبہ سے انھون نے عمرو بن مرہ سے انھون نے ابو الضحی سے انھون نے ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے قول ومن الارض مثلھن مین آپنے فرمایا ہر زمین مین مثل ابراہیم کے ہین اور مخلوقات مین مثل اسکے ہین جو اس مین پر ہین اسی طرح پر مختصرا انھون نے روایت کی ہی اور اسناد صحیح ہی اور حاکم اور بیہقی نے دوسرے طریقے (عطاء عن ابی الضحی) سے روایت کی ہی جو طویل ہی اور اسکا اول حصہ یہ ہی سات زمینین ہین ہر زمین مین آدم ہین

مثل تمہارے آدم کے اور نوح ہین مثل تمہارے نوح کے اور ابراہیم ہین مثل تمہارے ابراہیم کے اور عیسی ہین مثل تمہارے عیسی کے اور نبی ہین مثل تمہارے نبی کے اور بیہقی نے کہا ہی کہ اسناد اسکی صحیح ہی مگر یہ کہ شاذ ہی اور ظاہر اللہ تعالی کے قول ومن الارض مثلهن کا وارد ہوتا ہی اہل ہیئت کے اس قول پر کہ زمینوں کے درمیان کچھ مسافت نہین ہی اور روایت کی ہی احمد اور ترمذی نے مرفوعاً ابی ہریرہؓ سے کہ ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہی اور ہر زمین سے دوسری زمین تک پانچ سو سال کی مسافت ہی اور اسحاق بن راہویہ اور بزاری نے حدیث ابی ذر سے مثل اسکے نکالا ہی۔ اور علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی حاشیہ تفسیر بیضاوی مین لکھتے ہین الذی نعتقدہ ان الارض سبع کالسموات ولها سكان من خلقه يعلمهم الله انتهى ہمارا اعتقاد یہ ہی کہ زمینین آسمان کی طرح سات ہین اور انمین مخلوق خدا رہتی ہی جنکا علم اللہ کو ہی اور سلیمان جمل حاشیہ جلالین مین لکھتے ہین۔ ذكر الله تعالى ان السموات سبع طبقات ولم يأت الارض في التنزيل عدد صريح لا يحتمل التاويل الا قوله تعالى ومن الارض مثلهن وقد اختلف فيه فقيل اى فى العدد لان الكيفية والصفة مختلفة بالمشاهدة والاخبار فتعين العدد وقيل مثلهن اى فى الغلظ وما بينهن وقيل هي سبع الا انه لم يفتق بعضها عن بعض قال الماوردى والصحيح هو الاول وانها سبع كالسموات انتهى اللہ تعالی نے ذکر کیا ہی کہ آسمانون کے سات طبقے ہین اور زمین کے لیے قرآن مین کہین صریح عدد نہین بتایا گیا جو تاویل کا احتمال نہ رکھتا ہو بجز ومن الارض مثلهن کے اور اسمین اختلاف ہی بعض کے نزدیک تشابہ عدد مین ہی کیونکہ کیفیت وصفت مختلف ہی اسپر مشاہدہ اور خبر دلالت کرتی ہی اور بعض کے نزدیک زمین موٹائی اور درمیانی مسافت مین آسمان کے مثل ہی اور بعض کے نزدیک آسمان سات ہین لیکن بعض بعض سے علحدہ نہین ہین اور ماوردی نے کہا ہی کہ اول ہی صحیح ہی یعنے آسمانون کی طرح زمینین بھی سات ہین۔ اور ثعلبی عرائس مین تحریر کرتے ہین روى عن عبد الله بن عمر عن رسول صلى الله عليه وعلى آله وسلم انه قال بين كل ارض الى التى تليها مسيرة خمس مائة عام وهى سبع طبقات الارض الثانية سجين الريح

ومنها يخرج الرياح المختلفة وفى الارض الثالثة خلق وجوههم كوجوه بنى آدم وافواههم كافواه الكلاب وايديهم كايدى الانس وارجلهم كارجل البقر واذانهم كاذان البقر و اشعارهم كصوف الضان لا يعصون الله طرفة عين نهارهم ليلنا ونهارنا ليلهم والارض الرابعة فيها حجارة الكبريت التى اعدها الله لاهل النار يسنجر بها جهنم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والذى نفسى بيده ان فيها اودية من كبريت لو ارسل الله فيها الجبال الرواسى لضاعت والارض الخامسة فيها عقارب اهل النار والسادسة فيها دواوين اهل النار واعمالهم واسمها سجين والسابعة مسكن ابليس وجنوده انتهى ملخصا روایت کی گئی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر زمین سے اسکے متصل دوسری زمین تک پانچ سو سال کی راہ ہے اور یہی زمین کے سات طبقے ہین دوسرے طبقے مین ہوا کا خزانہ ہے جس سے مختلف ہوائین نکلتی ہین اور تیسرے مین ایک مخلوق ہے جسکے چہرے انسان کے چہرے کے ایسے اور منہ کتون کے منہ کے ایسے اور ہاتھ انسان کے ہاتھ کے ایسے اور پاؤن گائے کے پاؤن کے ایسے اور کان گائے کے کان کے ایسے اور اُنکے بال بھیڑ کے بال کے ایسے ہین اور کبھی وہ مخلوق ذرہ برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہین کرتی اُنکا دن ہماری رات اور اُنکی رات ہمارا دن ہے اور چوتھی زمین مین گندھک کے پتھر ہین جنکا خدا نے اہل نار کے لیے وعدہ کیا ہے اُنسے جہنم کی آگ تیز کیجاگی فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قسم ہے اُس ذات کی جسکے قدرت مین میرا نفس ہے کہ اس طبقہ مین گندھک کے ایسے جنگل ہین کہ اگر اسمین خدا جمے ہوئے پہاڑون کو بھیجدے تو وہ ضائع ہوجائین اور پانچوین مین دوزخیون کے بچھو ہین اور چھٹی مین دوزخیان کے دفتر اور اُنکے اعمال ہین اور اس چھٹے طبقے کا نام سجین ہے اور ساتوین طبقے مین ابلیس اور اُسکا لشکر رہتا ہے۔ اور فاضل محمد بن احمد بن ایاس حنفی بدایع الدھور فی وقائع الدہور مین لکھتے ہین قال وهب ابن منبه لما خلق الله الارض كانت طبقة واحدة ففتقها فصيرها سبعا كما فعل فى السموات وجعل بين الطبقة مسيرة خمس مائة عام وهو قوله تعالى ففتقناهما وجعلها سبعا فكان اسم الطبقة العليا اديما والثانية بسيطا

والثالثة ثقیلا والرابعة بطیحا والخامسة جنبا والسادسة ماسکة والسابعة الثری
وسکان الارض الثانیة امم یقال لهم الطمس فی طعامهم من لحومهم وشرابهم
من دمهم والطبقة الثالثة سکانها امم وجوههم کوجوه بنی آدم وافواههم کافواه
الکلاب وایدیهم کایدی بنی آدم وارجلهم کارجل البقر وعلی ابدانهم شعر کصوف الغنم
وهو لهم ثیاب والطبقة الرابعة سکانها امم یقال لهم الجلهم لیس لهم اعین
ولا اقدام بل لهم اجنحة کاجنحة القطا والخامسة بها امم یقال لهم الخشن وهم
کامثال البغال ولهم اذناب کل ذنب نحو ثلث مائة ذراع والسادسة بها امم یقال
لهم الحشوم وهم سود الابدان ولهم مخالیب کمخالیب السباع ویقال ان اللہ تعالی
یسلطهم علی یاجوج وماجوج حین یخرجون فیهلکهم والطبقة السابعة فیها مسکن
ابلیس وجنوده من المردة والشیاطین انتهی ملخصا کہا وہب بن منبہ نے کہ جب
اللہ نے زمین کو پیدا کیا تو ایک ہی طبقہ تھا پھر اسکو سات طبقے کر دیئے جیسا کہ آسمانون
مین کیا اور ہر طبقے سے دوسرے طبقے تک پانچ سو سال کی راہ ہی اور یہ قول اللہ تعالی
کا ہی ففتقناهما وجعلناها سبعا پس طبقہ علیا کا نام ادیم اور دوسرے کا بسیط اور تیسرے
کا ثقیل اور چوتھے کا بطیح اور پانچوین کا جنب اور چھٹے کا ماسکہ اور ساتوین کا ثری ہی اور طبقہ
ثانیہ کا رہنے والا ایک گروہ ہی طمس نامی جو اپنا گوشت کہاتا اور خون پیتا ہی اور طبقہ ثالثہ مین
ایک گروہ رہتا ہی جسکا چہرہ بنی آدم کا ایسا ہی اور منہ کتون کا ایسا اور ہاتھ بنی آدم کے ایسے
اور پانوُن گائے کے ایسے ہین اور انکے بدن پر بال ہین بھیڑ کے بال کے ایسے اور وہ کپڑونکا
کام دیتے ہین اور چوتھے مین ایک گروہ رہتا ہی جلہام نامی جسکے نہ آنکھین ہین نہ پاؤن بلکہ انکے
قطا کے ایسے بازو ہین اور پانچوین مین ایک گروہ ہی جو خشن کہلاتا ہی اور وہ خچرون کے
ایسے ہوتے ہین اور انکے بہت سی دمین ہوتی ہین ہر دم تین سو گز کی اور چھٹے مین
ایک گروہ ہی جسکو حشوم کہتے ہین انکے جسم سیاہ ہوتے ہین اور درندون کے ایسے پنجے
ہوتے ہین اور کہا جاتا ہی کہ جب یاجوج ماجوج نکلینگے اور لوگون کو ہلاک کرینگے تو اللہ تعالی
اس گروہ کو یاجوج ماجوج پر نازل کریگا اور یہ گروہ انکو ہلاک کر ڈالیگا اور ساتوین طبقے مین

ابلیس مع اپنی شیاطین کے لشکر کرتا ہی - ثالثاً معلوم کرنا چاہیے کہ جملہ طبقات باقیہ مین انبیا کا ہونا ثابت ہی چنانچہ حدیث مذکور کہ صحیح ہی دلالت کرتی ہی اور قرآن پاک مین ہی ولکل قوم هاد یعنی ہر قوم کیواسطے ہادی مبعوث ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر قوم کے واسطے ایک راہنما مقرر ہوا ہی پس ہرگاہ طبقات باقیہ مین وجود مخلوقات الٰہی کا ثابت ہے اور کوئی مخلوق حق تعالی کی مہمل نہین چھوڑی گئی لابد ہی کہ وہان بھی راہنما ہونگے اور علامہ جلال الدین محلی کی تفسیر سے بھی یہ بات ثابت ہی کہ حضرت جبریل طبقات باقیہ مین وحی لیجاتے تھے چنانچہ تفسیر جلالین مین لکھتے ہین الله الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن یعنی سبع ارضین یتنزل الامر الوحی بینهن بین السموات والارض ینزل به جبرئیل من السماء السابعة الی الارض السابعة انتھے اللہ وہ ہی جس نے پیدا کیا سات آسمانون کو اور زمین سے اُنکے مثل یعنے سات زمینین اترتا ہی حکم یعنے وحی اُنکے درمیان یعنے آسمان و زمین کے درمیان جبریل علیہ السلام وحی لیکر ساتوین آسمان سے ساتوین زمین تک اُترتے ہین - ہرگاہ یہ تین امر ذہن نشین ہو گئے اب سمجھنا چاہیے کہ لفظ بنی کنبیکم سے اگرچہ ایک ایک نبی خاتم النبیین ہونا طبقات باقیہ مین ثابت ہی لیکن اسکا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت نہین ہو سکتا اسواسطے کہ کلام عرب مین کاف تشبیہ کے واسطے مستعمل ہے اور تشبیہ مین لازم نہین ہی کہ مشبہ بہ مثل یا اقوی ہو مشبہ سے بلکہ کبھی تشبیہ ناقص کے ساتھ مجرد تفہیم کے واسطے ہوتی ہی قرآن پاک مین حق تعالی فرماتا ہی اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوة فیها مصباح اللہ آسمان اور زمین کا نور ہی اُسکے نور کی حالت مثل مشکوة کے ہی کہ اُس مین چراغ ہو - اس آیت مین حق تعالی نے اپنے نور کو تشبیہ دی ہی ساتھ نور مشکوة کے اور بدیہی ظاہر ہی کہ نور الٰہی بدرجہا اس نور سے اعلی و احسن ہی - چہ نسبت خاک را با عالم پاک پس لفظ بنی کنبیکم سے یہ امر ہرگز ثابت نہین ہی کہ خاتم الانبیا طبقات باقیہ کا مثل خاتم الانبیا اس طبقہ کے ہی بلکہ فقط تعلیم و تفہیم کے واسطے ہو اس غرض سے کہ جسطرح ایک خاتم الرسل اس طبقہ مین ہی اسیطرح سے ایک ایک خاتم ہر طبقہ مین ہی نہ یہ کہ وہ خاتم مثل اس خاتم کے ہی بلکہ اگر غور کیا جائے تو اسی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتم مثل ہمارے خاتم الانبیا کے نہین ہے کیونکہ اسی حدیث مین لفظ آدم کا دمکم بھی وارد ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مخلوقات طبقات باقیہ کی اولاد ہمارے آدم کی نہین ہی بلکہ دوسرے آدم کی ہے اور تمام کتب عقائد مین یہ امر مصرح ہوتا ہی کہ اولاد آدم این عالم تمام مخلوقات سے ہتے کہ

ملائکہ سے بھی افضل ہی اور آیہ کریمہ ولقد کرمنا بنی آدم سے یہ امر مفہوم ہوتا ہی کیونکہ تمام مفسرین اور علما کا اتفاق ہی اس امر پر کہ مراد آدم سے اس آیت مین ہمارے آدم ہین نہ آدم طبقات باقیہ بلکہ تمام انبیا کہ قرآن پاک مین اُنکا ذکر ہی اُن سے مراد انبیا اسی طبقہ کے ہین نہ انبیا طبقات باقیہ کے اور حدیث صحیح مین وارد ہی انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی اولاد آدم کا سردار ہون اور کوئی فخر نہین ہے۔ اور دوسری حدیث مین وارد ہی انا اکرم الاولین والآخرین مین اگلون اور پچھلون مین سب سے بزرگ ہون۔ اب یہان سے دو مقدمے ممہد ہوئے اول یہ کہ ہمارے خاتم الانبیا تمام اولاد آدم سے افضل ہین دوسرے یہ کہ اولاد آدم اس عالم کی تمام مخلوقات سے افضل ہے بعد ترکیب ان دونون مقدمون کے نتیجہ نکلا کہ ہمارے خاتم الانبیا افضل ہین تمام مخلوقات سے پس مماثلت خاتم الانبیا طبقات باقیہ کے ساتھ ہمارے خاتم الانبیا کے کیسے ثابت ہوگی اسکے علاوہ یہ ہی کہ مماثلت مین اتحاد ماہیت و اتحاد قسم ضرور ہی اسیواسطے انسان انسان کے مماثل کہلاتا ہی اور انسان جن یا فرشتہ کے مماثل نہین کہلاتا ہی اور عبارت بدایع الدہور وغیرہ سے جو سابق منقول ہوئی معلوم ہوتا ہی کہ مخلوقات طبقات باقیہ اس مخلوقات کے صنف سے نہین ہین اور یہ امر نصوص قطعیہ سے ثابت ہی کہ نبی ہر قوم کا اسی قوم کی صنف سے ہوتا ہی تاکہ امت اُسکے ساتھ ارتباط پیدا کرے اور اُسکی متابعت کرے اسی واسطے نبی آدم پر کوئی نبی از قسم جن یا از قسم ملائکہ مبعوث نہین پس ضرور ہی کہ انبیا مخلوقات طبقات باقیہ کے انھین کی صنف سے اور انھین کی جنس سے ہونگے اور ہمارے خاتم الانبیا ہماری جنس سے ہین پس دونون خاتم مین مماثلت کہ عبارت ہی اتحاد صنف وصفات سے کیونکر ہوگی ہان اس قدر مین دونون شریک ہین کہ ہمارے نبی خاتم الانبیا اس طبقہ کے ہوے اور طبقات باقیہ کے خاتم اپنے اپنے طبقات کے خاتم ہوے لیکن مجرد اس شرکت سے مماثلت کا اطلاق درست نہین الحاصل حدیث مذکور صحیح ہی اور موجود ہونا امثال خاتم الانبیاء افضل مخلوق اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا باطل ہی اور اس حدیث سے ہرگز ثابت نہین ہوتا ہی بلکہ عدم مماثلت اس سے ثابت ہی مقام افسوس وتعجب ہی کہ از زمان وجود نبوی تا این جزو زمان مدت قریب تیرہ سو برس گزری اور اس مدت مین صدہا فقہا اور محدثین اور ہزارہا علما اور صحابہ اور تابعین کی نظر سے حدیث مذکور گذری مگر کسی کے خیال مبارک مین موجود ہونا امثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ آیا تو اس صاحب عقیدہ کی خاطر عاطر مین آیا انا للہ وانا الیہ راجعون

لقد صدق رسولنا صلے اللہ علیہ وسلم بدء الدین غریبا وسیعود غریبا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی دین کی ابتدا غربت کی حالت مین ہوئی ہی اور غربت ہی کی طرف لوٹ جائے گا۔ نازم بہین عقل و دانش اگر شیوع جہل کی یہی کیفیت رہی تو دیکھا چاہیے کہ کیسے کیسے عقائد فاسدہ احادیث صحیحہ سے افہام ناقصہ مستنبط کرینگے اور کیا کیا فساد اس عالم مین برپا کرین گے واللہ اعلم **سوال**۔ جو حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میری امت کے تہتر فرقے ہوجائین گے ایک ناجی اور سب ناری ہونگے آیا ناری سے مراد کفار ہین یا مسلمان فاسق کہ بسبب عصیان کے دوزخی ہو جائین گے بعض حضرات کہتے ہین کہ رافضی جو شیخین کی شان مین بے ادبی کرتے ہین کافر ہوگئے بعضے کہتے ہین کہ سب اہل ہوا کافر ہین ایک فرقہ مسلمان ہی جسکو اہل سنت وجماعت کہتے ہین اور بعضے فرماتے ہین کہ رافضی کی توبہ قبول نہین بلکہ اُسے قتل کرنا واجب ہی۔ **جواب** عقائد اور فقہ کی کتابون مین اس طرح لکھا ہی کہ بہتر فرقے جو اہل ہوا ہین ایک بھی کافر نہین ہی چنانچہ عبارت اُن کتابون کی جو یہان موجود ہین بعینہ لکھی جاتی ہی اور عبارت فتاوی کی جو سب الشیخین کفر ہے اُسکا بھی جواب لکھا جاتا ہی بغور ملاحظہ فرمائین بلکہ اعتقاد کفر کا اہل ہوا کے جو بدعتی ہین رکھنا بھی کفر ہی اول تو یہ ہی کہ تمہید ابو الشکور سلمی مین لکھا ہی کہ جو حدیث شریف تفرقہ امت مین وارد ہوئی ہی اُس مین اختلاف ہی چنانچہ ایک روایت مین لکھا ہی ستفرق امتی من بعدی ثلثة وسبعون فرقة کلهم فی النار الا واحدة قریب ہی کہ میری امت کے لوگ جدا جدا تہتر فرقون مین ہوجائینگے جن مین ایک کے علاوہ سب فرقے جہنم مین جائین گے اور دوسری روایت مین ہی کلهم فی الجنة الا واحدة قیل ما تلك الواحدة فقال صلی اللہ علیہ وسلم القدریة ایک کے علاوہ سب جنت مین جائین گے پوچھا گیا وہ ایک کون ہی آپنے فرمایا وہ قدریہ ہی۔ بغور ملاحظہ فرمائین کہ کفر دونون حدیثون سے ثابت نہین ہوا بلکہ دوسری حدیث سے جنتی ہونا ثابت کیا ہی کفار کے واسطے کہین بھی یہ لفظ آیا ہی اور یا کسی عالم نے اُن پہ حکم جزیہ یا استرقاق کا بسبب کفر کے لکھا ہی اور دوسرے ایک مقام پر لکھا ہے اعلم ان الدین مع الجماعة والجماعة هم اهل السواد الاعظم والسواد الاعظم بین الجبر والقدر وبین التشبیه والتعطیل وبین النصب والرفض وسئل ابو حنیفة عن السنة والجماعة فقال لا نصب ولا رفض ولا جبر ولا قدر ولا تشبیه ولا تعطیل وروی عن ابی حنیفة انه

قال شہادۃ اہل الاھواء مقبولۃ فاذا قبل شہادتہ دل انہ مسلم وروی عن محمد بن الحسن
انہ قال الصلوۃ خلف المبتدع جائز الا انہ یکرہ لانہ اعتقد البدعۃ علی زعم انہ حق وھو
حلال والثانی انہ اول فی ذلک واستحل بالتاویل فلا یکفر کذا فی التمھید، جاننا چاہیے کہ دین جماعت
کے ساتھ ہے اور جماعت اہل سواد اعظم ہیں اور سواد اعظم جبر و قدر تشبہ و تعطیل نصب و رفض کے درمیان ہے
امام ابو حنیفہؒ سے اہل سنت و جماعت کا حال پوچھا گیا اُنھوں نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جو نصب و رفض
جبر و قدر تشبہ و تعطیل کسی کے قائل نہوں امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ اہل اہوا کی گواہی معتبر
ہے اور جب اُنکی گواہی معتبر ہے تو وہ مسلمان ہیں امام محمد بن حسنؒ سے روایت ہے کہ مبتدع کے پیچھے نماز جائز
ہے لیکن مکروہ ہے دو وجہوں سے ایک تو یہ کہ وہ بدعت کا حق وحلال جانکر اعتقاد کرتا ہے دوسرے
یہ کہ وہ تاویلات کو کام میں لاتا ہے اور بدعت کو تاویل سے حلال بناتا ہے پس وہ کافر نہیں ہیں۔

اور جاننا چاہیے کہ بہتر فرقے جو کتابوں میں ہیں جنکا احوال مرقوم ہے اُسمیں بھی کئی فرقے مثل شاخوں کے
ظاہر ہوے ہیں چنانچہ فرقہ تناسخیہ چار قسم ہو کر پھر چوراسی قسم ہو گئے چنانچہ تفصیل اسکی بھی تمہید میں موجود ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اور بھی ہر فرقے میں اقسام ہو گئے جو شخص جس فرقے کا کام کریگا اسی میں شمار کیا
جائے گا چنانچہ فرقہ وہابیین کو معتزلہ کہتے ہیں اب تفصیل فرقوں کی اور بیان ہر ایک کی بدعت کا موجب
طول ہے غرض سائل جو ہے سب الشیخین کفر ہے یا نہیں اور توبہ اسکی قبول ہے یا قتل اُنکی تو یہ ہے اُسکا جواب
لکھنا مقصود ہے شرح فقہ اکبر میں لکھا ہے سب الشیخین لیس بکفر کما صححہ ابو الشکور السلمی فی
تمہیدہ وذلک لعدم ثبوت مبناہ وعدم تحقق معناہ فان سب المسلم فسق کما فی حدیث
ثابت یستوی الشیخان وغیرھما فی ھذا الحکم ولانہ لو فرض ان احد اقتل الشیخین بل
والختنین بوصف الجمع لا یخرج عن کونہ مسلما عند اہل السنۃ والجماعۃ ومن المعلوم
ان السب دون القتل لغم لو استحل السب او القتل فھو کافر لا محالۃ وعلی تقدیر
ثبوت الحدیث فیجب ان یؤل کما اول حدیث من ترک صلوۃ متعمدا فقد کفر ای مستحلا
الترک شیخین کو گالی دینا کفر نہیں ہے جیسا کہ ابو الشکور سلمی نے تمہید میں اسکی تصحیح کی ہے کیونکہ اس کا
کوئی سبب ثابت نہیں ہوتا ہے اور اسکا مطلب ٹھیک نہیں بنتا کیونکہ مسلمان کو گالی دینا فسق
جیسا کہ ثابت ہے کی حدیث ہے شیخین اور اُنکے علاوہ سب اس حکم میں مساوی ہیں اور اگر فرض کیا جائے

کہ کسی نے شیخین بلکہ ختنین کو بھی قتل کیا تو وہ اسلام سے خارج نہوگا اہل سنت وجماعت کے نزدیک اور یہ بات معلوم ہی کہ یہان گالی سے بحث ہی نہ کہ قتل سے ہان اگر گالی دینے اور قتل کرنے کو حلال جانے تو وہ کافر ہی اور اگر کوئی حدیث (کفر سب شیخین مین) ثابت ہو تو اُسکی تاویل ضروری ہی جیسا کہ حدیث مین من ترك صلوة متعمدا فقد كفر مین تاویل کی گئی ہی اور مطلب یہ لیا گیا ہی کہ جو نماز کو ترک کرے حلال سمجھکر وہ کافر ہی اور دوسری جگہ فقہ اکبر مین لکھا ہی کہ جمع کرنا دونون کا مشکل ہی ایک تو یہ کہ اہل قبلہ کافر نہین ہین چنانچہ سب فقہا اور متکلمین کا بھی یہی قول ہی اور دوسری عبارت فتاوی کی سب الشیخین کفر ہی وجہ اشکال کی بیان کرکے پھر جواب لکھا ہی يدفع الاشكال بان نقل كتب فتاوى مع جهالة قائله وعدم اظهار دلائله ليس بحجة من ناقله اذ مدار الاعتقاد في المسائل الدينية على الادلة القطعية على ان في تكفير المسلم قد يترتب مفاسد جلية وخفية وقال الامام ابن الهمام في شرح الهداية للجواب عن هذه الحكاية حيث قال اعلم ان الحكم بكفر من ذكرنا من اهل الاهواء مع ماثبت عن ابي حنيفة و الشافعي رحمهما الله من عدم تكفير اهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله ان ذلك المعتقد في نفسه كفر اشکال اس طرح پر دفع کیا جاتا ہی کہ کتب فتاوی سے نقل کرنا باوجود قائل کے نہ معلوم ہونے کے اور اسکے دلائل کے نہ ظاہر ہونے کے ناقل کے لیے حجت نہین ہوسکتا کیونکہ مسائل دینیہ مین اعتقاد کا مدار ادلہ قطعیہ پر ہی اور کسی مسلمان کو کافر کہدنیے سے بہت سی خرابیان جلی وخفی واقع ہوتی ہین ابن ہمام نے شرح ہدایہ مین اسی کا جواب دیتے ہوے کہا ہی کہ باوجود امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے عدم تکفیر اہل قبلہ ثابت ہونے کے اہل اہوا کے کفر کا حکم دینا خود فی نفسہ کفر ہی۔ اور صاحب درمختار نے باب امامت مین لکھا ہی کہ نماز صاحب بدعت کے پیچھے مکروہ تنزیہی ہی مبتدع اى صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة وكل من كان من قبلتنا لا يكفر بها حتى الخوارج الذين يستحلون دمائنا واموالنا وسب اصحاب الرسول صلى الله عليه وسلم وينكرون صفاته تعالى وجواز رؤيته لكونه عن تاويل وشبهة بدليل قبول شهادتهم مبتدع یعنے صاحب بدعت (اور بدعت رسولؐ سے جو بات مشہور ہو اس کے خلاف کا بلاکسی عناد کے اعتقاد رکھتا ہی) اور وہ شخص جو اہل قبلہ ہی بدعت سے کافر نہین ہوتا یہانتک کہ خوارج

جو ہمارے خون اور مال اور اصحاب رسول کو گالیان دینا اپنے لیئے حلال سمجھتے ہین اور صفات و رویت باری تعالی کے تاویل وشبہہ کی وجہہ سے منکر ہین مسلمان ہین کیونکہ اُنکی گواہی مقبول ہی اور باب شہادت مین لکھا ہو تقبل من اهل الاهواء ای اصحاب بدع لا تکفر کجبر وقدر ورفض وخروج وتشبیه وتعطیل وکل منهم اثنا عشرة فرقة فصارت اثنین وسبعین الا الخطابیة صنف من الروافض یرون الشهادة لشیعتهم ولکل من حلف انه محق فردهم لا لبدعتهم بل لتهمة الکذب شہادت اہل ہوا یعنی اصحاب بدعت کی جو کافر نہین ہین مقبول ہی مثلا جبر وقدر ورفض وخروج وتشبیه وتعطیل کی اور ان مین سے ہر ایک کے بارہ فرقے ہین پس کل بہتر فرقے ہوے مگر خطابیہ (یعنی اُن کی شہادت مقبول نہین) جو شہادت صرف اپنے گروہ اور اُنکے حق پر ہونے کی حلف اٹھانیوا لے کے ساتھ خاص مانتے ہین نہ اُنکی بدعت کیوجہہ سے بلکہ کذب کی تہمت کی وجہہ سے۔ دیکھیے اس عبارت مین کہین کذب ثابت نہین کیا بعضے صاحب فرماتے ہین کہ مرتد کے باب مین صاحب درمختار نے انبیا اور شیخین کی جناب مین بے ادبی کرنے والے کے لیے حکم قتل فرمایا ہی اور عبارت اس مقام کی یہ ہی والکافر بسب الشیخین او بسب احدهما فی البحر عن الجوهرة معزیا للشهید من سب الشیخین او طعن فیهما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وهو المختار للفتوی انتهی وجزم به فی الاشباه۔ شیخین یا ان مین سے ایک کو گالی دینے کی وجہہ سے جو کافر ہو جائے وہ قتل کیا جائیگا بحر مین جوہرہ سے شہید کی جانب منسوب کرتے ہوے نقل کیا ہی کہ جس نے شیخین کو گالی دی یا اُنکے بارے مین زبان درازی کی تو وہ کافر ہی اور اسکی توبہ مقبول نہین ہی اور اسی سے دبوسی اور ابو اللیث نے اخذ کیا ہی اور یہی مفتی بہ اور مذہب مختار ہی اور اشباہ مین اسی کو صحیح ٹھہرایا ہی۔ درمختار کے مصنف نے آپ ہی اس مسئلہ کو رد کیا ہی اس قول سے لکن فی النهر وهذا لا وجود له فی اصل الجوهرة وانما وجد علی هامش بعض النسخ فالحق بالاصل مع انه لا ارتباط له بما قبله انتهی لیکن نہر مین ہی کہ اصل جوہرہ مین یہ عبارت نہین ہی ہان بعض نسخون کے حاشیہ پر ہی پس اصل ہی صحیح ہی باوجودیکہ اسکو اپنے ماقبل سے کچھہ ربط بھی نہین حاصل ہوتا ہی اصل حال مسئلہ کا یہ ہی کہ جس زمانہ مین بحر اور اشباہ تصنیف ہوئی تھی تو مصنف بحر و اشباہ نے لکھا تھا۔ سب الشیخین کفر ولا تقبل توبته شیخین کو گالی دینا کفر ہی اور گالی دینے والے کی توبہ مقبول نہین ہی۔ اس زمانے مین بھائی

مصنف کا جس نے نہر الفائق شرح کنز الدقائق تصنیف کی ہی جسکا نام عمرو بن نجیم ہی اور چند علماے شہر مثل شیخ امین الدین عبد العال وغیرہ جمع ہوکر آئے اور دریافت کیا کہ یہ مسئلہ سب الشیخین کفر کا تم نے کہان سے لکھا ہی کہا جوہرہ سے لکھا ہی جو قدوری کی شرح ہی علمانے جوہرہ طلب کیا تو جواب دیا کہ میرا جوہرہ آگ مین جل گیا اور جوہرہ شہر مین سے منگواکر ہرچند دیکھا یہ مسئلہ نہ پایا پوچھا کس جگہ سے نقل کیا تھا مقام بتلایا تو عبارت جو بحر مین تھی اُس سے ملاکر دیکھا اور ہرچند اول آخر سے ربط دیا ربط نہ کھایا مسئلہ کی وہین خطا ظاہر ہوگئی۔ وقال السید الحموی فی شرح الاشباہ حکی عن عمرو بن نجیم ان اخاہ افتی بذلک فطلب منہ النقل فلم یوجد الا علی طریق الجوھرۃ اور کہا ہی سید حموی نے شرح اشباہ مین عمرو بن نجیم سے نقل کیا گیا ہی کہ اُنکے بھائی نے اسکا فتوی دیا تو اُن سے نقل طلب کی گئی پس نقل نہ ملی مگر جوہرہ کے طریقہ پر۔ اور پھر حموی نے اُسی عبارت کے آگے لکھا ہی واقول علی فرض ثبوت ذلک فی عامۃ نسخ الجوھرۃ لاوجہ لہ یظھر لما قدمناہ من قبول توبۃ من سب الانبیاء عندنا خلافا للمالکیۃ والحنابلۃ واذا کان کذلک فلا وجہ للقول بعدم قبول توبۃ من سب الشیخین بل لم یثبت ذلک عن احد من الائمۃ فیما اعلم بالفرض اور مین کہتا ہون کہ اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ جوہرہ کے نسخون مین یہ عبارت موجود ہی تو بھی اُسکی کوئی وجہ ظاہر نہین ہی کیونکہ ہم پہلے ہی بیان کرچکے ہین کہ ہمارے نزدیک انبیا کو گالی دینے کے بعد بھی توبہ مقبول ہی (حنبلیہ اور مالکیہ اس مسئلہ مین ہمارے خلاف ہین) تو کوئی وجہ نہین کہ ہم سب شیخین کے بعد قبول توبہ کے نہ قائل ہون بلکہ میرے علم مین تو یہ ائمہ مین سے کسی سے بھی ثابت نہین ہی۔ اگر ہم کفر مان لین جب بھی یہ لازم نہین آتا ہی کہ اُسکی توبہ مقبول نہین اور حکم کرنا کفر کے ساتھ بہت مشکل ہی اختیار مین لکھا ہی۔ اتفق الائمۃ علی تضلیل اھل البدع اجمع وتخطئتھم وسب احد من الصحابۃ وبغضہ لایکون کفرا لکن یضلل وذکر فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالھم ویکفرون الصحابۃ حکمھم عند جمھور الفقھاء واھل الحدیث حکم البغاۃ تمام ائمہ اہل بدعت کے گمراہ وخطاکار ہونے پر متفق ہین اور صحابہ مین سے کسی کو گالی دینا اور اُن سے بغض رکھنا کفر نہین ہی لیکن ایسا شخص گمراہ کہلائے گا اور فتح القدیر مین ہی کہ خوارج (جو مسلمانون کے خون اور مال کو اپنے لیے حلال جانتے ہین اور صحابہ کی تکفیر کرتے ہین) کا حکم جمہور فقہا واہل حدیث کے نزدیک باغیون کا حکم ہی خیال کیجیے کہ خوارج جو سب سے زیادہ بدعتی ہین

چنانچہ درمختار سے مذکور ہوا اُنکے واسطے بھی حکم کفر کا نہ فرمایا قال ابن المنذر وھو اعرف کلام المجتہدین نعم یقع فی کلام اھل المذھب تکفیر کثیر ولکن لیس من کلام الفقہاء الذین ھم المجتہدون بل من غیرھم ولا عبرۃ لغیر الفقہاء ابن منذر نے (جو مجتہدین کے کلام کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے) کہا ہی کہ اہل مذہب کے کلام مین تکفیر کا اکثر تذکرہ آتا رہتا ہی لیکن یہ اُن فقہا کے کلام سے نہین ہی جو مجتہد ہین بلکہ اسکے قائل دوسرے لوگ ہین اور غیر فقہا کا کلام معتبر نہین۔ بہت تفصیل سے ردالمختار مین جو حاشیہ درمختار کا ہی مسلمان ہونا ثابت کیا ہی جسکو دیکھنا ہو دیکھ لے اور ردالمختار مین لکھا ہی ولم یعلل احد لعدم قبول شہادتھم بالکفر کما تری نعم استثنوا الخطابیۃ لانھم یرون شہادۃ الزور لاشیاعھم اوللحالف وکذا نص المحدثون علی قبول روایۃ اھل الھواء فھذا فی من یسب عامۃ الصحابۃ ویکفرھم بناء علی تاویل لہ فاسد فعلم ان ماذکرہ فی الخلاصۃ من انہ کافر قول ضعیف مخالف للمتون والشروح بل ھو مخالف لاجماع الفقہاء کما سمعتہ وقد الف العلامۃ ملا علی قاری رسالۃ فی الرد علی الخلاصۃ ولھذا نعلم قطعا ان ما عزی الی الجوھرۃ من الکفر مع عدم قبول التوبۃ علی فرض وجودہ فی الجوھرۃ باطل لا اصل لہ ولا یجوز العمل بہ وقد مرانہ اذا کان فی المسئلۃ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ فعلی المفتی ان یمیل الی عدم التکفیر فکیف یمیل ھنا الی التکفیر المخالف للاجماع فضلا عن میلہ الی قتلہ وان تاب وقد مر ایضا ان المذھب قبول توبۃ ساب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فکیف ساب الشیخین والعجب من صاحب البحر حیث تساھل غایۃ التساھل فی الافتاء بقتلہ۔ اور کسی نے اُنکی شہادت کے نہ قبول ہونے کا سبب کفر کو نہین بتایا ہے ہان قبول شہادت سے خطابیہ کو اس وجہ سے مستثنےٰ کرتے ہین کہ وہ گواہی اپنے اور اپنی صداقت کی قسم کھانے والے کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہین ایسا ہی محدثین دلیل لائے ہین اہل اہوا کی روایت کے قبول ہونے پر پس یہ اُس شخص کے بارے مین جو صحابہ کی تکفیر کرتا ہو اور اُنکو گالی دیتا ہی ایک تاویل فاسد کی بنا پر ہی پس معلوم ہو گیا کہ جو کچھ خلاصہ مین ہی کہ وہ شخص کافر ہی ایک ضعیف قول ہی جو متون اور شروح اور اجماع فقہا کے مخالف ہی جیسا کہ مین نے سنا ہی اور ملا علی قاری نے خلاصہ کی رد مین ایک رسالہ تحریر کیا ہی اس سے تمکو یہ معلوم ہو گیا کہ جوہرہ کی جانب کفر اور عدم قبول توبہ کی جو نسبت کی گئی ہی

وہ اگرچہ جوہرہ مین ہو باطل ہی اُسکی کچھ اصل نہین اور اُسپر عمل کرنا جائز نہین اور یہ بات معلوم ہو چکی ہی
کہ مسئلہ مین اگر اختلاف ہو اور کوئی ضعیف روایت بھی عدم تکفیر کی موجود ہو تو اُسی کے جانب مائل
ہونا چاہیے پس یہان تکفیر کے جانب کیونکر مائل ہوسکتے ہین جو اجماع کے مخالف ہی چہ جائیکہ قتل اگرچہ
وہ توبہ کرے اور یہ بھی اوپر گذرا ہی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کی توبہ مقبول ہی
پس شیخین کو گالی دینے والے کی توبہ کیون قبول نہو گی اور صاحب بحر سے تعجب ہی کہ انھون نے قتل کا
فتوی دینے مین انتہائی تساہل کیا ہی۔ مؤلف رد المحتار و مصنف درمختار نے کہین اہل اہوا کو کافر نہین
لکھا بلکہ باب الحیض مین لکھا ہی لا یفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ یعنی کسی مسلمان
کے کفر کا فتوی نہ دیا جائے گا اگر اُسکے کفر مین اختلاف ہو روایت اگرچہ ضعیف ہی کیون نہو۔ اور دوسری
جگہ لکھا ہی اذا کان فی المسألۃ وجوہ یوجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ کسی مسئلے
مین اگر بہت سے وجوہ ہون جو کفر کو واجب کرتے ہون اور ایک وجہ کفر سے مانع ہو تو مفتی کو مانع کیجانب
مائل ہونا چاہیئے۔ تعجب ہی صاحب علم سے کہ باوجود ان دلائل تو یہ مائل باسلام کے دلیل ضعیف کو ترجیح
دیکر کفر ثابت کرے اور یہانتک حکم دیوے کہ توبہ بھی اسکی قبول نہین بلکہ قبل اسکی توبہ ہی ظاہر ہے کہ
گویا سب علما کے قول کا انکار ہی درمختار مین لکھا ہی منکر الاجماع کافر اجماع کا انکار کرنیوالا کافر ہی۔ اور تمہید
ابو الشکور سلمی مین لکھا ہی من قال للمؤمن یا کافر او شہد بالکفر علی مومن فانہ یصیر کافرا وروی
عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من شہد علی امتی بالکفر فھو اولی بہ جس نے کسی مومن
کو کہا اے کافر یا کسی مومن کے کفر کی گواہی دی وہ کافر ہو گیا حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے
مروی ہی کہ جسنے میری امت پر کفر کی گواہی دی وہ اُس کفر کا زیادہ مستحق ہی۔ اہل اہوا جو تہتر فرقون مین
داخل ہین اسواسطے جو حدیث تفرق امت مین وارد ہوئی ہی اُس مین لفظ امتی ہی امت حضرت
موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا شمار اس مین داخل کرکے نہین فرمایا تھا اُن کے واسطے اور حدیث ہی۔ انہ قال
صلی اللہ علیہ وسلم ان بنی اسرائیل تفرقت بعد موسی علی احدی وسبعین فرقۃ وبعد عیسی
علی اثنین وسبعین فرقۃ وستفرق امتی من بعدی ثلثۃ وسبعون فرقۃ نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بنی اسرائیل موسیٰ کے بعد اکہتر اور عیسیٰ کے بعد بہتر فرقون پر متفرق ہوگئے اور یہ
قریب ہی کہ میری امت میرے بعد تہتر فرقون پر متفرق ہو جائے سو اگر سب فرقے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے مع اصناف کفار شمار کرین گے تو تہتر فرقے کیونکر ہون گے اگرچہ کفار بھی امت دعوت ہین اس سے معلوم
ہوا کہ مراد امت سے امت اجابت ہی جنھون نے اسلام قبول کیا تھا المراد بالامۃ من یجمعہم دائرۃ الدعوۃ
من اہل القبلۃ لانہ اضافہم الی نفسہ واکثر ما ورد فی الحدیث علی ہذا الاسلوب فالمراد بہ
اہل القبلۃ ولو ارید بہ امۃ الدعوۃ فتناول بہ اصناف الکفر فکیف یکون تفریق الامۃ الی
ثلث وسبعین ۔ امت سے وہ اہل قبلہ مراد ہین جنکو دائرہ دعوت جامع ہو کیونکہ انکی اضافت حضرت
سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے اپنے نفس کے جانب فرمائی ہو اور اکثر حدیث مین جہان اس طریقہ
پر عبارت آئی ہی مراد اہل قبلہ ہین اور اگر اس سے امت دعوت مراد ہو تو وہ کفر کے بھی تمام اقسام کو
شامل ہو پس امت کی تفریق تہتر فرقون کی جانب کیونکر صحیح ہوگی ۔ خداوند تعالی غفور اور تواب رحیم ہی
اسکی رحمت کا منکر نہونا چاہیے تو یہ سب کی قبول ہی اگر پیغمبرون کی جناب مین بے ادبی ہو اسکی توبہ
بھی قبول ہی چنانچہ رد المحتار حاشیہ در المختار سے مذکور ہوا صفۃ الرحمۃ لا یتغیر وان تغیر احوال
الامۃ رحمت کی صفت نہین بدلتی اگرچہ امت کے احوال بدل جائین ۔ اور نیک کام بھی برائی کو
دور کرتے ہین کقولہ تعالی ان الحسنات یذہبن السیئات اللہ تعالی فرماتا ہی نیکیان بدیون کو
لیجاتی ہین ۔ واللہ اعلم بالصواب المجیب عبد الحی ابن افضل العلما وافضل الفضلا مولانا محمد عبد الرب
افاض اللہ علینا من برکاتہ ۔ ہو المصوب واقعی حدیث ستفترق امتی ثلث وسبعون فرقۃ
قریب ہی کہ میری امت تہتر فرقون پر منقسم ہو جائے گی ہین مراد امت اجابت ہی کہ عبارت اہل اسلام
سے ہی نہ امت دعوت علامہ دوانی شرح عقائد عضدیہ مین لکھتے ہین ۔ ای امۃ الاجابۃ وہم الذین امنوا
بالنبی صلے اللہ علیہ وعلی الہ وسلم وہو الظاہر فان اکثر ما ورد فی الحدیث علی ہذا الاسلوب
ارید بہ اہل القبلۃ یعنی امت اجابت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور یہی ظاہر معنے ہین کیونکہ اکثر
جہان حدیث مین اسطرح پر عبارت آئی ہی وہان مراد اہل قبلہ ہین ۔ اور سب شیخین موجب کفر نہین
ابو الشکور سلمی تمہید مین لکھتے ہین کلام الروافض مختلف فبعضہ یکون کفرا وبعضہ لا فلو قال ان علیا
کان الہا نزل من السماء کفر ولو قال النبوۃ کانت لعلی وجبرئیل اخطأ کفر ومنہم من
قال ان علیا افضل من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فہذہ الکلمۃ کفر واما الذین یکون
بدعۃ ولا یکون کفرا فہو قولہم ان علیا کان افضل من الشیخین ومنہم من قال یجب اللعن

علی من خالف علیا لعائشۃ ومعاویۃ وھذا کلہ وما شبھہ بدعۃ لیس بکفر لانہ صادر عن تاویل روافض کے کلام مختلف ہین بعض کفر ہین اور بعض نہین پس اگر کہا کہ علیؓ خدا تھے آسمان سے اُترے تھے کافر ہو گیا اور اگر کہا نبوت علیؓ کے لیے تھی حضرت جبریلؑ سے خطا ہو گئی وہ کافر ہو گیا اور اگر کہا کہ علیؓ افضل ہین رسول اللہؐ سے تو یہ کفر کا کلمہ ہے اور وہ جو بدعت ہین لیکن کفر نہین ہے اُنکا قول علیؑ افضل ہین شیخین سے اور اُن ہین کے بعض کہتے ہین کہ مخالف حضرت علیؓ پر (مثل حضرت امیر معاویہؓ وحضرت عائشہؓ کے) لعنت بھیجنا واجب ہے یہ بدعت ہے کفر نہین ہے کیونکہ تاویل سے صادر ہوا ہے۔ اور مولانا عبد العلیؒ شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین الصحیح عند الحنفیۃ بان الروافض لیسوا بکفار والوجہ فیہ ان مذھبہم اوقعہم فی ما وقعوا زعما منہم انہم علی الدین المحمدی وان کان زعمہم ھذا باطلا وما کذبوا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم فی زعمہم فہم غیر ملتزمین بالکفر والتزام الکفر کفر دون لزومہ انتہی ملخصا حنفیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ روافض کفار نہین ہین کیونکہ مذہب نے اُنکو ان غلطیون مین ڈالدیا ہے اور وہ گمان کرنے لگے ہین کہ وہ دین محمدی پر ہین اگرچہ اُنکا یہ گمان باطل ہے اور جو حضور کی تکذیب کرتے ہین اس سے وہ کفر کو لازم نہین لیتے اور کفر کو لازم کر لینا کفر ہے نہ کہ لازم آجانا ہرگاہ روافض کا کافر نہونا ثابت ہوا انکی توبہ قبول ہونے مین شک نہین رہا اور اگر بالفرض والتقدیر روافض کا فر ہون اس صورت مین بھی اُنکی توبہ قبول نہونے کی کوئی وجہ نہین ہے مقام غور ہے کہ جو شخص مشرک ہوا اور اللہ جل شانہ کا شریک بتاتا ہوا اگر وہ توبہ کرے قبول ہو جاتی تو کیا روافض مشرک سے بدتر ہو گئے کہ توبہ اُنکی قبول نہوگی اور صاحب بحر نے جوہرہ سے جو مسئلہ عدم قبول توبۂ روافض کا نقل کیا ہے وہ غلط ہے قابل التفات کے نہین کیونکہ نصوص قرآنیہ کے مخالف ہے قال اللہ تعالے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم اللہ تعالی فرماتا ہے بیشک اللہ گناہون کو بخشتا ہے اور وہی بخشنے والا رحم کرنیوالا ہے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی اللکنوی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی وحفظہ عن موجبات الغی ابن المرحوم مولانا محمد عبد الحلیم ادخلہ اللہ دار النعیم

| محمد عبد الحی ابو الحسنات |

فی الواقع حدیث افتراق امت مین ناری سے مراد مسلمین فاسقین ہین کہ شامت عصیان سے دوزخ مین جاوین گے اور روافض کہ حضرت شیخینؓ کی شان مین بے ادبی کرتے ہین اور اسی طرح سب اہل ہوا کافر نہین ہین اور توبہ اُنکی مقبول ہے فی المسائرۃ ثم ان قول ابی حنیفۃ انہ لا یکفر احد منہم

وفی شرحہا لکمال ان عدم تکفیرہم ھو المنقول عن جمہور المتکلمین والفقہاء وان الشیخ الاشعری قال ان الاسلام یعمہم مسائرہ مین ہی کہ قول امام ابوحنیفہ کا یہ ہی کہ اُن مین کا کوئی کافر نہین ہی اور کمال نے شرح مسائرہ مین لکھا ہی کہ عدم تکفیر ہی جمہور متکلمین وفقہا سے منقول ہی اور شیخ اشعری نے کہا ہی کہ اسلام اُنکو بھی شامل ہی حررہ ابو الاحیا رحمہ نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم۔

سوال۔ واجب تعالیٰ اپنے شریک کے پیدا کرنے پر قادر ہی یا نہین۔ **جواب**۔ نہین ہی کیونکہ تمام متکلمین اسکی تصریح کرتے ہین کہ مقدوریت کی علت امکان ہی پس شریک باری ممتنع ہی مقدور نہوگا۔ اور اس بات پر اجماع ہی کہ شریک باری ممتنع ہی اور قدرت الٰہی ممتنع پر نہین ہی امام فخر الدین رازی اور علامہ سعد الدین تفتازانی لکھتے ہین لا شئ من الواجب والممتنع بمقدور لہ تعالےٰ لزوال امکان الترک فی الاول والفعل فی الثانی انتہے واجب اور ممتنع مین سے کوئی بھی مقدورات باری تعالیٰ مین سے نہین ہی ورنہ اول مین امکان ترک و ثانی مین امکان فعل متحقق نہوگا۔ اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین قد قیل کل عام یخص کما خص قولہ تعالیٰ واللہ علی کل شی قدیر بما شاءہ لیخرج ذاتہ وصفاتہ وما لم یشأ من مخلوقاتہ وما یکون من المحال وقوعہ فی کائناتہ والحاصل ان کل شئ تعلقت بہ مشیئتہ تعلقت بہ قدرتہ والا فلا یقال ھو قادر علی المحال لعدم وقوعہ ولزوم کذبہ انتہے کہا گیا ہی کہ ہر عام مین تخصیص کردی جائے گی جیسا کہ آیہ پاک واللہ علی کل شئ قدیر مین ماشاءہ کی قید لگائی گئی ہی تا کہ ذات وصفات باری تعالیٰ اور وہ اشیاء جنکے خلق کو وہ نہ چاہے اور جنکا کائنات مین ہونا محال ہو خارج ہوجائین حاصل یہ ہی کہ جس سے مشیت باری تعالیٰ کا تعلق نہوگا اُس سے قدرت کا بھی تعلق نہوگا پس یہ نہ کہا جائیگا کہ باری تعالیٰ محال پر قادر ہی کیونکہ وہ واقع نہین ہوسکتا ہی اور اسکا کذب لازمی ہی۔ اور علامہ کمال الدین بن ابی شریف جو صاحب فتح القدیر کے شاگرد ہین اپنی شرح رسالہ مسائرہ مین لکھتے ہین متعلق العلم اعم من متعلق القدرۃ فان العلم یتعلق بالواجب والممکن والممتنع والقدرۃ انما تتعلق بالممکن دون الواجب والممتنع انتہے قدرت کے متعلق سے علم کا متعلق عام ہی کیونکہ علم کا تعلق واجب ممکن ممتنع سب کے ساتھ ہوتا ہی اور قدرت کا تعلق صرف ممکن کے ساتھ ہوتا ہی واجب اور ممتنع کے ساتھ نہین ہوتا۔ اگر خیال پیدا ہو کہ واجب تعالیٰ کا شریک باری کے

پیدا کرنے پر قادر نہونا اسکا عجز ہی اور عجز مستلزم ہی نقص کو تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو امر اس لائق نہو کہ قدرت کا تعلق اُسکے ساتھ ہو تو اُسکے ساتھ قدرت کا تعلق نہونا نقص نہین ہی بلکہ عین کمال ہی علم کلام اور فقہ کی کتابون مین اسکی تصریح موجود ہی علامہ عبد الغنی نابلسی مطالب وفیہ مین لکھتے ہین قال المحققون المراد بالممکن مالا یجب وجوده ولا عدمه لذاته فدخل مالا یتصور من الممکنات لا لذاته بل لغیره کممکن تعلق علم الله تعالی بعدم وقوعه کایمان ابی جهل ووقع لابن حزم ما هو بین البطلان حیث قال الله تعالی قادر علی ان یتخذ ولدا اذ لو لم یقدر علیه لکان عجزا وقد نقله بعض الاغبیاء من المبتدعة فانظر الی اختلال هذا المبتدع کیف فاتہ ان العجز انما یکون لو کان القصور جاء من ناحیة القدرة اما اذا کان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرة فلا یتوهم متوهم ان هذا عجز وقد سئل الامام عبد الله بن اسعد الیمنی عن کون الله قادرا علی جمیع الممکنات هل یلحق بذلک شئ من المستحیلات فاجاب بان جمیع المستحیلات العقلیة لا تعلق للقدرة بها سواء کانت استحالته شرعا کقوله تعالی ولا اللیل سابق النهار وعقلا کولوج الجمل فی سم الخیاط وقوله تعالی حتی یلج الجمل فی سم الخیاط یدل علی انقطاع طمع الکفار لدخول الجنة فان قیل لم لم یوصف الحق بالاقتدار علی ذلک وعدم القول به یودی الی قصر القدرة قلت ذلک لا یودی الیه فان الله قادر علی ان یصغر الجمل الی ان یصیر بحیث یلج فی سم الخیاط وعلی توسیع سم الخیاط الی ان یسع الجمل واما ولوجه فیه وکل منهما علی صورته فذلک من المستحیل العقلی الذی نص العلماء علی ان لا تعلق لقدرة الله وکذلک لا یعقل النهار الا بعد ذهاب اللیل واللیل الا بعد ذهاب النهار کل منهما شرط لمجیء الاخر واجتماع النهار مع اللیل مستحیل عقلی فلا یتعلق القدرة به وقوله تعالی خالق کل شئ معناه خالق کل شئ وجد او سیوجد والمستحیل العقلی غیر موجود ولا یمکنه ان یوجد فلا یدخل تحت ذلک ولا یجد العقل الی خلق ذلک سبیلا انتهی کلام النابلسی ملخصا محققین نے کہا ہی کہ ممکن سے وہ مراد ہی جسکا لذاتہ نہ وجود ضروری ہو نہ عدم اسلیے یہ وہ ممکنات داخل ہین جنکا تصور لذاتہ نہ ہو سکتا ہو مثلاً وہ ممکن جسکے نہ واقع ہونے کے خبر باری تعالے نے دی ہی جیسے ایمان ابی جہل۔ اور ابن حزم کو وہ شبہہ ہوا ہے جو ظاہر البطلان ہی کیونکہ اُسنے کہا ہی کہ باری

اس امر پر قادر ہی کہ اپنا کوئی لڑکا پیدا کرے کیونکہ اگر اُسپر قادر نہوگا تو عجز لازم آئیگا اور اسکو بد عقیون نے
بعض غبیون نے نقل کیا ہی پس تم اس مبتدع کی غلطی پر غور کرو کیونکہ عجز اسی وقت ہوسکتا ہو جبکہ
قدرت مین کچھ نقص آتا ہو لیکن اگر مستحیل تعلق قدرت کی قابلیت ہی نہ رکھتا ہو تو کوئی وہم کرنے والا
یہ وہم نہین کرسکتا کہ یہ عجز ہی امام عبداللہ بن اسعد یمنی سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہی
کیا ان ممکنات ہی کی طرح بعض مستحیلات بھی ہین تو اُنھون نے جواب دیا کہ تمام مستحیلات عقلیہ کے
ساتھ قدرت کو کچھ تعلق نہین ہو خواہ اُنکا استحالہ شرعا ہو مثلاً آیہ پاک ولا اللیل سابق النہار
یا عقلاً مثلاً اونٹ کا سوئی کے ناکے مین سے نکل جانا اور باری تعالے کا قول حتی یلج الجمل فی سم الخیاط
کفار کے جنت مین داخل ہونے کی طرح کے پورے نہونے پر دلالت کرتا ہی اگر کوئی کہے کہ باری تعالے کو
اسپر قادر کیون نہین مانتے ہین باوجودیکہ اس صورت مین باری تعالیٰ کی قدرت قاصر ہوئی جاتی ہی تو ہم
کہین گے اس سے قدرت کی کمی نہین ہوتی کیونکہ باری تعالیٰ اس بات پر قادر ہی کہ اونٹ کو اس قدر
چھوٹا کردے کہ وہ سوئی کے ناکے مین سے ہوکر گذر سکے یا سوئی کے ناکے کو اسقدر بڑا کردے کہ اونٹ
اُس مین سے گذر سکے لیکن اونٹ کا اُسمین سے گذر جانا اور دونون اپنی اصلی حالت پر باقی رہنا مستحیل
عقلی ہی اور علما اس امر پر دلیل لائے ہین کہ قدرت باری تعالیٰ کو اس سے تعلق نہین ہی اور اسی طرح دن
بغیر رات گئے ہوئے اور رات بغیر دن کے گذرے ہوئے نہین آسکتی تو ہر ایک کے آنے کی شرط دوسرے
کا گذر جانا ہی اور رات اور دن کا جمع ہونا عقلاً محال ہی اور اس سے قدرت کا تعلق نہین ہوسکتا ہی اور
قول باری تعالیٰ خالق کل شئی کے معنے یہ ہین کہ پیدا کرنے والا ہر ایسی شے کا جو پائی گئی ہی یا عنقریب پائی
جائے گی اور محال عقلی نہ تو ابھی پایا جاتا ہی اور نہ اُسکا پایا جانا ممکن ہی پس وہ اس آیت کے تحت مین داخل
نہین اور نہ عقل اُسکے وجود کا کوئی طریقہ پاتی ہی الحاصل عبارات منقولہ اس بات پر صراحۃً دلالت کرتی
ہین کہ واجب تعالیٰ کو خلق امور مستحیلہ پر (جیسے نقیضین کا جمع کرنا اور اونٹ کا سوئی کے ناکے مین داخل
ہونا اور شریک باری تعالیٰ کا وجود اور اتخاذ ولد وغیرہ) قدرت نہین ہی اور ان امور پر قدرت نہونا
نقص کا سبب نہین ہی بلکہ عین کمال ہی واللہ اعلم۔ **سوال** زید نے بہ تتبع ایک عالم کے جسکی تصدیق
ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی دربارۂ قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جو درمنثور وغیرہ مین
ہی ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم وابراہیم کابراہیمکم

وموسیٰ کموسکم وعیسیٰ کعیسکم ونبی کنبیکم (اللہ تعالیٰ نے سات زمینوں کو پیدا کیا ہے اور ہر زمین میں آدم ہیں تمھارے آدم کی طرح اور نوح ہیں تمھارے نوح کی طرح اور ابراہیم ہیں تمھارے ابراہیم کی طرح اور موسیٰ ہیں تمھارے موسیٰ کی طرح اور عیسیٰ ہیں تمھارے عیسیٰ کی طرح اور نبی ہیں تمھارے نبی کی طرح) یہ عبارت تحریر کی میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور کو صحیح اور معتبر ہے اور زمین کے طبقات جدا جدا ہیں اور ہر طبقے میں مخلوق الٰہی ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقے میں انبیا کا ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگرچہ ایک ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے مگر اسکا ہمارے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مثل ہونا ثابت نہیں اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم مماثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوں اس لیے کہ اولاد آدم جسکا ذکر ولقد کرمنا بنی آدم میں ہے اور سب مخلوقات سے افضل ہے وہ اسی طبقے کے آدم کی اولاد ہے بالاجماع اور ہمارے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سب اولاد آدم سے افضل ہیں تو بلاشبہہ آپ تمام مخلوقات سے افضل ہوے پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں آپکے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے انتہی اور باوجود اس تحریر کے زید یہ کہتا ہے کہ اگر شرع سے اسکے خلاف ثابت ہوگا تو میں اسی کو مان لونگا میرا اصرار اس تحریر پر نہیں پس علمائے شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو محتمل ہیں یا نہیں اور زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہلسنت وجماعت سے ہوگا یا نہیں **جواب** مخفی نرہے کہ حدیث مذکور محققین محدثین کے نزدیک معتمد ہے حاکم نے اسکے حق میں صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے حسن الاسناد کا حکم دیا اور اس حدیث کے ثبوت میں کوئی علت قادحہ معتمدہ نہیں ہے اور زمین کے طبقات کا جداگانہ ہونا بہت احادیث سے ثابت ہے اور اس حدیث مذکور سے ہونا انبیا کا طبقات باقیہ میں ثابت ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح سلسلہ نبوت اس طبقے میں واسطے ہدایت سکان کے تیار ہوا اسی طرح سے ہر ہر طبقے میں سلسلہ نبوت کا واسطے ہدایت وہاں کے سکان کے تیار ہوا اور چونکہ بدلائل عقلیہ ونقلیہ لاتناہی سلسلے کے باطل ہے لاجرم ہر طبقے میں ایک مبدأ سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے آدم کے ساتھ مشابہ کیا گیا اور ایک آخر سلسلہ ہوگا کہ وہ ہمارے خاتم کے ساتھ تشبیہ دیا گیا پس بنا برعلیہ اواخر انبیاے طبقات تحتانیہ پر اطلاق خواتم کا درست ہے اب یہاں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ بعد عصر آنحضرت صلعم کے ہوئے ہوں دوسرے یہ کہ متقدم ہوئے ہوں تیسرے یہ کہ معاصر ہوں احتمال اول حدیث لانبی بعدی وغیرہ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) سے باطل ہے اور برتقدیر احتمال ثانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم انبیاے ہر طبقات ہونگے اور برتقدیر ثالث دو احتمال ہیں ایک یہ کہ نبوت آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص ساتھ اس طبقے کے ہو اور آپکی خاتمیت اسی طبقے کے انبیا کے لحاظ سے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ مین وہان کے خاتم کی رسالت ہو اور ہر ایک اُن مین کا صاحب شرع جدید اور اپنے طبقے کے انبیا کا خاتم ہو دوسرے یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ شریعت محمدیہ کے تبع ہون اور اُن مین کا کوئی صاحب شرع جدید نہو اور ہمارے حضرت کی دعوت عام اور ختم آپکا بنسبت انبیاے جملہ طبقات کے حقیقی ہو اور ہر ایک خواتم باقیہ کا ختم بہ نسبت اپنے اپنے سلسلے کے اضافی ہو احتمال اول بہ نسبت عموم نصوص بعثت نبویہ کے کہ جس سے حضورؐ کا تمام عالم پر مبعوث ہونا صراحۃً معلوم ہوتا ہے باطل ہے اور علماے اہلسنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عصر مین کوئی نبی صاحب شرع جدید نہین ہو سکتا اور آپکی نبوت عام ہے اور جو نبی آپکا ہمعصر ہو گا شریعت محمدیہ ہی کا تبع ہو گا چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین سیوطی رسالۃ الاعلام بحکم عیسے علیہ السلام مین نقل کرتے ہین قال السبکی فی تفسیرہ ما من نبی الا اخذ اللہ علیہ المیثاق انہ ان بعث محمد فی زمانہ لیومنن بہ ولینصرنہ ویوصی امتہ بذلک وفیہ من النبوۃ وتعظیم قدرہ ما لا یخفے وفیہ مع ذلک انہ علی تقدیر مجیئہ فی زمانہم یکون مرسلا الیہم ویکون نبوتہ ورسالتہ عامۃ لجمیع الخلق من زمن آدم الی یوم القیامۃ ویکون الانبیاء وامہم کلہم من امتہ فالنبی صلے اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ولو اتفق لبعثتہ فی زمن آدم ونوح وابراہیم وموسی وعیسی وجب علیہم وعلی امہم الایمان بہ ونصرتہ ولہذا یاتی عیسی فی آخر الزمان علی شریعتہ ولو بعث النبی علیہ الصلوۃ والسلام فی زمان موسی وابراہیم ونوح وآدم کانوا مستمرین علی نبوتہم ورسالتہم الی امہم والنبی صلے اللہ علیہ وسلم نبی علیہم ورسول الی جمیعہم انتہے سبکی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے کہ ہر نبی سے اللہ نے عہد لیا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے زمانے مین بھیجے جائین تو اُن پر ایمان لائیگا اور اُن کی مدد کرے گا اور اپنی امت کو اسی کی وصیت کرے گا اور اس مین نبوت کے مرتبے کی بلندی کے جانب اشارہ ہے اور اس مین اس بات کے جانب بھی اشارہ ہے کہ اگر حضورؐ انبیاے سابق کے زمانہ مین تشریف لاتے تو اُنکے جانب رسول ہوتے اور آپکی نبوت و رسالت حضرت آدمؑ کے زمانے سے قیامت تک مخلوقات کو شامل ہوتی اور تمام انبیا مع اپنی امتون کے آپکی امت مین داخل ہوتے پس حضورؐ نبی الانبیا ہین اور اگر حضورؐ کی بعثت حضرت آدم اور نوح اور ابراہیم اور موسی اور عیسی علیہم السلام کے زمانون مین ہوتی

تو انپر اور اُن کی اُمتون پر آپ کی مدد کرنا اور آپ پر ایمان لانا فرض ہوتا اور اسی واسطے حضرت
عیسی علیہ السلام آخر زمانے مین آپ ہی کی شریعت پر تشریف لاوینگے اور اگر آپ حضرت موسی
اور ابراہیم اور نوح اور آدم علیہم السلام کے زمانے مین بھیجے جاتے تو سب کی نبوت اور رسالت اپنی
اپنی امتون کی جانب باقی رہتی اور آپ سب انبیا کے نبی اور رسول ہوتے اور بحر العلوم مولانا عبد العلی
اپنے رسالہ فتح الرحمن مین لکھتے ہین مقتضی ختم رسالت دو چیز است یکے آنکہ بعد وی رسول نباشد و دیگر
آنکہ شرع وے عام باشد و ہر کسیکہ موجود باشد وقت نزول شرع وے اتباع شرع وے برو واجب
و فرض است و سرش اینکہ ہمہ رسل در اخذ شرع مستمد از خاتم الرسالۃ اند و چونکہ شرع او عام باشد پس دیگرے
صاحب شرع نباشد انتہی کلامہ ختم رسالت دو چیزون کو چاہتی ہی ایک یہ کہ اُسکے بعد کوئی رسول نہو
اور دوسرے یہ کہ اسکی شرع عام ہو اور نزول شرع کے وقت جو لوگ موجود ہون اُنپر اس شرع کی
پیروی واجب اور فرض ہی اور اس مین بھید یہ ہی کہ تمام رسول اخذ شرع مین حضرت خاتم الرسالۃ
سے استمداد چاہنے والے ہین اور جب اسکی شرع عام ہو تو دوسرا صاحب شرع نہو - خلاصہ کلام یہ ہی
کہ حدیث ابن عباسؓ کی صحیح اور معتبر ہے اور اس سے طبقات تحتانیہ مین انبیا کا موجود ہونا ثابت ہی
اور یہ بہ نسبت بطلان تناہی سلسلے کے ہر ایک طبقے مین ایک خاتم الانبیا دبہ نسبت اُس طبقے کے
ہونا ضروری ہی لیکن عقائد اہل سنت کے مطابق یہ امر ہی کہ ہمارے حضرت کی دعوت عام ہی تمام
مخلوقات کو شامل ہی پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہین ہوے
یا قبل ہوے یا ہمعصر اور بر تقدیر اتحاد عصر تبیع شریعت محمدیہ ہونگے اور ختم اُنکا بہ نسبت اپنے طبقے کے
اضافی ہوگا اور ہمارے حضرت کا ختم عام ہوگا اور ان سب امور کی تفصیل مین نے اپنے دو رسالون
ایک مسمی بالآیات البینات علی وجود الانبیاء فی الطبقات اور دوسرے دافع الوسواس فی اثر
ابن عباس مین کی ہی جب یہ امر ممہد ہو چکا تو سمجھنا چاہیے کہ زید جس نے سوال مین جو عبارت مرقوم
ہو لکھی ہی جبکہ مماثلث سے انکار ہی اور صحت حدیث و ثبوت تعدد خواتم طبقات تحتانیہ کا قائل ہی
مخالف اہل سنت کے نہین ہی نہ کافر نہ فاسق بلکہ تبیع سنت ہی مگر ہان اگر نبوت محمدیہ کو اسی طبقے کے
ساتھ خاص کرتا ہو اور ہر ایک خاتم کو صاحب شرع جدید سمجھتا ہو تو البتہ مواخذہ کے قابل ہی کیونکہ یہ
اور نصوص اور علما کے کلمات کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور اگر مجرد تعدد خواتم کا قائل اور ہمارے رسول کے

ختم کو بنسبت جملہ انبیاء جملہ طبقات کے حقیقی سمجھتا ہو اور ہر ایک خاتم طبقات باقیہ کے ختم کو اضافی کہتا ہو تو اسپر کچھ مواخذہ نہیں ہو۔ واللہ اعلم کتبہ ابو الحسنات محمد عبد الحی۔ واقعی زید بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق نہوگا۔ کتبہ ابو الاحیا محمد نعیم غفرلہ العلی الرب الحکیم **سوال** مسئلہ ہیئت فیثا غورسی کے لحاظ سے قواعد حرکت ارضی کو ترجیح دینا جو نفی سموات کو مستلزم ہو یعنے یوں ماننے ہیں کہ سموات جسم کثیف ہیں جو اپنے بیچ دوسری اجسام کثیفہ کے تداخل کی قابلیت نہیں رکھتی شرعا کوئی قباحت ہو یا نہیں۔ یا جبکہ نظام فیثا غورسی مطلقاً آسمانوں کے وجود کا منکر نہو بلکہ انکے وجود کا جسمانیت لطیفہ مثل (یا اس سے زائد لطیف) کے ساتھ قائل ہو تو مخالفت شرع کی لازم آتی ہو یا نہیں اور یہی اس قول کا قائل اگر حکماء فرنگ کی طرح کہے کہ اللہ کی حکمت کاملہ کے لحاظ سے یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ تمام اجرام سماویہ مثل کرہ ارضیہ خود ذی روح مخلوقات کے مسکن ہوں تو عقائد اسلامیہ میں فتور آئے گا یا نہیں **جواب**۔ اس مقام میں نہ ہیأت فیثا غورسی معتبر ہو نہ ہیئت بطلیموسی بلکہ قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ معتبر ہیں اللہ تعالے نے فرمایا ہو یا ایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء اور فرمایا ہو هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوٰهن سبع سموات اور فرمایا ہو اللہ الذی خلق سبع سموات ومن الارض مثلهن اور فرمایا ہو کل فی فلک یسبحون اور فرمایا ہو تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلی الرحمن علی العرش استوی اور فرمایا ہو الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان والسماء رفعها ووضع المیزان اور فرمایا ہو والسماء ذات الرجع والارض ذات الصدع انه لقول فصل اور فرمایا ہو ولہ المثل الاعلی فی السموات والارض اور فرمایا ہو الحمد للہ فاطر السموات والارض اور فرمایا ہو الحمد للہ الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور اور فرمایا ہو قال الم اقل لکم انی اعلم غیب السموات والارض اور فرمایا ہو فقضاهن سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرها اور فرمایا ہو ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام اور فرمایا ہو الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموات طباقا سیطح اور بھی بہت سی آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آسمان کا وجود ہو اور وہ سات ہیں پس آسمان کے وجود کا انکار کرنا در اصل قرآن کا انکار کرنا ہو واخرج البیہقی عن عبد اللہ

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ انہ نظر الی السماء فقال تبارک ما اشد بیاضها والثانیة اشد بیاضا منها ثم کذلک حتی بلغ سبع السموات وخلق فوق السابعة الماء وجعل فوق الماء العرش بیہقی نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی ہو کہ حضور نے آسمان کی طرف دیکھکر فرمایا کہ برتر ہو خدا کیا ہی تیز ہو اسکی سفیدی اور دوسرے آسمان کی سفیدی اس سے بھی زیادہ ہو اور پھر اسی طرح سے فرمایا ساتوں آسمان تک اور ساتویں آسمان کے اوپر پانی پیدا کیا اور اسپر عرش۔ واخرج اسحق بن راہویہ فی مسندہ وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی فی الاوسط عن الربیع بن انس قال سماء الدنیا موج مکفوف والثانیة مرمرة بیضاء والثالثة حدید والرابعة نحاس والخامسة فضة والسادسة ذهب والسابعة یاقوتة حمراء وما فوق ذلک صحاری من نور ولا یعلم ما فوق ذلک الا اللہ اور اسحق بن راہویہ نے اپنی مسند میں اور ابن منذر اور ابن ابی حاتم اور طبرانی نے اوسط میں ربیع بن انس سے روایت کیا ہو کہ آسمان دنیا رکی ہوئی موج ہو اور دوسرا سفید سنگ مرمر کا ہو اور تیسرا لوہے کا اور چوتھا تانبے کا اور پانچواں چاندی کا اور چھٹا سونے کا اور ساتواں یاقوت سرخ کا اور اسکے اوپر نور کے جنگل ہیں اور اُسکے اوپر کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ہو واخرج ابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول اللہ ما هذہ السماء قال هذا موج مکفوف عنکم اور ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہو یہ آسمان آپ نے فرمایا کہ یہ رکی ہوئی موج ہو۔ ان حدیثوں وغیرہ سے ظاہر ہو کہ اجرام سموات لطیف نہیں ہیں بلکہ ایک طرح کی کثافت رکھتے ہیں پس انکے لطیف ہونے کا قول حدیث کے انکار کا سبب ہو لیکن زمین کی طرح آسمانوں میں مخلوقات کا مسکن ہونا ایسا قول ہو جسکا کوئی اثر شرع میں نہیں ہو اور فقط عقل سے انکا ثابت ہونا ممکن نہیں ہو شرع سے فقط اتنا ثابت ہو کہ آسمان ملائکہ کے لیے مسکن ہیں اخرج ابن جریر وابن المنذر والبیہقی عن ابن عباس قال خلق فی کل خلقا من الملائکة والخلق الذی فیها من البحار وجبال البرد وما لا یعلم ابن جریر اور ابن منذر اور بیہقی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں فرشتوں کو پیدا کیا ہو اور اس میں دلوںکے

پہاڑ اور دریا ہین اور وہ مخلوقات ہین جنکو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ الحاصل ایسی بحثون مین اعتقاد انھیں باتون پر رکھنا چاہیئے جو قرآن اور حدیثون سے ثابت ہون اور حکماے فیثا غورثین یا حکماے بطلیموسیین جو کچھ اپنی عقلون سے کہتے ہین اور شرع اُنکے خلاف ہو اُن پر بھروسا نہ کرنا چاہیے بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ انکے ایسے ہی گڑھی ہوئی بحثون کے جواب کے لیے قرآن اور اخبار نازل ہوے ہین پس وہ قول جو قرآن اور حدیث کو رد کرنے والا ہو مسلمانون کو قبول نکرنا چاہیے واللہ اعلم **سوال** فالق الحب والنوی دانہ اور گٹھلی کے پیدا کرنے والے نے سب سے پہلے عالم امکان مین اشجار اور نبات کو بواسطۂ حبوب وبذور پیدا کیا ہی یا اشجار اور نبات کو بے واسطہ بذر موافق خلقت آدمؑ کے پیدا کیا جیساکہ خود فرماتا ہی وھو الذی انزل من السماء ماء فاخرجنا بہ نبات کل شئی فاخرجنا منہ خضرا نخرج منہ حبا متراکبا خدا وہ ہی جسنے آسمان سے پانی اُتارا پس اُس سے ہمنے ہر شئے کی روئیدگی کو اگایا اور اُس سے نکالا ہمنے سبزی کو جس سے ہمنے تہ بہ تہ دانے نکالے **جواب**۔ ظاہر احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ اللہ نے پہلے اشجار اور نبات کو پیدا کیا ہی اخرج احمد والبخاری فی التاریخ ومسلم والنسائی والبیہقی وغیرہم عن ابی ہریرۃ قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بیدی فقال خلق اللہ التراب یوم السبت وخلق فیہا الجبال یوم الاحد وخلق الشجر یوم الاثنین وخلق المکروہ یوم الثلثاء وخلق النور یوم الاربعاء وبث فیہا الدواب یوم الخمیس وخلق آدم یوم الجمعہ بعد العصر واخرج البزار والطبرانی وابن مردویہ والبیہقی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم ان اللہ حاط حائط الجنۃ لبنۃ من ذہب ولبنۃ من فضۃ ثم شق فیہا الانہار ثم غرس فیہا الاشجار فلما نظرت الیہا الملائکۃ قالت طوبی لمنازل الملوک۔ احمد اور بخاری نے تاریخ مین اور مسلمؒ اور نسائیؒ اور بیہقیؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ خدا نے مٹی کو ہفتہ کے دن اور اُسمین پہاڑون کو اتوار کے دن اور درختون کو دوشنبہ کے دن اور برائیون کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور چارپایون وغیرہ کو جمعرات کے دن اور حضرت آدمؑ کو جمعہ کے دن عصر کے بعد پیدا کیا اور بزار اور طبرانی اور ابن مردویہ اور بیہقی نے ابو سعید خدری رضہ سے روایت کی ہی کہ حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جنت کی دیوار سونے اور چاندی کی

اینٹون سے بنائی پھر اُس مین سے نہرین بہائین اور اُس مین درخت اُگائے پس جب اُسکو ملائکہ نے دیکھا تو بولے مبارکباد ی ہو بادشاہون کی منزل کے لیے۔ واللہ اعلم۔ حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی

ابو الحسنات محمد عبد الحی — صح الجواب واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الکریم

سوال

ایک شخص من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ کو دلیل مین پیش کرکے مسلمانون کے ایک بڑے گروہ کو اس دھوکے مین ڈالتا ہی۔ کہ یہ ضروری نہین ہو کہ قیامت کے دن حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفاعت کرین ایسے شخص کو کیا کہنا چاہیئے۔ اور دنیا یا عقبی مین حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ماذون لشفاعت ہونا قرآن اور حدیث سے ثابت ہی یا نہین

جواب

ایسا شخص یا معاند اور ملحد ہی یا زندیق اور آیات کثیرہ کا (مثل واستغفر لذنبک وللمومنین والمومنات اور آیہ عسی ان یبعثک ربک مقاماً محمودا اور آیہ ولسوف یعطیک ربک فترضی وغیرہ کے) اور احادیث مشہورہ کا جو صحاح ستہ وغیرہ مین ہین منکر ہی اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والسلام کے ماذون لشفاعت ہونے مین کثرت سے صحیح روایتین وارد ہوئی ہین۔ ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر مین لکھتے ہین۔ اخرج البیہقی وصححہ رأیت ما تلقی امتی بعدی و اسفک بعضہم دم بعض فسالتہ ان یولینی فیہم شفاعۃ ففعل ملخصا و احمد باسناد صحیح انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لقد اعطیت اللیلۃ خمسا ما اعطیہن احد قبلی الی ان قال والخامسۃ ہے ما قیل لی سل فان کل نبی قد سأل فاخرت لمسألتی الی یوم القیامۃ فہی لکم ولمن شہد ان لا الہ الا اللہ والطبرانی باسانید احدہا جید الا اخبرکم بما خیرنی ربی آنفا قلنا بلی یا رسول اللہ قال خیرنی بین ان یدخل ثلثی امتی فی الجنۃ بغیر حساب ولا عذاب وبین الشفاعۃ قلنا یا رسول اللہ ما اخترت قال الشفاعۃ انتہی ملخصا بیہقی نے روایت کی ہے اور اسکو صحیح کہا ہو کہ فرمایا حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے دیکھا مین نے وہ جو میرے بعد میری امت پائے گی اور بہائین گے بعض اُن مین کے بعض کا خون پس مین نے درخواست کی کہ مجھے شفاعت کا اختیار دیا جائے پس اللہ تعالی نے ایسا ہی کیا اور احمد نے بسند صحیح روایت کی ہے کہ حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا کہ آج کی رات مجھکو پانچ چیزین دی گئین جو مجھسے قبل کسی کو نہین دی گئین یہان تک کہ فرمایا آپنے پانچوین چیز یہ ہو کہ مجھ سے کہا گیا سوال کرو

پس مین نے اپنے سوال مین قیامت تک دیر کی اور وہ تم لوگون کے اور ہر شخص کے حق مین ہوگا جو لا الٰہ الا اللہ کہے اور طبرانی نے بہت سی سندون سے روایت کی ہی جن مین ایک اچھی سند ہی کیا نہ خبر دون مین تمکو اُس کی جس کی خدا نے مجھے ابھی خبر دی ہی عرض کیا ہم لوگون نے یا رسول اللہ اب ضرور ہمکو اُس کی خبر دین آپ نے فرمایا اختیار دیا مجھکو خدا نے دو امر دون مین ایک یہ کہ میری اُمت کے دو ثلث جنت مین بلا حساب و عذاب داخل ہو جائین دوسری شفاعت ہم لوگون نے پوچھا پھر آپنے کس کو اختیار کیا آپ نے جواب دیا مین نے شفاعت کو اختیار کیا - ان روایتون سے ثابت ہوا کہ اللہ نے آپ کو شفاعت کی اجازت دی اور مقام محمود کا وعدہ فرمایا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ اللہ کا اذن اور وعدہ جھوٹا نہین ہوتا - من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یا ایسی ہی اور دوسری آیتین ان حدیثون کے موافق ہین کیونکہ ان آیتون سے اتنا ہی معلوم ہوتا ہی کہ کوئی شخص بغیر اللہ کی اجازت کے شفاعت نہ کرسکے گا یہ ثابت نہین ہوتا کہ اذن اسی روز دیا جائیگا پہلے سے نہوگا واللہ اعلم **سوال** درباب آیات صفات مثل استوی علی العرش و ید اللہ وغیرہ مسلک تاویل حق ہی یا اور کوئی مسلک **جواب** اس باب مین علما کے چند مسلک ہین ایک مسلک تاویل کہ استوا بمعنے استیلا و ید بمعنے قدرت و وجہ بمعنی ذات ہے وعلی ہذا القیاس اور یہی مختار اکثر متاخرین متکلمین کا ہی دوسرا مذہب تشابہ فی المعنی وفی الکیفیۃ - تیسرا مسلک معلوم المعنی متشابہۃ الکیفیۃ اور حق ان مین مسلک ثالث ہی اور یہی مذہب صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و محدثین و فقہا و اصولیین محققین ہی شیخ الاسلام ذہبی سیر النبلا مین ترجمہ قتیبہ بن سعید مین لکھتے ہین روی غیر واحد عن ابی العباس السراج فقال سمعت قتیبۃ یقول ہذا قول ائمۃ الاسلام واہل السنۃ والجماعۃ ان ربنا عزوجل علی العرش انتہی بہت سے لوگون نے ابو العباس سراج سے نقل کیا ہی وہ کہتے ہین کہ قتیبہ نے کہا ہی کہ ائمۂ اسلام اور اہل سنت وجماعت کا یہ قول ہی کہ ہمارا خدا عرش پر ہی اور ترجمۂ علی بن مدینی مین لکھتے ہین قال اکثر العلماء ان اللہ علی العرش انتہے اکثر علما نے کہا ہی کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہی - اور ترجمۂ اسحق بن راہویہ مین لکھتے ہین قال حرب الکرمانی قلت لاسحاق ما تقول فی قولہ تعالیٰ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم کیف تقول قال حیث ما کنت فہو اقرب الیک من حبل الورید وہو بائن من خلقہ انتہے حرب کرمانی کہتے ہین مین نے اسحاق سے پوچھا کہ تم اس آیت ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم (نہین ہوتا ہی مشورہ تین آدمیون کا مگر اللہ تعالیٰ اُن مین چوتھا

ہوتا ہی امین کیا کہتے ہو انھوں نے جواب دیا جس جگہہ کہ تم ہو وہ تمھارے پاس ہو اور وہ تمام خلق سے جدا ہی اور ترجمہ مزنی مین لکھتے ہین قال محمد بن اسمعیل سمعت المزنی یقول لا یصح لاحد التوحید حتی یعلم ان اللہ علی عرشہ انتھے محمد بن اسمعیل نے کہا ہی کہ مین نے مزنی کو کہتے ہوے سنا کہ کسی کے لیے جہت ثابت کرنا صحیح نہین ہی یہانتک نہ جانے کہ اللہ اپنے عرش پر ہی۔ اور ترجمہ ابو حاتم رازی مین لکھتے ہین قال ابو حاتم مذھبنا واختیارنا اتباع رسول اللہ واصحابہ ویعتقد ان اللہ علی عرشہ لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر انتھے ابو حاتم نے کہا ہی کہ ہمارا مذہب اور اختیار رسول کی تباع ہی اور اس بات کا اعتقاد کہ اللہ اپنے عرش پر ہی اور اُس کے مثل کوئی شے نہین ہی اور وہی خدا سننے والا اور دیکھنے والا ہی اور بھی ذہبی نے کتاب العرش مین اسی قسم کے اقوال جن سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ اللہ عرش پر ہی بلا کیف صد ہا صحابہ و تابعین اور فقہا و محدثین سے نقل کیے ہین اور احادیث نبویہ بھی جو فوقیت رب پر دال ہین ذکر کی ہین۔ اور ابو شکور سلمی حنفی تمہید مین لکھتے ہین سئل رجل عن الامام مالک عن قولہ تعالی الرحمن علی العرش استوی کیف استوی فقال لہ الاستواء غیر مجھول والکیف غیر معقول والایمان بہ واجب السوال عنہ بدعۃ وما اراک الاضالا فامر بہ فاذا ھو جھم بن صفوان وقال ابو المطیع البلخی سئلت ابا حنیفۃ نعمن قال لا ادری این اللہ فقال ابو حنیفۃ انہ یکفر لانہ خالف النص واللہ یقول الرحمن علی العرش استوی اقرؤھا وامنوا بہ فقال ابو مطیع کیف استوی فقال امنوا بہ کما جاء انتھے ایک شخص نے امام مالک سے الرحمن علی العرش استوی کے متعلق دریافت کیا کہ استوا کیونکر ہی آپنے فرمایا کہ استوا مجہول نہین ہی اور نہ کیفیت معلوم نہین ہی اور اسپر ایمان لانا واجب ہی اور اسکا سوال کرنا بدعت ہی اور نہین دیکھتا ہون مین تجھکو مگر گمراہ پس اُسپر آپنے حکم فرمایا یعنے نکال دینے کا اور تھا وہ جہم بن صفوان اور ابو مطیع بلخی نے کہا ہی کہ مین نے امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا اُس شخص کے بارے مین جو کہے لا ادری این اللہ تو امام ابو حنیفہ رح نے کہا وہ کافر ہی کیونکہ اُس نے نص کی مخالفت کی اللہ تعالی فرماتا ہی الرحمن علی العرش استوے اسکو پڑھو اور اسپر ایمان لاؤ پس ابو مطیع نے پوچھا اللہ کا استوا کیونکر ہی آپنے فرمایا جیسا وارد ہوا ہی اُسپر ایمان لاؤ۔ اور سراج الدین علی حنفی قصیدہ بدء الامالی مین کہتے ہین ؎

وربّ العرش فوق العرش لکن ؛ بلا وصف التمکن واتصال

اور عرش کا مالک عرش پر ہی لیکن بغیر وصف مکان واتصال کے ملا علی قاری حنفی اسکی شرح مین لکھتے ہین۔ سئل الشافعی عن الاستواء فقال اٰمنت بہ بلا تشبیہ واتہمت نفسی فی الادراک وامسکت عن الخوض واجمع السلف علی ان استواءہ علی العرش صفۃ لہ بلا کیف نؤمن بہ ونکل العلم الی اللہ ومذہب الخلف تاویل الاستواء بالاستیلاء ومختار السلف عدم التاویل بل اعتقاد التنزیل مع وصف التنزیہ لہ عما یوجب التشبیہ کما قال مالکؒ الاستواء معلوم والکیفیۃ مجہولۃ واختارہ امامنا الاعظمؒ وکذا کل ما ورد من الآیات والاحادیث المتشابہات من ذکر الید والوجہ ونحوہ ومنہ لفظ فوق فلا نؤولہ بالعظمۃ والرفعۃ کما قالہ الخلف انتہی امام شافعیؒ سے استوا کے متعلق دریافت کیا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ مین اسپر بغیر تشبیہ کے ایمان لایا ہون اور مین نے اس بارہ مین اپنے نفس کو ادراک مین تہمت لگائی اور غور کرنے سے روکا ہی اور متقدمین نے اس بات پر اجماع کرلیا ہی کہ اللہ کا استوا اسکی صفت بغیر کیف کے ہی ہم اسپر ایمان لاتے ہین اور لیکن علم اللہ کو ہی اور متاخرین استوار کی تاویل استیلار سے کرتے ہین اور قدمار نے عدم تاویل کو اختیار کیا ہی اور قرآن کا اعتقاد رکھتے ہین مع باری تعالے کے موجبات تشبیہ سے پاک ہونے کے جیسا کہ امام مالکؒ نے فرمایا ہی کہ استوار معلوم ہی اور کیفیت مجہول ہی اور اسکو ہمارے امام اعظمؒ نے اختیار کیا ہی اور ایسے ہی تمام احادیث اور آیات متشابہات ہین جن مین باری تعالیٰ کے لیے ید اور وجہ ثابت کیا گیا ہی اور انھین مین سے لفظ فوق ہی پس قدمار اسکی تاویل عظمت و رفعت سے نکرین گے جیسا کہ متاخرین کرتے ہین۔ اور ابن ہمام حنفی مؤلف فتح القدیر مسایرۃ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ مین لکھتے ہین نؤمن انہ تعالی استوی علی العرش مع الحکم بان استواءہ لیس کاستواء الاجساد من التمکن والمماسۃ والمحاذاۃ بل بمعنے یلیق بہ وھو اعلم بہ وحاصلہ وجوب الایمان بانہ استوی علی العرش مع نفی التشبیہ فاما کون المراد بہ استیلاء العرش فامر جائز الارادۃ لکن لا دلیل علیہ عیناً فالواجب علینا ما ذکرناہ وکذا کل ما ورد بہ ما ظاہرہ الجسمیۃ کالاصبع والقدم والید فیجب الایمان بہ فان الید والاصبع صفۃ لہ لا بمعنے الجارحۃ بل بمعنے یلیق بہ وقد اول الید والاصبع بالقدرۃ والقہر لصرف العامۃ من فہم الجسمیۃ وھو ممکن ان یراد ولا یجزم بارادتہ ہم باری تعالے کے استواء علی العرش پر ایمان لاتے ہین اور اس بات کا حکم کرتے ہین کہ اللہ کا

استواء اجسام کے استواء کا ایسا نہیں ہی کہ مکان بنانے یا چھونے یا مقابل ہونے کے معنے رکھتا ہو بلکہ ایک ایسے معنے کے اعتبار سے ہی جو اُس کی شان کے لائق ہوں جسکو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا حاصل اسکا یہ ہی کہ استواء علی العرش پر ایمان لانا نفی تشبیہہ کے ساتھ واجب ہی لیکن اس سے استیلاء علی العرش مراد ہونا جائز ہی مگر اُسپر کوئی دلیل نہیں ہی پس پھر وہی واجب ہی جو ہمنے لکھا ہی اور اسی طرح اُن تمام آیات وارده پر جنکے ظاہر معنے جسمیت (مثلاً انگلیاں ہاتھ پاؤں) پر دلالت کرتے ہیں ایمان لانا واجب ہی کیونکہ ید اور اصبع باری تعالے کے صفات میں سے ہیں عضو کے معنے میں نہیں ہیں بلکہ کسی ایسے معنے میں ہیں جو شان باری تعالے کے لائق ہیں اور ید و اصبع کی تاویل قدرت و قہر سے عام لوگوں کے خیالات کو جسمیت کے جانب سے پھیرنے کے لیے کی گئی ہی اور ممکن ہی کہ یہی معنے مراد ہوں لیکن انکے مراد ہونے کا تیقن نہیں ہی۔ اور عبد العزیز بخاری حنفی کشف الاسرار شرح اصول بزدوی میں لکھتے ہیں اثبات الرویة واثبات الوجه والید لله حق عندنا خلافا لقول من قال لا یوصف الله بالوجه والید بل المراد بالوجه الرضا والذات ومن الید القدرة او القوة او النعمة فقال المص بل الله یوصف بصفة الوجه والید مع تنزیهه عن الصورة والجارحة لان الوجه والید من صفات الکمال فی المشاهدة لان من لا وجه له ولا ید له یعد ناقصا وهو موصوف بصفات الکمال فیوصف بهما ایضا الا ان اثبات الکیفیة مستحیل فیتشابه وصفه فیجب تسلیمه علی اعتقاد حقیقته من غیر اشتغال بالتاویل انتھے رویت باری تعالیٰ اور ہاتھ اور منھ کا اُس کے لیے ثابت ہونا ہمارے نزدیک حق ہی نہ اُسکے نزدیک جو کہتا ہی کہ اللہ تعالیٰ وجہ و ید سے متصف نہیں ہی بلکہ وجہ سے رضا و ذات اور ید سے قدرت یا قوت یا نعمت مراد ہی پس مصنف نے کہا بلکہ اللہ صفت ید و وجہ کے ساتھ متصف ہی باوجودیکہ وہ صورت اور اعضا سے منزہ ہی کیونکہ وجہ اور ید دکھائی دینے والی چیزوں میں صفات کمال سے ہیں کیونکہ جسکے ید و وجہ نہو وہ ناقص گنا جاتا ہی اور خدا صفات کمال سے متصف ہی تو ید اور وجہ سے بھی متصف ہوگا مگر کیفیت ثابت کرنا مستحیل ہی پس اسکا وصف متشابہہ ہوجائیگا تو اُسکی حقیقت کا اعتقاد کرکے مان لینا اور تاویل میں نہ مشغول ہونا واجب ہی۔ اور ابو شکور تمہید میں لکھتے ہیں۔ قال بعضهم ان الله موجود فی کل مکان وهم صنف من الجهمیة واحتجوا بقوله تعالی هو الذی فی السماء اله و فی الارض اله وقوله وهو الله

فی السموات وفی الارض وقولہ ان اللہ مع الذین اتقوا وقولہ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو
رابعھم والجواب ان معنی الآیۃ الاولی انہ الٰہ اھل السماء واھل الارض والآیۃ الثانیۃ
تدبیرہ فی السموات والارض ومعنی الآیۃ الثالثۃ انہ معھم بالنصرۃ ومعنی الرابعۃ انہ سمیع
بمقالتھم بصیر بافعالھم ونحن نقول ان اللہ لوکان فی کل مکان یوجب ان یکون فی افواہ الدواب
وافواج النساء والاماء وھذا الکفر قبیح انتھے بعضون نے کہا ہی کہ اللہ ہر جگہ موجود ہو یہ جہمیہ کا ایک
گروہ ہی اور آیات قرآنی کو دلیل لائے ہین اللہ وہ ہی جو آسمان مین معبود ہو اور زمین مین اور خدا
معبود ہی آسمانون اور زمین مین اور اللہ اُن لوگون کے ساتھ ہی جو ڈرتے ہین تو تین آدمیون مین
کوئی مشورہ نہین ہوتا مگر اللہ چوتھا اُنکا ہوتا ہی اور جواب یہ ہی کہ پہلی آیت کے معنے یہ ہین کہ خدا زمین والون
اور آسمان والون کا معبود ہی اور دوسرے کے معنے یہ ہین کہ خدا کی تدبیر زمین اور آسمان مین ہی اور تیسری
کے معنے یہ ہین کہ خدا مدد کرنے کو اُنکے ساتھ ہی اور چوتھی کے معنے یہ ہین کہ خدا اُن کی گفتگو کو سننے والا اور اُنکے
افعال کو دیکھنے والا ہی اور ہم کہتے ہین کہ اگر اللہ ہر جگہ ہوتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ چوپایون کے مونھون مین اور
لونڈیون اور عورتون کی فرجون مین بھی ہوتا العیاذ باللہ اور یہ کفر قبیح ہی۔ ان عبارات سے معلوم ہوا کہ صحابہ
وغیر صحابہ ائمہ وغیر ائمہ حنفیہ وغیر حنفیہ سب کا مذہب یہ ہی کہ اللہ کی فوقیت عرش پر اور ید و وجہ وغیرہ
صفات بلا کیف ہین اور ان سبکی تاویل کرنا صحیح نہین ہی منشا تاویل کا صرف اسی قدر ہی کہ جب مجسمہ نے
اس قسم کے آیات واحادیث سے خیال تجسم کا کیا تو علماء نے اُنکے الزام اور اسکات کے واسطے تاویل کرنا
شروع کی نہ اس غرض سے کہ یہ معنی ماول مراد ہین بلکہ اس غرض سے کہ شبہہ تجسم رفع ہو جائے الحاصل
آیات فوقیت واستوا وید و وجہ وغیرہ سب معانی ظاہرہ پر محمول ہین اور کیفیات ان سب کے
مجہول ہین اور اس مین تجسم بھی لازم نہین آتا کیونکہ جب کیفیت مجہول کہی گئی اور خیال لیس کمثلہ
شئی کا بھی رہا اور تنزیہ تام کی گئی تجسم کسیطرح لازم نہ آئے گا۔ واللہ اعلم سوال ذات باری کو فقط
عرش ہی پر سمجھے یعنے موجود سمجھے یا مستقر سمجھے یا جو کچھ جانین اور ما سوا فوق العرش کوئی چیز کو مخلوقات
الٰہی سے بذات باری تعالیٰ محیط نہ جاننا بلکہ یہ کہنا کہ فقط علم الٰہی سارے اشیا کو محیط ہی اور اُسکی ذات فقط
عرش ہی پر ہی اور دوسری جگہ نہین یہ عقیدہ اہل سنت کا ہی یا نہین اور جو معتقد اس عقیدہ کا ہو اُس کے
پیچھے نماز جائز ہی یا نہین۔ اور یہ لوگ اِس عقیدہ کو حنابلہ کے جانب منسوب کرتے ہین تحریر فرمایئے کر

حنابلہ کے ایسے عقائد ہین یا نہین **جواب** بغیر بیان کیفیت استوا کے اسکی ذات کو عرش پر سمجھنا اور اسکے علم کو محیط تمام عالم سمجھنا اور آیات معیت و قرب وغیرہ کو قرب و معیت علمی پر حمل کرنا اہل سنت کا مذہب ہی اور جو شخص ایسا اعتقاد رکھتا ہو اسکے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہی یہ حکمت نبویہ مین ہے نعتقد انہ علی العرش مستو علیہ استواء منزہا عن التمکن والاستقرار وانہ فوق العرش ومع ذلک ہو قریب من کل موجود وہو اقرب من حبل الورید ولا یماثل قربہ قرب الاجسام انتہے ہم اس بات کا اعتقاد رکھتے ہین کہ خدا عرش پر مستوی ہی اس طرح کہ تمکن اور استقرار سے منزہ ہی اور وہ عرش کے اوپر ہی اور باوجود اسکے ہر موجود سے قریب ہی اور اسکا قرب اجسام کے قرب کے مشابہ نہین ہی اور سیر النبلاء مین ہی قال اسحق بن راہویہ اجمع اہل العلم علی انہ تعالی علی العرش استوی وہو یعلم کل شئی فی اسفل الارض السابعۃ انتہے اسحق ابن راہویہ نے کہا ہی کہ اہل علم کا اسپر اجماع ہی کہ اللہ عرش پر ہی اور ساتوین زمین کی اشیاء کا بھی اسکو علم ہی اور جامع ترمذی مین بعد ذکر حدیث لو انکم ولیتم بحبل الی الارض السفلے لہبط علی اللہ ثم قرء رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہو الاول والاخر والظاہر والباطن وہو بکل شئی علیم مرقوم ہی قرأۃ الآیۃ تدل علی انہ اراد لہبط علی اللہ علی علم اللہ وقدرتہ وسلطانہ وعلم اللہ فی کل مکان وہو علی العرش کما وصف فی کتابہ انتہے اگر تم کوئی رسی ارض سفلی تک ڈالو تو ضرور گرے گی خدا کے تعالی پر پھر آپ نے آیت ہو الاول الخ پڑھی آیت کا پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ ہبط علی اللہ سے مراد علی علم اللہ وقدرتہ وسلطانہ ہی اور خدا کا علم ہر جگہہ ہی اور وہ عرش پر ہی جیسا کہ اس نے اپنا وصف خود اپنی کتاب مین بیان کیا ہی۔ اور یہ جو مشہور ہی کہ یہ مذہب صرف حنابلہ کا ہی غلط ہی بلکہ یہ مذہب جمہور محققین حنفیہ وشافعیہ وحنابلہ ومالکیہ ومحدثین وغیرہم کا ہی البتہ بعض حنابلہ استوا مع بیان الکیفیۃ کے قائل ہو گئے ہین اور استقرار پروردگار کو مثل استقرار مخلوقات کے سمجھتے ہین یہ مذہب مردود ہی واللہ اعلم **سوال** زید کہتا ہی رب العالمین کی ذات کو مین کسی جگہہ معین نہین کر سکتا کہ عرش پر ہی یا زمین پر یا آسمان مین اور اسکی خلاف عقیدہ کرنا خلاف عقیدہ اہلسنت ہی اسکی ذات اسکی مخلوقات کو از عرش تا فرش محیط ہی اور یہی عقیدہ اہل سنت ہی اور ہم نہین کہہ سکتے کہ رب العالمین یہان یا وہان کہان ہی اور ہر مخلوق اور ہر شے کو اسکی ذات اور علم کے ساتھ نسبت واحد ہی البتہ اتنا فرق ہی کوئی ایک صفت سے سرفراز اور کوئی دوسری صفت سے ممتاز ہی اور میں نہین کہہ سکتا ہون کہ اعتقاد

قرب اور معیت الٰہی کیسی ہے اور اُسکے معنے اور مراد کیا ہین خدا کے ارادہ پر ایمان لانا عقیدہ اہل سنت ہے اور عمرو کہتا ہے کہ اللہ کی ذات بلا کیفیت خاص کر عرش پر ہے نہ مثل جسم کے اور بے جسم کے کیونکہ وہ جسم نہین ہے اور باوجود عرش پر ہونے کے بذاتہ وعلمہ وقدرتہ سب کو محیط ہے اور سب سے قریب اور سب کے ساتھ ہے جیسا اُسکو لایق ہے بلا تشبیہ جیساکہ آفتاب زمین مین نہین ہے اور ساتھ ہے البتہ بعلمہ وقدرتہ سب کو ایک طرح دیکھتا اور جانتا اور سنتا ہے اور جتنی صفتین اللہ کی کتاب وسنت مین ہین جیسے فوق العرش ہونا دیکھنا سننا جاننا اترنا خوش ہونا غصہ ہونا ہاتھ منہ نفس وغیرہ سب کے معنے معلوم اور کیفیت متشابہ ہے یعنی مثل فوقیت دیکھنے سننے جاننے اترنے خوش ہوتے غصہ ہونے ہاتھ منہ نفس وغیرہ کے اسکے مخلوقات کے نہین ہے بلکہ کیفیت اسکی اللہ ہی جانتا ہے جیسے بیشک اللہ کی ایک ذات ہے مگر نہ مثل ذات مخلوقات کے اسی کے مناسب اسکی سب صفتین ہین نہ مثل صفات مخلوقات کے اور جتنے صفات سی کتاب وسنت مین اللہ تعالیٰ کی تنزیہ ہے اس سے منزہ ہے غرض اثباتا ونفیا پیروی کتاب وسنت کی ضروری ہے اور زیادتی وکمی موجب ضلالت ان دونون عقیدون مین موافق اہل سنت کے کسکا عقیدہ ہے۔

جواب۔ اہل سنت کی رائے اس باب مین مختلف ہے اگرچہ بعض مثل قول زید کے بھی لکھ گئے ہین مگر صحیح مذہب جمہور محققین وائمہ تبعین ومحدثین وغیرہم مثل قول عمرو کے ہے ابو شکور حنفی تمہید مین لکھتے ہین سئل مالکؒ عن قوله تعالى الرحمن على العرش استوى كيف استوى فقال الاستواء غير مجهول و الكيف غير معقول والايمان به واجب والسوال عنه بدعة وما اراك الا ضالا فامر به فاخرجوه فاذا هو جهم بن صفوان وقال ابو مطيع البلخي سئلت اباحنيفة فى من قال لا ادرى اين الله فقال ابوحنيفة انه يكفر لانه خالف النص والله يقول الرحمن على العرش استوى اقرؤها وامنوا به فقال ابو مطيع كيف استوو قال امنوا به كما جاء الجواب انتهى ایک شخص نے امام مالکؒ سے الرحمن علی العرش استوی کے متعلق دریافت کیا کہ استوا کیونکر ہے آپ نے فرمایا کہ استوا مجہول نہین ہے اور کیفیت معلوم نہین ہے اور اسپر ایمان لانا واجب ہے اور اسکا سوال کرنا بدعت ہے اور مین تجھکو محض گمراہ خیال کرتا ہون پس حکم فرمایا آپ نے اور لوگون نے اسکو نکال دیا پس ناگاہ وہ جہم بن صفوان تھے اور ابو مطیع بلخی کہتے ہین کہ مین نے امام ابو حنیفہؒ سے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جو کہے کہ مین نہین جانتا ہون خدا کہان ہے انھون نے فرمایا وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص صریح کی مخالفت کی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہی الرحمن علی العرش استوی اسکو پڑھو اور اسپر ایمان لاؤ پھر ابو مطیع نے پوچھا استوار
کیونکہ ہی آپ نے فرمایا کہ جیسا نازل ہوا ہی اسپر ایمان لاؤ۔ اور حکمت نبویہ مین ہی لہ ید و وجہ و
نفس کما ذکر اللہ فی القرآن ولا یقال ان قدرتہ ہو یدہ لان فیہ ابطال الصفۃ وھو
قول اہل القدر والاعتزال ولکن یدہ صفۃ لہ بلا کیف انتھے خدا کے لیے ید اور وجہ
اور نفس ہین جیساکہ اللہ نے قرآن مین فرمایا ہی اور یہ نہ کہا جائے کہ اللہ کی قدرت اسکا ید ہے کیونکہ
اس مین صفت کو باطل کرنا ہو جو اہل قدر اور اعتزال کا قول ہی لیکن اسکا ید اسکی صفت ہی بلا
کیف کے اور سیر النبلاء مین ہی قال حرب الکرمانی قلت لاسحق بن راھویہ ما تقول فی قولہ تعالیٰ
ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم کیف تقول فیہ قال حیث ما کنت فھو اقرب الیک من
حبل الورید وھو بائن من خلقہ وابین شئ فی ذلک قولہ الرحمن علی العرش استوی انتھے
حرب کرمانی نے کہا ہی کہ مین نے اسحق ابن راہویہ سے پوچھا کہ تم خدا کے قول ما یکون من نجوی ثلثۃ
الا ھو رابعھم کے متعلق کیا کہتے ہو انھون نے کہا جیساکہ تم جہان کہین ہو وہ تمھارے رگ گلو سے
زیادہ تم سے قریب ہی اور وہ اپنی مخلوقات سے دور ہی اور اس مین سب سے زیادہ الرحمن الخ واضح ہے
اور یہی اسی مین ہی قال السراج سمعت اسحق بن راھویہ یقول دخلت علی طاھر بن عبد اللہ
وعندہ منصور بن طلحۃ فقال لی تقول ان اللہ ینزل کل لیلۃ قلت تؤمن بہ اذا انت لا
تؤمن ان لک ربا فی السماء لا تحتاج ان تسألنی عن ھذا قلت ھذہ الصفات من الاستوا
والنزول والاتیان قد صحت بہ النصوص ونقلھا الخلف عن السلف ولم یتعرضوا لھا
برد ولا تاویل بل انکروا علی من اول مع الاتفاق علی انھا لا تشبہ نعوت المخلوقین وان اللہ لیس کمثلہ
شئ انتھے سراج نے کہا کہ مین نے اسحق بن راہویہ کو یہ کہتے ہوے سنا کہ مین طاہر بن عبد اللہ کے یہان گیا
اور ان کے پاس منصور بن طلحہ تھے پس انھون نے مجھسے کہا کیا تم اس بات کے قائل ہو کہ اللہ ہر شب
کو نازل ہوتا ہی مین نے کہا کہ مین اسپر ایمان لایا ہون اور تم جبکہ اس بات کے قائل نہین ہو کہ آسمان
مین تمھارا خدا ہی تو تم کو اس بارے مین مجھسے سوال کرنے کی کوئی حاجت نہین ہی مین کہتا ہون کہ ان
صفات کو یعنی استواء اور نزول اور اتیان النصوص قرآنیہ نے صحیح ثابت کیا ہی اور متقدمین سے متاخرین نے انکے
بلا رد و تاویل نقل کیا ہی بلکہ تاویل کرنے والے کی تردید کی ہے اور اسپر اتفاق کیا ہی کہ نہ اسکے یہ صفات

مخلوقات کی قوت کے مثل نہین ہین اس لیے کہ خدا کے مثل کوئی شے نہین ہے واللہ اعلم **سوال** اس شہر کے عام لوگون کی عادت ہے کہ مصیبت کے وقت دور سے انبیا اور اولیا کو مدد کے لیے پکارتے ہین اور اس بات کا عقیدہ رکھتے ہین کہ یہ ہر حال مین حاضر و ناظر ہین اور جب ہم انکو پکارتے ہین یہ سنتے ہین اور ہماری قصد بر آری کے لیے دعا کرتے ہین یہ جائز ہے یا نہین **جواب** یہ صورت حرام بلکہ صریح شرک ہے کیونکہ اس مین غیر خدا کا غیب دان ہونا پایا جاتا ہے اور ایسا اعتقاد صریح شرک ہے کیونکہ شرع مین شرک اسکا نام ہے کہ غیر خدا کو خدا کی ذات یا صفات مختصہ مین شریک سمجھے اور علم غیب صفت مختصہ ہے اللہ تعالیٰ کی جیسا کہ کتب عقائد مین اسکی تصریح موجود ہے ہم اختصار کے لیے فقط ایک عبارت شرح فقہ اکبر ملا علی قاری کی لکھ دیتے ہین بالجملۃ العلم بالغیب امر تفرد بہ سبحانہ وتعالیٰ ولا سبیل الیہ للعباد الا باعلام منہ والہام بطریق المعجزۃ والکرامۃ وارشاد الی الاستدلال بالامارات فیما یمکن فیہ ذلک ولھذا ذکر فی الفتاوی ان قول القائل عند رویۃ ھالۃ القمر یکون مطرا مدعیا علم الغیب لا بعلامۃ کفر و ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ بالجملہ علم غیب ایک ایسا امر ہے جو اکیلے خدا کے لیے ہے اور بندون کو اطلاع الٰہی اور الہام بطریق معجزہ و کرامت اور علامات سے دلیل لانے کی ہدایت دادن اشیا مین جن مین یہ ہو سکتا ہے کے بغیر اس تک پہونچنے کی کوئی راہ نہین ہے اور اسی وجہ سے فتادے مین ہے کہ ماہتاب کے ہالہ یعنے دائرہ کو دیکھکر کسی کا دعوی علم غیب کرتے ہوے کہنا کہ آج پانی برسے گا کفر ہے اور حنفیہ نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عالم غیب ہونے کے اعتقاد سے کافر ہوجانے کی تصریح کی ہے کیونکہ اللہ کا قول۔ کہدو کہ آسمانون اور زمین مین جو چیزین ہین انکو خدا کے سوا کوئی نہین جانتا۔ اسکے معارض ہے ایسا ہی مسایرہ مین ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفا اللہ عنہ

صح الجواب عبد الصمد پشاوری صح الجواب ذو الفقار صح الجواب سید محمد سیوانی ھو المصوب

واقعی انبیا اور اولیا کو ہر وقت حاضر ناظر جاننا اور اعتقاد رکھنا کہ ہر حال مین وہ ہماری ندا سنتے ہین اگرچہ ندا دور سے بھی ہو شرک ہے کیونکہ یہ صفت اللہ کے لیے خاص ہے کوئی اس مین اسکا شریک نہین ہے۔ فتاوی بزازیہ مین ہے تزوج بلا شہود وقال خدای و رسول خدای و فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانہ اعتقد ان الرسول والملک یعلمان الغیب کسی نے بغیر گواہون کے نکاح کیا اور کہا کہ

مین نے خدا کو اور اُسکے رسول کو اور اُسکے فرشتون کو گواہ کیا تو وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس نے اس بات کا اعتقاد کیا کہ رسول اور فرشتے غیب جانتے ہین۔ اور بھی بزازیہ مین ہو وعن هذا قال علماء نا من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر انتھے اسی سے ہمارے علما نے کہا ہو کہ جو کہے مشائخ کی روحین حاضر ہین جانتی ہین وہ کافر ہو واللہ اعلم حررہ الراجی ابو الحسنات محمد عبد الحی۔

سوال۔ اُس شخص کے متعلق کیا حکم ہو جو خیال کرتا ہو کہ اولیا جانتے ہین اور دور نزدیک سے پکارنے والے کی آواز کو سنتے ہین اور ان سے ایسے الفاظ سے مدد مانگتا ہو جن سے حاضر کو خطاب کرتا ہو اور اُن کے لیے نذرین مانتا ہو اور کہتا ہو کہ مین نے انکے لیے یہ نذر مانی۔ **جواب** ایسے شخص کا عقیدہ فاسد ہو بلکہ اُسکے کفر کا خوف ہو کیونکہ اولیا کا ندائے بعید کو سننا ثابت نہین ہو اور تمام زمانون مین تمام جزئیات کا علم کلی اللہ ہی کے ساتھ خاص ہو فتاوی بزازیہ مین من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر انتھے جو کہے مشائخ کی روحین حاضر ہین جانتی ہین وہ کافر ہو اور اسی کتاب مین ہو من تزوج بشهادة الله و رسوله یکفر لانه ظن ان الرسول یعلم الغیب انتھے جس نے نکاح کیا خدا اور رسول کو گواہ کرکے کافر ہو گیا کیونکہ اس نے رسول کے عالم الغیب ہونے کا گمان کیا۔ اور غیر خدا کے لیے نذر حرام ہو اور جو نذر مانی گئی ہو وہ بھی حرام ہو جیسا کہ اسکی تحقیق درمختار اور بحر الرائق مین ہو واللہ اعلم **سوال** اللہ عرش پر ہو اسکا اعتقاد رکھنا اُسکی تنزیہ کے ساتھ یعنی اُسکا عرش کے اوپر رہنا ایک جسم کے اوپر رہنے کے مانند نہین اور عرش اُسکا مکان وحامل نہین اور وہ اللہ اُسپر متمکن اور متصل نہین بلکہ جو کچھ کیفیت ہمارے ذہن وتصور مین آئے اُس سے بھی منزہ ہو پس اسطرح اعتقاد رکھنا صحیح وحق ہو یا نہین اور یہ بات عقائد کی کتابون مین اہل سنت وجماعت کے ہو یا نہین اور دلائل اس اعتقاد کے محکمات سے ہین یا متشابہات سے اور اس اعتقاد سے جہت جس سے متکلمین نے تنزیہ ذات خدا کی ہو ثابت ہوتی ہو یا نہین اور قرب اور معیت اُسکی ہمارے ساتھ ذاتی ہو یا علمی۔ **جواب**۔ اعتقاد رکھنا اسطرح پر کہ خدائے تعالی اپنی ذات سے عرش کے اوپر ہو تنزیہ مذکور کے ساتھ صحیح وحق ہو کیونکہ یہ بات قرآن وحدیث واجماع سلف سے ثابت ہو اور عقائد کی کتابون مین اہل سنت وجماعت کی موجود ہو اور سلف صالحین یعنے صحابہ وتابعین وتبع تابعین وائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ روی ابو داؤد فی سننہ

عن جبير بن مطعم قال اتى رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم اعرابي فقال يا رسول الله جهدت
الانفس وضاعت العيال ونهكت الاموال وهلكت الانعام فاستسق الله لنا فانا نستشفع
بك على الله ونستشفع بالله عليك قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم ويحك اتدري
ما تقول وسبح رسول الله صلى الله عليه وسلم فما زال يسبح حتى عرف ذلك في وجوه اصحابه
ثم قال ويحك انه لا يستشفع بالله على احد من خلقه شان الله اعظم من ذلك ويحك
اتدري ما الله ان عرشه على سمواته هكذا وقال باصابعه مثل القبة عليه وانه ليئط به
اطيط الرحل بالراكب قال ابن بشار في حديثه ان الله فوق عرشه وعرشه فوق سمواته وساق
الحديث انتهى وحديث ابن بشار حديث حسن كما قال الامام الذهبي في كتاب العرش
والعلو رواه ابو داود في الرد على الجهمية باسناد حسن عنده من حديث محمد بن بشار نقله
صاحب الانتهاء وقال وقد اخرجه البخاري في رسالة خلق افعال العباد ولفظه ان الله على
عرشه وعرشه فوق سمواته وسمواته فوق ارضه مثل القبة انتهى وعن عباس بن عبد المطلب
قال كنت في البطحاء في عصابة فيهم رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم فمرت بهم سحابة
فنظر اليها فقال ما تسمون هذه قالوا السحاب قال والمزن قالوا والمزن قال والعنان
قالوا والعنان الحديث بطوله في آخر الحديث بعد ذكر العرش ثم الله تعالى فوق ذلك رواه
الترمذي وقال هذا حديث حسن غريب انتهى وقال الذهبي في كتاب العرش والعلو
رواه ابو داود باسناد حسن وفوق الحسن انتهى وروى الامام البغوي هذا الحديث في
تفسير سورة الحاقة باسناده عن عباس بن عبد المطلب وزاد بعد قوله والله تعالى فوق
ذلك وليس يخفى عليه من اعمال بني آدم شئ انتهى ويؤيده ما جاء عن ابن مسعود رضي الله
عنه انه قال ما بين السماء القصوى والكرسي خمس مائة عام وما بين الكرسي والماء كذلك
والعرش فوق الماء والله فوق العرش لا يخفى عليه شئ من اعمالكم انتهى رواه البيهقي باسناد
صحيح وكذا رواه ابن المنذر وعبد الله بن احمد بن حنبل وابو القاسم الطبراني وغيرهما
كما قال الذهبي في كتاب العرش وهذه الزيادة تؤكد كون وجوده تعالى فوق العرش كما لا يخفى
وعن جابر بن سليم قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم يقول ان رجلا

ممن کان قبلکم لیس لہ دین فتبختر فنظر اللہ الیہ من فوق عرشہ فمقتہ فامر الارض فاخذتہ
فھو یتجلجل فیھا قال الامام الذھبی فی کتاب العرش رواہ سھل بن بکار شیخ البخاری عن
عبد السلام بن عجلان عن عبیدۃ الہجیمی قال قال ابو جری قال جابر بن سلیم فذکرہ انتھی
ابو داود نے اپنی سنن مین جبیر بن مطعم سے روایت کی ہو کہ حضرت سرور انبیا علیہ التحیہ والثنا کی خدمت
مین ایک اعرابی حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ نفس مشقتون مین پڑ گئے اور گھر کے لوگ ضایع ہو گئے
اور اونٹ دبلا گئے اور چوپاے ہلاک ہو گئے پس خدا سے پانی کے لیے دعا فرمائیے ہم شفاعت چاہتے
ہین آپ سے اللہ پر اور اللہ سے آپ پر آپ نے فرمایا تجھپر افسوس ہو تو جانتا ہو کہ تو نے کیا کہا اور آپنے
تسبیح کی پس یہان تک آپ تسبیح کرتے رہے کہ صحابہ پر آپکی ناراضگی ظاہر ہوئی پھر آپنے فرمایا تجھپر
افسوس ہو خدا سے کسی پر شفاعت نہین طلب کی جاتی ہو اللہ کی شان اس سے بہتر ہو تجھپر افسوس ہو کیا
تو نہین جانتا کہ اللہ کیا ہو اسکا عرش اسکے آسمانون پر ہو اسطرح (اور جھکایا آپنے اپنی انگلیون کو مثل
قبہ کے) اور وہ چرچراتا ہو مثل کجاوہ کے سواریون پر چرچرانے لگے ابن بشار نے اپنی حدیث مین
کہا ہو کہ اللہ اپنے عرش پر ہو اور اسکا عرش اسکے آسمانون پر ہو اور چلایا (پورا کیا) حدیث کو انتھی
اور ابن بشار کی حدیث حدیث حسن ہو جیسا کہ امام ذہبی نے کتاب العرش والعلو مین اسکو اسناد حسن
سے کہا ہو ابو داود نے جہمیہ کی رد مین روایت کی ہو محمد بن بشار کی حدیث سے۔ اسکو صاحب انتہاذ
نقل کیا ہو اور کہا ہو کہ اسکو بخاری نے رسالہ خلق افعال عباد مین روایت کیا ہو اور اسکے الفاظ یہ ہین
اللہ اپنے عرش پر ہو اور اسکا عرش اسکے آسمانون پر ہو اور اسکے آسمان اسکی زمین پر مثل قبہ
کے ہین انتھی اور عباس بن عبد المطلب سے روایت ہو کہ انھون نے کہا مین بطحا مین تھا ایک ایسی
جماعت مین جس مین نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تشریف فرما تھے انپر سے ایک ابر گذرا اور حضور نے
اسکی طرف دیکھا پھر فرمایا تم لوگ اسے کیا کہتے ہو صحابہ نے عرض کیا سحاب آپنے فرمایا اور مزن صحابہ
نے عرض کیا اور مزن آپنے فرمایا اور عنان صحابہ نے عرض کیا اور عنان الحدیث اور آخر حدیث مین
عرش کے ذکر کے بعد ہو پھر اللہ تعالے اسکے اوپر ہو روایت کیا ہو اسکو ترمذی نے اور کہا ہو کہ یہ حدیث
حسن غریب ہو انتھی اور ذہبی نے کتاب العرش والعلو مین کہا ہو اسکو ابو داود نے حسن اور حسن سے بھی بہتر
اسناد سے روایت کیا ہو انتھی اور امام بغوی نے اس حدیث کو تفسیر سورہ الحاقہ مین عباس بن عبد المطلب

کی اسناد سے روایت کیا ہی اور اللہ اسکے اوپر ہی کے بعد یہ زیادہ کیا ہی کہ اُسپر بنی آدم کا کوئی عمل پوشیدہ نہین ہی انتہی اور اسکی تائید ابن مسعودؓ کی روایت سے ہوتی ہی اُنھون نے فرمایا ہی کہ سما قصوی اور کرسی کے درمیان مین پانچسو سال کی مسافت ہی اور ایسا ہی کرسی اور پانی کے درمیان اور عرش پانی پر ہی اور خدا عرش پر ہی اُسپر تمھارا کوئی عمل پوشیدہ نہین ہی اسکو بیہقی نے اسناد صحیح سے روایت کیا ہی اور ایسا ہی روایت کیا ہی ابن منذر اور عبد اللہ بن احمد ابن حنبل اور ابو القاسم طبرانی وغیرہ نے جیساکہ ذہبی نے کتاب العرش مین کہا ہی کہ یہ زیادتی باری تعالی کے عرش پر ہونے کی تاکید کرتی ہی جیساکہ پوشیدہ نہین ہی اور جابر بن سلیم سے روایت ہی کہ مین نے حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ تم سے پہلے ایک آدمی نے جسکا کوئی دین نہ تھا تبختر کیا پس اللہ نے اسکو عرش پر سے دیکھا اور اسپر غصہ کیا اور زمین کو حکم دیا زمین نے اُسے لے لیا اور وہ زمین مین دھنسنے لگا امام ذہبی نے کتاب العرش مین کہا ہی کہ اسکو شیخ بخاری سہل بن بکار نے عبد السلام بن عجلان سے بسند عبیدہ تیمی روایت کیا ہی کہ ابو احری نے کہا کہ جابر بن سلیم نے کہا ہی (آگے اسکے اس حدیث کو ذکر کیا) آب تھوڑے اقوال کتب عقائد سے لکھے جاتے ہین امام ابو محمد بن ابی زید مالکی نے اپنے رسالہ مین جو مشتمل عقائد اور فقہ کے مسائل پر ہی لکھا ہی۔ انہ تعالی فوق عرشہ المجید بذاتہ وانہ فی مکان بعلمہ انتہی قال الامام الذہبی فی کتاب العرش وابن ابی زید من کبار الایمۃ بالمغرب وشہرتہ یغنی عن ذکر فضلہ اجتمع فیہ العقل والدین والورع والعلم وکان نہایۃ فی علم الاصول توفی سنۃ ست وثمانین وثلث مأئۃ بالقیروان انتہی وایضا قال الذہبی قال الامام عبد اللہ ابو اسمعیل الانصاری شیخ الاسلام فی رسالتہ مثل قول ابن ابی زید وقال وقد جاء نے اخبار شتی ان اللہ فوق السماء السابعۃ علی العرش بنفسہ وہو ینظر کیف تعلمون وعلمہ وقدرتہ واستماعہ ونظرہ ورحمتہ فی کل مکان انتہی ثم قال الذہبی ابو اسمعیل عند امعروف عند مشائخ الطریقۃ وکان عالما بالحدیث صحیحہ وسقیمہ وبآثار السلف وبلغات العرب واختلافہا وتفسیر الکتاب ومعانیہا واقوال المفسرین وباحوال القلوب وکان لہ کرامات معروفۃ توفی سنۃ احدی وثمانین واربعمأئۃ ولہ خمس وثمانون سنۃ انتہی وایضا قال قال الامام الاوحد ابو ذکریا یحیی بن عمار السجستانی فی رسالتہ لا نا نقول کما قال الجہمیۃ انہ مداخل

الا مکنۃ وممازج بکل شئ اولا نعلم این ھو بل ھو بذاتہ علی عرشہ وعلمہ محیط بکل شئ وسمعہ وبصرہ وقدرتہ مدرکۃ لکل شئ وھو معنی قولہ وھو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر وھو بذاتہ علی عرش کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم انتھے قال الذھبی یحیی بن عمار من کبار ائمۃ الھدی جمع بین العلم والروایۃ والزھد توفی سنۃ ثلاثین واربعمائۃ وھو احد شیوخ ابی اسمعیل الانصاری شیخ الاسلام صاحب منازل السائرین وللامام ابی نصر السنجری انتھے وقال صاحب القصائد الاما لیۃ ورب العرش فوق العرش لکن بلا وصف التمکن واتصال :: اللہ تعالی بذاتہ اپنے عرش مجید پر ہی اور وہ ایسے مکان مین ہی جس کا علم اُسی کو ہی امام ذہبی نے کتاب العرش مین کہا ہی کہ ابن ابی زید کبار ائمہ مغرب سے ہین اور اُنکی شہرت کی وجہ سے اُنکے فضل کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہی عقل ودین اور ورع اور علم سب اُنمین جمع تھے اور علم اصول کے بڑے منتہی تھے ۳۸۶ھ مین قیروان مین انتقال فرمایا انتہے اور یہی ذہبی نے کہا ہی کہ شیخ الاسلام امام عبد اللہ ابو اسمعیل انصاری نے اپنے رسالہ مین ابن ابی زید کے قول کے مثل کہا ہی اور انھون نے کہا ہی کہ بہت سی متفرق خبرون مین یہ آیا ہی کہ خدا بنفسہ ساتوین آسمان کے اوپر عرش پر ہی اور وہ دیکھتا ہی کہ تم کسطرح کام کرتے ہو اور اسکا علم اور قدرت اور استماع اور نظر اور رحمت ہر جگہہ ہی اور پھر ذہبی نے کہا ہی کہ یہ ابو اسمعیل مشائخ طریقت مین مشہور ہین اور حدیث صحیح وسقیم اور آثار سلف ولغات عرب اور اُسکے اختلاف اور کتاب کے معنے وتفسیر اور اقوال مفسرین اور احوال قلوب کے جاننے والے تھے اور اُنکی کرامتین مشہور ہین بچاسی برس کی عمر مین ۴۸۱ھ مین انتقال فرمایا انتہی اور یہی اُنھون نے کہا ہی کہ امام اوحد ابو ذکریا یحیی بن عمار سجستانی نے اپنے رسالہ مین کہا ہی کیونکہ ہم جہمیہ کی طرح یہ نہین کہتے ہین کہ باری تعالی مکانون مین داخل ہوتا اور ہر شئے سے ملتا ہی یا ہم نہین جانتے کہ وہ کہان ہی بلکہ وہ بذاتہ عرش پر ہی اور اسکا علم تمام اشیا کو محیط ہی اور اُسکی سمع وبصر وقدرت ہر شئے کو ادراک کرتی ہی اور یہی اُسکے قول معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر کے معنے ہین اور وہ بذاتہ عرش پر ہی جیسا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی انتہے ذہبی نے کہا ہی کہ یحیی بن عمار کبار ائمہ ہدی سے جامع علم و روایت وزہد تھے ۴۳۰ھ مین انتقال فرمایا شیخ الاسلام ابی اسمعیل انصاری اور صاحب منازل السائرین اور امام ابی نصر سنجری کے شیوخ سے تھے انتہی صاحب قصائد

اما لیہ نے کہا ہی اور عرش کا خدا عرش پر ہی لیکن بغیر تمکن و اتصال کے وصف کے انتہی امام غزالی نے
اہل سنت کے اعتقاد کے بیان میں کیمیائے سعادت میں لکہا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی) عالم میں جتنی چیزیں
ہیں سب عرش کے نیچے ہیں اور عرش قدرت الٰہی کا مسخر ہی اور وہ عرش پر ہی نہ اسطرح جیسے جسم جسم
پر ہوتا ہے کیونکہ وہ جسم نہیں ہی اور عرش اسکا حامل اور اٹھانے والا نہیں ہی بلکہ عرش اور حاملان
عرش سب کو اسکا لطف اور اسکی قدرت اٹھائے ہوے ہی اور آج بھی اسی صفت سے ہی جیسے
ازل میں اور عرش پیدا کرنے سے پہلے تھا۔ انتہی۔ اب چند اقوال کہ جن سے اجماع سلف صالحین کا اس
اعتقاد پر ثابت ہوتا ہی مذکور ہوتے ہیں۔ قال الامام ابن حجر العسقلانی فی شرح البخاری واخرج
البیہقی بسند جید عن الامام الاوزاعی قال کنا والتابعون متوافرون نقول ان اللہ علی
عرشہ ونومن بما ورد بہ السنۃ من صفاتہ تعالی انتہی اقول انما قید کلامہ بالجملۃ الحالیۃ ای
والتابعون متوافرون ثلا یتوھم ان ھذہ العقیدۃ حدثت فیہم فاذا ثبت بہذا القول
ان ھذہ العقیدۃ عقیدۃ التابعین وتبع التابعین ولم یثبت اختلافہم فیہا ثبت انہا
عقیدۃ الصحابۃ ایضا لانہم کانوا اخذین من الصحابۃ دینہم من العقائد والاعمال فحصل
الاجماع واصرح من ذلک ما قالہ عثمان بن سعید الدارمی فی کتاب النقض علی بشر المریسی
قد اتفقت الکلمۃ من المسلمین ان اللہ تعالی فوق عرشہ وعرشہ فوق سموٰاتہ انتہی نقلہ
الامام الذھبی فی کتاب العرش وقال عثمان بن سعید الدارمی احد الائمۃ والحفاظ من
اھل المشرق وقال فیہ البخاری ما رأیت مثل عثمان بن سعید الدارمی انتہی وقال الامام
ابوعبد اللہ بن بطۃ العکبری فی کتاب الابانۃ لہ اجمع المسلمون من الصحابۃ والتابعین
ان اللہ علی عرشہ فوق سموٰاتہ بائن من خلقہ انتہی وقال الذھبی بعد نقلہ ابن بطۃ ھذا
من کبار الائمۃ والزھاد والحفاظ الف کتاب الابانۃ المذکور راس بعربہ لداتاتی فیہ
بمذاھب اھل السنۃ التی یخالف فیہا المبتدعۃ من الجہمیۃ والحروریۃ والقدریۃ والرافضۃ
والمرجئۃ والمعتزلۃ تدل ذلک علی علم واسع وکثرۃ من الحدیث توفی بعد ثمانین وثلث
مأۃ سمع منہ البغوی وذووہ انتہی وقال الامام ابوعثمان اسمٰعیل بن عبد الرحمن
الصابونی فی کتاب السنۃ لہ اصحاب الحدیث یشہدون ان اللہ فوق سبع سموٰاتہ کما نطق بہ

کتابہ وعلماء الائمۃ واعیان الائمۃ من السلف لم یختلفوا فی ان اللہ عزوجل علی عرشہ فوق سمواتہ انتہی قال الامام الذہبی ابو عثمان الصابونی ہذا من کبار الائمۃ کان فقیہا محدثا حافظا صوفیا واعظا لشیوخ شیخ نیشاپور فی وقتہ مات سنۃ تسع واربعین واربع مائۃ روی عنہ کثیرون منہم الحافظ ابوبکر البیہقی انتہی وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش والعلو والدلیل علی ان اللہ فوق العرش فوق المخلوقات مباین لہا لیس بداخل فی شیء منہا وعلی ان علمہ فی کل مکان الکتاب والسنۃ واجماع الصحابۃ والتابعین والائمۃ المہتدین انتہی وقال الحافظ ابن تیمیۃ الحرانی فی العقیدۃ الواسطیۃ وقد دخل فیما ذکرناہ من الایمان باللہ وبما اخبر بہ اللہ فی کتابہ وتواتر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وسلم واجمع علیہ سلف الامۃ ان اللہ سبحانہ فوق سمواتہ علی عرشہ علا علی خلقہ انتہی فاذا ثبت الاجماع وجب علینا اتباعہ ولا یجوز مخالفتہ قال اللہ تعالی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا قال صاحب تفسیر المدارک تحت ہذہ الایۃ ای السبیل الذی ہم علیہ من الدین الحنفی وہو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا یجوز مخالفتہا کما لا یجوز مخالفۃ الکتاب والسنۃ انتہی امام ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری مین کہا ہی اور بیہقی نے امام اوزاعی سے بسند جید روایت کی ہی کہ ہم اور تابعین ہمیشہ سے کہتے تھے کہ اللہ اپنے عرش پر ہی اور انپر ایمان رکھتے تھے جو صفات باری تعالے کے بارے مین حدیث مین آئی ہین انتہی مین کہتا ہون کہ انکے کلام کو جملہ حالیہ سے اس لیے مقید کیا یعنی التابعون متوافرون کہا کہ اس بات کا وہم نہو کہ یہ عقیدہ تابعین مین پیدا ہو گیا تھا پس جبکہ اس قول سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ عقیدہ تابعین اور تبع تابعین کا عقیدہ ہی اور انکا اختلاف اس بارہ مین ثابت نہین ہی تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ صحابہ کا بھی عقیدہ تھا کیونکہ وہ عقائد و اعمال مین صحابہ ہی سے اخذ کیا کرتے تھے پس اجماع پا لیا گیا اور اس سے زائد مصرح کتاب النقض علی بشر المریسی مین عثمان بن سعید الدارمی نے کہا ہی کہ مسلمانو نکا کلام اس بارے مین متفق ہی کہ اللہ اپنے عرش پر ہی اور اسکا عرش اُسکے آسمانون پر ہی انتہی اسکو امام ذہبی نے کتاب العرش مین نقل کیا ہی اور کہا ہی کہ عثمان بن سعید دارمی ائمہ حفاظ مشرق مین سے ہین بخاری نے انھین کے متعلق کہا ہی کہ مین نے

عثمان ابن سعید دارمی کے مثل کوئی نہین دیکھا انتہی اور کتاب الابانۃ مین امام ابو عبداللہ بطہ عبکری نے کہا ہی کہ صحابہ و تابعین نے اس بات پر اجماع کر لیا ہی کہ اللہ آسمانون کے اوپر اپنے عرش پر مخلوقات سے دور ہی انتہی ذہبی نے اسکو نقل کرکے کہا ہی کہ ابن بطہ کبار ائمہ و زہاد و حفاظ مین سے ہین انھون نے کتاب الابانۃ چار جلدون مین تالیف کی اس مین اہل سنت کے وہ مذاہب بیان کیے جن مین بتدعہ جہمیہ حروریہ قدریہ رافضیہ مرجیہ و معتزلہ اُن کے خلاف تھے یہ اُن کی وسعت علم و کثرت حفظ حدیث پر دلالت کرتا ہی ۳۸۷ھ کے بعد انتقال کیا ان سے بغوی اور اُن کے صحابہ نے سنا ہی انتہی اور امام ابو عثمان اسمعیل بن عبدالرحمن صابونی نے کتاب السنۃ مین کہا ہی کہ اصحاب حدیث اسکی شہادت دیتے ہین کہ اللہ اپنے ساتون اسمانون کے اوپر ہی جیسا کہ اسکی کتاب سے ظاہر ہی اور متقدمین علماے ائمہ و اعیان امت اس مین مختلف نہین ہین کہ عرش آسمانون کے اوپر ہی انتہی امام ذہبی نے کہا ہی کہ یہ ابو عثمان صابونی کبار ائمہ سے ہین فقیہ محدث حافظ اور صوفی تھے اور اعظم الشیوخ شیخ نیشاپور انھین کے وقت مین تھے ۴۴۹ھ مین انتقال فرمایا ان سے بہتون نے روایت کی ہے جن مین سے حافظ ابوبکر بیہقی ہین انتہی اور امام ذہبی نے کتاب العرش والعلو مین کہا ہی کہ کتاب و سنت اور اجماع صحابہ و تابعین و ائمہ اسکی دلیل ہی کہ اللہ عرش پر مخلوقات کے اوپر اُن سے جدا ہی کسی شے مین داخل نہین ہی اسکا علم ہر جگہ ہی انتہی عقیدہ واسطیہ مین حافظ ابن تیمیہ حرانی نے کہا ہی اللہ پر اور اس نے کتاب مین جن باتون کی خبر دی ہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو امور متواتر ہین اور سلف امت نے جن باتون پر اجماع کیا ہی اُن پر ایمان لانے مین یہ بھی داخل ہی کہ اللہ اپنے عرش پر اپنی مخلوقات کے اوپر ہی انتہی پس جبکہ اجماع ثابت ہوگیا ہم پر اسکی اتباع فرض ہی اور مخالفت جائز نہین ہی اللہ تعالی نے فرمایا ہی ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الہدی الآیۃ صاحب تفسیر مدارک نے اس آیت کے تحت مین لکھا ہی یعنے وہ راستہ جسپر وہ ہین دین حنفی سے اور یہ آیت دلیل ہی اس امر کی کہ اجماع حجت ہی اسکی مخالفت جائز نہین جیسا کہ کتاب و سنت کی مخالفت جائز نہین ہی۔ آپ چند اقوال ائمہ مجتہدین کے ذکر کرتا ہون تاکہ یہ عقیدہ حقہ درجۂ یقین کو پہونچے اور دلون کو تسکین بخشے ملا اسلام اللہ نے کمالین مین کہا ہی امام بیہقیؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہی کہ انھون نے فرمایا ان اللہ فی السماء دون الارض انتہی اللہ آسمان مین ہی نہ کہ زمین پر قال الامام الذہبی فی کتاب العرش واخرج عبداللہ بن احمد

ابن حنبل فی کتاب الرد علی الجہمیۃ عن ابیہ عن شریح بن النعمان عن عبد اللہ بن نافع
تلمیذ مالک وخصیصتہ قال سمعت مالک بن انس یقول اللہ فی السماء وعلمہ فی کل مکان
انتہی قال الذہبی ہذا حدیث ثابت عن مالکؒ انتہی اقول لم یرد مالکؒ بفی السماء
السماء الدنیا لانہا مکان بل اراد العلو الاعلی یدل علیہ قولہ وعلمہ فی کل مکان ای لا ذاتہ
بل ہی فی العلو الذی لیس بمکان وہو ما وراء العرش وکذا ینبغی ان یفہم من قول امامنا
ابی حنیفۃ والدلیل علی ہذا قول ابی معاذ البلخی انہ قال ان اللہ فی السماء علی العرش کما
وصف نفسہ انتہی ای فی العلو علی العرش لانہ لیس فی ہذہ السماء ولا فی غیرہا فعلم انہ
اراد بفی السماء العلو قال الذہبی فی کتاب العرش والعلو وہذا الحدیث ثابت عن ابی
معاذ وہو احد الائمۃ انتہی وقال ایضا فیہ وقصۃ ابی یوسف صاحب ابی حنیفۃ مشہورۃ فی
استتابہ بشر المریسی لما انکر ان یکون اللہ فوق العرش رواہا عبد الرحمن بن ابی حاتم
وغیرہ فی کتبہم انتہی وفی الحمویۃ للحافظ ابن تیمیۃ روے عبد اللہ بن احمد بن حنبل
وغیرہ باسانید صحیحۃ عن ابن المبارک انہ قیل لہ بماذا نعرف ربنا قال بانہ تعالی فوق
سمواتہ علی عرشہ بائن من خلقہ ولا نقول کما تقول الجہمیۃ انہ تعالی ہہنا فی الارض انتہی
وفیہا ایضا وروی ابن ابی حاتم ان ہشام بن عبید اللہ الرازی صاحب محمد بن الحسن القاضی
حبس رجلا فی التجہم فتاب فجیئ بہ لیطلقہ فقال الحمد للہ علی التوبۃ وامتحنہ ہشام فقال اتشہد
بان اللہ تعالی علی عرشہ بائن من خلقہ فقال اشہد ان اللہ علی عرشہ ولکن لا ادری ما بائن
من خلقہ فقال ردوہ الی الحبس فانہ لم یتب انتہی وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش
قال الامام الشافعی فی وصیۃ التی رواہا البکاری والحافظ عبد الغنی فی العقیدۃ ان اللہ
یری فی الآخرۃ عیانا ینظر الیہ المومنون ویسمعون کلامہ واللہ تعالی فوق العرش انتہی
وقال الذہبی ایضا واخرج الخلال عن یوسف ابن موسی القطان قیل لابی عبد اللہ احمد
بن حنبل اللہ فوق السماء السابعۃ علی عرشہ بائن من خلقہ وعلمہ وقدرتہ بکل مکان
قال نعم انتہی اور امام ذہبی نے کتاب العرش میں کہا ہے کہ عبد اللہ بن حنبل نے کتاب الرد علی الجہمیہ
میں اپنے باپ سے انہوں نے شریح بن نعمان سے انہوں نے عبد اللہ بن نافع سے جو امام مالکؒ کے

کے شاگرد ہین اُرروایت کی ہو کہ امام مالک بن انس رضی فرماتے تھے کہ اللہ تعالی آسمان مین ہو اور اُسکا
علم ہر جگہ ہو انتہی اور ذہبی نے کہا ہو کہ یہ حدیث امام مالک سے ثابت ہو انتہی مین کہتا ہون امام
مالک نے فی السماء سے سماء دنیا کو مراد نہین لیا ہو کیونکہ وہ مکان ہو بلکہ علو اعلی کو مراد لیا ہو اسپر
انکا قول وعلمہ فی کل مکان دلالت کرتا ہو کیونکہ اسکے یہ معنے ہین کہ ذات خداوندی مکان مین نہین
ہو بلکہ اس علو مین ہو جو مکان نہین ہو اور وہ ماوراء العرش ہو اور ایسا ہی سمجھنا چاہیے ہمارے امام
ابی حنیفہ کے قول سے اور اسپر بلخی کا یہ قول دلالت کرتا ہو اللہ آسمان مین عرش پر ہو جیسا کہ اُس نے خود
بیان کیا ہو انتہی یعنی بلندی مین عرش پر ہو کیونکہ وہ اس آسمان مین ہو نہ دوسرے آسمانون پر پس
معلوم ہوا کہ فی السماء سے علو مراد ہو ذہبی نے کتاب العرش والعلو مین کہا ہو کہ یہ حدیث ابی معاذ سے
ثابت ہو جو امام فن ہین انتہی اور ذہبی کہا ہو کہ امام ابو یوسف صاحب ابی حنیفہ کا قصہ مشہور ہو کہ انھون
نے بشر مریسی کو توبہ کا حکم دیا تھا جب اُنھون نے خدا کے عرش پر ہونیکا انکار کیا تھا اسکو عبد الرحمن بن
ابی حاتم وغیرہ نے اپنی کتابون مین روایت کیا ہو انتہی حافظ ابن تیمیہ کی کتاب حمویہ مین ہو کہ عبد اللہ
بن احمد حنبل نے باسناد صحیح مبارک سے روایت کی ہو کہ اُن سے کہا گیا تم خدا کو کس بات سے پہچانتے ہو انھون نے
کہا اس بات سے کہ وہ آسمانون کے اوپر عرش پر اپنی مخلوقات سے جدا ہو اور ہم جہمیہ کی طرح یہ نہین کہتے
ہین کہ اللہ یہان زمین مین ہو انتہی اور اسی مین ہو کہ ابن ابی حاتم نے روایت کی ہو کہ ہشام بن عبید اللہ
رازی صاحب قاضی ابن الحسن نے ایک شخص کو تجہم مین قید کیا پس اس نے توبہ کی اور رہا کرنے کے
لیے لایا گیا تو ہشام نے اسکا امتحان لینے کو پوچھا کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ خدا اپنے عرش پر
مخلوقات سے جدا ہو اُس نے کہا مین اس بات کی شہادت دیتا ہون کہ خدا عرش پر ہو لیکن یہ مجھے نہین
معلوم کہ وہ اپنی مخلوقات سے جدا ہو پس ہشام نے حکم دیا کہ اسے قیدخانہ مین لوٹا دو کیونکہ اس نے
توبہ نہین کی ہو انتہی اور امام ذہبی نے کتاب العرش مین کہا ہو کہ امام شافعی نے اس وصیت مین جسے
بکاری اور حافظ عبد الغنی نے روایت کیا ہو عقیدہ مین کہا ہو کہ اللہ آخرت مین دیکھا جائیگا اور مومنین
اُسے دیکھین گے اور اُسکا کلام سنین گے اور وہ عرش پر ہو انتہی اور ذہبی نے کہا ہو کہ یوسف بن موسی
القطان سے خلال نے روایت کی ہو کہ ابی عبد اللہ احمد بن حنبل سے کہا گیا کہ اللہ ساتون آسمانون کے اوپر
اپنے عرش پر اپنی مخلوقات سے جدا ہو اور اُسکا علم و قدرت ہر جگہ ہو انھون نے فرمایا ہان اور دلائل

اس اعتقاد کے محکمات سے ہین نص و ظاہر اور مفسر اور محکم اصطلاحی اہل اصول بھی داخل ہین جو بھی دلائل عقائد و احکام کے ہین صاحب کمالین ملا سلام اللہ نے سورۂ آل عمران کی تفسیر جلالین کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ فاحکمت عبارا تہا بان حفظت عن الاحتمال و الاشتباہ فیدخل فیہا النص و الظاہر و المفسر و المحکم علی مصطلح اہل الاصول من علمائنا انتھے اُسکی عبارتین مستحکم احتمال و اشتباہ سے محفوظ ہین پس نص ظاہر و مفسر و محکم ہمارے علما اور اہل اصول کی اصطلاح پہ اسمین داخل ہین۔ پس جب اس اعتقاد کو اہل سنت کے بزرگون نے عقائد کے کتب ہین داخل کیا اور اسپر اجماع سلف بھی ثابت کر چکے اب ان دلائل کے محکمات سے ہونے مین کیا تردد باقی رہا اور اس اعتقاد سے یعنے خدا عرش کے اوپر ہے جدا اپنی مخلوقات سے کہنے مین جہت کہ جس سے علمائے متکلمین نے تنزیہ ذات خدا کی ہے ثابت نہین ہوتی کیونکہ جہات مکانات کے حدود و اطراف کو کہتے ہین اور وہ جہات عرش تک ثابت ہین نہ اُسکے اوپر علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد مین لکھا ہے و اذا لم یکن فی مکان لم یکن فی جہۃ لا علو و لا فی سفل و لا فی غیرہما لانہما اما حدود و اطراف للامکنۃ او نفس الامکنۃ باعتبار عروض الاضافۃ الی شئی آخر انتھے اور جب کسی مکان مین نہوگا تو کسی جہت مین نہوگا نہ بلندی مین نہ پستی مین اور نہ انکے علاوہ کسی اور جگہہ کیونکہ یہ تو مکانون کے حدود و اطراف ہین یا خود مکان ہین باعتبار کسی دوسری شئے کو عارض ہونے کے اور شاہ عبد العزیز دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ کے تیرھوین عقیدے مین فرمایا ہے۔ جو دلیلین نفی مکان مین مذکور ہوئین وہی نفی جہت مین بھی ہین کیونکہ جہات اطراف ہین امکنہ کے اور اسکے حدود ہین انتہی اور شاہ عنایت اللہ نے سکندر نامے کے اس شعر

جہت را ولایت بہ پایان رسید + قطیعت بہ پرکار دوران رسید

کی شرح مین لکھا ہے یعنی جہات اربعہ یا ستہ جو کہے جائین ختم ہوگئے کیونکہ جہات کا ثبوت عالم اجسام مین ہے اور عالم اجسام عرش پر نہین ہے اور جہت بھی نہین ہے اور صاحب انتہاے امام رازی کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ اُنھون نے فرمایا اذا ثبت ان اجسام العالم متناھیۃ فخارج العالم الجسمانی لا خلأ و لا ملأ و لا مکان و لا جہۃ فیمتنع ان یحصل الالٓہ فی مکان خارج العالم انتھے اقول اذا ثبت بھذا ان خارج العالم الجسمانی لیس بمکان و لا جہۃ ففوق العرش

الذی هو خارج العالم الجسمانی لایکون مکانا ولا جہۃ فحصول لاالٰہ فیہ من غیر تمکن بمکان لیس بممتنع بل حصولہ فی لامکان وجہۃ ضروری کما لایخفی جب یہ ثابت ہوگیا کہ اجسام عالم متناہی ہین تو خارج عالم جسمانی نہ خلا ہی نہ ملا اور نہ مکان ہی نہ جہت پس عالم سے خارج اللہ کا کسی مکان مین پایا جانا ممتنع ہی انتہی مین کہتا ہون کہ جب اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ عالم جسمانی سے خارج نہ مکان ہی نہ جہت تو عرش پر جو عالم جسمانی سے خارج ہی نہ مکان ہوگا نہ جہت پس اسد کا اُس مین بغیر کسی مکان مین ہونے کے پایا جانا ممتنع نہین بلکہ اُسکا حصول لامکان اور جہت مین ضروری ہی جیسا کہ پوشیدہ نہین اور قرب معیت اسد کی ہمارے ساتھ ذاتی نہین یعنی ذات سے ہمارے قریب اور ساتھ نہین بلکہ علم وقدرت وغیرہما سے ہمارے قریب اور ساتھ ہی یہ بات یعنی قرب ومعیت اسکی ذاتی نہونا تحریر سابق سے بھی ثابت ہوتی ہی باوجود اسکے پھر خوب تصریح کرتا ہون تاکہ دلون کو اطمینان کامل حاصل ہوجائے۔

قال الحافظ ابن تیمیۃ فی الحمویۃ قال ابن عبد البر علماء الصحابۃ والتابعین الذین حمل عنہم التاویل قالوا فی تاویل قولہ تعالیٰ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم ہو علی العرش وعلمہ فی کل مکان وما خالفہم فی ذلک من یحتج بقولہ انتہی ای کونہ تعالیٰ رابعہم بالعلم لا بالذات وقال الامام الذہبی فی کتاب العرش قال الامام الحافظ ابو نصر السجزی فی کتاب الابانۃ لہ ائمتنا کسفیان الثوری ومالک وحماد بن سلمۃ وحماد بن زید وعبد اللہ بن المبارک والفضیل بن عیاض واحمد بن حنبل واسحق بن راہویہ متفقون علی ان اللہ سبحانہ وتعالیٰ بذاتہ فوق عرشہ وان علمہ بکل مکان انتہی کذا فی الانتہاء وقال الامام الغزالی فی کتاب العقائد من احیاء العلوم واضطر اہل الظاہر الی تاویل قولہ تعالیٰ وہو معکم اینما کنتم اذ حمل ذلک بالاتفاق علی الاحاطۃ والعلم انتہی والاحاطۃ فی قولہ بمعنے العلم والادراک کما فی تعریفات الجرجانی الاحاطۃ ادراک الشئ بکمالہ ظاہرا وباطنا انتہی وقال الامام فخر الدین الرازی فی التفسیر الکبیر فی قولہ تعالیٰ وہو معکم اینما کنتم قال المتکلمون ہذہ المعیۃ اما بالعلم واما بالحفظ والحراسۃ وعلی التقدیرین فقد انعقد الاجماع علی انہ سبحانہ لیس معنا بالمکان والجہۃ والتحیز فاذن قولہ تعالیٰ وہو معکم لابد فیہ من التاویل انتہی وقال العلامۃ سعد الدین التفتازانی فی رسالتہ فاحتج الملحدون فی رد قول الوجودیۃ ان المعیۃ ذاتیۃ واما استدلالہم

بالسمع فبقوله تعالی وهو معکم اینما کنتم وقوله تعالیٰ ولا ادنی من ذلك ولا اکثر الا هو معہم
وجوابہ ان المراد بالمعیۃ ہہنا علے ما اجمع علیہ المفسرون بالعلم ونحوہ لا بنفس الذات
انتھے حمویہ مین حافظ ابن تیمیہ نے کہا ہی کہ ابن عبدالبر کہتے ہین صحابہ اور تابعین رجن سے تاویل اٹھائی
گئی ہی اللہ کے قول ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ہو رابعہم کی تاویل مین فرماتے ہین کہ اللہ
عرش پر ہی اور اسکا علم ہرجگہہ ہی اور جو لوگ خدا کے قول سے دلیل لاتے ہین اُنھون نے اس بارہ مین
صحابہ کی مخالفت نہین کی انتہی یعنے خدا کا چوتھا ہونا علم کے اعتبار سے نہ ذات کے اعتبار سے امام ذہبی
نے کتاب العرش مین کہا ہی کہ حافظ ابونصر سنجری نے کتاب الابانۃ مین کہا ہی کہ ہمارے علما رمثلا سفیان
ثوری مالک حماد بن سلمہ حماد بن زید عبداللہ بن مبارک فضیل بن عیاض احمد بن حنبل اسحق بن راہویہ
رحمہم اللہ اسپر متفق ہین کہ خدا بذاتہ عرش پر ہی اور اُسکا علم ہرجگہہ ہی انتہی ایسا ہی انتہا مین
ہی امام غزالی نے احیاء العلوم کی کتاب العقائد مین کہا ہی اور اہل ظاہر خدا کے قول وھو معکم اینما
کنتم کی تاویل پر مجبور رہوے ہین کیونکہ یہ بالاتفاق علم اور احاطہ پر محمول ہی انتہے اس مین احاطہ علم
اور ادراک کے معنے مین ہی جیسا کہ جرجانی کی تعریفات مین احاطہ شئے کا ظاہراً و باطناً پوری طور
سے ادراک کرنا انتہی امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر مین وھو معکم اینما کنتم کی تفسیر مین لکھا ہی کہ
متکلمین نے کہا ہی کہ یہ معیت یا تو علم کے اعتبار سے ہی یا حفظ و حراست کے اعتبار سے اور دونون تقدیر پر
اجماع اسپر منعقد ہی کہ خدا ہمارے ساتھ مکان اور جہت اور تحیز مین نہین ہی پس خدا کے قول وھو
معکم مین تاویل ضروری ہی اور علامہ سعدالدین تفتازانی نے اپنے رسالہ مین لکھا ہی کہ ملحدین وجودیہ
کے قول کی رد مین اسطرح دلیل لائے ہین کہ معیت ذاتیہ ہی لیکن استدلال سماعی پس وہ خدا کے
قول وھو معکم اینما کنتم اور اللہ کے قول ولا ادنی من ذلك ولا اکثر الا ھو معہم ہی اور اُسکا
جواب یہ ہی کہ معیت سے مراد جیسا کہ اجماع مفسرین ہی علم وغیرہ ہی نہ کہ نفس ذات انتہی اور امام
مجدد الف ثانی جلد اول کے اکتیسوین مکتوب مین لکھتے ہین علوم سابق جو اتحاد اور وحدت وجود پر
مبنی تھے زوال کی طرف چلے احاطہ اور سریان قرب و محبت ذاتیہ سے کہ اس مقام مین ظاہر ہوے
تھے منتشر ہوگئے اور یقینا معلوم ہوگیا کہ صانع جل شانہ کے لیے اس عالم کی نسبتون مین سے کوئی
نسبت ثابت نہین ہی اسکا احاطہ اور قرب ایک علم ہی جیسا کہ اہل حق کہتے ہین یہانتک کہ اگر کہا جاے

تعجب ہی کہ شیخ محی الدین عربی وغیرہ ذات واجب کو مجہول مطلق کہتے ہین اور کسی حکم کا محکوم نہین سمجھتے ہین پھر بھی احاطۂ ذاتی اور قرب ومعیت ذاتیہ کا اثبات کرتے ہین اور صواب وہ ہی جو علماء اہل سنت کہتے ہین قرب علمی اور احاطۂ علمیہ سے انتہی۔ ان اقوال مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اہل سنت کے سلف وخلف کا اجماع ہی اللہ کے قرب اور اسکی معیت ذاتی نہونے پر الا فرقہ ملحد وجودیہ کہ انکی مخالفت کا کوئی اعتبار نہین کیونکہ انکا شمار اہل سنت مین نہین ہی پس یہ اعتقاد مذکور کیونکر صحیح اور حق نہو کہ اس سے حلول واتحاد اور جہت ومکان سے تنزیہ باری تعالی کی کامل ہوتی ہی اور باطل فرقون کے اعتقاد سے مفارقت اور سلف صالحین وائمہ مجتہدین کے ساتھ پوری موافقت حاصل ہوتی ہی۔ الحمد للہ علی ذلک کتبہ الفقیر الی اللہ الصمد عبد القادر ابن القاضی احمد غفر اللہ لہما ھو المصوب فی الواقع اس امر کا اعتقاد کہ ذات باری کی تجلی خاص عرش پر ہی ساتھ تنزیہ کے اوہام وطرق تشبیہ وتجسم سے اور معیت وقرب اس کا علمی ہی موافق اعتقاد جمہور صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کے ہی ابن ہمام مولف فتح القدیر مسایرہ فی العقائد المنجیۃ فی الآخرۃ مین لکھتے ہین

نومن ان اللہ تعالی مستو علی العرش مع الحکم بان استواءہ لیس کاستواء الاجسام من التمکن والمماسۃ والمحاذاۃ بل بمعنے یلیق بہ وھو اعلم بہ انتھے ہم اس بات پر ایمان لاتے ہین کہ اللہ عرش پر مستوی ہی اور اس بات کا بھی حکم کرتے ہین کہ اسکا استوا اجسام کے استوار کا ایسا نہین ہی کہ اُس مین مکان مین ہونا یا چھونا یا مقابل ہونا پایا جاے بلکہ ایسے طریقے کا ہی جو اُسکی شان کے موافق ہوا اور اوسیکا علم خدا ہی کو ہی۔ اور ابو شکور سلمی تمہید مین لکھتے ہین قال بعضھم ان اللہ موجود فی کل مکان وھم صنف من الجھمیۃ واحتجوا بقولہ تعالی ھو الذی فی السماء الہ وفی الارض الہ وقولہ وھو اللہ فی السموات وفی الارض وقولہ ان اللہ مع الذین اتقوا وقولہ ما یکون من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم والجواب ان معنی الایۃ الاولی انہ الہ اھل السماء واھل الارض ومعنی الایۃ الثانیۃ تدبیرہ فی السموات والارض ومعنی الایۃ الثالثۃ انہ سمیع بمقالتھم بصیر بافعالھم ومعنی الایۃ الرابعۃ انہ معھم بالنصرۃ انتھے بعضون نے کہا ہی کہ اللہ ہر جگہہ موجود ہی اور اسکا قائل جہمیہ کا ایک گروہ ہی اور وہ اللہ کے چار قولون سے استدلال لاتے ہین اور جواب یہ ہی کہ پہلے آیت کے یہ معنے ہین کہ وہ زمین اور آسمان والونکا معبود ہی اور دوسرے کے یہ معنی ہین کہ خدا کی تدبیر آسمان اور زمین ہی اور تیسری کے یہ معنے ہین کہ خدا اُنکی باتون کا سننے والا اور اُنکے افعال کا دیکھنے والا ہے

اور چوتھی کے یہ معنے ہین کہ خدا اُنکے ہمراہ مدد کے ساتھ ہی واللہ اعلم حررہ ابوالحسنات محمد عبد الحی

سوال بکر کہتا ہی کہ خوارج کے کفر کا حکم قرآن مین موجود ہی پس اسکا منکر گمراہ اور مردود ہی اللہ تعالی فرماتا ہی

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا (بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہین اللہ کو اور اُسکے رسول کو اللہ نے اُن پر دنیا اور آخرت مین لعنت کی ہی اور اُنکے لیئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہی) تفسیر کشاف مین ہی کہ یہ آیت اُن لوگونکے حق مین نازل ہوئی ہی جو علی مرتضیٰ کو ایذا دیتے ہین اور یہی بکر دعوی کرتا ہی کہ مذہب اہل حق کا یہی ہی کہ یزید کافر ہی اور اسپر بالخصوص لعنت کرنا جائز ہی جو اس مین مخالف ہی وہ اہل حق سے خارج ہی اور بعضے علماء حنفیہ کا جو اختلاف منقول ہی وہ بغرض عدم جواز لعن نہین ہی بلکہ باین غرض ہی کہ اُنکے نزدیک یزید کا نام زبان پر لانے کے قابل نہین ہی نہ یہ کہ فی نفسہ اُسپر لعن کرنے مین کچھ قباحت ہی شرح عقائد اور حاشیہ جند مین اسکی تصحیح ہی یہی مذہب صحیح ہی یہ خلاصہ ہی بکر کے رسالہ اردو کا اور حامد اسکی رد مین کہتا ہی کہ غیر مکفرین خوارج کو منکر قرآن اور اہل حق سے خارج ٹھہرانا محض جہالت اور ضلالت اور نیز آیت مذکورہ کو شان دشمنان حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین نازل ٹھہرا کر حوالہ کشاف کرنا محض کذب وبطالت ہی بالجملہ خوارج کے کفر کے مذکور ہونیکا اس آیت مین دعوی کرنا جہل صریح وکذب قبیح ہی ہان

البتہ اگر آیت الذین یوذون المومنین والمومنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتانا واثما مبینا (جو لوگ مسلمان مردون اور مسلمان عورتون کو ایذا دیتے ہین بغیر اسکے کہ کچھ برا کیا ہو اُنھون نے پس بیشک اُٹھایا اُنھون نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ) کا مصداق خوارج کو ٹھہرایا جاے تو احتمال صحیح ہی اور کسطرح خوارج کو مسلمان جاننے والا اہل حق سے خارج ہو سکتا ہی کہ خود حضرت علی نے خوارج کو باوجود بیان اُنکی گمراہی کے اور حکم قتل کے اُنکو مسلمان بتایا ہی اسی سبب سے محققین فقہا ومحدثین ومتکلمین نے خوارج کو بدمذہب جانا مگر کافر نہین ٹھہرایا ہی چنانچہ مرقاۃ اور مجمع البحار اور رد المحتار اور شرح فقہ اکبر اور فتح القدیر وغیرہ سے بخوبی ثابت ہی اور یہی حامد کہتا ہی کہ اہل حق یزید پلید کے حکم کفر مین اور پھر جواز لعن مین مختلف ہین اگرچہ بعض اکابر نے اسپر حکم کفر وجواز لعن کا اطلاق فرمایا ہی لیکن امام غزالی اور صاحب قصیدہ امالی اور بہت سے ائمہ عدم کفر وعدم لعن کو حق جانتے ہین اور جمہور محققین اُسکے اطلاق حکم کفر واسلام وجواز وعدم جواز لعن مین توقف کو اپنا مذہب گردانتے ہین عبارت شرح عقائد

کی شروع بحث سے جسے بکرنے چھوڑ دیا ہی یہ ہی و بالجملة لم ینقل عن السلف الصالحین جواز اللعن علی معاویۃؓ و احزابہ و انما اختلفوا فی یزید بن معاویة حتی ذکر فی الخلاصة وغیرہا انہ لا ینبغی اللعن علیہ ولا علی الحجاج لان النبی صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نهی عن لعن المصلین ومن کان من اہل القبلة وما نقل عن لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لبعض اہل القبلة فلما انہ یعلم من احوال الناس ما لا یعلمہ غیرہ وبعضہم اطلق اللعن علیہ لما انہ کفر حین امر بقتل الحسینؓ الخ اور بالجملہ سلف صالحین سے معاویہؓ اور اُنکے گروہ پر لعنت کا جائز ہونا منقول نہین ہی البتہ یزید ابن معاویہؓ کے متعلق اختلاف ہی خلاصہ وغیرہ مین یہ ہی کہ اُسپر لعنت نہ کرنا چاہیے اور نہ حجاج پر کیونکہ حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے اہل قبلہ اور نماز پڑھنے والون پر لعنت بھیجنے سے منع کیا ہی لیکن آپ سے جو بعض اہل قبلہ پر لعنت کا بھیجنا ثابت ہی تو وہ اس وجہ سے کہ آپ لوگون کے وہ حالات جانتے تھے جو دوسرے انہین جان سکتا اور بعضون نے اُسپر لعنت کو جائز رکھا ہی کیونکہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا حکم دیتے ہی کافر ہوگیا الخ۔ باقی رہی بحث ترجیح کی پس اگرچہ صاحب شرح عقائد نے باوجود اقرار اختلاف اہل حق وبیان مذہب حنفیہ کے اپنے زعم مین ترجیح کفر کی ثابت فرمائی ہی لیکن دوسرے اکابر محققین نے وہ ترجیح مسلم نہین ٹھہرائی ہی مسائرہ اور مسامرہ اور رد المحتار اور شامی وغیرہ کتب معتمدہ فقہ وعقائد علماے حنفیہ مین دوسری جانب کے معتمد ہونیکی ترجیح ہی بلکہ بہت کتب مشہورہ محققین مین شرح عقائد پر اعتراض کی بھی تصریح ہی چنانچہ شرح فقہ اکبر و رضوان المعالی اور حاشیۂ عصام اور حاشیۂ ابو الیسر بر شرح عقائد اور دوسرے حواشی سے ثابت ہی پس بکر کا ہو الصحیح لکھدینا اور صحیح کا حوالہ کر دینا جرأت فی تفوہ قبیح ہی علاوہ ان سب امور کے برتقدیر ترجیح مذہب جزم کفر یزید کی حالت حیات مین بھی دعوی انحصار مذہب اہل حق کا جواز لعن مین باطل وافترا ہی کہ ان کا فردن پر جنکا مرنا کفر پر خدا و رسول کی خبر متواتر سے ثابت نہو باتفاق واجماع جمہور ائمہ محققین کے لعن شخصی کرنا ناجائز وناروا ہی جیسا کہ امام نووی نے شرح مسلم مین اور امام عینی نے شرح بخاری مین اور امام نابلسی نے شرح طریقہ محمدیہ مین اور دوسرے اکابر دین نے اور کتابون مین تصریح فرمائی ہی پس قول ترجیح جواز لعن یزید برتقدیر ثبوت کفر بھی بے ثبوت علم یقینی موت علی الکفر کے کسطرح اہل حق کے نزدیک جزماً صحیح ہوسکتا ہی تاکہ جو اسکا قائل نہو خوارج مین داخل ہوجائے اور اہل سنت مین شامل نہو۔ اب سائل

سوال کرتا ہو کہ آیا دعوی بکر کا درست وبجا اور واجب الاعتقاد ہی یا حامد نے جو اسکی رد کی ہی قابل قبول ہو اور نیز قول اہل حق منحصر کفر یزید وجواز لعن مین ہی یا اس مین اختلاف ہو اور در صورت اختلاف قول کفر ولعن معتمد وقوی ہی یا قول توقف وعدم جزم کفر ولعن قوی ور اقرب الی الانصاف ہو اور حوالہ کشاف وغیرہ کا جو بکر نے کیا صحیح ہی یا باطل اور حوالہ مجمع البحار ورد المحتار ومرقاۃ وشرح فقہ اکبر وضوء المعالی وشرح امام نووی وامام عینی وغیرہ کا جو حامد نے کیا ہو رد کے لائق ہی یا اعتماد کے قابل **جواب**۔ اس بحث مین بکر کا قول صحیح نہین ہی بلکہ کتب معتبرہ کے مخالف ہی مسامرہ لابن الہمام اور اُسکی شرح مسایرہ لابن ابی شریف مین موجود ہی وظاہر قول الشافعی وابی حنیفۃ انہ لا یکفر احد منہم ای لا یحکم بکفر احد من المخالفین فیما لیس من الاصول المعلومۃ من الدین ضرورۃ وھذا ھو المنقول عن جمہور المتکلمین والفقہاء انتہے اور ظاہر قول امام شافعی ور امام ابی حنیفہ رحمہما اللہ کا یہ ہی کہ نہین سے کسی کی تکفیر نہ کی جائے گی یعنے اُن امور مین جو دین کے اصول معلومہ سے نہین ہین مخالفین کو کافر نہ کہا جائیگا ضرورۃ اور یہی جمہور مسلمین وفقہا سے منقول ہو۔ اور یہی اُس مین ہی قد اختلف فی اکفار یزید قیل نعم لما وقع منہ اجتراء علی الذریۃ الطاہرۃ کالامر بقتل الحسین ؓ ما جری منہ ما ینبو عن شناعۃ الطبع ویصم لذکرہ السمع وقیل لا اذلم یثبت لنا عنہ تلک الاسباب الموجبۃ للکفر وحقیقۃ الامر ای الطریقۃ الثابتۃ القویمۃ فی شانہ التوقف فی شانہ ورجع امرہ الی اللہ تعالی انتہے یزید کو کافر کہنے مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک کہنا چاہیے کیونکہ اُس سے ذریت طاہرہ پر جرأت صادر ہوئی ہی مثلاً قتل امام حسین علیہ السلام کا حکم اور وہ باتین جنکا صادر ہونا اسکی سخت طبعی پر دال ہین اور کان انکا ذکر سُننے سے بہرے ہو جاتے ہین اور بعضون کے نزدیک نہین کیونکہ یہ ثابت نہین کہ ان اسباب موجب کفر کا باعث وہی تھا اور حقیقۃ الامر یعنے درست وراست طریقہ اُسکے شان مین توقف کرنا اور اُسکے امر کو خدا کی طرف لوٹانا ہی واللہ اعلم۔ **سوال** اولیاء اللہ بیداری مین اس چشم ظاہری سے بلا تاویل اس دنیا مین خدا کو دیکھتے ہین یا نہین۔ **جواب**۔ صورت مرقومہ مین باتفاق اہل سنت وجماعت نہین دیکھتے ہین اور دیکھنے کا دعوی کرنے والا جھوٹا ہے منع از ہر مین ہو۔ ھل یجوز رویۃ اللہ تعالی فی الدنیا بعین البصر للاولیاء فقد جاء نی سوال واقعۃ الحال فی من ادعی ذلک من بعض الاشخاص فکتبت الجواب

بحسب ما ظهر لی وجه الصواب فهو اجماع الائمة من اهل السنة والجماعة علی ان رویة الله
تعالی بعین البصر جائزة فی الدنیا والاخری عقلا وثابتة فی العقبی سمعا ونقلا واختلفوا فی
جوازها فی الدنیا شرعا فاثبتها الاکثرون ونفاها آخرون ثم الذین اثبتوها خصوا وقوعها
له صلعم لیلة الاسراء علی خلاف فی ذلک بین السلف والخلف من العلماء والاولیاء والصحیح
انه صلعم انما رآی ربه تعالی بفواده لا بعینه کذا فی شرح العقائد وغیره فان قال قائل بانی
اری الله تعالی فی الدنیا ان اراد به رویة فی المنام ففی جوازه خلاف مشهور بین الانام مع
ان رویة المنامیة لا تکون بالحواسة البصریة بل التصورات المثالیة والتمثیلات الخیالیة
وان اراد بها حال الیقظة فان قصد بها حذف المضاف واراد انه یری انوار صفاته ویشاهد
آثار مصنوعاته فذا جائز بلا مریة واما من ادعی بهذا المعنی لنفسه من غیر تاویل فی المبنی
فهو فی اعتقاد فاسد وزعم کاسد وفی حضیض ضلال وتضلیل وفی مطعن وبیل وبعید عن
سواء السبیل فقد قال صاحب التعرف وهو کتاب لم یصنف مثله فی التصوف اطبق المشائخ
کلهم علی تضلیل من قال ذلک وتکذیب من ادعی هنالک وصنفوا فی ذلک کتبا ورسائل
منهم ابو سعید الخزاز والجنید وصرحوا بان من قال ذلک المقال لم یعرف الله الملک
المتعال واقره الشیخ علاء الدین القونوی فی شرحه وقال ان صح عن احد دعوی نحوه
فیمکن تاویله بان غلبة الاحوال یجعل الغائب کالشاهد اذا کثر اشتغال الشیئ بشیئ
واستحضاره لم یصیر کانه حضر بین یدیه انتهی ویویده حدیث ان تعبد الله کانک
تراه وکذا حدیث عبد الله بن عمر وحال الطواف کنا نرے الله وقال صاحب العوارف
المعارف فی کتابه اعلام الهدی وعقیدة ارباب التقی ان رویة العیان متعذرة
فی هذه الدار لانها دار الفناء والآخرة هی دار القرار فلقوم من العلماء نصیب
من علم الیقین فی الدنیا والآخرین من اعلی منهم رتبة نصیب من عین الیقین کما قال
قائل رأی قلبی ربی انتهی والحاصل ان الامة قد اتفقت علی انه تعالی لا یراه احد فی
الدنیا بعینه ولم یتنازعوا فی ذلک الا نبیاء صلی الله علیه وسلم حال عروجه علی ما صرح به
فی شرح عقیدة الطحاوی ثم هذا ان قبل التاویل السابق فیها والا فان کان مصمما

علی مقولتہ ولم یرجع بالمنقول عن معقولتہ یجب تعزیرہ وتشہیرہ بما یراہ الحاکم الشرعی وقال بعض ارباب العقائد المنظومۃ من قال فی الدنیا یراہ بعینہ فذلک زندیق طغی وتمرد وخالف اللہ والرسول وزاغ عن شرع الشریف قد قال ابن الصلاح وابو شامۃ انہ لایصدق مدعی الرویۃ فی الدنیا حال الیقظۃ ومنع منہ کلیم اللہ موسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام واختلف بھذا المرام لنبینا صلے اللہ علیہ وسلم فی ذلک المقام کیف تسمح لمن لم یصل الی مقامہ انتہی کلامہما وقال الکواشی فی سورۃ النجم ومعتقد رویۃ اللہ تعالی ھھنا بالعین لغیر محمد صلے اللہ علیہ وسلم غیر مسلم وقال الاردبیلی فی کتابہ الانوار ولو قال انی رایت اللہ عیانا فی الدنیا کفر انتہی لکن الاقدام علی التکفیر بمجرد دعوی الرویۃ من صعب الخطر فان الخطاء فی افناء الف کافر اھون من الخطاء فی افناء مسلم فالصواب ما قدمناہ انہ ان انضم الی الدعوے مایخرج عن عقیدۃ اھل الحق فحکم علیہ بانہ من اھل الضلالۃ والروی والسلام علی من اتبع الھدی انتہی کیا خدا کا اس دنیا مین اولیاء اللہ کو آنکھوں سے دکھائی دینا جائز ہی میرے پاس حال کے ایک واقعے کی نسبت سوال آیا کہ ایک شخص بعض اولیا کے لیے اسکا دعوی کرتا ہی تو میرے ذہن مین جو صحیح جواب تھا مین نے اسطرح دیا کہ ایمہ اہل سنت وجماعت کا اس بات پر اجماع ہی کہ عقلا خدا کا دنیا وآخرت مین آنکھوں سے دیکھنا جائز ہی اور نقلا وسمعا عقبے مین ثابت ہی اور دنیا مین شرعا جائز ہونیکے متعلق اختلاف ہی تو اکثروں نے اُسکو ثابت کیا ہی اور دوسروں نے اُسکو رد کیا ہی اور جنھون نے ثابت کیا ہی اُسکے وقوع کو حضور کے ساتھ لیلۃ الاسراء مین خاص کیا ہی اور علما واولیا ر متقدمین ومتاخرین مین اس بارہ مین اختلاف ہوگیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ حضورؐ نے پروردگار عالم کو دل سے دیکھا نہ کہ آنکھ سے ایسا ہی ہی شرح عقائد وغیرہ مین پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ مین نے خدا کو دیکھا ہی اگر اُس سے خواب مین دیکھنا مراد لے تو اُسکے جواز مین اختلاف مشہور ہی اور خواب مین دیکھنا حاسۂ بصریہ سے نہین ہوتا ہی بلکہ محض تصورات مثالیہ اور خیالی صورتین ہوتی ہین اور اگر اس سے مراد جاگنے کی حالت مین ہی تو اگر اس سے مراد بحذف مضاف ہی اور مقصود یہ ہی کہ انوار صفات الٰہی اور آثار مصنوعات خداوندی کا معائنہ کیا تو یہ بلا شک جائز ہی لیکن جسنے بلا تاویل اسکو اپنے لیے ثابت کیا تو اُسکا اعتقاد فاسد اور زعم باطل ہی اور وہ ضلالت اور تضلیل کے گڑھے مین سید ہے

راستے سے بہت دور ہی صاحب تعرف نے کہا ہی (تصوف کی ایک کتاب ہی جسکے مثل اس فن مین کوئی کتاب نہین ہوئی) تمام مشائخ نے اُسکی گمراہی پر اجماع کر لیا ہی جو یہ کہے اور اُسکے مدعی کے جھوٹے ہونے پر اور اس مین انھون نے بہت سے رسالے اور کتابین تصنیف کی ہین اور انمین سے (یعنے مصنفین اور مشائخین سے) ابو سعید خراز اور جنید ہین اور اُنھون نے کہا ہی کہ جسنے یہ کہا اُس نے خدا کو نہین پہچانا اور شیخ علاء الدین قونوی نے اپنی شرح مین اسکا اقرار کیا ہی اور کہا ہی کہ اگر کسی سے اسکے مثل کا دعوی صحیح ہو تو اُسکی تاویل اس طرح ممکن ہی کہ غلبہ احوال غائب کو حاضر کے مثل کر دیتا ہی جبکہ کسی شئے مین شغل بڑھجائے اور بعید استحضار سے ایسا معلوم ہونے لگتا ہی کہ گویا وہ شے حاضر ہی انتہی اور اسکی تائید حدیث (خدا کی عبادت کرو گویا کہ تم اسکو دیکھتے ہو) سے بھی ہوتی ہی اور ایسے ہی عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث سے بھی کہ ہم حالت طواف مین خدا کو دیکھتے تھے اور صاحب عوارف معارف نے اپنی کتاب اعلام الہدی وعقیدہ ارباب التقی مین بیان کیا ہی کہ اس دنیا مین آنکھ سے دیکھنا دشوار ہی کیونکہ یہ دار فنا ہی اور آخرت دار قرار ہی پس بعضے علما کو آخرت مین علم الیقین کا اور دوسرون کو جو ان سے مرتبے مین اعلی ہین عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہوتا ہی جیسا کہ کسی کہنے والے نے کہا ہی میرے قلب نے میرے پروردگار کو دیکھا اور حاصل یہ ہی کہ امت اس بات پر متفق ہی کہ باری تعالی کو آنکھ سے دنیا مین کوئی نہین دیکھ سکتا اور اس مین معراج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کے متعلق تنازع نہین ہوا ہی جیسا کہ اسکی تصریح شرح عقیدہ طحاوی مین ہی پھر یہ اگر اس مین تاویل سابق کو قبول کرے تو خیر ورنہ اگر اپنے قول پر قائم رہے اور جیسا مناسب سمجھے تعزیر و تشہیر کرے اور بعض ارباب عقائد نے کہا ہی کہ جو کہے کہ خدا کو اُس نے دنیا مین اپنی آنکھ سے دیکھا ہی وہ زندیق گمراہ متمرد اور مخالف خدا و رسول کا اور شرع شریف سے پھرا ہوا ہی ابن صلاح اور ابو شامہ نے کہا ہی کہ دنیا مین جاگنے کی حالت مین دیدار خدا کے مدعی کی تصدیق نہ کی جائے گی اور موسی کلیم اللہ اس سے روکے گئے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس بارہ مین اختلاف کیا گیا ہی تو پھر کسی ایسے کے متعلق یہ امر کیسے ثابت کیا جا سکتا ہی جو اُنکے مراتب تک نہ پہونچا ہو۔ کواشی نے سورہ نجم مین کہا ہی اور دنیا مین آنکھون سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ خدا کی رویت غیر مسلم ہی انوار مین اردبیلی نے کہا ہے اگر کوئی کہے کہ مین نے دنیا مین خدا کو آنکھ سے دیکھا ہی تو وہ کافر ہی مگر محض دعوے رویت سے تکفیر کا حکم سخت خطرات

ہین سے ہی کیونکہ ایک ہزار کا فروں کے متعلق فتوے ہین غلطی کرنا ایک مسلمان کے بارہ ہین غلطی کرنیسے
بدرجہا گھٹ کر ہی پس صحیح وہ ہی جو ہمنے پہلے بیان کیا یعنے اگر دعوے کے ساتھ وہ امور ملائے جو اہل
تقوی کے عقیدہ سے خارج ہین تو اسپر حکم کیا جائیگا کہ وہ اہل ضلالت مین سے ہی اور سلامتی ہو اسپر جو ہدایت
کی اتباع کرے منح از ہر شرح فقہ اکبر مین ہی اور اظہر من الشمس ہی کہ جب موسی علیہ السلام کو لن ترانی
کا خطاب ہوا تو اور کوئی کیونکر اس مرتبہ کو پہونچ سکتا ہی کسی کہنے والے نے کیا اچھا کہا ہی۔ جلوہ الہی کا
بوجہ اُٹھانے مین کمر کوہ اور کمر مور کی طاقت ایک ہی اور وجوہ یومئذ ناظرۃ الی ربہا ناظرۃ (یعنی
مومنین کے بہت سے چہرے قیامت کے دن خوش اور تر و تازہ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے)
سے قیامت مین دیدار کا ہونا ثابت ہوتا ہی نہ دنیا مین اور حدیث سترون ربکم یوم القیمۃ قریب
ہی کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھوگے صحابہ کے خطاب مین وارد ہی اور سترون ربکم
یوم القیمۃ کما ترونہ فی الدنیا (قریب ہی کہ تم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھوگے جیساکہ دنیا
مین دیکھتے ہو) نہین فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا دیدار الٰہی کا مقام نہین ہی یہین سے علمای اہلسنت
نے اس بات پر اتفاق کیا ہی کہ دنیا مین چشم ظاہری سے کوئی امتی جاگنے کی حالت مین اللہ کو نہین دیکھتا
اور نہ دیکھے گا اور دیکھنے کا دعوے کرنے والا جھوٹا ہی قیدھا بالقیمۃ اشارۃ الی ان الرویۃ فی
الاخرۃ دون الدنیا کذا فی فتح الباری والکرمانی والعینی شرح البخاری رویت کو قیامت
کے ساتھ مقید کرنا اس امر کی جانب اشارہ ہی کہ رویت آخرت ہی مین ہوگی نہ دنیا مین ایسا ہی
فتح الباری اور کرمانی اور عینی شروح بخاری مین ہی۔ اور بخاری کی حدیث صحیح کا ایک ٹکڑا جو
ابوموسی اشعری سے مروی ہی یہ ہی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی وما بین
القوم وبین ان ینظروا الی ربھم الا رداء الکبریاء علی وجھہ فی جنۃ عدن ای جنۃ اقامۃ
وھو ظرف للقوم لا للہ تعالی وقولہ فی الجنۃ متعلق بمعنی الاستقراء فی الظرف فیفید المفہوم
انتفاء ھذا الحصر فی غیر الجنۃ والیہ اشار الشیخ التوربشتی بقولہ یرید ان المومن اذا
تبوأ مقعدہ فی الجنۃ تبوأ والحجب مرتفعۃ والموانع التی تحجبہ عن النظر الی ربہ مضمحلۃ
الا ما یصدھم من ھیبۃ الجلال وسبحات الجمال وابھۃ الکبریاء فلا یرتفع ذلک منھم الا
برافتہ ورحمتہ تفضلا منہ علی عبادہ قال الحافظ ابن حجر وحاصلہ ان رداء الکبریاء مانع الرویۃ

فکان فی الکلام حذف فا تقدیرہ بعد قولہ الارداء الکبریاء فانہ یمن علیہم برفعہ فیحصل لہم الفوز
بالنظر الیہ فکان المراد ان المومنین اذا تبوؤا مقاعدہم من الجنۃ لولا ما عندہم من ہیبۃ
الجلال لما حال بینہم وبین الرویۃ حائل فاذا اراد اکرامہم خصہم برافۃ وتفضل علیہم بتقویتہم
علی النظر الیہ سبحانہ وتعالیٰ انتہی ما فی ارشاد الساری مختصرا وقال النووی اعلم ان مذہب
اہل السنۃ قاطبۃ ان رویۃ اللہ تعالیٰ ممکنۃ غیر مستحیلۃ واجمعوا ایضا علی وقوعہا فی الاخرۃ
نقلا ورویۃ اللہ تعالیٰ فی الدنیا ممکنۃ لکن الجمہور من السلف والخلف من المتکلمین
وغیرہم انہا لا تقع فی الدنیا انتہی ما فی المرقات مختصرا۔ اور نہین ہی درمیان قوم کے اور درمیان
خدا کے دیکھنے کے مگر کبریا کی چادر جو اُسکے چہرے پر ہی جنت عدن یعنی جنت اقامت مین اور یہ قوم کا ظرف
ہی نہ کہ اللہ تعالیٰ کا اور فی الجنۃ معنی استقرار کے متعلق ہی جو ظرف مین پائے جاتے ہین پس اس کلام کا مفہوم
جنت کے علاوہ مین حصر نہونے کا فائدہ دیتا ہی اور اسی کے جانب شیخ تورپشتی نے اپنے اس کلام مین اشارہ
کیا ہی اس کلام سے مراد یہ ہی کہ مومن جب جنت مین اپنی جگہ پائے گا تو حجاب اُٹھ جائین گے اور موانع جو
خدا کے جانب دیکھنے سے روکتے ہین مضمحل ہو جائین گے سوای ہیبت جلال و مشاہد جمال و ردا کبریا
کے پس یہ اُن سے محض خدا کی رحمت اور نرمی سے بندون پر فضل کر کے اُٹھائے جائین گے۔ حافظ ابن
حجر نے کہا ہی کہ اس کا حاصل یہ ہی کہ ردا کبریا مانع رویت ہی تو اس کلام مین حذف ہی جو الا رداء الکبریاء
کے بعد مقدر ہی پس خدا اپنی بندون پر رفع حجاب کا احسان کریگا اور بندون کو خدا کے جانب دیکھنا
حاصل ہوگا پس مراد یہ ہی کہ مومنین جب جنت مین اپنی جگہون کو پائین گے اگر انپر ہیبت جلال
نہ طاری ہو جائے تو اُن مین اور رویت مین کچھ حائل نہین ہی پس جب خدا اُنکی بزرگی چاہتا ہے تو
اُنکو اپنی رحمت سے خاص کرتا ہی اور اُنپر اپنے جانب دیکھنے کی قوت دیکر فضل کرتا ہے نووی
نے کہا ہی کہ تمام اہل سنت کا مذہب یہ ہی کہ رویت باری تعالیٰ ممکن ہے محال نہین ہی اور آخرت مین
نقلا اسکے وقوع پر بھی اجماع ہی اور دنیا مین خدا کی رویت ممکن ہی لیکن جمہور متکلمین متاخرین و متقدمین
اس پر متفق ہین کہ رویت دنیا مین نہوگی۔ واللہ اعلم

سید محمد نذیر حسین	ہست منصور علی از احمد حنفی دہلوی

از شرف سید کونین شد شریف حسین

اللہ کی رویت آنکھ سے دنیا مین جاگتے ہوئے جائز نہین ہی جیسا کہ
جمہور کا مذہب ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار اور

محمد شاہ حنفی مؤلف | سید احمد حسین | فرمایا ہی قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی واللہ اعلم
خادم شریعت رسول الثقلین محمد لطف حسین ہو المصوب | محمد حبیب اللہ | محمد عبد الحمید | مدار الحق

رویت باری اس دنیا مین چشم ظاہری سے حالت بیداری مین بلا تاویل کے سوا حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے کسی دوسرے کو حاصل نہین ہی اور جو اس کا دعوی کرے جھوٹا ہی عبد الوہاب شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر مین لکھتے ہین فان قیل فھل وقعت رویۃ اللہ یقظۃ فی الدنیا لاحد غیر الرسول صلے اللہ علیہ وسلم فالجواب کما قالہ الشیخ عبد القادر الجیلی لم یبلغنا وقوع ذلک فی الدنیا لاحد غیر رسول اللہ فقیل لہ ان فلانا یزعم انہ یری اللہ بعینی راسہ فارسل الشیخ خلفہ وقال لہ احق ما یقول ہؤلاء عنک فقال نعم فانتھرہ الشیخ وزجرہ واخذ علیہ العہد ان لا یعود الیہ انتھے اگر کہا جائے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو دنیا مین جاگتے ہوے رویت باری تعالی ہوئی تو اسکا جواب یہ ہی جیسا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلیؒ نے کہا ہی کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے لیئے دنیا مین اسکے وقوع کی خبر نہین ہی پس اُن سے کہا گیا کہ فلان شخص گمان کرتا ہی کہ اُس نے خدا کو اپنے سر کی آنکھون سے دیکھا ہی تو شیخ نے اُس شخص کو اُسکے پاس بھیجا اور اُس سے کہا کہ تمھارے متعلق جو کچھ یہ لوگ کہتے ہین صحیح ہی اُنھون نے کہا ہان آپ نے اُنکو بہت ڈانٹا اور خفا ہوے اور اُن سے عہد لیا کہ اب اسکی جانب ڈانٹ نہ جائیگا اور بھی لکھتے ہین - اما رویۃ الحق فی الیقظۃ لغیر نبینا فمنعھا جمہور العلماء واستدلوا لذلک بقولہ تعالی لا تدرکہ الابصار وبقولہ لموسی لن ترانی وبقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لن یری احد کم ربہ حتی یموت رواہ مسلم فی کتاب الفتن اما نبینا صلے اللہ علیہ وسلم فقد اختلف الصحابۃ فی وقوع الرویۃ لہ لیلۃ المعراج قال الجلال المحلی الصحیح نعم انتھے خدا کو جاگتے ہین دیکھنے کو غیر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے جمہور علمانے منع فرمایا ہی اور اسپر خدا کے قول لا تدرکہ الابصار (کوئی آنکھ اللہ کو نہین دیکھ سکتی) اور حضرت موسی سے خطاب لن ترانی (مجھکو تم نہین دیکھ سکتے) اور رسول صلعم کے قول لن یری احد کم ربہ حتی یموت (نہین دیکھ سکتا تم مین سے کوئی اپنے پروردگار کو یہانتک کہ مر جائے) سے استدلال لائے ہین اس حدیث کو مسلم نے کتاب الفتن مین روایت کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مین رویت ہونے کے متعلق صحابہ نے اختلاف کیا ہی جلال محلی نے کہا ہی صحیح یہ ہی آپکو

روایت ہوئی تھی۔ واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبدالحی **سوال** شہر بیکانیر مین ایک گروہ کہتا ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین نہ تھے آپ آسمان پر سے بھیجے گئے تھے اور یہ گروہ محفل میلاد سے احتراز کرتا ہی اور کہتا ہی کہ اس سے ہتک ہوتی ہی اگر حدیث پیش کی جاتی ہی تو نہین مانتا اور کہتا ہی سورۂ اخلاص خدا اور رسول دونون کی ہی جسطرح خدا ایک ہی اور خورد و نوش سے پاک ہی اور اس سے کوئی جنا نہین گیا نہ وہ کسی سے جنا گیا اسی طرح یہ تمام صفتین رسول خدا کے لیے بھی ہین۔ پس اس قول کی وجہ سے یہ جدید گروہ امامین اور خاتون جنت اور اہل بیت وغیرہم کا منکر ہی ایسے گروہ کے لیے تکفیر ثابت ہی یا نہین۔ **جواب** انا سید ولد آدم (مین اولاد آدم کا سردار ہون) سے آپ کا بشر ہونا ثابت ہی اور قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی الخ (کہہ تو مین مثل تمھارے بشر ہون وحی آتی ہی میرے پاس) اسکا موید ہی اور کھانا پینا چلنا آپ کا قرآن سے ثابت ہی احادیث اسکے موید ہین مشکوۃ شریف مین ہی وعن العباس انہ جاء الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فکانہ سمع شیئا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال انا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیرھم ثم جعلھم فریقین فجعلنی فی خیرھم فرقۃ ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیرھم قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیرھم بیتا فانا خیرھم نفسا وخیرھم بیتا حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ وہ آپکی خدمت مین حاضر ہوے پس گویا اُنھون نے کچھ سنا پس آپ ممبر پر کھڑے ہوے اور پوچھا آپ نے مین کون ہون لوگون نے کہا آپ خدا کے رسول ہین آپنے فرمایا مین محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہون اللہ نے خلق کو پیدا کیا اور مجھکو اُن مین کے اچھون مین کیا اور اُن مین دو گروہ کیے اور مجھے اُنمین کے اچھے مین کیا پھر اُنکے قبائل کیے اور مجھکو اچھے قبیلے مین کیا پھر اُنکے مختلف گھرانے کیے اور مجھکو اچھے گھرانے مین کیا پس مین ذات اور گھرانے کے اعتبار سے سب سے اچھا ہون مین اسی مین پیدا کیا گیا اور اسی مین مبعوث ہوا۔ دوسری ورکئی حدیثین اس باب مین مثبت بشریت و ولادت حضور صلے اللہ علیہ وسلم جابجا کتب احادیث وتفسیر مین موجود ہین اور خود حضور کا اقرار فرمانا کہ مین عادل بادشاہ کے زمانے مین پیدا ہوا اور مین پیر کے دن پیدا ہوا اور پیر کے دن مبعوث ہوا کافی دلیل ہی اور اکل و شرب آپ کا آیات واخبار سے ظاہر ہی اور

سورۂ اخلاص محض وحدانیت باری تعالی کے اثبات کے لیے نازل ہوئی ہی اور حضور کے تولد کے
باب مین اور بہی حدیثین بکثرت موجود ہین چنانچہ عباسؓ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوال
سے ثابت ہے یعنی حضرت عباس نے پوچھا یا رسول اللہ چاند آپکے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور
آپ ان دنون مین چہل روزہ تھے آپ نے فرمایا مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندہ دیا تھا اسکی
تکلیف سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا حضرت عباسؓ نے عرض کیا آپ اُن دنون مین
چہل روزہ تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا فرمایا کہ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور مین سنتا تھا زیر عرش
فرشتون کی تسبیح سنتا تھا حالانکہ مین شکم مادر مین تھا پس آپ کا شکم مادر مین رہنا اور پیدا ہونا
مسلم الثبوت ہی آپ بے شبہہ عبداللہ کے بیٹے اور بی بی آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہین اور بی بی آمنہ
کا حاملہ ہونا اور حضرت عبداللہ سے اُنکا نکاح ہونا اور انبیا کا بی بی آمنہ کو بشارت حمل دینا صراحۃً ثابت
ہی اور آپ کا فرمانا کہ میرے اجداد مین کوئی بے نکاح نہین ہوا مین اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ
مین نقل کرتا ہوا عبداللہ و آمنہ تک آیا ہون اور بعد منتقل ہونے عبداللہ کے یتیم ابوطالب قریشیون
مین کہلانا اور الم یجدک یتیما فآوی (کیا نہین پایا مینے تجھکو یتیم پس جگہہ دی) قرآن مین نازل ہونا
اور حدیث رضاعت وغیرہ سے ثبوت یہ ثبوت ہی بیشک منکر ان دلائل و براہین بینہ اور نصوص
متواترۂ قطعیہ کا اور محرف مضمون آیات قرآنی کا کافر مطلق ہی اس مین کچھ شک نہین چنانچہ مشکوۃ
مین ہی من فسر القران برأیہ فقد کفر جسنے قرآن کی تفسیر اپنی راے سے کی وہ کافر ہوگیا فقط۔
جواب صحیح ہی محمد حسین عفی عنہ۔ جواب صحیح ہی عبداللہ عفی عنہ۔ واقعی ان کے حق مین تکفیر ثابت
ہوتی ہی حررہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم۔ اس فرقہ کے کفر مین (جو ولادت نبویہ کا منکر ہو
کہ متواترات وقطعیات سے ہے اور سورۂ اخلاص کو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین سمجھے
کوئی شبہہ نہین ہی واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی سوال کیا گاؤکشی ایسا امر ہی جس کے نہ کرنے
سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہی یا اگر کوئی شخص ذبح کی اباحت کا معتقد ہو مگر کوئی گائے
اُسنے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو ہر چند کہ اُسکے کھانے کو جائز جانتا ہو تو اُسکے اسلام مین
کچھ فرق نہ آئے گا اور وہ کامل مسلمان رہے گا گاؤکشی کوئی واجب فعل ہی کہ جسکا تارک گنہگار ہوتا ہی
یا اگر کوئی شخص گاؤکشی نکرے صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہگار نہوگا جہان بلا وجہ اس

فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد ہوا ور موجب ضرر اہل اسلام ہوا ور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہو اور اہل اسلام کی عملداری بھی نہو تو وہان بلا وجہ اگر اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہی یا کہ بلا سبب ایسی حالت مین بقصد اثارت فتنہ وفساد ارتکاب اس فعل کا واجب ہی جواب گاؤکشی واجب نہین تارک اسکا گنہگار نہوگا اور جو شخص معتقد اباحت ہوا ور اسکا گوشت نہ کھاتا ہوا ور ذبح نہ کرتا ہو اُسکے اسلام مین فرق نہ آئے گا ہان جو گائے کو معظم سمجھکر ذبح نہ کرتا ہو یا اُسکے ذبح کو برا سمجھتا ہو اُسکے اسلام مین فتور ہوگا اور بقصد اثارت فتنہ گاؤکشی نہ چاہیئے بلکہ ایسے مقام پر جہان فتنہ کا ظن غالب ہو با وجود سلامت اعتقاد کے احتراز اولی ہی واللہ اعلم سوال ان اشعار مین کیا حکم

داستان پسر ہند مگر نشنیدی کہ از دو ز سہ تن او بہ پیمبر چہ رسید
پدر او در دندان پیمبر شکست مادر او جگر عم پیمبر بمکید
او بنا حق حق داماد پیمبر بگرفت پسر او سر فرزند پیمبر ببرید
برچنین قوم تو لعنت نہ کنی شرمت باد لعن اللہ یزیدا و علی قوم یزید

آمو تنقیح طلب پسر ہند کس صحابی سے مراد ہی انکا نام کیا ہی صحابی موصوف سے کیا سو ادبی سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب مین واقع ہوئی تھی صحابی موصوف کے سہ تن سے اُنکے کون کون اعزا مراد ہین اور اُنکے کیا نام ہین صحابی موصوف کے والد نے دندان مبارک کو شہید کیا تھا یا نہین اور اُنکا کیا نام ہی صحابی موصوف کی والدہ نے عم رسول کے ساتھ کیا کیا تھا اور اُنکا نام کیا تھا صحابی موصوف نے کیونکر داماد پیمبر کا حق غصب کیا تھا صحابی موصوف کا بیٹا جسنے فرزند رسول کو شہید کیا تھا کون ہی یزید سے مراد ہی یا اور کسی سے لفظ چنین قوم سے کون مراد ہی سنی یا خارجی قوم یزید سے کون مراد ہی سنی یا خارجی اہلسنت وجماعت کو ان اشعار کا پڑھنا درست ہی یا نہین اگر درست نہین اور اتفاقا جہان یہ اشعار لکھے ہون نظر پڑ جائے تو کیا کرنا چاہیئے جواب اہل سنت کو ان اشعار کا کہ ہمہ تن مشتمل ہین ہجو صحابہ پر پڑھنا نہین درست ہی اور اگر اتفاقا بوجہ نہ معلوم ہونے کے پڑھ لیا یا دیکھ لیا تو کچھ گناہ یا کفارہ لازم نہ آئیگا مگر معلوم ہونے کے بعد پڑھنا حرام ہے پسر ہند سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مراد ہین انکی والدہ ہندہ بنت عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف تھین فتح مکہ کے زمانے تک وہ اور اُنکے شوہر ابوسفیان حضرت معاویہ رضہ کے والد کافر تھے فتح مکہ کے سال مین کہ سنہ آٹھ ہجری تھا دونون مشرف باسلام ہوئے اور معاویہ رضہ بھی اُسی وقت اسلام لائے ہنگام غزوہ احد کہ سنہ تین ہجری مین ہوا تھا ابوسفیان اور

اُنکی بی بی دونون کفار کے لشکر مین آئے تھے اُسی غزوہ مین دندان مبارک شہید ہوے تھے بعض کہتے ہین کہ ابوسفیان نے شہید کیا تھا اور بعضے لکھتے ہین کہ عتبہ بن ابی وقاص نے شہید کیا تھا جو کافر مرگیا اور یہی صحیح ہی اور جسنے ابوسفیان کو لکھا اُسے شبہہ پڑا کہ عتبہ کی والدہ کا نام ہندہ بنت وہب بن الحارث بن زہرہ تھا پس چونکہ ابوسفیان کی بی بی اور عتبہ کی مان کا نام ایک ہی تھا اس لیے اُس نے اس حرکت کو ابوسفیان کی طرف منسوب کر دیا یہی مراد ہی اُس شاعر خبیث کی مصرع پدر او در دندان پیمبر شکست ؛ سے اور جسوقت غزوہ احد مین حضرت حمزہ عم رسول اللہ صلعم شہید ہوے ابوسفیان کی بی بی ہندہ نے شدت عداوت کی وجہ سے اُنکے جسد مقدس کو چاک کرکے اُنکا جگر نکال کے چبا یہی مراد ہی ع مادر او جگر عم پیمبر بمکید ؛ سے اور معاویہ نے باب خلافت مین جو حضرت علی رضہ کے مقابلے کیے اور یہانتک نوبت پہونچی کہ شہادت حضرت مرتضی کے بعد امام حسن نے مصالحہ کر لیا اور خلافت حضرت امیر معاویہ کے سپرد کر دی اسکی طرف ع او بناحق حق داماد پیمبر بگرفت سے اشارہ کیا ہی اور یزید بن معاویہ نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت مین جو کچھ قبائح کیے اُسکی طرف ع پسر او سر فرزند پیمبر ببرید ؛ مین اشارہ ہی اور مراد جنین قوم سے یزید اور اُسکے مادر و پدر و پدر پدر ہین اہل سنت کے نزدیک قبائح یزید تو البتہ قابل ملالت ہین باقی قبائح ابوسفیان اور ہندہ کے اُن کے اسلام سے محو ہوگئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قبائح بھی خطائی الاجتہاد پر محمول ہین ان تینون حضرات صحابہ کو برا کہنا درست نہین واللہ اعلم **سوال** نبی یا صدیق یا شہید یا ولی یا صالح کا بعد موت یا قبل موت کسی کے سر پر آنا اور اُسکی زبان پر بولنا اور اُسکی مدد کرنا شرعا ثابت ہی یا نہین **جواب** ثابت نہین ایسے امور کا قائل واہی اُسکا قول قابل سماعت نہین البتہ شیاطین جن ایسے کام کیا کرتے ہین جیساکہ سورۂ بقر مین ہی الذین یاکلون الربوا لایقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطن من المس الآیۃ سود کھانے والے قبرون سے نہ کھڑے ہونگے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہی وہ شخص جسکو شیطان آسیب کی وجہ سے باولا کرتا ہی واللہ اعلم حررہ سید شریف حسین عفی عنہ ہو المصوب جن کا سر پر آنا شرعا اچھی طرح ثابت ہی اور یہ شیاطین جن کے ساتھ مخصوص نہین ہی بلکہ صلحاے جن سے بھی کسی وجہ خاص سے ایسے امور ہوا کرتے ہین جیساکہ معائنہ آکام المرجان فی احکام الجان و لقط المرجان فی اخبار الجان سے واضح ہوتا ہی باقی سر پر آنا کسی

نبی یا صدیق یا شہید یا ولی کا اگرچہ فی نفسہ ممکن ہی مگر تصدیق اُسکے وقوع کی مورد اشتباہ ہی اس
باب مین شاہ عبد العزیز دہلوی کی فارسی تحریر بہت کافی ہی اسکا ترجمہ یہ ہی ایسا تصرف بعضے مخلوقات
مین کہ ملائکہ اور جن ہون عادی ہی اور بعض دوسرے مخلوقات مین کہ ارواح بنی آدم ہین خرق
عادت ہی اور اولیا کے قصون مین ایسی باتین بہت ہین اور خود حضرت شیخ اکبر نے بھی اس باب
مین بہت کچھ بیان کیا ہی اور ارواح بنی آدم کی ارواح جن کے ساتھ مشارکت (جیسے شیخ سدو)
اس امر مین نقصان کا سبب نہین ہوتا اسلیے کہ مشارکت تشکل اور تمثل مین مختلف شکلون کیساتھ
ملائکہ اور شیاطین مین ثابت ہی اور اولیا سے بھی منقول ہی چنانچہ قصہ بہل عزل سید علی ہمدانی وغیرہ
بھی اسی باب سے ہی اور ذرا بھی نقصان اور قدح ملائکہ و اولیا کا سبب نہین ہوتا اور اگر شیاطین کو اپنے
نشاط کی وجہ سے انکی مشابہت ملائکہ اور اولیا کے ساتھ حاصل ہو تو کچھ حرج نہین ہی اس لیے کہ ہر جنس
کے نیک اور بد آپس مین بہت سی باتون مین شریک ہوتے ہین فرق اتنا ہی کہ شیاطین مثل شیخ سدو وغیرہ
کے بنی آدم کو بہکا کے اپنی نذر منواتے ہین اور پاک روحین کسی علم کے القا کرنے کے لیے یا کسی اچھی کیفیت
کے پیدا کرنے کے لیے روح مین قابلیت پیدا کرتی ہین اور کسی ایک کے عمل کا دوسرے کے عمل کے ساتھ
مشابہ ہو جانا صوفیہ کے نزدیک مستبعد نہین ہی لیکن علمائے ظاہر اس قسم کو تلبیسات شیاطین و جن پر محمول
کرتے ہین کیونکہ اُنکے لیے ایسا تصرف باجماع ثابت ہی پس یہ کسی روح مین تصرف کرتے ہین اور کبھی
بزرگون کے نامون مین سے کوئی ایک نام لے لیتے ہین تاکہ لوگ انکار نہ کرین اور تعظیم کے ساتھ
پیش آوین اور انکی بات بغور سنین اور تصوف وغیرہ کے مسائل کا جاننا شیاطین اور جن کے لیے
آسان ہی بعض شیاطین ایسے تصرف سے صریح اغوا کا قصد کرتے ہین اور اچھے لوگون کے سامنے انکا
مکر نہین چلتا اور بعضے تعلیم و ارشاد کی پیروی مین دھوکا دیکر اپنی طرف مائل کرتے ہین اور یہ ایسا
دھوکا ہی کہ عام لوگون کی طرح خواص بھی اس فریب مین آجاتے ہین اور زمانہ جاہلیت مین شیاطین
اکثر اسی طرح آتے تھے اور علمائے ظاہر اس دعوے پر یہ دلیل لاتے ہین کہ اگر ارواح طیبہ سے بھی
ایسا ہی تصرف واقع ہوتا جیسا شیاطین سے واقع ہوتا ہی تو بڑا زبردست دھوکا ہوتا اور بڑا قوی مکر
پھیلتا اور اولیا سے جو قصے منقول ہوے ہین وہ سب زندہ ولیون کے قصے ہین کہ کسی زندہ کی روح
مین تصرف کرکے اسکو بیکار محض کرکے اُسکی زبان سے خود باتین کی ہین اور اس مین کوئی شبہہ نہین ہی

کہ زندگی مین اگر کوئی شخص زندون کی روحون سے بروز روحی کا دعا کرے اور کوئی فعل یا کام
اُس سے صادر ہوا اور اُس زندہ کے طرف رجوع کرکے شبہہ کو حل کرسکتا ہی بخلاف اُن روحون
کے جو عالم برزخ مین ہون اور صوفیہ ارواح اولیا کا کسی مین آنا جائز ہے وہ ولی زندہ ہو یا
مردہ ممکن جانتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر اس شخص کے اقوال وافعال شرع کے موافق ہون تو
روح پاک ہی ورنہ خبیث بالجملہ اچھا طریقہ یہ ہی کہ تصوف کے قاعدے پر امکان کا انکار نکرنا چاہئے
اور وقوع کو جو اشتباہ کے محل مین ہی تسلیم نہ کرلینا چاہیے واللہ اعلم **سوال** ایک شخص جو مثل رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے متحقق و موجود عالم مین کہتا ہی شخص کیسا ہی **جواب** اگر مراد اثبات
مماثلت نبوی ہی مماثلت جمیع صفات نبوی یہ ہین حتی کہ صفت رسالت مین بھی ہی تو یہ قول کفر ہی کیونکہ
قرآن مین خاتم النبیین آپکی صفت موجود ہی پس دوسرے نبی کا دعوے کرنا نص قطعی کے مخالف
ہے علامہ ابن شکور سلمی تمہید مین لکھتے ہین اعلموا ان الواجب علی کل عاقل ان یعتقد ان محمدا کان
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم والان ہو رسول اللہ وکان خاتم الانبیاء ولا یجوز بعدہ
ان یکون احد نبیا ومن ادعی النبوۃ فی زماننا یکون کافرا انتھے جاننا چاہیئے کہ ہر عاقل پر واجب
ہی کہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول تھے اور اب بھی ہین اور خاتم الانبیا
ہین اُنکے بعد کوئی نبی ہونا جائز نہین ہی اور جو ہمارے زمانے مین دعوے نبوت کا کرے وہ کافر ہی
اور اگر مراد مماثلت جمیع صفات کمالیہ محمدیہ مین سوائے نبوت کے ہے تو یہ قول فسق اور مخالف جملہ
اہل سنت کے ہی جمہور علماء شرقا وغربا اس امر کا اعتقاد رکھتے ہین کہ جس طرح ذات محمدی مجمع کمالات
ظاہری و باطنی ہی کوئی مخلوق نہین ہی تمہید مین ہی یجب الاعتقاد بان محمدا اعلم الخلائق و
افضلھم خلافا للروافض انتھے اس بات کا اعتقاد واجب ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ
علیہ وسلم جمیع مخلوقات مین سب سے زائد جاننے والے اور سب سے افضل تھے اور روافض کا
اس مین اختلاف ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہی انا سید ولد ادم ولا فخر مین اولاد آدم کا سردار
ہون اور مجھے کچھ فخر نہین۔ اور دوسری حدیث مین وارد ہی انا اکرم الاولین والاخرین مین اگلے
پچھلون سب سے بزرگ ہون۔ اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیا مین روایت کی ہی ان آمنۃ اتاھا
آت بعد ستۃ اشھر من حملھا وقال یا آمنۃ قد حملت بخیر العالمین فاذا وضعتہ فسمیہ محمدا

جب حمل کے چھ مہینہ گذر گئے تو حضرت آمنہ کے پاس ایک آنے والا آیا اور کہا کہ اے آمنہ تم حاملہ ہوئی ہو خیر العالمین کی پس جب اُنکو جنناتو اُنکا نام محمد رکھنا۔ اور علامہ ابن حجر مکی نعمۃ کبرے مین لکھتے ہین روی الحافظ ابوبکر بن عابد فی کتاب المولد عن ابن عباس قال لما ولد صلی اللہ علیہ وسلم قال فی اذنہ رضوان خازن الجنان ابشر یا محمد فما بقی لنبی علم الا وقد اعطیتہ فانت اکثرھم علما واشجعھم قلبا حافظ ابوبکر بن عابد نے کتاب المولد مین حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کہا انھون نے جب حضور پیدا ہوے تو آپکے کان مین رضوان خازن جنت نے کہا مین تمکو بشارت دیتا ہون کہ تمام انبیا کا علم تمکو دیا گیا ہے پس تم باعتبار علم کے سب سے زائد عالم اور باعتبار قلب کے سب سے زائد شجاع ہو۔ اور مثل اسکے بہت احادیث اور اخبار اس امر پر دلالت کرتے ہین کہ ذات محمدی افضل المخلوقات ہے ایک بھی مخلوق مثل ذات محمدی کے صفات کمالیہ مین نہین ہے چہ جائیکہ چھ مثل اور اگر مراد مماثلت صورت ظاہری مین ہے پس یہ امر شرعا مستبعد نہین ہے ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام صورت مین اشبہ تھے صورت محمدیہ کے ساتھ مگر یہ امر اثبات طلب ہے بغیر تنقیح کے دعوی مماثلت کا صورت محمدیہ کے ساتھ جائز نہین ہے واللہ اعلم۔ **سوال** اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت غوث اعظمؓ کو یہ قوت حاصل ہے کہ جس مقام سے کوئی اُنکو پکارے اُسکی ندا کو وہ سنتے ہین اور اُسکے حال کی طرف متوجہ ہوتے ہین تو موافق قواعد شرعیہ کے یہ عقیدہ کیسا ہے۔ **جواب** یہ عقیدہ خلاف عقائد اہل اسلام بلکہ منجر الی الشرک ہے ہر شخص کی ندا کو ہر جگہ سے ہر وقت سننا پروردگار عالم کے ساتھ خاص ہے کسی مخلوق مین یہ صفت نہین ہے واللہ اعلم۔ **سوال**۔ جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لیگئے وصی مقرر کیا یا نہین علماے اہلسنت کہتے ہین کہ نہین کیا مین پوچھتا ہون یہ اکیا یا اچھا اور خلفا نے جو سقیفہ بنی ساعدہ مین کیا برا کیا یا اچھا تم پیغمبر کی جانب خطا کی نسبت کرتے ہو یا صحاب کی جانب۔ **جواب** جو علماے اہلسنت کہتے ہین درست ہے اور اُنکے خلاف چلنا گمراہی ہے کیونکہ یہ امر قطعی ثابت ہے کہ خلافت کے باب مین کسی صحابی کے حق مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی جلی نص ثابت نہین اور نہ کسی صحابی نے اسکا دعوی کیا ہے کیونکہ اگر کسی کے حق مین آپ سے کوئی نص جلی ہوتی تو چھپی نرہتی بلکہ

تواتر کے درجے کو پہونچ جاتی جیساکہ شرح مواقف مین ہی ثم عدم نص جلی معلوم قطعا لانہ لو وجد للتواتر ولم یمکن سترہ عادۃ اذھو مما یتوفر الدواعی الی نقلہ وایضا لو وجد نص جلی علی امامۃ علیؓ لمنع بہ غیرہ کما منع بہ ابوبکرؓ الانصار لقولہ علیہ السلام الائمۃ من قریش مع کونہ خبرا واحدا فاطاعوہ وترکوا الامامۃ فکیف یتصور ان یوجد نص جلی متواتر فی علیؓ وھو من قوم لایعصون خبر الواحد فی ترک الامامۃ وشانھم فی اصلابتہ فی الدین ما یشھد بہ بذلھم الاموال والانفس مہاجرتھم الاھل والوطن وقتلھم الاولاد والاباء والاقارب فی نصرۃ الدین ثم لایحتج علیؓ علیھم بذلک النص الجلی المتواتر ولایقول احد عند طول النزاع فی امر الامامۃ ما بالکم تنازعون فیھا قد عین فلانا لھا انتھی

پھر کسی نص جلی کا نہونا قطعا معلوم ہی کیونکہ اگر کوئی نص صریح ہوتی تو قطعا متواتر ہوتی اور وہ عادۃً چھپی نہ رہتی اس لیے کہ اُسکی نقل کے جانب بلانے والے بہت ہین اور بھی اگر نص جلی امامت علیؓ پر پائی جاتی تو اُس سے غیر حضرت علیؓ روک دیے جاتے جیساکہ حضرت ابوبکرؓ نے انصار کو روکدیا اس وجہ سے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا امام قریش سے ہون گے باوجودیکہ یہ خبر واحد تھی پس انصار نے اُنکی اطاعت کی اور امامت کو چھوڑ دیا پس یہ کسطرح خیال کیا جاسکتا ہی کہ نص جلی متواتر علیؓ کے متعلق پائی جائے حالانکہ وہ ایک ایسی قوم ہی جو ترک امامت مین خبر واحد کی بھی نافرمانی نہین کرتی اور دین مین اُنکی سختی کی حالت مال ومحبت کے خرچ کرنے مہاجرت ترک وطن قتل اولاد واقارب وآبا سے معلوم ہوتی ہی پھر حضرت علیؓ اس نص جلی متواتر سے دلیل نہ لائے اور امر امامت مین باوجود اتنے جھگڑے کے کسی نے یہ نہ کہا کہ تم لوگ اسقدر کیون لڑ رہے ہو حضور نے تو فلان شخص کو امامت کے لیے معین فرمادیا ہی۔ اور بر تقدیر تحقیق شق ثانی جو کچھ سائل نے کہا کہ مین پوچھتا ہون برا کیا یا اچھا اسکا جواب باختیار شق ثانی ہی یعنے حضور نے اچھا کیا اور اس کی وجہ سے کوئی خطا آپکے ذمے عائد نہین ہوسکتی کیونکہ آپ پر امام کا مقرر کردینا واجب نہ تھا کیونکہ آیہ کریمہ بلغ ما انزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ پہونچا دو جو کچھ تمپر تمھارے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا پس اگر تم یہ نہ کرو تو تمنے اسکی رسالت کو نہین پہونچایا۔ مین وجوب ابلاغ جمیع ما انزل آپ پر ثابت ہی پس اگر

نصب امام بھی آپ پر واجب ہوتا تو ما انزل مین داخل ہونے کی وجہ سے وہ بھی آپ پر ضرور ی ہوتا اور جب ایسا نہین ہی تو حکم الٰہی کا ترک آپ سے لازم نہین آیا وھو معصوم بالاتفاق اور آپ بالاتفاق معصوم ہین - اگرچہ نصب امام آپ سے ثابت نہین ہی اور جو کچھ صحابہ نے سقیفۂ بنی ساعدہ مین کیا تھا عین صواب اور ادائے واجب تھا کیونکہ نفاذ احکام دین کے لیے اور خاص وعام کے امور کی مصلحت کے لیے امام مقرر کرنا اور اُسکی بیعت کرنا صحابہ پر واجب تھا کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہی جیسا کہ ابن عمرؓ سے مسلم سے روایت کی ہی من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ جو شخص مر گیا اور اُس نے کسی کی بیعت نہ کی وہ جاہلیت کی موت مرا پس واجب کے ادا کرنیکی وجہ سے کون خطا لازم آتی ہے جسکی نسبت صحابہ کے جانب کیجائے پس ہم نہ پیغمبرؐ کے جانب خطا کی نسبت کرتے ہین نہ اصحاب کے جانب واللہ اعلم حررہ محمد گوہر علی - الجواب صحیح محمد ارشاد حسین الحنفی - الجواب صحیح محمد عبد القادر الجواب صحیح محی الدین محمد عبد القادر احمدی - اصاب من اجاب محمد عبد اللہ - الجواب ہو الجواب محمد اعجاز حسین قد صح الجواب واللہ اعلم بالصواب محمد عبد الغفار - الجواب صواب محمد ریاست علی - الجواب صحیح محمد امداد حسین - قد صح الجواب حیدر حسین - المجیب مصیب تفضل حسین خان - واقعی نص جلی سے خلافت کا ثبوت حد تواتر کو نہین پہونچا مگر اشارۃً اور دلالۃً اسکا ثبوت احادیث صحیحین سے ہوا ہی اس اجمال کی تفصیل ملا علی قاری کی تحریر کے موافق یہ ہی کہ حضورؐ نے نماز مین حضرت ابوبکرؓ کو امام کیا یہی خلافت کے جانب اشارہ تھا جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ میرے اشارے کو صحابہ سمجھ گئے آپنے وصیت نامہ تحریر کرنے کو ضروری نہ جانا اور حالت مرض مین صحابہ نے بھی آپکو تحریر کی تکلیف دینا نہ چاہی واقعی نماز مین خلیفہ کر دینے کے بعد کہ قولاً وفعلاً ہر طرح حضورؐ کے سامنے ہوا تحریر کی ضرورت باقی نہین رہی مسلمانون کو چاہیئے کہ جہان کہین انبیا علیہم السلام اور صحابہ اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال وافعال مین شبہہ معلوم ہو نیک تاویل کرین کیونکہ ایک مسلمان کو اسلام پر باقی رکھنا اس سے بہتر ہی کہ ہزار نئے مسلمان کرے - بڑے افسوس کی بات ہی کہ لوگ ممکن التاویل بلکہ ظاہر التاویل سے گریز کرتے ہین اور مخالفانہ اعتراض پیش کرتے ہین رافضیون کا عناد صحابہ کے ساتھ ایسا بڑھ گیا ہی کہ سوء ادب جناب رسالت تک ترقی پا گیا -

اور سوال کرنے والا خطا کی نسبت حضور خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے جانب کرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا اس سے بڑھ کے اور کیا گمراہی ہوگی۔ عبارت شرح فقہ اکبر کی یہ ہے وفی الصحیحین عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الیوم الذی بدء فیہ المرض ادعی لی اباک واخاک فقد اکتب لابی بکر کتابا ثم قال یابی اللہ والمسلمون الا ابابکر واما قول عمر ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی یعنی ابابکر وان لا استخلف فلم یستخلف من ھو خیر منی یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلعل مرادہ لم یستخلف بعہد مکتوب ولو کتب عہدا لکتبہ لابی بکر بل قد اراد کتابہ ثم ترکہ وقال یابی اللہ والمسلمون الا ابابکر فکان ھذا ابلغ من مجرد العہد فانہ علیہ السلام دل المسلمین علی استخلاف ابی بکر بالفعل والقول واختارہ لخلافتہ اختیار راض بذلک وعزم علی ان یکتب بذلک عہدا ثم علم ان المسلمین یجتمعون علیہ فترک الکتابۃ اکتفاء بارادۃ اللہ تعالیٰ واختیار الامامۃ ثم عزم علی ذلک فی مرضہ یوم الخمیس فلما حصل لبعضہم شک ھل ذلک القول من جہۃ المرض اوھو قول یجب اتباعہ ترک الکتابۃ اکتفاء بما سبق فلو کان التعیین مما یشتبہ علی الامۃ لبینہ بیانا قاطعا للعذر وردۃ ولکن لما دلہم دلالات متعددۃ علی ان بایع ابابکر الا سعد بن عبادۃ لکونہ ھو الذی کان یطلب الولایۃ ولذا لما بایع عمر وابو عبیدۃ ومن حضر من الانصار قال قائل قتلتم سعدا فقال عمر قتلہ اللہ ولم یقل احد من الصحابۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نص علی غیر ابی بکر من علی رضی اللہ عنہ وعباس رضی اللہ عنہ وغیرہما ولو کان لاظہرہ انتھی

اور صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اپنے مرض کے پہلے دن تشریف لائے اور فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ میں ابوبکر کے متعلق ایک تحریر لکھدوں پھر فرمایا کہ اللہ اور مسلمان انکار کرتے ہیں مگر ابوبکر کے لیے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول کہ اگر خلیفہ بنایا تو خلیفہ بنایا اُس شخص کو جو مجھ سے اچھا ہے یعنے ابوبکر اور اگر نہیں خلیفہ بنایا تو نہیں خلیفہ بنایا اُس شخص کو جو مجھ سے اچھا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پس شاید مقصود یہ ہے کہ نہیں خلیفہ بنایا کسی لکھے ہوئے عہد سے اور اگر لکھتے تو حضرت ابوبکر ہی کے لیے لکھتے بلکہ آپ نے لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا پھر یہ فرماکر چھوڑ دیا کہ نہ قبول کرے گا خدا اور مسلمان مگر ابوبکر کو پس یہ عہد سے

زیادہ بلیغ ہے اس لیے کہ آنحضرت نے مسلمانون کو حضرت ابوبکر کی خلافت قول اور فعل سے بتلادی
اور انکی خلافت کو برضا ورغبت قبول فرمایا اور ارادہ کیا کہ عہد بھی لکھدین پھر یہ جان لیا کہ مسلمان
اسی پر اجماع کرین گے تو کتابت کے خیال کو خدا کے ارادے اور اختیار امامت پر اکتفا کرکے ترک
کردیا پھر اسکا ارادہ پنجشنبہ کو مرض موت مین فرمایا لیکن پھر یہ خیال فرماکر ترک کردیا کہ بعضون کو
شبہہ ہوگا کہ یہ قول مرض کے وجہ سے تھا یا واقعی اسکی اتباع واجب ہے اگر تعیین مشتبہ ہوتی تو
آپ اسکو ضرور بیان فرمادیتے لیکن آپ نے بہت سے طریقون پر بتلادیا اسعد بن عبادہ سے
جو طالب ولایت تھے آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کرائی اور اسی لیے جب عمرو بن عبیدہ اور موجودین
انصار نے بیعت کی تو کسی نے کہا تھا کہ تم لوگون نے سعد کو مار ڈالا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا اسکو
مارے اور صحابہ مین سے کسی نے یہ نہ کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم غیر ابی بکرؓ کو مثلا حضرت علیؓ یا حضرت
عباس رضی اللہ عنہما کو مقرر فرماگئے اور اگر ایسا ہوتا تو صحابہ مین سے کوئی ضرور ظاہر کردیتا۔ اور
صحابہ نے سقیفہ بنی ساعدہ مین جو کچھ مشورہ تقرر خلافت کے متعلق کیا تھا اچھا تھا پہلے منا امیر
ومنکم امیر ہم مین سے ایک امیر ہو اور تم مین سے ایک امیر ہو۔ کہتے تھے جب حضرت عمر نے
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قد امر ابا بکر ان یؤم الناس وایکم تطیب نفسہ
وان یقدم ابا بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو امامت کا حکم دیا اور تم مین سے کون
اپنے کو اچھا اور حضرت ابوبکرؓ پر مقدم جانتا ہے سنا متفق ہوکر کہا نعوذ باللہ ان نتقدم ابا بکر
رضی اللہ عنہ اخرجہ النسائی وابو یعلی والحاکم ہم خدا سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ ہم
بڑھین ابوبکر سے اسکو نسائی اور ابو یعلی اور حاکم نے روایت کیا ہے واللہ اعلم نمقہ محمد لطف اللہ
عفی عنہ صحیح الجواب قال التفتازانی فی شرح المقاصد لو کان نص جلی ظاہر المراد فی مثل ہذا
الامر الخطیر لتواتر واشتہر فیما بین الصحابۃ وظہر علی اجلتہم الذین لہم زیادۃ قرب بالنبی
صلے اللہ علیہ وسلم واللازم منتف والا لم یتوقفوا علی الانقیاد ولم یترددوا واحین اجتمعوا
فی سقیفۃ بنی ساعدۃ لتعیین الامام ولم یقل الانصار منا امیر ومنکم امیر ولم تمل طائفۃ
الی ابی بکرؓ واخری الی علیؓ واخری الی العباسؓ فان قیل علموا ذلک وکتموہ لاغراض لہم فی
ذلک کحب الریاسۃ والعقد علی علیؓ وظنہم ان النص قد لحقہ النسخ الی غیر ذلک وترک علی الحاجۃ بہ

تقیۃ وخوفا من الاعداء وقلۃ وثوق بقبول الجماعۃ قلنا من کان لہ حظ من الدیانۃ والانصاف علم قطعا براءۃ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن مخالفۃ امرہ فی مثل هذا الخطب الجلیل انتھی ملخصا تفتازانی نے شرح مقاصد مین کہا ہی اگر نص جلی ظاہر المراد اس سخت امر مین موجود ہوتی تو ضرور متواتر اور صحابہ مین مشہور ہوتی اور اجلہ صحابہ پر جنکو حضور سے زائد قرب تھا پوشیدہ نرہتی اور لازم منتفی ہی ورنہ اطاعت مین توقف نہ فرماتے اور جب سقیفہ بنی ساعدہ مین تعیین امام کے لیے جمع ہوے تھے تردد نہ کرتے اور انصار منا امیر ومنکم امیر نہ کہتے اور ایک فرقہ حضرت ابو بکر رض کے جانب اور دوسرا حضرت علی رض کے جانب اور تیسرا حضرت عباس رض کے جانب مائل نہوتا اگر کہا جائے کہ وہ اسکو جانتے تھے مگر اپنے اغراض مثلا حب ریاست کینۂ حضرت علی رض کی وجہ سے یا اس گمان کی وجہ سے کہ نص منسوخ ہوگئی ہی یا اور دوسرے وجوہ کی وجہ سے چھپاتے تھے اور حضرت علی رض نے تقیہ کرکے خوف اعدا اور جماعت کے قبول کرلینے کے وثوق کی کمی کی وجہ سے بحث نہ کی تو ہم کہین گے کہ جس مین ذرا بھی دیانت وانصاف ہی وہ قطعا جانتا ہی کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسقدر بڑے امور مین حضور کی مخالفت سے بری ہین۔ واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی **سوال اول** در مختار مین ہی وفیہا اذا سئلنا عن مذہبنا ومذہب مخالفنا قلنا وجوبا مذہبنا صواب یحتمل الخطاء ومذہب مخالفنا خطأ یحتمل الصواب واذا سئلنا عن معتقدنا ومعتقد خصومنا قلنا وجوبا الحق ما نحن علیہ والباطل ما علیہ خصومنا اگر ہمسے ہمارے اور ہمارے مخالف کے مذہب کی متعلق پوچھا جائے تو ہمکو یہ کہنا واجب ہی کہ ہمارا مذہب صحیح ہی غلطی کا احتمال رکھتا ہی اور ہمارے مخالف کا مذہب غلط ہی صحت کا احتمال رکھتا ہی اور جب ہمارے اور ہمارے مخالف کے اعتقاد کے بابت دریافت کیا جائے تو ہمکو یہ کہنا واجب ہی کہ ہمارا اعتقاد صحیح اور ہمارے مخالف کا اعتقاد باطل ہی انتہی یہ عبارت شرح کی محتاج ہی اسکی صاف صاف تشریح فرمائیے اس مسئلہ کا اعتقاد رکھنا کیسا ہی اور کیا حنفیہ کے سوا مذاہب ثلثہ کو باطل جاننا ضروری ہی **سوال دوم** در مختار مین ابیات ابن مبارک مین ہے وقال ابن ادریس مقالا صحیح النقل فی حکم لطیفہ ؛ بان الناس فی فقہ عیال ؛ علی فقہ الامام ابی حنیفۃ ؛ فلعنۃ ربنا اعداد رمل ؛ علی من رد قول ابی حنیفۃ ؛ ابن ادریس نے

ایک بات کہی ہو جسکی نقل صحیح ہی ایک عمدہ حکم مین رد وہ یہ ہی کہ لوگ فقہ مین ایک ہی عیال
ہین امام ابو حنیفہ کی فقہ پر پس ہمارے پروردگار کی لعنت ہو اتنی جتنے کہ اعداد رمل ہین اُس
شخص پر جو امام ابو حنیفہ کے قول کی تردید کرے انتہی۔ اس مین کئی سوال ہین پہلے کیا یہ قول
فی الواقع امام شافعی کا ہی اور سند صحیح سے ثابت ہی یا نہین دوسرے منتخب اللغات مین ہی رد فتح
اور تشدید دال کے ساتھ پلٹانا اور پلٹنا اور واپس لانا اور کوئی چیز فساد کے معنے
مین۔ یہان رد کے کیا معنے ہین تیسرے منتخب مین ہی لعن بالفتح کے معنے ہانکنا اور رحمت اور
نیکی سے دور کرنا اور نفرین کرنے کے ہین۔ چوتھے کسی کو اس بات پر لعنت کرنا جائز ہی یا نہین
پانچوین امام ابو حنیفہ کے رد کرنے والے پر لعنت بھیجنے کی کوئی اچھی دلیل ہی یا نہین۔ اور اگر
نہین ہی تو کیا کسی پر لعنت کرنا تا وقتیکہ کتاب وسنت سے ثابت نہو جائز ہی چھٹے اگر قول مذکور
واقعی بہت سے جگہہ امام شافعی ہی سے منقول ہو جیسا کہ کتابون مین ہی تو بیان فرمائیے **جواب**
سوال اول۔ اس قول کو نسفی نے مصفی کے آخر مین ذکر کیا ہی اور سب نے اونہین سے اخذ کیا
ہی لیکن بظاہر یہ صحیح نہین ہی بلکہ یہ ایک ضعیف نادرست قول پر مبنی ہی اور واجب الاعتقاد
یہ امر ہی کہ مختلف فیہ مسائل مین حق واقعی مجتہدین کے اقوال مین دائر ہی یعنے ان مین سے کوئی
حق ہی لیکن بظاہر انمین سے کسی پر عمل کرنے والا بھی ماخوذ نہوگا محمد امین مشہور بہ ابن عابدین
شامی نے رد المحتار حاشیہ در مختار مین لکھا ہی۔ اعلم انه ذكر في التحرير وشرحه ايضا انه
يجوز تقليد المفضول مع وجود الافضل وبه قال الحنفية والمالكية واكثر الحنابلة
والشافعية وفي رواية عن احمد وطائفة كثيرة من الفقهاء لا يجوز ثم ذكر انه لو التزم
مذهبا معينا كابي حنيفة والشافعي فقيل يلزمه وقيل لا وهو الاصح انتهى وقد شاع
ان العامي لا مذهب له اذا علمت ذلك ظهر لك ان ما ذكر عن النسفي من وجوب
اعتقاد ان مذهبه صواب يحتمل الخطأ مبني على انه لا يجوز تقليد المفضول وانه يلزمه
التزام مذهبه وان ذلك لا يتاتى في العامي وقد رأيت في اخر فتاوى ابن حجر الفقيه
التصريح ببعض ذلك فانه كتب عن عبارة النسفي المذكورة ثم حرر ان قول ايمة الشافعية
كذلك ثم قال ان ذلك مبني على الضعيف من انه يجب تقليد الاعلم دون غيره

والاصح انہ یتخیر تقلید ای شاء ولو مفضولا وان اعتقدہ کذلک وحینئذ فلا یمکن ان یقطع او یظن انہ علی الصواب بل علی المقلد ان یعتقد ان ما ذہب الیہ امامہ یحتمل انہ الحق قال ابن حجر ثم رأیت المحقق ابن الھمام صرح بما یؤیدہ حیث قال فی شرح الہدایۃ ان اخذ العامی بما یقع فی قلبہ انہ اصوب اولی وعلی ھذا اذا استفتی مجتہدین فاختلفا علیہ الاولی ان یاخذ بما یمیل الیہ قلبہ منہما وعندی انہ لو اخذ بقول الذی لا یمیل الیہ جاز لان میلہ وعدمہ سواء والواجب علیہ تقلید مجتہد وقد فعل انتہی وقال السید احمد الطحطاوی فی حواشی الدر المختار قولہ خطأ یحتمل الصواب ھذا بناء علی ان الحق واحد وھو المشہور وانما لم نجزم بخطأ المخالف فی الفروع کما تقدم من ان المجتہد یخطی ویصیب والمراد ان ما ذہب الیہ امامنا صواب عندہ مع احتمال الخطأ اذ کل مجتہد یصیب ویخطی فی نفس الامر واما بالنظر الینا فکل واحد من الاربعۃ مصیب فی اجتہادہ فکل مقلد یقول ھذہ العبارۃ لو سئل عن مذہبہ علی لسان امامہ الذی قلدہ ولیس المراد انہ یکلف کل مقلد اعتقاد خطاء المجتہد الآخر الذی لم یقلدہ لان تقلید واحد منہما انما یسوغ بقدر ضرورۃ التقلید وھی کون المقلد لیس من اہل النظر فی الادلۃ لاستنباط الاحکام الظنیۃ فیقلدہ فی العمل فقط انتہی تحریر و شرح تحریر مین ہی کہ افضل کے باوجود مفضول کی تقلید جائز ہی حنفیہ و مالکیہ و اکثر حنابلہ و شافعیہ اسی کے جانب گئے ہین اور امام احمد اور بہت سے فقہا سے روایت ہی کہ یہ جائز نہین ہی پھر ذکر کیا ہی کہ اگر کوئی مذہب معین لازم کر لیا ہی مثلا امام ابو حنیفہ یا شافعی کا مذہب تو اُسکو لازم ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ نہین اور یہی صحیح ہی انتہی اور یہ بات شایع ہوگئی ہی کہ عوام کا کوئی مذہب نہین ہی اور جبکہ تمنے یہ جان لیا تو یہ بات ظاہر ہی کہ جو نسفی نے کہا کہ اس بات کا اعتقاد واجب ہی کہ اُسکا مذہب صحیح خطا کا محتمل ہی اس بات پر مبنی ہی کہ تقلید مفضول جائز نہین ہی اور اپنے مذہب کو لازم کر لینا ضروری ہی اور یہ عوام مین نہین پایا جا سکتا اور مین نے آخر فتاوی ابن حجر فقیہ مین ان مین سے بعض مسائل کی تصریح دیکھی ہی پس انھون نے نسفی کی عبارت مذکور کو لکھکر تحریر کیا ہی کہ ائمہ شافعیہ کا یہی مذہب ہی پھر کہا ہی کہ یہ اس ضعیف خیال پر مبنی ہی کہ زیادہ جاننے والے کی تقلید واجب ہی نہ دوسرے کی اور صحیح یہ ہی کہ ہر شخص

جسکی چاہے تقلید کرے چاہے وہ مفضول ہو اور معتقد بھی مفضول ہی خیال کرے اور اسوقت
یہ امر نا ممکن ہو کہ یقین یا گمان کیا جائے اس بات کا کہ وہی صحیح ہو بلکہ مقلد پر اپنے امام کے مذہب
کے محتمل حق ہونیکا اعتقاد ضروری ہو ابن حجر نے کہا ہو کہ مین نے محقق ابن ہمام کے کلام مین دیکھا ہو
کہ اُنھون نے اسکی صراحۃً تائید کی ہو شرح ہدایہ مین ہو کہ اگر عامی نے اس بات کو اختیار کیا جو اُسکے
قلب مین صحیح و درست معلوم ہوئی تو یہ اچھا ہو اسی بنا پر اگر کسی عامی نے دو مجتہدون سے کسی مسئلہ مین فتوی لیا اور
اُن دونون مین اختلاف ہو گیا تو اچھا یہ ہو کہ جسکے جانب اسکا قلب مائل ہو اُسے اختیار کرے اور اگر اُسکے قول کو
اختیار کیا جس کے جانب اُس کا قلب مائل نہین ہے تو بھی جائز ہے کیونکہ اُس کا میل اور عدم
میل دونون برابر ہین اور اُسپر مجتہدین سے کسیکی تقلید واجب ہو اور وہ اُس نے کی ہو انتہی
سید احمد طحطاوی نے حواشی درمختار مین لکھا ہو قولہ خطاء یحتمل الصواب یہ اس بات پر مبنی ہو
حق مذہب ایک ہی ہو اور یہی مشہور ہو اور مخالف کی خطا کا اس لیے یقین نہین کہ (جیسا اوپر
بیان ہوا) مجتہد غلطی بھی کرتا ہو اور درست بات بھی کہتا ہو اور مراد یہ ہو کہ جس جانب ہمارے امام
گئے ہین وہ درست ہو غلطی کا احتمال رکھتا ہو اس لیئے کہ ہر مجتہد غلطی بھی کرتا ہو اور درست بات
بھی کہتا ہو باعتبار نفس الامر کے لیکن ہمارے اعتبار سے چارون اپنے اپنے اجتہاد مین درستی پر ہین
پس ہر مقلد یہی کہیگا اگر اُس سے اُسکے امام کے مذہب کے متعلق جبکا وہ مقلد ہو پوچھا جائے ۔ یہ مطلب نہین
ہو کہ ہر مقلد دوسرے مجتہد کے خطا کے اعتقاد کا مکلف ہو کیونکہ تقلید وہین تک ہو جہان تک اسکی
ضرورت ہو یعنے مقلد کو احکام ظنیہ کے استنباط کی دلیلون مین غور و فکر کی ضرورت نہین ہو تو
عمل ہی مین تقلید کرے انتہی ۔ **جواب سوال دوم** ابن مبارک کے ان اشعار مین جن مین
امام شافعی کا قول بیان کیا گیا ہو ذکر لعنت و حکم لعنت (بعضون کے نزدیک) ابن مبارک کا قول
ہو نہ امام شافعی کا کیونکہ بعضے محدثین مثلاً خطیب و نووی و ابن حجر وغیرہ نے کہا ہو کہ امام شافعی نے
فرمایا ہو جو فقہ مین متبحر ہو وہ امام ابو حنیفہ کا عیال ہو اور انکا یہ قول بہت مشہور ہو اور اسیکو
ابن مبارک نے نظم کرکے کہا ہو وقد قال الخ لیکن فلعنۃ ربنا البیت مین اشکال ہو کیونکہ کسی
مسلمان پر بلکہ مرنے کے بعد خاص معین کافر پر بھی لعنت جائز نہین ہو اور بعض ایمہ بعض کی تردید
کیا ہی کرتے ہین اور یہ کوئی بری بات نہین سمجھی جاتی خصوصاً صاحب احقاق حق منظور ہو تو کیا وجہ ہو

کہ تردید امام حنیفہ خاصکر موجب لعنت ہو اور ان اشکال کا جواب دیا کہ مین نے مقدمہ
عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ اور دوسرے رسائل مین وضاحت سے بیان کیا ہی یہ ہی کہ لعنت
کبھی رحمت خدا سے محروم ہوجانے کے معنے مین مستعمل ہوتی ہی اور یہ لعنت مسلمانون پر بھیجنا جائز
نہین اور کبھی خدا کی اُس رحمت سے دوری کے معنون مین جو نیکون کے ساتھ خاص ہی اور
یہ گنہگارون اور فاسقون کے لئے جائز ہی اخبار صحیحہ مین شراب پینے پلانے بنانے اور بیچنے
اور اُٹھانے والے پر اور رشوت لینے اور دینے والے پر اور سود لینے اور دینے اور اسپر شہادت
دینے اور اسکے لکھنے والے پر اور غیر خدا کے نام پر ذبح کرنے والے اور خلق خدا کو اذیت
پہونچانے والے پر اور چغلی کھانے اور کھلانے والے پر اور عورتون کے مشابہ بننے والے
مردو اور مردون کے مشابہ بننے والی عورتون پر لعنت کی گئی ہی جیسا کہ صحاح ستہ وغیرہ کے
دیکھنے والے پر پوشیدہ نہین ہی اب رد امام ابو حنیفہ کا موجب فسق ہونا جو موجب العاد ہی
مستبعد نہین ہی پھر رد سے مراد مطلق رد نہین ہی کہ مباحثہ ایمہ کا اعتراض وارد ہو بلکہ اُنکو
حقیر جانکر اُنکی قدر و منزلت کو کم کرکے اُنکے رتبے مین طعن کرکے اور اُنکے مقلدین کو ایذا پہونچاکر
تردید کرنا جیسا کہ اکثر عوام بلکہ بعضے خواص کی بھی جو عوام کے مثل ہین عادت ہی اور اسطرح
کے رد کرنے والے کے فاسق جائز اللعنۃ بمعنے ثانی ہونے مین کچھ شبہہ نہین ہی اور کسی
معین شخص پر لعنت کا فائدہ نہین دیتا ہی۔ اور اس سے حواشی در مختار مین حلبی کے اس قول
کی تصحیح ہوتی ہی المراد من قولہ رد امحتقرا لہ منکرا ان یکون فیہ قوۃ الاجتہاد والا فلم تزل
الایمۃ تردا اقوال بعضہم مع انہم مثابون علی ذلک نظرا لنصرۃ الحق بحسب ظنہم وکان
الاسلم ان یقول علی من حط قدر ابی حنیفۃ انتہی واما قول للطحطاوی فی حواشیہ ردا
علی الحلبی وفیہ ان غایۃ من ردہ بہذہ الصفۃ المتقدمۃ ان یکون قد ارتکب محرما وہو
لا یلعن بل لا یجوز لعن کافر بخصوصہ اہ فباطل لما اسلفنا وقال ابن عابدین الشامی فی
رد المحتار ای علی من رد ما قالہ من الاحکام الشرعیۃ محتقرا لہا فان ذلک موجب للطرد
والابعاد لا لمجرد الطعن فی الاستدلال لان الایمۃ لم تزل یرد بعضہم قول بعض ولا یجوز
الطعن فی الامام لنفسہ لان غایۃ الحرمۃ فلا یوجب اللعن لکن لیس فیہ لعن شخص معین

فهو کلعن الکاذبین ونحوهم من العصاة انتھے مصنف کے قول رد المختار الخ سے یہ مراد ہی
کہ اُن مین قوت اجتہاد کے پائے جانے کا انکار کرے ورنہ ائمہ ایک دوسرے کی تردید کیا ہی کرتے
ہین اور اسپر ثواب بھی پاتے ہین اس لیے کہ انکا مقصد حق کی مدد ہوتا ہی نہین اچھا یہ تھا کہ کہتے
علی من حط قدر ابی حنیفۃ لیکن طحطاوی کا قول رد حلبی مین (وفیہ ان غایۃ الخ اور اسمین
یہ خرابی ہی کہ جس نے اسطرح رد کی وہ زیادہ سے زیادہ حرام کا مرتکب ہوا اور وہ لعنت کا
مستحق نہین ہی بلکہ کسی خاص معین کا فر پر بھی لعنت جائز نہین) باطل ہی جیسا کہ پہلے بیان ہوا
اور ابن عابدین شامی نے رد المحتار مین لکھا ہی یعنے اُسپر جس نے احکام شرعیہ محررہ امام ابی حنیفہ
کی تردید اُنکو حقیر جان کر کی اس لیے کہ یہ موجب ابعاد ہی نہ محض استدلال مین طعن کرنے سے
کیونکہ ایمہ ہمیشہ ایک دوسرے کی تردید کرتے رہے اور نہ محض نفس امام مین طعن سے کیونکہ
یہ زائد سے زائد حرام ہی تو بھی موجب لعن نہین ہی لیکن اس مین کسی شخص معین پر لعنت
نہین بلکہ ویسی ہی ہی جیسا کہ جھوٹون یا اور دوسرے گنہگارون پر لعنت بھیجی جاتی ہی واللہ اعلم
سوال۔ کھانا یا کپڑا یا اور کوئی چیز خدا کی راہ پر کسی کو دی یا نفل نماز پڑھی ور نفل حج ادا کرکے
کسی کو اسکا ثواب بخشا تو پہونچتا ہی یا نہین **جواب** عبادت مالی ہو یا بدنی خواہ دونون سے
مرکب ہو اگر اسکا ثواب کسی کو بخشا جائے تو پہونچتا ہی **سوال** حضرت شاہ بوعلی قلندر کے فاتحہ
کے لیے سہ منی کا مقرر کرنا یا اسی طرح کسی اور کے فاتحہ کے لیے کسی خاص چیز کو مقرر کرنا جائز ہی یا
نہین **جواب**۔ ایصال ثواب مین طعام معین کی تخصیص نہین ہی بلکہ جو چیز سد دیجائے اُسکا
ثواب ملتا ہی اور جس کو اُسکا ثواب بخشے پہونچتا ہی **سوال** پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی شفاعت
گنہگاران امت کے لیئے ہو گی یا نہین۔ **جواب** ہو گی اسکا انکار کرنا بدعت اور ضلالت ہی
جیسا کہ خوارج اور بعض معتزلہ اسکے قائل ہین۔ شفاعت کرتے وقت حضور حمد کرتے ہوے
سجدے مین جائینگے اور جبتک اللہ کی طرف سے ارفع راسک سل تعطہ اشفع تشفع یعنے
سر اُٹھائیے اور مانگیے دیا جائے گا اور شفاعت کیجیے قبول کیجائیگی ارشاد نہو گا آپ سر نہ اُٹھائینگے
اور حدیث مین ہی کہ جب آیت ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ (عنقریب تمکو تمھارا رب عطا کریگا
بس تم راضی ہو جاؤ گے) نازل ہوئی۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا جبتک مین اپنی امت کی ایک ایک

شخص کو نہ بخشوا لون گا ہرگز راضی نہونگا۔ اور حدیث شریف مین ہو شفاعتی لاھل الکبائر من امتی
رواہ احمد وغیرہ میری شفاعت اپنی امت کے اہل کبائر کے لیے ہو اور کتاب الوصیۃ مین امام ابو حنیفہ سے
مروی ہو کہ شفاعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام اہل جنت کے لیے اگرچہ صاحب گناہ کبیرہ ہون
حق ہو۔ **سوال**۔ اہل خیر جیسے علما شہدا وغیرہ بھی شفاعت کرینگے یا نہین۔ **جواب** اہل خیر
کی شفاعت بھی حق ہو قصیدہ امالیہ مین ہو۔ وما جو شفاعۃ اھل خیر؛ لاصحاب الکبائر کالجبال؛ اہل
کبائر سے بہتون کے لیے اہل خیر کے شفاعت کی امید ہو **سوال**۔ خدا کو رحیم سمجھکر بے خوف ہو جانا
یا اُسکو قہار سمجھکر نا امید ہونیکا کیا حکم ہو **جواب** کفر ہو ایمان خوف اور رجا کے بیچ مین ہو حدیث
مین ہو لو وزن خوف المومن ورجاؤہ لاعتدلا اگر مومن کا خوف اور رجا تولا جائے تو
اعتدال کی حالت مین ہوگا۔ اور کتب عقائد مین ہو الیاس من اللہ کفر والامن من اللہ
اللہ سے مایوس ہو جانا اور بے خوف ہو جانا کفر ہو **سوال** جس نے تمام عمر نماز نہ پڑھی ہو اور ایمان قلبی رکھتا ہو اور
ایمان کے منافی کوئی فعل اس سے صادر نہوا ہو اور ایمان پر کھڑا ہو تو اُسکا کیا حال ہوگا **جواب**
وہ مومن ہو اللہ کو اختیار ہو اگر چاہے بخشدے کیونکہ اُس نے فرمایا ہو ان اللہ لا یغفر ان یشرک
بہ ویغفر مادون ذلک لمن یشاء شرک کے سوا جس گناہ کو اللہ چاہیگا بخشدے گا۔ اور اگر چاہے
سزائے اعمال دینے کے بعد جنت مین بھیجے۔ **سوال**۔ غرغرہ کے وقت اگر کوئی کافر ایمان لائے یا
مسلمان توبہ کرے تو کیا حکم ہو **جواب** ایمان یاس مقبول نہین ہو اور ظاہر حدیث سے جسکو ترمذی
اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہو معلوم ہوتا ہو کہ اُسوقت کی توبہ بھی قبول نہین ہوتی اور اُن حدیثون
سے جنکو ابن جریر اور بخاری نے تاریخ مین اور حاکم اور ابن منذر وغیرہ نے روایت کیا ہو ثابت
ہو کہ جب تک روح باقی رہتی ہو توبہ قبول ہوتی ہو اسی لیے امام زاہد کہتے ہین کہ ایمان یاس باجماع مقبول
نہین اور توبہ یاس اسکی مشیت مین ہو چاہے اپنے فضل سے قبول کرے چاہے تاخیر توبہ کی وجہ
سے بلحاظ عدل نہ قبول کرے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین لکھتے ہین۔ فی الخلاصۃ ایمان الیاس
غیر مقبول وتوبۃ الیاس المختار انہا مقبولۃ انتہی ولا یخفی ان ہذہ الروایۃ مخالفۃ
لظاہر الدرایۃ حیث ورد قولہ علیہ السلام ان اللہ یقبل توبۃ العبد ما لم یغرغر بل
النص الصریح فی قولہ سبحانہ وتعالیٰ ولیست التوبۃ للذین الآیۃ انتہی خلاصہ مین ہے

خوف کا ایمان مقبول نہین ہی اور خوف کی توبہ مختار یہ ہی کہ مقبول ہی انتہی اور یہ پوشیدہ نہین ہی
کہ یہ روایت ظاہر درایت کے خلاف ہی کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ اللہ اپنے بندے کی توبہ قبول
کرتا ہی جبتک کہ اُسکے گلے سے غرغر کی آواز نہ نکلنے لگے بلکہ نص صریح مین ہی ولیست التوبة للذین
الآیہ اور مشکوۃ شریف مین ہی عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ
یقبل توبة العبد مالم یغرغر رواہ الترمذی وابن ماجة انتہی حضرت ابن عمر سے مروی
ہی کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اللہ بندے کی توبہ قبول کرتا ہی جبتک گلے سے غرغر
کی آواز نہ نکلے اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہی اس حدیث کا ظاہر یہ ہی کہ موت
کے وقت توبہ کفر سے ہو خواہ معصیت سے قبول نہین ہوتی اور ظاہر آیۂ کریمہ کا بھی یہی
ہی مگر بعض علما کہتے ہین کہ توبہ معصیت سے صحیح ہی اور کفر سے صحیح نہین پس انکے نزدیک ایمان
یاس غیر مقبول اور توبہ یاس مقبول ہی اور درمنثور مین ہی اخرج ابن جریر عن الحسن قال بلغنی
ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان ابلیس لما رآی آدم اجوف قال وعزتك
لا اخرج من جوفه مادام فیه الروح فقال اللہ تبارك وتعالی وعزتی لا احول بینه وبین
التوبة مادام الروح فیه واخرج ابن المنذر عن ابن عمرو قال مامن ذنب مما یعمل بین السماء
والارض یتوب منه العبد قبل ان یموت الا تاب اللہ علیه واخرج احمد والبخاری فی
التاریخ والحاکم وابن مردویة عن ابی ذران رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال ان اللہ یقبل توبة عبده
ولیغفر لعبده مالم یقع الحجاب قیل وما وقوع الحجاب قال تخرج النفس وهی مشرکة انتهی ابن جریر نے حسن سے
روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب شیطان نے آدم علیہ السلام کو جوف دار دیکھا تو
کہا تیری عزت کی قسم مین اس کے جوف سے جبتک اس مین روح رہے گی نہ نکلونگا پس اللہ تعالے نے
فرمایا میری عزت کی قسم جبتک اس مین روح رہے گی اس کے اور توبہ کے درمیان کچھ حائل نہ ہوگا
اور ابن منذر نے ابن عمرو سے روایت کی ہی اور کہا ہی کہ کوئی گناہ جو آسمان و زمین کے درمیان
کیا جائے اور بندہ اس سے قبل مرنے کے توبہ کرے نہین ہی مگر یہ کہ خدا توبہ کو قبول کر لیتا ہی اور
احمد و بخاری نے تاریخ مین اور حاکم و مردویہ نے ابی ذر سے روایت کی ہی کہ حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ
والثنا نے فرمایا ہی کہ اللہ اپنے بندے کی توبہ کو قبول کرتا ہی اور اپنے بندے کو بخشدیتا ہی جبتک کہ

حجاب نہ واقع ہو پوچھا گیا کہ حجاب کا واقع ہونا کیا ہی آپ نے فرمایا کہ نفس نکلے اور وہ مشرک ہوا انتہی
اور تفسیر احمدی مین ہی قد اختلف فی قبول ایمان الیاس عن الکافر و توبۃ الیاس عن العاصے
و لم یفصل احکامہما احد مثل ما فصلہ الامام الزاہد حیث اورد ھھنا کلاما طویلا حاصلہ
ان ایمان الیاس یکون غیر مقبول بالاجماع و توبۃ الیاس فی مشیۃ اللہ تعالی ان شاء
قبل لشرف ایمانہ و کان فضلا منہ و ان شاء لم یقبل لتقصیرہ و تاخیرہ و کان عدلا و ما من
مومن الا و یتوب عند الیاس من المعاصی کما انہ ما من کافر الا و یتوب عن الکفر
وقت الیاس لقولہ تعالے و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ و ایمان
الیاس ھو الذی لا یکون مسموعا لاحد حتی لو سمع منہ فی تلک الحالۃ لا یکون ایمان باس
بل یکون ایمان اختیار و لکن مع ھذا لا یثبت کونہ من اھل الجنۃ لانہ تعالی یعلم باطنہ و
ظاہرہ فان وافق بالباطن ظاہرہ یقبل و الا و ان رای الملک عیانا و ارتفع عنہ حجاب
اللہ تعالی لا یقبل ایمانہ لانہ ح ایمان الیاس فلا یقبل لقولہ تعالی فلم یک ینفعہم ایمانہم لما
رأوا باسنا و ما اشتہر من ان العبرۃ فی الایمان و الکفر بالخاتمۃ فلیس ذلک باعتبار الباس
بل باعتبار حالۃ الاختیار و توبۃ الباس ان قلنا لم تقبل کما ذھب الیہ اھل خراسان
ابطلنا حرمۃ الایمان و ان قلنا تقبل سویا بین حالۃ الاختیار و الاضطرار و اثبتنا الامان
لکل فاسق من العذاب فیؤل الی مذاہب المرجیۃ فالاولی ھو التعلیق بمشیۃ اللہ تعالی
کما قلنا ھذا حاصل کلامہ انتہے خوف کی حالت مین کافر کے ایمان اور گنہگار کی توبہ قبول
ہونے مین اختلاف ہی اور ان کی احکام کی امام زاہد کی طرح کسی نے تفصیل نہین کی ہی انھون نے
اس جگہہ ایک بہت بڑی بحث لکھی ہی جسکا حاصل یہ ہی کہ ایمان خوف بالاتفاق غیر مقبول ہی
اور توبۂ خوف مشیت الٰہی پر موقوف ہی اگر چاہے تو شرف ایمان کے بدولت قبول کرلے
اور یہ اُسکا فضل ہوگا اور اگر چاہے تو اُسکی تاخیر و تقصیر کے بدولت نہ قبول کرے اور یہ
اُسکا عدل ہی اور ہر مومن خوف کے وقت گناہون سے توبہ کرتا ہی جیسا کہ ہر کافر خوف کے
وقت کفر سے توبہ کرتا ہی کیونکہ خدا نے فرمایا ہے نہین ہی کوئی اہل کتاب سے مگر یہ کہ مرنے کے قبل
خدا پر ایمان لائیگا اور ایمان خوف وہ ہی جسے کسی نے سنا نہو یہان تک کہ اس حالت مین اگر

کوئی اُس سے ایمان نمانے کو سن لے تو وہ ایمان خوف نہوگا بلکہ ایمان اختیار ہوگا لیکن باوجود اسکے اسکا اہل جنت سے ہونا ثابت نہین کیونکہ خدا اُسکے باطن اور ظاہر کو جانتا ہی پس اگر اُس کا ظاہر باطن کے موافق ہوگا تو ایمان قبول کرلیا جاے گا ورنہ نہین اور اگر فرشتون کو دیکھ لیا اور اس سے خدا کا حجاب اٹھ گیا تو اُسکا ایمان مقبول نہین کیونکہ اسوقت یہ ایمان یاس ہی پس مقبول نہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی پس اُنکو اُنکا ایمان نفع دیگا جبکہ اُنھون نے ہمارے خوف کو دیکھ لیا اور جو مشہور ہی کہ ایمان وکفر مین خاتمہ کا اعتبار ہی تو یہ خوف کے اعتبار سے نہین ہی بلکہ حالت اختیار کے اعتبار سے ہی اور تو بہ خوف اگر ہم کہین کہ مقبول نہین ہی جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہی تو ہم حرمت ایمان کو باطل کردین گے اور اگر ہم کہین کہ مقبول ہی تو اختیار واضطرار کی حالت کو مساوی کردینگے اور ہر فاسق کے لیے عذاب سے امان ثابت کرین گے تو یہ مذہب مرجیہ کی جانب لوٹ آئیگا پس اولی خدا کی مشیت پر معلق کرنا ہی جیسا کہ ہمنے کہا یہ اُن کے کلام کا حاصل ہی۔ واللہ اعلم **سوال**۔ جو اعتقاد رکھے کہ ارواح مشائخ کے حاضر ہین اور سب کچھ جانتے ہین اُسکے لیے کیا حکم ہی **جواب** وہ کافر ہی بزازیہ مین ہی من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر انتھے جو شخص کہے کہ ارواح مشائخ کے حاضر ہین جانتے ہین وہ کافر ہی واللہ اعلم **سوال**۔ جو شخص مرتکب کبیرہ کو کافر جانے اور اُس کے پیچھے نماز نا جائز سمجھے اسکو سنی المذہب سمجھنا چاہیے یا نہین **جواب** سنی نہین ہی کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہی کہ کبیرہ گناہ مومن کو ایمان سے خارج نہین کرتا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی صلوا خلف کل بر وفاجر ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھو واللہ اعلم **سوال**۔ رحلت نبوی کے بعد جن ازواج مطہرات نے انتقال فرمایا وہ کے تھین اور اُن کے نام کیا ہین **جواب**۔ نو تھین سودہ بنت زمعہ آپ نے شوال کے مہینے مین ۵۴ھ مین مدینہ منورہ مین انتقال فرمایا عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما آپکا نکاح مکہ معظمہ مین ہجرت سے دو سال یا تین سال پہلے شوال کے مہینے مین ہوا اور نکاح کے وقت آپ چھ برس کی تھین اور نو برس کے سن مین مدینہ مین آپ ہمبستر نبوی ہوئین اور ۵۶ھ یا ۵۷ھ مین سترھوین رمضان کو مدینہ منورہ مین انتقال فرمایا اور بقیع مین دفن ہوئین حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہجرت کے تیسرے سال نکاح ہوا اور ۴۵ھ مین انتقال فرمایا

ایسا ہی ابن حجر نے کہا ہو ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان آپ نکاح کے وقت حبشہ مین تھین اور نجاشی نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انکا مہر چار سو دینار ادا کیا آپ نے ۴۴ھ مین مدینہ منورہ مین انتقال فرمایا ام سلمہؓ آپنے ۶۲ھ مین ازواج مین سب سے بعد انتقال فرمایا اور بعض کے نزدیک آپنے ۵۹ھ مین انتقال فرمایا ایسا ہی ابن حجر نے کہا ہو زینبؓ بنت جحش آپ نے ازواج مین آنحضرت کے بعد سب سے پہلے ۲۰ھ مین انتقال فرمایا جویریہؓ بنت حارث آپکی وفات ۵۶ھ مین ہوئی صفیہؓ خیبر کی لڑائی مین آپ اسیر ہو کے آئی تھین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو آزاد کیا اور آزاد کرنے کو آپکا مہر قرار دیا ۵۰ھ مین انتقال فرمایا میمونہؓ آپ نے ۵۱ھ مین وفات فرمائی اور سرف مین دفن ہوئین۔ واللہ اعلم **سوال**۔ حضور کے سامنے معاشرت کے بعد آپکی کتنی بیبیون نے انتقال فرمایا تھا **جواب** تین نے خدیجہؓ بنت خویلد نے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا سن ان سے نکاح کرتے وقت پچیس برس دو مہینے دس دن کا تھا حضرت خدیجہؓ ذہجرت سے پہلے وفات فرمائی زینبؓ بنت خزیمہ نے کہ انکا نکاح ہجرت سے تیسرے سال ہوا اور آنحضرتؐ کے پاس دو یا تین مہینے زندہ رہین۔ ماہ بنت الصلت آپ نے خلوت صحیحہ سے پہلے انتقال فرمایا واللہ اعلم **سوال** جن بیبیون کو حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے اپنی زندگی مین جدا کر دیا تھا کے تھین **جواب** آٹھ تھین (۱) فاطمہ بنت ضحاک انھین آپ نے اس بات کا اختیار دیا تھا کہ چاہے حضور کی خدمت مین رہین چاہے دنیا کو اختیار کرلین انھون نے دنیا کو اختیار کیا پس حضور نے انھین جدا کر دیا۔ (۲) شراف خواہر دحیۂ کلبی (۳) خولہ بنت ہذیل (۴) اسماء جونیہ (۵) عمرہ بنت یزید (۶) قبیلۂ غفار کی ایک عورت (۷) عالیہ بنت ظبیان ان سب کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل دخول طلاق دی (۸) اور ایک عورت سے جب آپنے قربت کا ارادہ فرمایا تو اُس سے کہا اپنا نفس مجھے دے اُس نے کہا کوئی رئیسہ اپنے نفس کو بازاری شخص کے حوالے نہین کرتی پس آپنے اُسکو جدا کر دیا۔ **سوال** تقلید اور اجتہاد کو کیا جاننا چاہیئے یا بُرا **جواب** مسائل شرعیہ کے نکالنے مین کوشش کرنے کو اجتہاد کہتے ہین اور اجتہاد جناب سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے پسند فرمایا ہی بخاری نے روایت کی ہو قال رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم من اجتہد واصاب فلہ اجران ومن اجتہد واخطأ فلہ اجر واحد
یعنے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی جس نے اجتہاد کیا اور صحیح کیا اُسکے لیے دو اجر
ہین اور جس نے اجتہاد کیا اور غلط کیا اُسکے لیے ایک اجر ہی۔ اور اجلہ صحابہ نے جیسے حضرت
ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعبد اللہ بن مسعود ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہم وغیرہ نے اجتہاد
کیا ہی اور تقلید کہتے ہین اقوال اور افعال مین اپنے غیر کی پیروی کرنے کو اور یہ ایسا امر ہی جسکا
حکم خدا اور رسول نے بھی دیا ہی اللہ تعالی فرماتا ہی اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولے
الامر منکم اطاعت کرو اللہ کی اور اُسکے رسول کی اور اپنے مین سے یعنی مسلمانونمین سے صاحب حکم کی اور تفسیر
احمدی مین ہی والحق ان المراد کل اولی الحکم اما کان او امیرا سلطانا کان او حاکما عالما
کان او مجتہدا قاضیا کان او مفتیا علے حسب مراتب التابع والمتبوع لان النص مطلق
فلا یتقید من غیر دلیل الخصوص انتھے وروی الترمذی واحمد انہ علیہ السلام قال
واطیعوا اذا امرکم وقال اللہ تعالے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور حق یہ
ہی کہ مراد ہر صاحب حکم ہے امام ہو یا امیر سلطان ہو یا حاکم عالم ہو یا مجتہد قاضی ہو یا مفتی تابع
ومتبوع کے مراتب کے موافق کیونکہ نص مطلق ہی تو بلا دلیل خصوص مقید نہ کیجائے گی انتھے
اور ترمذی اور احمد نے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اطاعت
کرو اپنے حکم والون کی اور اللہ تعالے نے فرمایا ہی پس دریافت کرو اہل ذکر سے اگر تم نہ جانتے
ہو۔ **سوال** ۔ شب قدر افضل ہی یا بقول بعض محدثین شب میلاد نبوی افضل ہی۔ **جواب**
تمام راتون پر شب قدر کی بزرگی منصوص اور کئی طرح سے ثابت ہی (۱) اس رات مین ارواح
اور ملائکہ کا نزول زمین پر ہوتا ہی (۲) شام سے صبح تک تجلی باری تعالے آسمان اول پر ہوتی
ہی (۳) لوح محفوظ سے آسمان اول پر نزول قرآن اسی رات مین ہوا ہی اور انھین بزرگیون
کی وجہ سے تسکین اور تسلی امت محمدیہ کے لیے اس ایک رات کی عبادت ثواب مین ہزار مہینون
کی عبادت سے زائد ہی اللہ تعالی نے فرمایا ہی لیلۃ القدر خیر من الف شہر شب قدر ہزار مہینون
سے افضل ہی اور حدیث مین بھی اس رات کے جاگنے کی تاکید آئی ہی اور بعض محدثین نے جو شب
میلاد کو شب قدر پر فضیلت دی ہی تو انکا یہ منشا نہین ہی کہ شب میلاد کی عبادت ثواب مین

شب قدر کی عبادت کے برابر ہو کیونکہ ثواب اور عقاب کی حالت یہ ہو کہ جب تک نص قطعی نہ پائی جائے کسی کام کو باعث ثواب نہیں قرار دے سکتے مگر شب میلاد کو شب قدر پر اپنے افتخار ذاتی سے خدا کے سامنے فضیلت حاصل ہو قصیدہ ہمزیہ فی احوال خیر البریہ میں ہو مصرع تتباھی بک العصفور۔ آپ پر چڑیاں فخر کرتی ہیں۔ وقال الشیخ عبد الحق المحدث الدہلوی رحمہ اللہ فی ما ثبت من السنۃ ثم اذا قلنا انہ ولد لیلا فتلک اللیلۃ افضل من لیلۃ القدر بلاشبہۃ لان لیلۃ المولد لیلۃ ظہورہ صلے اللہ علیہ وسلم ولیلۃ القدر معطاۃ لہ وما تشرف بظہور ذات المشرف من اجلہ اشرف مما شرف بسبب ما اعطیہ ولان لیلۃ القدر تشرف بنزول الملائکۃ فیہا ولیلۃ المولد شرفت بظہورہ صلے اللہ علیہ وسلم ولان لیلۃ القدر وقع التفضیل فیہا علی امۃ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ولیلۃ المولد الشریف وقع التفضیل فیہا علی سائر الموجودات انتھے وقال الشیخ المحدث الحافظ ابن حجر الازمنۃ والامکنۃ تتشرف تشرف من یکون فیہا ومایکون فیہا من المزایا و الکمالات ولذا قال بعضہم ان لیلۃ مولدہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل من لیلۃ القدر انتھے اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ماثبت من السنہ میں لکھتے ہیں پھر جب ہم کہتے ہیں کہ حضور شب میں پیدا ہوئے تو یہ رات شب قدر سے بلاشبہہ افضل ہو کیونکہ شب میلاد آپکے ظہور کی رات ہو اور شب قدر آپ کو دی گئی ہو اور جیسے ذات مشرف کے ظاہر ہونے کی سبب سے شرف ہو وہ اس وجہ سے اشرف ہو اس سے جسے عطیہ ہونے کی وجہ سے شرف حاصل ہوا اور اس وجہ سے کہ شب قدر کو نزول ملائکہ کی وجہ شرف حاصل ہو اور شب میلاد کو حضور سرور کائنات علیہ افضل السلام والتحیات کی وجہ سے اور شب قدر میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت حاصل ہوئی اور شب میلاد میں تمام موجودات کو انتھی اور حافظ ابن حجر محدث رحمہ اللہ نے کہا ہو زمانوں اور مکانوں کو انکی وجہ سے شرف حاصل ہوتا ہو جو اُن میں ہوتے ہیں اور جو اُن میں خوبیاں اور کمالات ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے بعضوں نے کہا ہو کہ شب میلاد شب قدر سے افضل ہو۔ **سوال**۔ امامت کیا چیز ہو اور امام کون ہو اور اس حدیث کے کیا معنے ہیں من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ جسنے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ

جاہلون کی موت مراد ہے جو وارد ہوا ہے کہ ہر سیکڑے کی شروع مین کوئی مجدد دین ہوگا تو اس زمانہ مین کون اسکا مصداق ہے **جواب** امامت عبارت ہے خلافت رسول سے دین کے قائم رکھنے مین اور دنیا کے انتظام کی حفاظت کرنے مین اور امام اُسے کہتے ہین جسکی فرمانبرداری تمام لوگون پر واجب ہو ایسا ہی شرح مواقف مین اور اُسکی شرح مین ہے پس کسی گاؤن کا امیر یا شہر کا امیر امام نہین ہوسکتا ہے اور امام کو ظاہر ہونا چاہیئے تاکہ لوگون کو اس سے فائدہ پہونچے پوشیدہ نہونا چاہیئے اور امام کے لیے مسلمان مرد آزاد عاقل بالغ قریشی ہونا شرط ہے اور معصوم ہونا شرط نہین ہے بلکہ یہ کہ امام زمانے کے لوگون مین سب سے افضل ہو اور عامہ مسلمین کو واجب ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو اپنا امام بناکر سوائے امور نامشروعہ کے تمام امور مین اُسکی فرمانبرداری کرین لقولہ علیہ السلام لاطاعة للمخلوق فی معصیة الخالق خالق کی نافرمانی مین مخلوق کی اطاعت نہین ہے فی شرح المسائرة لابن الھمام واذا قضینا بنفوذ قضایا اھل البغی فی بلادھم التی غلبوا علیہا لمسیس الحاجة فکیف لانقضی بصحة الامامة مع فقد الشروط عند لزوم الضرر العام ابن ہمام شرح مسائرہ مین لکھتے ہین اور جبکہ ہمنے اہل بغی کے احکام کے نافذ ہونے کا حکم اُن بلاد مین جن پر وہ غالب ہین حاجت کی وجہ سے دیا تو پھر ہم ضرر عام کی صورت مین بدون شرائط صحت امامت کا کیونکر حکم نہ دین گے انتھی وفی المرقاة لاتصح خلافة العبد لقولہ علیہ السلام الائمة من قریش قلت لکن یصح امارتہ مطلقا وکذا خلافتہ تسلطا کما ھو فی زماننا فی جمیع البلدان انتھی اور مرقاة مین ہے کہ غلام کی خلافت صحیح نہین ہے کیونکہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ امام قریش سے ہین مین کہتا ہون لیکن اُسکی امارت مطلقا اور اسی طرح اُسکی خلافت تسلطا صحیح ہے جیسا کہ ہمارے زمانے مین آجکل تمام جگہون مین ہے۔ اور حدیث من لم یعرف الخ مین امام سے نبی مراد ہے جیسا کہ خلخالی نے ذکر کیا ہے یا قرآن مراد ہے کیونکہ یہود کے زمانے مین توریت اور نصاریٰ کے زمانے مین انجیل امام تھی اور امت محمدیہ کے زمانے مین قرآن امام ہے اور بعض متکلمین نے حدیث کے معنی یون لکھے ہین فمن لم یعرف امام زمانہ مع انہ فی ظل امامتہ فقد عاش عیش الجاھلیة فیموتہ میتة جاھلیة انتھی یعنے جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ جانا باوجودیکہ وہ امامت کے سایہ مین رہا پس اُس نے جاہلیت کی زندگی بسر کی اور وہ جاہلیت کی موت مریگا اور بعض نے

معنے یون لکھی ہین من لم یعرف امام زمانہ ای الامام الذی بایعہ المسلمون واھل الحل والعقد واجمعوہ اماما فمن لم یعرف انہ امام وانکروا مامتہ وتخلف عن بیعتہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ انتھے اور جس شخص نے اپنے زمانے کے امام کو نہ جانا یعنے اُسے جسکے ہاتھ پر مسلمانون اور اہل حل وعقد نے بیعت کی ہے اور اُسے امام کیا ہی نہ پہچانا کہ یہی امام ہی اور اُسکی امامت کا انکار کیا اور اُسکی بیعت کو توڑ ڈالا پس وہ جاہلیت کی موت مرا اور ہر سیکڑے کی شروع مین مجدد دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا ہوتا ہی اور اُسے خدا ہی جانتا ہی ہر وہ شخص کہ صاحب برکات ہو اور اس سے دین قائم ہو اور عالم مین اُسکا فیض پہونچے وہ مجدد دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصداق ہو سکتا ہی **سوال** - اللہ کا کلام کہ اُسکی صفت ہی اور قدیم ہی اور اُسے کلام نفسی کہتے ہین اُسکا نزول اور تنزیل کیونکر ہوا - **جواب** - کلام نفسی حرف اور صوت کی قسم سے نہین ہی اور اس صفت قدیم کا نازل ہونا محال ہی مولانا یعقوب بنیانی رحمہ اللہ تہذیب الکلام کی شرح مین تحریر فرماتے ہین ذھب اھل الحق الی ان کلامہ تعالی لیس من جنس الاصوات والحروف بل ھی صفۃ ازلیۃ قائمۃ بذات اللہ تعالی منافیۃ للسکوت والآفۃ انتھے اہل حق اس جانب گئے ہین کہ خدا کا کلام جنس اصوات و حروف سے نہین ہی بلکہ یہ صفت ازلی ہی جو خدا کی ذات سے قائم ہی اور سکوت اور آفت کے منافی ہی انتہی - مگر کلام لفظی جسکی قرا تلاوت کرتے اور حفاظ پڑھتے اور کاتب لکھتے ہین اور علماے اصول کی اصطلاح اور عرف شریعت مین اسی کو قرآن کہتے ہین غیر کلام نفسی ہی اور دال ہی کلام نفسی پر جو صفت آلہی ہی اور روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام اسی کو لائے اور اسی کو حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے سامنے پڑھا اور حضور کے گوش مبارک مین پہونچایا اور اسی کو حضرت سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات نے یاد رکھا اور پڑھا اور لوگون کو سنایا فی التفسیر الکبیر اذا قلنا لھذہ الحروف المتوالیۃ والاصوات المتعاقبۃ انھا کلام اللہ کان المراد انھا الفاظ دالۃ علی الصفۃ القدیمۃ القایمۃ بذات اللہ تعالی و اذا قلنا کلام اللہ تعالی قدیم لم نرد بہ الا تلک الصفۃ القدیمۃ انتھے تفسیر کبیر مین ہی اور جبکہ ہم ان حروف متوالیہ اور اصوات متعاقبہ کو یہ کہتے ہین کہ وہ خدا کا کلام ہی تو اس سے مراد یہ ہوتی ہی کہ یہ الفاظ صفت قدیمہ پر جو خدا کے ساتھ قائم ہے دلالت کرتے ہین اور جب ہم کہتے ہین کہ خدا کا کلام قدیم ہی تو ہم اس سے یہی صفت قدیمہ مراد لیتے ہین - اور طرق نزول مین کئی احتمال لکھے گئے ہین (۱) اللہ تعالے نے جبرئیل علیہ السلام کو

اپنا کلام سنوایا اور انھین اُس عبارت پر قادر کردیا جو اس کلام قدیم کی تعبیر کرے (۲) اللہ تعالے نے
لوح محفوظ مین اس نظم کی کتابت کو خلق کیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اُسے پڑھا اور یاد کرکے
خدمت نبوی مین لائے (۳) اللہ تعالی نے اصوات اور الفاظ مقطعہ کو پیدا کیا جبرئیل علیہ السلام
نے اُسے لیا اور انھین علم ضروری حاصل ہوا اس معنے کرکے کہ یہ عبارت کلام قدیم پر دال ہے
قال الامام الرازی ان جبرئیل علیہ السلام سمع فی السماء کلام اللہ تعالی فنزل علی الرسول
فان قیل کیف یسمع جبرئیل علیہ السلام کلام اللہ وکلامہ لیس من الحروف و الاصوات
عندکم قلنا یحتمل ان یخلق اللہ تعالی سماعا لکلامہ ثم اقدرہ علی عبارۃ یعبر بھا عن ذلک الکلام
القدیم ویجوز ان یکون اللہ تعالی خلق فی اللوح المحفوظ کتابتہ بھذا النظم فقراہ جبرئیل فحفظ
ویجوز ان یخلق اصواتا مقطعۃ لھذا النظم المخصوص فتلقفہ جبرئیل ویخلق علما ضروریا بانہ
ھو العبارۃ المودیۃ لمعنے ذلک الکلام القدیم انتھی وقال القاضی البیضاوی والانزال نقل
الشئ من اعلی الی اسفل وھو انما یلحق المعانی بتوسط لحوق الذوات الحاملۃ لھا ولعل نزول
الکتب الآلھیۃ علی الرسل بان یتلقفہ الملک من اللہ تلقفا روحانیا او یحفظہ من اللوح
المحفوظ وینزل بہ فیلقیہ علی الرسول انتھے امام رازی نے کہا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام آسمان
پر خدا کا کلام سنتے تھے پھر اُسکو رسول پر نازل کرتے تھے پس اگر کہا جائے کہ جبرئیل علیہ السلام
خدا کا کلام کیونکر سنتے تھے حالانکہ خدا کا کلام تمھارے نزدیک حروف و اصوات سے نہین ہے
توہم کہین گے کہ احتمال ہو کہ خدا اپنے کلام کے سننے کا کوئی طریقہ پیدا کردے پھر اُنکو اسکی قدرت دے
کہ وہ اس کلام قدیم کو الفاظ سے تعبیر کرین اور جائز ہے کہ اللہ تعالے نے لوح محفوظ مین اُسکو
لکھدیا ہوا ور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پڑھکر یاد کرلیا اور جائز ہو کہ اس نظم کے لیے اصوات مقطعہ
کو پیدا کردیا ہو پس اُسے حضرت جبرئیل علیہ السلام یاد کرلیتے ہون اور علم ضروری پیدا کردیتا ہو اس
بات کا کہ یہی وہ عبارت ہو جو کلام قدیم کو ادا کرتی ہو انتھی اور قاضی بیضاوی نے کہا ہو کہ انزال
شئے کو اوپر سے نیچے لانے کو کہتے ہین اور یہ معنے فانی کو بواسطہ اُنکے اٹھانے ولے ذات کے
لاحق ہوتے ہین اور شاید کہ رسولون پر کتب آلھیہ اس طرح نازل ہوتے ہون کہ فرشتے اُسی روحانی
طرح پر یاد کرلیتے ہون یا لوح محفوظ سے یاد کرتے ہون اور اُنکو لیکر نازل ہوتے ہون اور رسول کے

اُسکا القا کردیتے ہون انتہی **سوال** ۔ بدن سے نکلنے کے بعد مومنین اور کفار کی روحین کہان رہتی ہین **جواب** فتح العزیز مین ہی کہ علیین ایک مقام ساتون آسمان کے اوپر ہی اس علیین کے نیچے کا حصہ سدرۃ المنتہی سے ملا ہوا اور اوپر کا حصہ عرش کے داہنے پائے سے ملا ہوا ہی نیکون کی روحین قبض ہونے کے بعد وہان رہتی ہین اور مقربین بارگاہ حضرت رب العزت یعنے انبیا اور اولیا وہان رہتے ہین اور عوام صلحا کی روحین آسمان دنیا مین یا آسمان و زمین کے بیچ مین یا چاہ زمزم مین رکھی جاتی ہین اور جسد کے ساتھ بھی روحون کا تعلق باقی رہتا ہی ۔ اور ساتوین زمین کے نیچے ایک کالا بدبودار پتھر ہی ابلیس اور دوسرے شیاطین جب اوکا روانوار سے بھاگتے ہین وہین جاتے ہین کفار فجار کی روحون کو قبض ہونے کے بعد پہلے آسمان تک لیجاتے ہین آسمان کے نگہبان فرشتے ان روحون کے لیے دروازہ نہین کھولتے اور روحون کو آنے نہین دیتے ہین پھر اُن روحون کو زمین پر لاتے ہین جب یہان بھی کوئی جگہہ اُنھین قبول نہین کرتی تو ساتوین زمین کے اسی پتھر کے نیچے اس روح کو پہونچاتے ہین وہان یہ روحین طرح طرح کے عذابون مین پھنسی رہتی ہین وفی خزانۃ الروایات ناقلا عن العقیدۃ المعینیۃ النسفیۃ اما ارواح الانبیاء علیہم السلام فتخرج من جسدھم و تصیر مثل صورتھا من المسک والکافور وتکون فی الجنۃ وتاکل و تتنعم وتاوی باللیل الی قنادیل معلقۃ بالعرش واما ارواح الشہداء فتخرج من جسدھم وتدخل فی اجواف طیر خضر فی الجنۃ تاکل و تتنعم وتاوی باللیل الی قنادیل معلقۃ بالعرش واما ارواح المطیعین من المومنین فی ربض الجنۃ لاتاکل ولا تمتع ولکن تنظر فی الجنۃ واما ارواح العصاۃ من المومنین فھما مابین السماء والارض فی الھواء واما ارواح الکفار فھی فی اجواف طیر سود فی السجین تحت الارض السابعۃ انتھے وفی العقائد السنیۃ فی منھاج العمال ان ارواح المومنین فی السماء السابعۃ ینظرون الی منازلھم فی الجنۃ انتھے اور صاحب خزانۃ الروایات نے عقیدہ معینیہ نسفیہ سے نقل کرکے لکھا ہی لیکن انبیا علیہم السلام کی روحین اُن کے جسمون سے نکلتی ہین اور اونکی صورت کے مثل مشک اور کافور سے بنجاتی ہین اور جنت مین رہتی ہین اور کھاتی ہین اور نعمتون سے حظ اُٹھاتے ہین اور رات کو قندیلون مین جو عرش مین لٹکتی ہین رہتی ہین

شہدا کی روحین جب اُن کے جسم سے نکلتی ہین تو سبز طائرون کے پیٹون مین داخل ہو جاتی ہین جو جنت مین رہتی ہین اور وہان کھاتی ہین اور نعمتون سے حظ اٹھاتی ہین اور رات کو قندیلون مین جو عرش مین لٹکتی ہین رہتی ہین اور مومن اطاعت کرنے والون کی روحین جنت مین رہتی ہین نہ کھاتی ہین نہ فائدہ اُٹھاتی ہین لیکن جنت کو دیکھتی رہتی ہین اور نافرمانبردار مومنون کی روحین آسمان اور زمین کے درمیان ہوا مین رہتی ہین اور کفار کی روحین سیاہ طائرون کے جوف مین داخل ہو کر سجین مین جو ساتوین زمین کے نیچے ہے رہتی ہین اور صاحب عقائد سنیہ منہاج العمال سے نقل کر کے لکھتے ہین مومنین کی روحین ساتوین آسمان سے اپنے اُن مکانونکو دیکھتی ہین جو جنت مین اُنکے لیے ہین **سوال**۔ مرنے کے بعد کسی کو جنتی یا دوزخی اعتقاد کرنا چاہیے یا نہین **جواب** کسی کے باطن کا حال یا اُسکا خاتمہ کیونکر ہوا سوا خدا کے کسی کو معلوم نہین ہے لہذا اعتقاد نہ کرنا چاہیے کہ فلان آدمی جنتی ہے یا دوزخی ہے البتہ کہہ سکتے ہین کہ فلان شخص نے جنت مین جانے کے کام کیے اور فلان شخص نے دوزخ مین داخل ہونے کے اعمال کیے **سوال** اہل سنت کا عقیدہ ہے الصحابۃ کلھم عدول یعنے سب صحابی عادل تھے پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ عدالت سے کیا مراد ہے **جواب** یہ عقیدہ نہ عقائد کی پرانی کتابون مین ہے نہ علم کلام مین بلکہ اس فقرہ کو محدثین اصول حدیث راویون کے عادل ہونے کے بیان مین لاتے ہین جس شخص نے اس فقرہ کو عقائد مین داخل کیا ہے وہ وہین سے اسکو لایا ہے اور عدالت روایت مین جھوٹ کے قصد سے بچنے کو کہتے ہین اور اس مین کوئی شبہہ نہین کہ تمام صحابہ متصف بعدالت تھے اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا پر جھوٹ الزام لگانے کو سخت گناہ جانتے تھے **سوال** اصحاب کہف کے بارے مین اہل سنت وجماعت کا کیا عقیدہ ہے **جواب** مشہور اور معتبر مذہب یہ ہے کہ اصحاب کہف زندہ ہین اور امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ اُٹھین گے اور ایک ضعیف روایت مین ہے کہ شب معراج مین جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت اصحاب کہف پر گذر کیا اور وہ لوگ آپ پر ایمان لاکے پھر سو رہے **سوال** پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا واجب القبول ہے یا نہین **جواب** جو دعا الہام یا امر الٰہی یا لوازم و متعلقات نبوت سے ہو واجب القبول ہے ورنہ نہین **سوال**۔ رافضیون کو کافر جاننا چاہیئے یا مسلمان۔ **جواب**

یہ مسئلہ اختلافی ہی تحقیق یہ ہی کہ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر
فضیلت دین وہ بدعتی ہین کافر نہین ہین اور جو لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی
خلافت کے منکر ہون یا اُنکو خلافت کا مستحق نہ جانتے ہون یا شیخین کو گالی دینا حلال جانتے
ہون اُنھین اکثر فقہانے کافر لکھا ہی فی الخلاصۃ والرافضی ان فضل علیا غیرہ فھو مبتدع
ولو انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر انتھے رافضی اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوسرے
خلفاء رضوان اللہ علیہم اجمعین پر فضیلت دے تو وہ مبتدع ہی اور اگر حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہی۔ اور بعضون نے روافض کو مرتد لکھا ہی اور یہ
لکھا ہی کہ انکی توبہ قبول نہو گی اس لیے کہ تقیہ کے جائز ہونے کا اعتقاد رکھتے ہین اور بعض
فقہاء روافض کے اسلام کے قائل ہین اور کہتے ہین جو شخص نص قطعی کا بلا تاویل انکار کرے
اور کہے کہ گو نص قطعی وارد ہوئی ہی مگر مین اسے قبول نہین کرتا وہ کافر ہی اور جو تاویل نص
کا انکار کرے اگرچہ وہ تاویل تاویل ہونے کے لائق نہ ہو تو کافر نہوگا جیسے روافض شیخین کو محبوب
رسول اور خلیفۂ رسول سمجھکر گالی نہین دیتے بلکہ اُنکے نزدیک حضرات شیخین نہ محبوب رسول
ہین نہ خلیفۂ رسول **سوال**۔ ایمان اور کفر کسے کہتے ہین اور کفر کی کتنی قسمین ہین۔ **جواب**
اُن چیزون کی تصدیق کرنا جو رسول لائے ہین ایمان ہی اور عدم ایمان کفر ہی کفر کی چار قسمین
ہین (۱) کفر جہل یعنے نبی کو جھوٹا جاننا دعوی نبوت مین جیسے ابوجہل کا کفر (۲) کفر جحود وعناد
یعنی نبی کو نبی سمجھکر جھٹلانا جیسے اہل کتاب کا کفر قال اللہ تعالی وجحدوا بھا واستیقنتھا
انفسہم فرمایا اللہ تعالی نے اور اُن سے اُن کے دل منکر ہو گئے
ناانصافی اور تکبر کی وجہ سے (۳) کفر شک جیسے اکثر منافقین کو تھا (۴) کفر تاویل یعنے
نبی کے کلام کو غیر محل پر یا تقیہ پر یا مراعات مصالح پر محمول کر کے کافر ہونا **سوال** فقہا اس امر
کے قائل ہین کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے یا شیخین کو گالی دے وہ کافر ہے اور بعض فقہانے
معتزلہ کو کافر کہا ہی اور اہل سنت کے قواعد مین سے لا یکفر احد من اہل القبلۃ ہی یعنے
اہل قبلہ مین سے کوئی کافر نہین ہوتا ہی۔ پس اس کے واقعی معنے کیا ہین۔ **جواب**
مولانا شمس الدین خیالی رحمہ اللہ نے اس قاعدہ کی تاویل مین لکھا ہی معنے ھذا القاعدۃ

ان لا یکفر فی المسائل الاجتہادیۃ اذ لا نزاع فی تکفیر من انکر ضروریات الدین اس قاعدے
کے معنے یہ ہین کہ مسائل اجتہادیہ مین کافر نہین ہوتا کیونکہ منکر ضروریات دین کے کافر ہونے مین
کوئی جھگڑا نہین ہی۔ اور بعض کہتے ہین کہ اس قاعدے مین اہل قبلہ سے وہی لوگ مراد ہین
جو ضروریات دین کے منکر نہون اور جو ضروریات دین کے منکر ہون وہ اہل قبلہ ہی نہین
ہین پس اسکی تکفیر ہوجائے گی۔ **سوال** ضالہ اور مبتدع فرقے کو نجات حاصل ہوگی یا نہین
جواب اگر ضلال اور بدعت کفر اور انکار ضروریات دین کی حد تک نہ پہونچے ہون تو نجات
کی امید رکھنا چاہیے **سوال** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے مین
اہل سنت کے علما کا کیا عقیدہ ہی۔ **جواب** بعضون نے انھین کافر اور ناری کہا ہی اور بعض
کے نزدیک یہ جنتی ہین اور اس مین تین مسلک ہین (۱) یہ کہ اُنکی وفات کفر اور شرک پر ہوئی
لیکن سزا نہ پائین گے اس لیے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی بعثت سے پہلے وفات
کر گئے قال اللہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا اللہ تعالے فرماتا ہی جبتک ہم رسول
نہین بھیج لیتے کسی گروہ پر عذاب نہین کرتے (۲) یہ کہ اُنکی وفات کفر اور شرک پر ہوئی لیکن
پھر زندہ کیے گئے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایمان لائے (۳) یہ کہ ان
دونون نے اپنی عقل سے یا دین ابراہیمی کے استماع سے شرک کی برائی کو جانا اور توحید کا
اعتقاد کر کے بتون سے کنارہ کشی اختیار کی اور حضور کی تشریف آوری کی خبر سنکے آپ کے
ولادت کے انتظار مین رہے اور قطعی ارادہ کر لیا تھا کہ اگر آپکے بعثت کے زمانے کو پائین گے
تو ایمان لائینگے پس گو ایمان تفصیلی ان حضرات کا ثابت نہین مگر ایمان اجمالی ثابت ہی اور
امام اعظم کوفی رحمہ اللہ کا فقہ اکبر مین و والدا رسول اللہ ماتا علے الکفر (یعنے جناب سرکائنات
علیہ افضل الصلوات والتحیات کے ماں باپ نے کفر کی حالت مین وفات فرمائی) کہدینا اس
مسلک کے منافی نہین ہی کیونکہ ممکن ہی کہ ایمان تفصیلی نہ پائے جانے کی وجہ سے کفر کا لفظ
استعمال کیا ہو **سوال** شیاطین کا آدمی کے بدن مین تصرف کرنا جسے آسیب کہتے ہین سچ ہی
یا نہین **جواب** اکثر فرق اسلام کے نزدیک مسلّم ہی اور معتزلہ نے اس مین اختلاف کیا ہے
یتخبطہ الشیطان من المس کے تحت مین صاحب تفسیر نیشاپوری نے لکھا ہی واکثر المسلمین

علی ان الشیطان قادر علی الفزع والقتل والایذاء بتقدیر اللہ تعالی اور اکثر مسلمانونکا خیال ہی کہ شیطان ڈرانے اور قتل کرنے اور دکھ دینے پر خدا کے قادر کرا دینے سے قادر ہی سوال انسان مرنے کے بعد انسان کے جسم مین تصرف قتل یا ایذا کے ساتھ کرتا ہی یا نہین۔ جواب علمائے اہل سنت کا اس مسئلہ مین اختلاف ہی بعض نے اس تصرف کا انکار کیا ہی اس دلیل سے کہ اگر انسان صالح ہی تو یہ ایذا اُسکی صلاح کے منافی ہی اور اگر فاسق یا کافر ہی تو موکلان عذاب کے ہاتھ سے کیونکر چھوٹ سکیگا جو کسی کو ایذا پہونچائے اور بعض نے اس تصرف کا اقرار کیا ہی مگر اقرار کرنے والون مین بھی دو گروہ ہو گئے ہین ایک گروہ کہتا ہی کہ انسان کافر ہو یا مومن ظالم ایذا دینے والا یا باعلان زنا کرنے والا ہو یا مد تجیر تائب ہونے کے بعد عالم برزخ مین ارادہ الٰہی سے مسخ ہو کے جن ہو جاتا ہی خصوصاً جبکہ جنابت کی حالت مین مرے تو جن ہو کے انسان کے جسمون مین تصرف کرتا ہی اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اگرچہ آپکی امت کا عالم شہادت مین مسخ ہونا مفقود ہی مگر عالم برزخ مین بطریق تعذیب ہوگا اور ایسا نہین ہی کہ ہر کافر یا ہر بدکار مومن مسخ ہو جائے بلکہ جسے اللہ چاہے گا وہ مسخ ہو جائیگا اور صلحا اور اتقیا گو جنابت کی حالت مین مرین مسخ نہین ہوتے ملا معین ؒ نے شرح برزخ مین اس مقام کو بہت تفصیل سے لکھا ہی اور دوسرے فرقے کا قول ہی کہ نہ انقلاب ہوتا ہی نہ مسخ بلکہ موافق قول من تشبہ بقوم فھو منھم (جسنے مشابہت کی کسی قوم سے وہ اُنھین مین سے ہی) کے جو آدمی جنون کا کام کرتا ہی اُسے عرف مین بھوت کہتے ہین سوال میزان قیامت کے دن پل صراط پر گذرنے کے بعد رکھی جائیگی یا پہلے جواب پل صراط پر گذرنے سے پہلے کیونکہ میزان اس پہچان کے لیے ہی کہ کون جنتی اور کون دوزخی ہی اور مرور الصراط جنت اور دوزخ مین جانے کا وسیلہ ہی اور یہ جو حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی ہی ان لم تجدینی عند الصراط فاطلبنی عند المیزان یعنے حضور روحی فداہ نے فرمایا ہی اگر تم مجھے صراط کے قریب نہ پاؤ تو میزان کے قریب ڈھونڈھو اسکی مخالف نہین ہی کیونکہ حضور کی غرض یہ ہی کہ مین ان تین جگھون مین سے کسی ایک جگھہ مین ضرور ہونگا پس اسکی صورت یہ ہوگی کہ آپ پہلے صراط کے قریب ہونگے جب امت کا گروہ وزن اعمال سے نجات پا کر جنت کی طرف جانے لگے گا راہ مین پل صراط پر پاؤن لڑکھڑائے گا انھین بچانے

کے لیے آپ وہان تشریف لیجائینگے جب وہان سے فارغ ہونگے پھر میزان کے پاس آ کھڑے ہون گے اور بقیہ امت کو اس دشواری سے چھڑائینگے جب یہ گروہ پل صراط طے کرنے لگے گا آپ پھر تشریف لیجائینگے علی ہذا القیاس چند مرتبہ یہی صورت پیش آئے گی جیسے ہم دنیا مین لڑائی یا تفریحون مین دیکھتے ہین کہ کام کرنے والے اور امرا کبھی اس کام کے لیے ادھر آتے ہین کبھی دوسرے کام کے لیے دوسری طرف جاتے ہین اور یہ آمد و رفت اُنکی مقتضائے ریاست ہی **سوال** صحاب مذاہب اربعہ تابعی تھے یا تبع تابعی اور مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی اور مذہب پر عمل کرنا بُرا ہی یا نہین **جواب**۔ امام مالک و امام شافعی و امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تبع تابعی ہین اور امام ابو حنیفہ بعض کے نزدیک تابعی ہین قال فی التجنیس والمزید صح ان ابا حنیفۃ کان من التابعین روی عن عدۃ من الصحابۃ انتہے صاحب تجنیس فرماتے ہین اور یہ صحیح ہی کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تابعی ہین انھون نے بہت سے صحابہ سے روایت کی ہی اور بعض کہتے ہین کہ امام صاحب کے زمانے مین کئی صحابی زندہ تھے مگر امام صاحب اُن سے مل نسکے حاصل کلام کا یہ ہی کہ ائمہ اربعہ نے بڑی کوشش سے مسائل کو قرآن اور حدیث اور اجماع سے نکالا ہی جہان صریحی نص نہین ملی وہان رعایت شرائط کے ساتھ اجتہاد کیا اور ان مین سے کسی ایک نے یہ نہین کیا کہ حدیث صحیح کو ترک کرکے اپنی رائے پر عمل کیا ہو اور اب بہین سوا تقلید کے کوئی چارہ ہی نہین ہی اور اسی پر اجماع ہی کہ مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی مذہب پر عمل نہ کرے فی الاشباہ وما خالف الائمۃ الاربعۃ مخالف للاجماع وان کان فیہ خلاف لغیرہم فقد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذہب مخالف للاربعۃ لانضباط مذاہبہم وانتشارہا وکثرۃ اتباعہم انتہے اشباہ مین ہی اور جو ائمہ اربعہ کے خلاف ہو وہ اجماع کے خلاف ہی اور اگر اُنکے علاوہ سب کا اختلاف ہو تو تحریر مین اس کی تصریح ہی کہ اجماع اس بات پر منعقد ہی کہ مذاہب اربعہ کے خلاف مذہب پر عمل نہ کرنا چاہیے کیونکہ اُنکے مذاہب منضبط اور متبعین بہت ہین **سوال** مکہ افضل ہی یا مدینہ زادہا اللہ شرفہا الی یوم القیامۃ **جواب** مکہ سے مدینہ کے افضل ہونے یا مدینہ سے مکہ کے افضل ہونے مین اختلاف ہی جو لوگ مدینہ کو مکہ پر فضیلت دیتے ہین حدیث کو سند مین پیش کرتے ہین منجملہ اُنکے وہ حدیث ہی جسکو بخاری اور مسلم نے حضرت انس رضی

سے روایت کیا ہی کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ انتھے اے اللہ مدینہ کو مکہ سے دوچند برکت دے۔ اور وہ حدیث ہی جسکو شیخین نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہی کہ فرمایا حضور سرور کائنات علیہ الصلوات والتحیات نے اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشد انتھے اے اللہ محبوب کر دے ہمارے لیے مدینہ کو جیساکہ محبوب کر دیا تونے ہمارے لیے مکہ کو یا اس سے بھی زیادہ اور جو لوگ مکہ کو مدینہ سے افضل جانتے ہین وہ بھی حدیثون کو سند مین لاتے ہین منجملہ اُن کے وہ حدیث ہی جسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہی کہ جناب خاتم النبیین صلواۃ اللہ وسلامہ الی یوم الدین نے مکہ کے جانب مخاطب ہوکر فرمایا کہ واللہ انک لخیر ارض اللہ الی اللہ واحب ارض اللہ الی اللہ ولولا انی اخرجت منک ماخرجت انتھے خدا کی قسم تو خدا کی زمین مین سب سے اچھی زمین ہی اور خدا کو اُس کی زمین مین سب سے زائد محبوب ہی اور اگر مین تجھسے نہ نکالا جاتا تو مین نہ نکلتا۔ اور فتح العزیز مین ہی ہر شہر مین تمام اقسام کے لوگ ہوتے ہین اور تجارتین اور عمارتین اور مقابر اور مساجد وغیرہ بھی ہوا کرتے ہین لیکن کعبہ کے سوا کسی شہر مین خدا کا ایسا گھر نہین ہی جہان تجلی دائمی ہوتی ہو اور خلق اللہ کی عبادت کا قبلہ سوا کعبہ کے کوئی دوسرا شہر نہین ہی ان تمام مراتب کے ساتھ ایک شرف مکہ کو یہ بھی حاصل ہی کہ یہین حضور روحی فداہ پیدا ہوے اور یہین مبعوث بہدایت ہوے پس یہی شہر اسرار وحی محمدی کا جامع ہی **سوال** یزید کے حق مین کیسا اعتقاد رکھنا چاہیئے **جواب** بعض کہتے ہین کہ جب یزید مسلمانون کے اتفاق سے امیر ہوگیا تو حضرت امام حسین علیہ السلام پر اُسکی طاعت واجب ہوگئی اور یہ نہین جانتے کہ باوجود حضرت امام حسین علیہ السلام کی مخالفت کے امیر ہوگیا تو مسلمانون کا اتفاق ہی کب ہوا ایک جماعت صحابہ اور اولاد صحابہ کی اُسکی طاعت مین داخل نہین ہوئی تھی اور جن لوگون نے اُسکی اطاعت قبول کی تھی اُن مین سے بہتون نے جب اُسے شرابی اور تارک صلوۃ اور زانی دیکھا تو مدینہ منورہ مین پلٹ آئے اور بیعت سے پھر گئے۔ یہ جو لوگ کہتے ہین کہ اُس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل کا نہ حکم دیا تھا نہ اسپر راضی تھا اور قتل کے بعد بھی وہ یا اُسکے اہل بیت اس خبر سے خوش نہین ہوے غلط ہی قال العلامۃ

التفتازانی فی شرح العقائد النسفیۃ والحق ان رضی یزید بقتل الحسین واستبشاره بذالک واهانۃ اهلبیت النبی علیه السلام مما تواتر معناه وان کان تفاصیله احاداً انتهی علامۂ تفتازانی شرح عقائد مین فرماتے ہین اور حق یہ ہی کہ یزید کا امام حسین علیہ السلام کے قتل اور اسکی بشارت اور اہانت اہل بیت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے راضی ہونا اُن چیزون مین سے ہی جنکے معنے متواتر ہین اگرچہ تفاصیل آحاد ہین۔ اور بعض کہتے ہین کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل گناہ کبیرہ ہی کفر نہین ہی اور لعنت کافرون کے لیے مخصوص ہی اور یہ نہین جانتے کہ کفر تو ایک طرف ہی خود ایذاے رسول کیا بُرا نتیجہ رکھتی ہے قال اللہ تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا اللہ تعالیٰ فرماتا ہی جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو اذیت پہونچاتے ہین اونپر خدا دنیا اور آخرت مین لعنت کرتا ہی اور ان کے لیے سخت عذاب مقرر کیا ہی اور بعض کہتے ہین کہ یزید کے خاتمہ کا حال معلوم نہین ممکن ہی کہ اُس نے اس کفر اور معصیت سے توبہ کر لی ہو اور توبہ کرکے مرا ہو اسی جانب امام غزالی نے احیاء العلوم مین میل کیا ہی۔ جاننا چاہیئے کہ احتمال توبہ احتمال ہی احتمال ہی ورنہ اُس بے سعادت نے ایسا برا کام کیا ہی جو اس امت مین کسی نے نہ کیا ہوگا حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل اور اہانت اہل بیت کے بعد مدینہ منورہ کے خراب کرنے کو اور اہل مدینہ کے مارڈالنے کے لیے لشکر بھیجا تھا جسکی بدولت تین دن تک مسجد نبوی مین نہ اذان ہوسکی نہ نماز پھر حرم اور مکہ پر اس نے لشکر کشی کی اور اسی جنگ کے بدولت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حرم کے اندر شہید ہوئے اور یزید ایسے ہی مشاغل مین مشغول تھا کہ مرگیا اُسکے بیٹے معاویہ نے ممبر پر کھڑے ہوکر اپنے باپ کی برائیان کین واللہ اعلم بما فی الضمائر۔ اور بعض لوگ بیباکانہ اسپر لعنت کرنے کو جائز جانتے ہین امام احمد حنبل وغیرہ نے یزید پر لعنت کی ہی اور ابن جوزی نے اپنی کتاب مین سلف سے اُسپر لعنت کرنے کو نقل کیا ہی اور علامۂ تفتازانی نے اُسپر اور اُسکے ساتھیون پر لعنت کی ہی اور بعض بالکل خاموش رہی ہین نہ اُسے اچھا کہتے ہین نہ بُرا سب سے اچھا مسلک یہ ہی کہ اُس شقی کو ترحم اور مغفرت سے یاد نہ کرے اور لعنت جو کافرون کے لیے مخصوص ہی اُس سے بھی اپنے زبان کو آلودہ نہ کرے کیونکہ باوجود کفر کے شیطان پر بھی لعنت نہ کرنا برا نہین ہی صاحب قصیدہ امالیہ فرماتے ہین

ولم یلعن یزید ابعد موتہ ؛ سوی المکثار فی الاعزاء غال ؛ یزید پر مرنے کے بعد تعزیت میں زیادتی اور عفو کرنے والے کے سوا کوئی لعنت نہیں کرتا ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبدالحی]

کتاب القرآن

سوال قرآن شریف کے رسم خط کے قاعدے سے صیغہ مفرد کے بعد الف لکھتے ہیں جیسے سورۂ رعد میں ہو الیہ یدعوا والیہ ماب اور اسی طرح سورۂ جمعہ میں رسولا یتلوا علیہم اور کہیں واو زائد جیسے اولئک میں اور کہیں یے زائد لکھتے ہیں یہ قاعدہ نحویون کے قواعد کے خلاف ہو پس اسی بدل دینا چاہیئے یا جیسا مصحف عثمانی میں ہو باقی رکھنا چاہیئے۔ جواب جیسا ہے ویسا ہی رہنے دینا چاہیئے اور بدلنا درست نہیں ہو علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں القاعدۃ العربیۃ ان اللفظ یکتب بحروف ھجائہ مع مراعاۃ الابتداء بہ والوقف علیہ وقد مھد النحاۃ لہا اصولا وقواعد وقد خالفہا فی بعض الحروف خط مصحف الامام وقال اشہب سئل مالک ھل کتب المصحف علی ما احدثہ الناس من الھجاء فقال لا الا علی الکتبۃ الاولی رواہ الدانی فی المقنع ثم قال ولا مخالف لہ من علماء الامۃ وقال فی موضع اخر سئل مالک عن الحروف فی القرآن مثل الواو والالف الا تری ان یغیر اذا وجد فیہ کذلک قال لا قال ابو عمرو یعنی الواو والالف المزیدتین فی الرسم المعدومتین فی اللفظ نحوا ولو قال الامام احمد یحرم مخالفۃ خط مصحف عثمان فی واو ویاء او الف او غیر ذلک وقال البیہقی فی شعب الایمان من کتب مصحفا فینبغی ان یحافظ علی الھجاء الذی کتبوا فیہ تلک المصاحف ولا یخالفہم فیہ ولا یغیر مما کتبوا شیئا فانہم کانوا اکثر علما واصدق قلبا ولسانا واعظم امانۃ منا فلا ینبغی ان نظن بانفسنا استدراکا علیہم انتہے عربی کا قاعدہ یہ ہو کہ لفظ اپنے حروف ہجا سے لکھا جائے اور ابتدا و وقف کا لحاظ رکھا جائے اور نحویون نے اسکے لیے بہت سے اصول ور قواعد بنائے ہیں اور بعض حروف میں خط مصحف امام ان قواعد کے خلاف واقع ہوا ہی اور اشہب نے کہا ہی کہ مالک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کیا قرآن

لوگون کے نکالے ہوے حروف ہجا رکے موافق لکھا گیا ہی پس انھون نے کہا نہین بلکہ کتابت کے پہلے طریقہ پر لکھا گیا ہی روایت کیا ہی اسکو دانی نے مقنع مین اور علماے امت مین کوئی انکا مخالف نہین ہی اور دوسری جگہہ کہا ہی امام مالک سے قرآن مین حروف (مثل واو والف) کے متعلق پوچھا کہ اگر وہ اس طرح (یعنے خلاف قاعدہ) پائے جائین تو کیا اُن مین تغیر کیا جائیگا انھون نے فرمایا نہین ابو عمرو (عثمان الدانی) نے کہا ہے یعنے واو اور الف زائد خط مین جو لفظ مین نہون مثلا اولوا امام احمد نے کہا ہی مصحف عثمانؓ کے واو، یار، الف۔ یا اور کسی حرف مین مخالفت حرام ہی بیہقی نے شعب الایمان مین کہا ہی کہ جو مصحف کو لکھے اسے اُن ہجار کا یاد رکھنا جن مین مصاحف لکھے گئے ہین ضروری ہی اور اُنکی مخالفت نہ کرے اور جو کچھ لکھا ہی اُسکو نہ بدلے کیونکہ وہ علم مین زائد قلب و زبان کے سچے امانت مین ہمسے پکے تھے تو ہمکو اپنے دل سے اُسپر زیادتی کا گمان نہ کرنا چاہیے۔ اور دوسری جگہہ لکھا ہی وقال الکرمانی فی العجائب کانت صورۃ الفتحۃ فے الخطوط قبل الخط العربی الفا وصورۃ الضمۃ واوا وصورۃ الکسرۃ یاء فکتب لا اوضعوا بالالف مکان الفتحۃ وایتاء ذی القربی بالیاء مکان الکسرۃ واولئک ونحوہ بالواو مکان الضمۃ لقرب عہدہم بالخط الاول انتہے کرمانی نے عجائب مین کہا ہی فتحہ کی صورت خط عربی کے قبل کے خطون مین الف کی تھی اور ضمہ کی صورت واو کی اور کسرہ کی صورت یار کی پس لا اوضعوا مین الف کو فتحہ کی جگہ اور ایتاء ذی القربی مین ی کو کسرہ کی جگہہ اور اولئک وغیرہ مین واو کو ضمہ کی جگہہ لکھا ہی کیونکہ انکا زمانہ خط اول کے زمانہ سے قریب تھا **سوال** جو شخص قرآن شریف کے کسی حرف کو دوسرے حرف سے بدل دے یا کم کردے یا زائد کردے وہ کافر ہی یا نہین **جواب** کافر ہی فی الشفاء للقاضی عیاض قد اجمع المسلمون علی من نقص من القرآن حرفا قاصدا لذلک او بدلہ بحرف اخر مکانہ او زاد فیہ حرفا اخر مما لم یشتمل علیہ المصحف الذی وقع الاجماع علیہ واجمع علی انہ لیس من القرآن عامدا لکل ھذا انہ کافر انتہے قاضی عیاض شفاء مین لکھتے ہین مسلمانون نے اس پر اجماع کرلیا ہی کہ جو شخص قرآن مین قصدا کوئی حرف کم کرے یا اسکو دوسرے حرف سے بدل کر اُسی جگہہ لکھدے یا کوئی اور حرف بڑھادے جو مجمع علیہ مصحف مین نہین پایا جاتا ہی اور اُس کے قرآن مین نہونے پر

اجماع ہو وہ کافر ہی **سوال** قرات صحیحہ کیا ہی اور ضعیف اور شاذ اور باطل کون ہی۔ **جواب**
ابن جزری نے نشر مین لکھا ہی کہ جو قرأت کسی طریقہ سے بھی عربیت کے موافق ہو یا کسی ایک مصحف
عثمانی سے مطابقت رکھتی ہو اگرچہ احتمالا ہی ہو اور اسکی سند صحت کو پہونچی ہو تو وہی قرارت صحیح
ہی اُسکا انکار درست نہین ہی خواہ قرا سبعہ سے منقول ہو یا قرا عشرہ سے اور جو قرأت اس
شروط ثلثہ کے مخالف ہو وہ ضعیف یا شاذ یا باطل ہی ایسا ہی صاحب اتقان نے دانی اور
ابو شامہ اور کواشی وغیرہ سے نقل کیا ہی **سوال** ایک قرأت کو دوسری قرأت سے کسی آیہ یا سورہ
مین ملا دینا مثلاً قرأت حفص کو قرأت ابن عامر سے ملانا درست ہی یا نہین **جواب** ابن صلاح
اور نووی نے کہا ہی کہ قرارت سبعہ یا عشرہ مین سے جس قرأت مین پڑھنا شروع کیا ہو تو اولی
یہ ہی کہ اُسی قرأت مین تمام کرے اور اگر ایک پورا جملہ اس قرارت مین پڑھکے دوسرے جملہ کو
دوسری قرارت مین شروع کیا تو بھی جائز ہی اور بعض ایمہ نے مطلقا ایک قرأت کو دوسری قرارت سے
ملا دینے کو منع کیا ہی اور ابن جزری کہتے ہین کہ اگر دو قراتون کے ملا دینے سے ایسا کلام پیدا ہو جائے
جو عربیت اور لغت کے اعتبار سے مہمل ہو تو قراتون کا ملا دینا جائز نہین ہی جیسے فتلقی ادم من ربہ
کلمات مین (آدم نے اپنے رب کے کلمات پائے) ابن کثیر کی قرأت کے لحاظ سے رفع کلمات اور
غیر ابن کثیر کی قرارت سے رفع آدم لینے سے کلام مہمل ہو جائیگا لہذا یہ صورت درست نہین اور
اگر بہ لحاظ روایت ہی یعنی جن راوی یا قاری کی قرأت کا التزام کیا ہی وہی پڑھے اگر ملا دے گا
تو روایت مین کذب لازم آئیگا اور یہ ممنوع ہی اور اگر تلاوۃً پڑھتا ہی تو ملا دینا جائز ہی اس لیے
کہ سب قرآن ہی ایسا ہی اتقان مین ہی **سوال** قرارت سبعہ متواترہ ہی یا مشہورہ۔ **جواب**
بعض قرائتین حد تواتر کو پہونچ گئی ہین کیونکہ اُنکی نقل کرنے والی ایسی جماعت ہی جس کا کذب پر
متفق ہو جانا محال ہی اور ابتدا سے انتہا تک یہی حالت ہی اور بعض قرائتین ایسی ہوتی ہین کہ رسم عثمان اور عربیت
کے موافق ہین اور سند بھی صحیح رکھتی ہین اور قرا مین مشہور ہین لیکن تواتر کے درجہ کو نہین پہونچی ہین
اور قاریون مین سے کسی نے اُسکو غلط یا شاذ نہین کہا ہی جیسے وہ قرائتین جو قرا سبعہ سے باختلاف
طرق نقل منقول ہین اور بعض احاد ہین کہ صحیح سند رکھتی ہین مگر رسم خط یا عربیت کے مخالف ہین یا
مشہور نہین ہوئین ایسا ہی صاحب اتقان نے ابن جزری سے نقل کرکے لکھا ہی اور یہ نہین سے

معلوم ہوگیا کہ جزئی جزئی قراءتین جو ائمہ سبعہ سے منقول ہین چاہے اُسکے نقل کرنے والے متفق ہون یا مختلف متواتر نہین ہوسکتین بلکہ جن قراءتون کے نقل کرنے والون نے بالاتفاق قراء سبعہ سے نقل کیا ہی متواتر ہین اور مختلف الفاظ جو قراء سبعہ سے نقل ہوئے ہین متواتر نہین ہین جیسا کہ ابوشامہ نے کہا ہی اور زرکشی نے برہان مین لکھا ہی کہ قراءت سبعہ کا تواتر قراء سبعہ سے صحیح ہی مگر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تواتر غیر مسلّم ہی اور بعض تواتر کے قائل ہین **سوال** شاطبی اور تیسیر مین قراءت سبعہ متواترہ ملتی ہین یا نہین **جواب** شاطبی و تیسیر مین متواتر کا التزام نہین ہی بلکہ قراءت مشہورہ بھی ان کتابون مین بہت درج ہین اور قراءت مشہورہ کا انحصار اس کتاب مین نہین ہی اور ائمہ قراءت نے جو شخص اس کتاب مین انحصار قراءت مشہورہ کا دعویٰ کرتا ہی اسکا سختی کے ساتھ انکار کیا ہی جیسا کہ اتقان مین ہی **سوال** جو عالم یا حافظ قراء عشرہ مین سے کسی ایک کی قراءت پڑھے اُسکو خاطی کہنا درست ہی یا نہین **جواب** نہین کیونکہ جب قراءت عشرہ مشہورہ بسند ثابت ہین اور صحیح الروایت ہین تو اُسپر عمل کرنے والے کو خاطی کہنے سے صحابہ اور تابعین کا خاطی ہونا لازم آتا ہی **سوال** سورۂ یوسف مین جو لا تامنا ہے وہ ہندوستان مین بادغام صریح مشہور ہی اور بعض قاری ساتھ فصل ایک نون کے نون آخر سے صحیح کہتے ہین آیا مین صحیح لیا ہی **جواب** لا تامنا جو سورۂ یوسف مین ہی اور صیغہ نفی کا متکلم مع الغیر کے ساتھ ہی باعتبار ادغام و اظہار کئی احتمال رکھتا ہی (۱) اظہار صریح یعنی بفک ادغام اور قراء سبعہ بلکہ عشرہ مین سے کوئی قاری اس قراءت کا قائل نہین ہی کیونکہ رسم خط کے خلاف ہی اور زیادہ ثقیل ہوجاتا ہی مگر قراء اربعہ عشر مین سے اعمش اور طلحہ نے بفک ادغام باظہار صریح پڑھا ہی جیسا کہ صاحب مفتاح رحمانی نے مجمع السرور سے نقل کیا ہی اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین الادغام فی کلمتین اتفق علیہ القراء فی لا تامنا انتہی لا تامنا مین دو کلمون مین ادغام پہ قراء متفق ہین اور اتقان مین ہی اجمع الائمۃ العشرۃ علی ادغام مالک لا تامنا علی یوسف انتہی دسون اماموں نے مالک لا تامنا علی یوسف مین ادغام پر اجماع کیا ہی (۲) دونون نون کا فصل ادغام کے اسطرح پڑھتے ہین کہ حرکت پیش نون کی اسطرح اخفاء کے ساتھ پڑھی جائے کہ ساکن شبہہ ہو اور اسی اخفا کو سیوطی نے اتقان مین روم سے تعبیر کیا ہی اور صاحب تیسیر نے اسکو

اشمام کہا ہی اور اسی اخفا کو اشمام کی حقیقت مان لیا ہی کلھم قرؤا لا تامنا بادغام النون الاولی
فی الثانیۃ و اشمامھا الضم وحقیقۃ الاشمام فی ذلک ان یشار بالحرکۃ الی النون لا بالعضو
الیھا فیکون ذلک اخفاء لا ادغاما صحیحا لان الحرکۃ لا تسکن راسا بل یضعف الصوت
فیفصل بین المدغم والمدغم فیہ لذلک ھذا قول عامۃ ائمتنا وھو الصواب لتاکد
دلالتہ وصحتہ فی القیاس کذا نقل المحقق الشروانی فی حاشیۃ تفسیر البیضاوی سب نے
لا تامنا با دغام نون اول در ثانی و اشمام ضمہ پڑھا ہی اور اسمین اشمام کی حقیقت یہ ہی کہ حرکت سے
نون کے جانب اشارہ کرین نہ کہ عضو سے پس یہ اخفا ہوگا نہ ادغام صحیح کیونکہ حرکت ساکن نہین
ہوتی ہی بلکہ آواز ضعیف ہوجاتی ہی اور مدغم و مدغم فیہ مین اسی سے فرق ظاہر ہوجاتا ہی یہ ہمارے عام ائمہ کا قول ہی اور یہی
صحیح ہی کیونکہ اسکی دلیل قوی ہی اور قیاس اسکو صحیح بھی سمجھتا ہی ایسا ہی نقل کیا ہی محقق شروانی نے حاشیۂ تفسیر بیضاوی
مین اور شاطبی نے اپنے قصیدے مین کہا ہی وتامننا للکل یخفی مفصلا یعنی تمام قراء سبعہ تا مننا کو باخفاء
حرکت نون اول بفک ادغام پڑھتے ہین اور شیخ ابو البقا علی بن عبد اللہ بن عثمان بن محمد
بن احمد بن الحسین القاصح نے قصیدہ سراج القاری المبتدی کی شرح اور تذکرۃ المقری
المنتہی مین لکھا ہی اخبران کل القراء یعنی السبعۃ قرؤا مالک لا تامنا باخفاء حرکۃ النون
ای باظہار النون الاولی واختلاس حرکتہا ثم قال مفصلا یعنی ان الاخفاء یفصل
احدی النونین عن الاخری بخلاف الادغام انتہے خبر دی گئی ہی کہ تمام قراء یعنی قراء
سبعہ نے مالک لا تامنا کو اخفاء حرکت نون سے پڑھا ہی یعنی پہلے نون کو ظاہر کرکے اُسکی
حرکت کو اڑا کر پڑھا پھر کہا ہی مفصلا یعنی اخفا ایک نون کو دوسرے نون سے جدا کردیتا
ہی برخلاف ادغام کے اور محقق شروانی نے حاشیۂ تفسیر بیضاوی مین جعبری شارح قصیدہ
سے نقل کیا ہی کہ حاصل کلام قصیدہ کا یہ ہی کہ تمام ناقلین نے اخفا کو مع فصل کے قراء سبعہ سے
نقل کیا ہی اور واقع مین ایسا نہین ہی کیونکہ اہل عراق اسکے خلاف پر متفق ہین اور مفتاح مین
اس مصرع کے نقل کرنے کے بعد تعریضًا لکھا ہی اور اس وجہ کو اولی کیا ہی جیسا کہ اکثر کا مذہب ہی
قال الشروانی قال الجعبری شارح القصیدۃ یرید بقولہ اخفاء الحرکۃ و اختلاسہا
ومعنی مفصلا فصل احدی النونین عن الاخری وھو حقیقۃ الاخفاء وھذا معنی قولہ

ابی علی الفارسی و یجوز ان یبین ولا بد غم و یخفی الحرکۃ و ہو ان یختلسہا و مفہوم ہذا البیت
ان کلا من النقلۃ رووہ عن السبعۃ ولیس لذلک لاطباق العراقیین علے خلافہ انتھے
شروانی نے کہا ہی کہ جعبری شارح قصیدہ کہتے ہین کہ اخفا حرکت سے مراد حرکت کا اڑا دینا ہی اور
مفصلا کے معنے دونون نون مین سے ایک کو دوسرے سے علحدہ کرنے کے ہین اور یہی حقیقت اظہار
ہی اور یہی ابوعلی فارسی کے قول کے معنے ہین اور جائز ہی کہ نون ظاہر کیے جائین اور ادغام نہ کیے
جائین اور حرکت پوشیدہ رکھی جائے یعنے اڑا دیجائے اور اس بیت کا مفہوم یہ ہی کہ ناقلین مین
سے ہر ایک نے اس روایت کو قرا رسبعہ سے روایت کیا ہی حالانکہ ایسا نہین ہی کیونکہ اہل عراق
اسکے خلاف پر متفق ہین (۳) یہ کہ پہلے نون کو دوسرے نون مین ادغام کرکے باشمام ضمہ در عین
ادغام کی حالت سے پڑھین اور اسکو قرار سبعہ مین سے ابن مجاہد نے روایت کیا ہی اور اسی کو
آسانی کی وجہ سے اکثر اہل ادا نے اختیار کیا ہی جیسا کہ مفتاح رحمانی مین ہی اور یہ وجہ تیسیر
مین نہین لکھی ہی اور اس اشمام کی حقیقت یہ ہی کہ دونون ہونٹھ آپس مین ملجائین اور فقط
عضو کے اشارے سے بغیر آواز نکلے ہوے نون کے ضمہ کو لب کے اشارہ سے ظاہر کرین اور
حرکت پیدا نہونے پائے جیسا کہ شروانی نے جعبری شارح قصیدہ سے نقل کیا ہی اور کنز المعانی مین
ہی وہذا الاشمام ان تضم شفتیک من غیر صوت انتھے اور اشمام یہ ہی کہ دونون ہونٹون کو بغیر
آواز نکالے ہوے ملالو اور شاطبی نے قصیدہ مین کہا ہی ع وادغم مع اشمامہ البعض عنہم
اور ادغام کی روایت کی ہی مع اشمام کے بعضون نے قرار سبعہ سے اور ابن قاصح نے اس
قصیدے کی شرح مین لکھا ہی ثم اخبر ان بعض الاداء کابن مجاہد ادغم النون الاولی
فی الثانیۃ مع اشمام الضم عنہم ای عن السبعۃ وہذا الوجہ لیس فی التیسیر وہذا
الاشمام کالاشمام السابق فی الوقف وہو ضم الشفتین من غیر احداث شئ فی النون انتھے پھر
خبر دی گئی ہی کہ بعض اہل ادا (مثلا ابن مجاہد) نے نون اولی کی نون ثانیہ مین ادغام کی روایت
مع اشمام ضمہ کے قرار سبعہ سے کی ہی اور یہ وجہ تیسیر مین نہین ہی اور یہ اشمام مثل پہلے اشمام کے
ہی وقف مین اور وہ ہونٹون کا ملا لینا ہی بغیر کسی نون کی آواز کے (۴) یہ کہ پہلے نون کو دوسرے
نون مین ادغام کرکے فقط صریح ادغام کے ساتھ بغیر اشمام اور اشارۂ ضمہ کے پڑھین قرار سبعہ مین سے

ابوجعفر نے اسی کو اختیار کیا ہی جیسا کہ اتقان مین ہی اور یہ صورت بھی تیسیر مین نہین ہی اور صاحب مفتاح رحمانی نے لکھا ہی قرا سبعہ نے لا تامنا مین ادغام محض اس لیے نہین کیا ہی کہ لا ئے نہی سے جو حرف جازم ہے التباس نہو جائے مگر صاحب سراج القاری لکھتے ہین کہ بغیر اشمام کے صریح ادغام بھی قرا سبعہ کی قراوت ہی عبارتہ ھکذا وفی کلام الناظم اشارة الی وجہ ثالث وھو الادغام الصریح بدون اشمام لانہ لما قال وادغم مع اشمامہ البعض عنھم دل علی ان البعض ادغم من غیر اشمام فھذہ ثلثة اوجہ قراءة کل واحد من السبعة وھذا الوجہ الثالث لیس فی التیسیر ایضا ونص ابن جبارة علی الاوجہ الثلثة انکی عبارت یہ ہی اور ناظم کے کلام مین اشارہ ہی تیسرے طریقہ کے جانب اور وہ ادغام صریح ہی بغیر اشمام کے کیونکہ جب اُس نے کہا وادغم مع اشمامہ البعض عنھم تو اُس نے دلالت کی اسپر کہ بعض نے ادغام کیا ہی بغیر اشمام کے پس یہ تین وجہین ہین اور ہر ایک کی قراوت قراء سبعہ سے ہی اور تیسری وجہ تیسیر مین بھی نہین ہی اور ابن جبارہ تینون وجھون پر دلیلین لائے ہین۔ الحاصل جو لوگ لا تامنا بادغام صریح بغیر اشمام اور روم کے پڑھین انھین ملامت نہ کرنا چاہیئے **سوال** قرآن شریف کے ختم کے وقت سورہ اخلاص کا تین مرتبہ پڑھنا مستحسن ہی یا نہین۔ **جواب** مستحسن ہی شرح منیہ مین ہی قراءة قل ھو اللہ احد ثلث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنھا بعض المشائخ وقال الفقیہ ابو اللیث ھذا شئ استحسنہ اھل القرآن وائمة الامصار فلا باس بہ الا ان یکون الختم فی المکتوبة فلا یزیدہ علی مرة انتھے قرآن کے ختم کرتے وقت قل ھو اللہ احد کا تین مرتبہ پڑھنا بعض مشائخ نے مستحسن نہین جانا ہی اور فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ اسے اہل قرآن اور ائمہ نے مستحسن جانا ہی پس اسمین کوئی حرج نہین ہی مگر یہ کہ ختم اگر فرض نماز مین ہو تو ایک مرتبہ سے زائد نہ پڑھے **سوال** تفسیر جلالین مین ہی کان مزاجھا ما تمزج بہ کافورا اس شراب کا مزاج یعنے جس مین وہ ملائی جاتی ہی کافور ہی اور صاحب کمالین لکھتے ہین یرید انہ اسم کالامام لما یؤتم بہ انتھے اس سے یہ مراد ہی کہ یہ اسم ہی جیسے امام مایؤتم بہ کے معنی مین ان عبارتون کی توجیہ کیا ہی کیونکہ یہ تفاسیر متداولہ کے خلاف ہین **جواب** مزاج معنی مین ما یمزج بہ الشئ کے لغت اور تفسیر کی کتابون مین آیا ہی تفسیر الکواشی

مزاجها ما تمزج به انتهى شراب کا مزاج وہ ہی جس سے وہ ملائی جائے۔ اور محمد بن ابی بکر رازی نے تفسیر
غرائب القرآن مین لکھا ہی مزاج الشراب ما تمزج به انتهى شراب کا مزاج وہ ہی جس سے وہ ملائی جائے اور صاحب
فیوضات آلہیہ لکھتے ہین المزاج ما یمزج به انتهى مزاج وہ ہی جس سے وہ ملائی جاوی اور تفسیر کشاف مین ہے
مزاجها ما تمزج به انتهى شراب کا مزاج وہ ہی جس سے ملائی جاوی اسی طرح قوام ما یقام کا الشئی کے معنے مین
مستعمل ہی جیسا کہ فیوضات آلہیہ مین ہی اور ختام ما یختم به کے معنی مین آیا ہی جیسا کہ تفسیر کواشی مین ہی اور اس بات کی صراحت
کہ مزاج اسم آلہ ہی کتب حاضرہ مین میری نظر سے نہین گذری مگر اس وزن پر آنے والے دوسرے الفاظ
کا شمار اسم آلہ مین کیا گیا ہی رضی شرح شافیہ مین ہی وجاء الفعال ایضا للآلۃ کالخیاط و
النظام اور فعال بھی آلہ کے لیے آیا ہی جیسے خیاط اور نظام اسم آلہ ہین۔ اور اسم آلہ کی تعریف
بھی اس لفظ پر صادق آتی ہی اور علینی شرح شافیہ مین لکھتے ہین ھو اسم مشتق من فعل لیستعان
به فی ذلك الفعل انتهى وہ اسم ہی جو فعل سے مشتق ہو تا کہ اُس سے اس کام مین مدد لیجائے
اور جاربردی نے شافیہ کی شرح مین لکھا ہی الآلۃ کل اسم اشتق من فعل اسما لما یستعان
به فی ذلك الفعل کالمفتاح فانه اسم لما یفتح به وقد یطلق علی ما یفعل به اذا کان
مما یستعان به فی المعنے کالمحلب انتهى آلہ ہر وہ اسم ہی جو فعل سے مشتق ہو نام ہو اس
چیز کا جس سے اُس فعل مین مدد لیجائے جیسے مفتاح اس لیے کہ وہ نام ہی اُس چیز کا جس سے شئی
کھولی جائے اور کبھی اُسپر بھی اطلاق ہوتا ہی جس مین کام کیا جائے جبکہ ان چیزون مین سے ہو جن سے
مدد لی جائے مثلا محلب۔ ان وجوہ سے مزاج کو اسم آلہ کہہ سکتے ہین۔ **سوال** اگر قرآن شریف
کا تلاوت کرنے والا ایک ایک آیت یا ایک ایک رکوع پڑھتا جائے اور فارسی یا اردو مین
ترجمہ کرتا جائے تو اس سے کلام باری مین کلام کی شرکت ہوتی ہی یا نہین اور اگر شرکت ہوتی
ہی تو کیا حکم ہی **جواب** جبکہ اُسکا مقصد فقط قرآن پڑھنا ہی نہین ہی بلکہ اُسکے معانی کا سمجھنا ہی
تو کوئی حرج نہین۔ **سوال** اگر کوئی شخص بلند آواز سے قرآن شریف پڑھے اور پڑھنے والے
کے ادھر ادھر جو لوگ بیٹھے ہین وہ کسی وجہ سے کان لگا کر نہ سنین یا دنیاوی کامون مین پھنسے
ہونے کی وجہ سے نہ سن سکین تو کیا ایسی صورت مین پڑھنے والے کو چپکے سے پڑھنا لازم ہوگا
یا نہین بشرطیکہ اُسے چپکے سے پڑھنا لازم ہو مگر وہ چپکے سے نہ پڑھے تو کیا حکم ہی **جواب** سلمین کہ

قرآن شریف کا سننا فرض ہی اگر لوگ کاموں میں پھنسے ہوں اور قرآن شریف کے سننے کی طرف متوجہ نہو سکیں تو پڑھنے والے کو چاہیئے کہ چپکے سے پڑھے اور بلند آواز سے پڑھکے حاضرین کو گنہگار بنانے کا باعث نہو۔ علامہ منقاری زادہ نے الاتباع فی مسئلۃ الاستماع میں لکھا ہی فی المحیط یکرہ رفع الصوت بقراءۃ القرآن عند المشتغلین لان فیہ منع غیرہ عن شغلہ محیط میں ہے قرآن شریف کے پڑھنے میں آواز بلند کرنا مشتغلین کے پاس مکروہ ہی کیونکہ اس میں غیر کو اُسکے شغل سے روکنا ہی وفی شرح التحفۃ نقلا عن ظہیر الدین التمرتاشی لا یقرأ القرآن جہرا عند المشتغلین بالاعمال لما فیہ من قطعہم عن الاعمال او ترک الاستماع وفی المنہیۃ امرأۃ تغزل فی البیت لیس لاحد ان یقرأ القرآن عندہا جہرا انتھی ملخصا اور شرح تحفہ میں ظہیر الدین تمرتاشی سے نقل کیا ہی کہ جو لوگ کاموں میں مشغول ہوں اُنکے سامنے قرآن شریف زور سے نہ پڑھا جائے کیونکہ اس میں یا تو انھیں کاموں سے روکنا ہی یا قرآن نہ سننا اور منہیہ میں ہی جو عورت گھر میں سوت کاتتی ہو اُسکے پاس زور سے قرآن شریف پڑھنا کسی کو جائز نہیں ہی انتھی ملخصا واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ اصاب من اجاب واللہ اعلم بالصواب حررہ محمد رحمت اللہ عفی عنہ۔

باب الجنۃ

سوال۔ بی نکاحی عورت جو مر جاتی ہی جنت میں کسکو دیجائے گی **جواب** جسے وہ پسند کرے گی اُسکے ساتھ نکاح ہو جائے گا اور اگر انسانوں میں سے کسی کو وہ پسند نہ کرے گی تو اللہ تعالی حور عین میں سے ایک مرد کو پیدا کرکے اُسکے ساتھ اس عورت کا نکاح کر دے گا غرائب میں ہے ولو ماتت قبل ان یتزوج تخیر ایضا ان رضیت بادمی زوجت منہ وان لم ترض فاللہ یخلق ذکرا من الحور العین فیزوجہا منہا انتھے اور اگر شادی ہونے سے پہلے کوئی عورت مرجائے تو اُسے بھی اختیار دیا جائے گا چاہے تو کسی آدمی سے راضی ہو جائے اور اُسکے ساتھ شادی کرے اور اگر نہ راضی ہو تو خدا اُسکے لیے حور عین سے ایک مرد پیدا کرکے اُسکے ساتھ اسکی شادی کرے گا **سوال** جس عورت نے دنیا میں ایک شوہر کے مرنے کے بعد دوسرے

سے شادی کی ہو وہ جنت مین کسکو دیجائے گی **جواب** بعض کے نزدیک اس عورت کو اختیار دیا جائے گا دونون مین سے جسکو پسند کرے گی اُسکے پاس رہے گی اور بعض کہتے ہین کہ شوہر آخر اُسکو دیجائے گی غرائب مین ہی اختلف الناس فی المراۃ التی یکون لہا زوجان فی الدنیا لایہما تکون فی الاخرۃ قیل تکون لاخرہما وقیل تخیر فتختار ایہما شاء انتہے اور لوگون کا اختلاف ہوا ہی اُس عورت کے متعلق جسکے دنیا مین دو شوہر ہون کہ وہ آخرت مین کسکو ملے گی بعضون کے نزدیک دوسرے شوہر کو ملیگی اور بعضون کے نزدیک اُسے اختیار دیا جائیگا جسکو چاہے اختیار کرے۔ **سوال** حضرت آدم علیہ السلام جس جنت سے نکالے گئے ہین حساب وکتاب کے بعد مومنین اُسی جنت مین داخل کیے جائین گے یا کسی اور جنت مین اور قبر مین جنت اور دوزخ کی جو کھڑکیان ہوتی ہین اسی جنت کی کھڑکیان ہین یا کسی اور کی ان امور کا اعتقاد رکھنے والا کیسا ہی اور اُسکے اعتقاد کو قرآن اور حدیث سے مطابقت ہے یا نہین

(۱) جنت دو قسم کی ہی (۱) صغری (۲) کبری صغری جبل یاقوت پر ہی اسکو جنت برزخ بھی کہتے ہین (۲) کبری مین قیامت کے بعد مستحقین داخل ہونگے اور وہ بالفعل اللہ کے علم مین ہی۔ (۲) حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جس جنت سے نکالے گئے ہین وہی جنت البرزخ ہی قیامت کے بعد لوگ اسکے علاوہ ایک اور جنت مین جسکا نام کبرے ہی داخل کیے جائین گے (۳) قبر مین جنت اور دوزخ کی جو کھڑکیان کھولی جاتی ہین یہ بھی جنت ونار صغری کی کھڑکیان ہین کبری قیامت سے پہلے کسی کو نہین مل سکتی ہو المصوب سیکڑون حدیثون سے یہ امر بلاشبہہ ثابت ہی کہ جس جنت مین حساب وکتاب کے بعد اہل اسلام داخل ہونگے وہی جنت ہی جس مین حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام رہے تھے اور بسبب گناہ صادر ہونے کے جہان سے زمین پر بھیجے گئے تھے اور اسی جنت کا دریچہ قبر مین کھولا جاتا ہی اور اُسکا مقام ساتوین آسمان پر ہی ولقد راٰہ نزلۃ اخری عند سدرۃ المنتہی عندہا جنۃ الماوی اور بیشک اس فرشتے کو دیکھا تھا ایک بار اور بھی سدرۃ المنتہی کے پاس اسکے نزدیک جنت آرامگاہ ہی۔ اور جہنم بھی ایک ہی جسکا مقر فی الحال ساتوین زمین کے نیچے ہی اس مین کفار بطور خلود کے اور اہل اسلام فساق داخل ہونگے اور اسیکا دریچہ قبر مین کفار کے واسطے کھلتا ہی اور سوا اسکے

دوسری جنت کا قرآن واحادیث وآثار صحابہ وکتب علمائے شریعت سے نشان نہین معلوم ہوتا ہی اور یہ اعتقاد کہ جنت ونار دو قسم کے ہین اور مسکن حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا جنت البرزخ مین تھا اور دریچہ قبر مین اُس جنت ونار سے جو مقر جن وانس بعد حساب کے ہونگے نہین کھولا جاتا ہی بلکہ صغری سے جہالت ہی بلکہ بعد وضوح دلائل ضلالت ہی ہان یہ قول بعض اہل کشف سے منقول ہی مگر چونکہ قرآن وحدیث کے بالکلیہ مخالف ہی بالضرورۃ خطاء کشفی پر محمول ہوگا اور بمقابلہ آیات واحادیث وآثار کہ جن مین جبل یاقوت کا پتہ نہین اور نہ نار وجنت صغری کا صراحۃ یا اشارۃ تذکرہ ہی ہرگز مسموع نہوگا اور شاید اگر ایسے اعتقاد رکھنے والے کو اشتباہ عبدالوہاب شعرانی کے خاتمہ میزان کبرے سے واقع ہو کہ اُس مین یہ رقم ہی ثم اعلم یا اخی ان الجنۃ التی کان فیہا آدم لیست بالجنۃ الکبری المدخرۃ فی علم اللہ کما قد یتبادر الی الاذہان وانما ھی جنۃ البرزخ التی فوق جبل الیاقوت کما قالہ اھل الکشف الخ پھر جان تو اے میرے بھائی کہ وہ جنت جس مین حضرت آدم علیہ السلام تشریف رکھتے تھے جنت کبری جسکا علم خدا ہی کو ہی نہین ہی جیسا کہ ذہنون مین آتا ہی بلکہ وہ جنت برزخ ہی جو جبل یاقوت پر ہی جیسا کہ اہل کشف نے کہا ہی۔ تو اسکا رفع یون سمجھنا چاہیئے کہ خود شعرانی کے نزدیک یہ قول معتبر نہین ہی اور نہ یہ قول جملہ ارباب کشف کا ہی بلکہ بعض کا ہے خود شعرانی اپنی تالیف کتاب الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر مین لکھتے ہین المبحث الاولی والسبعون فی بیان ان الجنۃ والنار حق وانہما مخلوقتان قبل خلق آدم علیہ السلام کما تقدم بسطہ فی المبحث الثانی من الکتاب فی حدوث العالم وذکرنا ھناک ان خلق الجنۃ والنار متاخر عن خلق الدنیا بتسعۃ آلاف سنۃ ولذلک سمیت الجنۃ بالآخرۃ لتاخر خلقہا عن خلق الدنیا وھما مخلوقتان مھیاتان لاصحابہم قبل خلقہم وزعم اکثر المعتزلۃ انہما یخلقان یوم الجزاء ودلیلنا علیہم النصوص الصریحۃ الصحیحۃ الدالۃ علی انہما مخلوقتان قبل یوم الجزاء نحو قولہ تعالی اعدت للمتقین واعدت للکافرین وقصۃ آدم وحواء واسکانہما الجنۃ واخراجہما منہا ونحو ذلک کحدیث یفتح للمومن فی قبرہ کوۃ فینظر منہا الی الجنۃ ویدخل علیہ من روحہا ونعیمہا ویفتح للکافر کوۃ الی النار فیدخل علیہ من حرہا وسمومہا

وبحدیث لما خلق اللہ جنۃ عدن بیدہ ودلی فیہا ثمارھا وشق فیہا انہارھا قال لہا تکلمی فقالت قد افلح المومنون رواھما البخاری وغیرہ وقولہ صلے اللہ علیہ وسلم رأیت الجنۃ والنار فی عدۃ احادیث وکان الشیخ محی الدین ابن عربی یقول الجنۃ والنار مخلوقتان لکنہما لا یکمل بناؤھما الا بانتہاء الدنیا والقضاء زمن التکلیف فہما بمثابۃ سور الدار الذی بناہ الملک ثم بعد ذلک یشق الجدران ویبنی حتے ینتہی البناء لانہما یبنیان من اعمال المکلفین من خیر او شر فمن نظر الی السور من خارج قال فرغ من بنائہما ومن دخل السور وجدھما ناقصتین بقدر ما بقی من اعمال المکلفین فی ھذہ الدار ویدل علے ذلک حدیث ان الجنۃ عذبۃ الماء طیبۃ التربۃ وانہا قیعان وغرسہا سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر الحدیث فان القیعان ھی التی لا بناء فیہا ولا شجر وفی الحدیث ایضا من صلے کل یوم ثنتی عشر رکعۃ بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ ومن قال سبحان اللہ غرس لہ شجرۃ فی الجنۃ انتہے ای کلام ابن عربی وقال الخریطی لیست الجنۃ التی اخرج منہا آدم ھے الجنۃ الکبری المدخر فی علم اللہ تعالی فان تلک لا یصح فیہا معصیۃ لآدم لکونہا حضرۃ اللہ الخاصۃ التی لا حجاب فیہا وانما ھی جنۃ بالبرزخ التی ھی فوق جبل الیاقوت فالجنۃ الکبری لا یدخلہا الناس الا بعد انتہاء الحساب والمرور علے الصراط قال وجنۃ البرزخ ھے التی تری فی الدنیا وکذلک نار البرزخ فانہ صلے اللہ علیہ وسلم قال رأیت الجنۃ والنار فی مقامی ھذا وذکر انہ رأی عمرو بن یحیے الذی حسیب السوائب فی النار ورای المرأۃ التی حبست الہرۃ حتی ماتت جوعا ومعلوم ان ھولاء لم یدخلوا النار الکبری الی الآن وانما ھو محبوسون فی البرزخ لذا قال فلیتامل ویحرر انتہے بحث اکہہ یہ ہین اس بیان مین کہ جنت ونار حق ہین اور وہ حضرت آدم علیہ السلام سے قبل پیدا کی گئی تھین جیسا کہ اسکی وضاحت کتاب حدوث عالم کی بحث ثانی مین گذری ہے اور وہان ہمنے بیان کیا ہی کہ جنت ودوزخ دنیا کی پیدایش کے نوہزار برس بعد پیدا کی گئی ہین اور اسی وجہ سے جنت کو آخرت کہتے ہین کیونکہ اسکی پیدایش دنیا کے بعد ہے اور وہ دونون اپنے اصحاب کے لیے اُنکے قبل سے مہیا اور پیدا کی گئی ہین اور اکثر معتزلہ

نے گمان کیا ہو کہ وہ دونون قیامت کے دن پیدا کی جائینگی اور ہماری دلیل نصوص صحیحہ صریحہ
ہین جو اسپر دلالت کرتی ہین کہ جنت و دوزخ قیامت سے پہلے پیدا کی گئی ہین مثلاً خدا کا فرمان
اعدت للمتقین اور اعدت للکافرین اور قصہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کا
اور انکا جنت مین رہنا اور اس سے نکالا جانا اور انکے مثل مثلاً یہ حدیث کہ مومن کے لیے اُسکی
قبر مین ایک کھڑکی کھولدی جاتی ہو جس سے وہ جنت کی طرف دیکھتا ہو اور اُسپر جنت کی
نعمتین اور خوشبوئین نازل ہوتی ہین اور مثلاً یہ حدیث کہ جب اللہ نے جنت عدن کو
اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اُسمین پھل اُگائے اور نہرین جاری کین پس اُس سے کہا کہ بول
سو وہ بولی کہ فلاح پاگئے ہین ایمان لانے والے ان دونون کو بخاری وغیرہ نے روایت
کیا ہو اور جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث مین فرمایا ہے کہ مین نے جنت
اور دوزخ کو دیکھا ہو اور شیخ محی الدین ابن عربی کہتے تھے کہ جنت اور دوزخ پیدا کی گئی ہین لیکن
اُنکی بنا کامل نہوگی تا وقتیکہ دنیا کی انتہا نہوجائے اور تکلیف کا زمانہ نہ گذر جاے پس وہ
دونون بمنزلہ اُس گھر کی چاردیواری کے ہین جسے بادشاہ نے بنایا ہو پھر اُسکے بعد دیوارین
شق کردی جائین اور بنائی جائین یہانتک کہ بنا ختم ہو جائے کیونکہ جنت اور دوزخ مکلفین کے
اچھے برے اعمال سے بنائی گئی ہین پس باہر سے جو چاردیواری کو دیکھے وہ خیال کریگا
کہ اسکی بنا سے فراغت حاصل ہوگئی ہے اور جو چاردیواری مین داخل ہوگا جس قدر کہ
اس دنیا مین اعمال مکلفین باقی ہین اُسقدر اُسے ناقص پائے گا اور اسی پر یہ حدیث دلالت
کرتی ہو کہ جنت کا پانی شیرین ہو وہان کی مٹی پاک ہو اور وہ میدان بزرگ ہے درخت
لگانا اسمین سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ ہے الحدیث اس لیے
کہ میدان وہ ہو جس مین عمارت اور درخت نہون اور حدیث مین یہ بھی ہو کہ جو شخص ہر دن بارہ
رکعتین پڑھتا ہو خدا اُسکے لیے جنت مین ایک گھر بناتا ہو اور جسنے سبحان اللہ کہا ہو اسکے لیے
جنت مین ایک درخت اُگاتا ہو انتہی کلام ابن العربی اور خرلیطی نے کہا ہو کہ وہ جنت جس مین
سے حضرت آدم علیہ السلام نکالے گئے تھے جنت کبریٰ ہو جسکا علم خدا ہی کو ہو نہین ہو کیونکہ اُس
مین حضرت آدم علیہ السلام سے گناہ کا صادر ہونا صحیح نہین ہو وہ خاص خدا کا حضور ہوتا ہو اور

حجاب نہین ہوتا ہی بلکہ وہ جنت برزخ ہی جو جبل یاقوت پر ہی پس جنت کبری مین لوگ حساب کے ختم ہونے اور صراط پر سے گذرنے کے بعد داخل ہونگے اور کہا ہی کہ جنت برزخ وہ ہی جو دنیا مین دکھائی دیتی ہی اور ایسا ہی نار برزخ اسلیے کہ جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی کہ مین نے جنت اور دوزخ کو دیکھا ہی اپنی اس جگہہ مین اور ذکر کیا گیا ہی کہ آپنے عمرو بن لحی کو اور اُس عورت کو جس نے بلی کو بند کر رکھا تھا یہان تک کہ وہ بھوک کی وجہ سے مرگئی دوزخ مین ملاحظہ فرمایا اور یہ معلوم ہی کہ یہ لوگ اسوقت تک نار کبرے مین داخل نہوے تھے بلکہ برزخ مین محبوس تھے ایسا ہی کہا ہی فلیتامل و یحرر انتہی۔ اس عبارت سے صاف واضح ہی کہ معتقد شعرانی کا وہی ہی جو معتقد اہل حق ہی اور حضرت محی الدین بن عربی اور مخرّبطی کا کلام اسکے نزدیک مخدوش ہی کیونکہ یواقیت کے دیباچہ مین شعرانی نے لکھا ہی اعلم یا اخی انی طالعت من کلام اہل الکشف مالا یحصے من الرسائل وما رأیت فی عبارتھم اوسع من عبارۃ الشیخ محی الدین بن العربی فلذالک شیدت ھذا الکتاب بکلامہ من الفتوحات وغیرھا لکنی رأیت الفتوحات مواضع لم افھمہا فذکرتھا لینظر فیھا علماء الاسلام ویحققوا الحق ویبطل الباطل ان وجد وہ فلاتظن یا اخی انی ذکرتھا لکونی اعتقد صحتہا وارضاھا فی عقیدتی کما یقع فیہ المتہورون فی اعراض الناس فیقولون لولا انہ ارتضی ذلک الکلام ماذکرہ فی مؤلفہ معاذ اللہ ان اخالف الجمہور المتکلمین واعتقد صحۃ کلام من خالفہم من بعض اھل الکشف الغیر المعصوم فان فی الحدیث ید اللہ مع الجماعۃ ولذلک اقول غالبا عقب کلام اھل الکشف انتہے فلیتامل ویحرر ونحو ذلک اظہارا للتوقف فی فھمہ علی مصطلح اھل الکلام وکان شیخنا شیخ الاسلام زکریا الانصاری یقول لایخلو کلام ایمۃ الصوفیۃ عن ثلاثۃ احوال لانہ اما ان یوافق صریح الکتاب والسنۃ فھذا یجب اعتقادہ جزما واما ان یخالف صریح الکتاب والسنۃ فھذا یحرم اعتقادہ جزما واما ان لا تظھر لنا موافقتہ ولا مخالفتہ واحسن احوالہ الوقف انتہے جانو تم اے میرے بھائی کہ مین نے اہل کشف کے بہت سے رسالے دیکھے ہین لیکن شیخ محی الدین بن عربی کی عبارت سے زیادہ وسیع کسی کو نہ پایا اس لیے مین نے اپنی کتاب کو انکی کلامات سے جو فتوحات مکیہ وغیرہ مین ہین مزین کیا لیکن مین نے فتوحات مکیہ مین بہت سی

عبارتین ایسی دیکھی ہین جنکو مین نہین سمجھا تو مین نے اُنکو ذکر کر دیا ہی کہ علماے اسلام اُمین غور فرمائین اور صحیح کو صحیح رکھین اور اگر اُس مین باطل کو پائین تو باطل کر دین پس ای میرے بھائی تم یہ نہ گمان کرو کہ مین نے اُنکے کلام کو صحت کے اعتقاد رکھنے یا اپنے خیال مین اُسپر راضی ہونے کی وجہ سے لکھا ہی جیسا کہ انسان کی برائیون مین غور کرنے والون کی عادت ہی کہ وہ کہتے ہین اگر وہ اس کلام سے راضی نہوتا تو اپنی کتاب مین کیون ذکر کرتا بناہ بخدا اس امر سے کہ مین جمہور متکلمین کی مخالفت کرون اور اہل کشف (جو معصوم نہین ہین) کے قول کی اتباع کرون جو اُنکے خلاف ہی کیونکہ حدیث مین ہی اللہ کا ہاتھ جماعت کے ساتھ ہی اور اسی وجہ سے مین اکثر اہل کشف کے کلام کے بعد انتہی فلیتامل وبحرر اور اُسکے بعد مثل اسکے سمجھنے مین توقف ظاہر کرنے کے لیے جیسا کہ اہل کلام کی اصطلاح ہی لکھدیتا ہون ہمارے شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ کلام ائمہ تین حالتون سے خالی نہین ہی یا تو موافق صریح کتاب وسنت کے ہوگا تو اُسکا اعتقاد واجب ہی یقینا یا صریح کتاب وسنت کے مخالف ہوگا تو اسکا اعتقاد یقینا حرام ہی یا یہ کہ ہمپر اُس کی موافقت ومخالفت ظاہر نہوگی تو اس صورت مین توقف کرنا اچھا ہی پس جبکہ کلام مخریطی اور ابن عربی کا اُنھون نے نقل کرکے فلیتامل وبحرر لکھدیا تو معلوم ہوا کہ یہ قول اُن کے نزدیک قابل اعتبار نہین ہی الحاصل تعدد جنت ونار کسی دلیل سے ثابت نہین بلکہ ادلہ شرعیہ صحیحہ توحد پر دلالت کرتے ہین پس اعتقاد تعدد کا لغو وباطل ہی واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبدالحی ابوالحسنات]

کتاب العلم والعلماء

سوال۔ انگریزی علم سیکھنا کیسا ہی جواب لغت انگریزی کا پڑھنا یا انگریزی لکھنا سیکھنا اگر بلحاظ تشبہ ومحبت ہو تو ممنوع ہی اور اگر اس لیے ہو کہ ہم انگریزی مین لکھے ہوے خطوط پڑھ سکین اور اُنکے کتابون کے مضامین سے آگاہ ہو سکین تو کچھ مضائقہ نہین ہی مشکوۃ شریف مین ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہود کا خط سیکھنے کے لیے حکم فرمایا اور اُنھون نے تھوڑے دنون مین اُسے سیکھ لیا سوال۔ اللہ تعالی فرماتا ہی انما یخشی اللہ

من عبادہ العلماء اللہ کے بندون مین اللہ سے ڈرنے والے علما ہی ہوتے ہین اور آج کل
بہت سے عالم کچھ خوف نہین رکھتے اور بیباکانہ جو چاہتے ہین کرتے ہین پس آیت کے معنے
کیا ہین۔ **جواب** علماے بے عمل شارع کے نزدیک قبولیت کا درجہ نہین پاتے اور در اصل
اُنکا شمار علما مین نہین ہی اگرچہ بظاہر عالم ہون فی تنبیہ الفقیہ ابو اللیث عن ابی الدرداء
قال ویل للذی لا یعلم مرۃ وویل للذی یعلم ولا یعمل سبع مرات فقیہ ابو اللیث بروایت
ابو درداء اپنی تنبیہ مین لکھتے ہین اُسپر ایک مرتبہ ہلاکت ہو جو نہین جانتا ہی اور اُسپر سات مرتبہ
جو جانتا ہو اور عمل نہ کرتا ہو وفی الظہیریۃ وقیل للذی یعلم الناس ولا یفعلہ بمنزلۃ الاعمے
یضئ السراج ولا یستضئ بہ اور ظہیریہ مین ہی جو شخص لوگون کو بتائے اور خود عمل نہ کرے
اُس اندھے کے مثل ہی جو چراغ جلائے اور خود اُس سے روشنی نہ حاصل کر سکے۔ مگر وہ عامل
جو شارع کے نزدیک عالمون کے زمرہ مین شمار کیے جاتے ہین اللہ سے ڈرتے ہین اور آیہ مذکورہ
مین علما سے علماے باعمل مراد ہین۔ مروی ہی کہ کسی نے شعبی رحمہ اللہ سے پوچھا عالم کون ہی
آپ نے جواب دیا جو اللہ سے ڈرتا ہو۔ **سوال** جو عالم غیر مجتہد کہتا ہی کہ مین جو بات قرآن
مین پاؤنگا اسپر عمل کرونگا اور اگر قرآن مین نہ پاؤنگا تو جو بات حدیث مین پاؤنگا اُسپر عمل
کرونگا اور اگر حدیث مین بھی نہ پاؤنگا تو جو بات ایمہ مجتہدین کے اقوال مین پاؤنگا اوسپر عمل
کرونگا اور اگر ایمہ مجتہدین کے اقوال مین بھی نہ پاؤنگا تو جو بات حنفی یا شافعی رحمہما اللہ کی فقہ
مین پاؤنگا اسپر عمل کرونگا اور اسی وجہ سے اپنے کو حنفی یا شافعی کہتا ہی اور اپنی رای سے
کسی مسئلہ کا جواب نہین دیتا اور قرآن اور حدیث کے معانی سمجھنے مین بھی اپنی رائے پر عمل
نہین کرتا وہ صواب پر ہے یا خطا پر **جواب** ایسا عالم صواب پر ہی بشرطیکہ کامل مہارت رکھتا ہو
اور ناسخ و منسوخ اور صحیح و موضوع وغیرہ مین تمیز کر سکتا ہو اور علماے متقدمین کا یہی مذہب
تھا عارف ربانی عبد الوہاب شعرانی میزان مین لکھتے ہین سمعت سیدی علیا الخواص یقول
اعتقادنا فی جمیع الاکابر من العلماء انہم ما سلموا لبعضہم بعض الا لعلمہم بصحۃ اقوالہم و
مستندا تہم لا بحسن الظن فیہم من غیر ان یطلعوا علی صحتہا وقد تقدم ان بعض اتباع
المجتہدین وصل الی شہود عین الشریعۃ وقال کل مجتہد مصیب کابن عبد البر المالکی

والشیخ ابی نہ الجوری وقد صنف ابو محمد کتابا المسمی بالمحیط ولم یتقید فیہ بمذھب وکذلک الشیخ
عبدالعزیز الف کتابا سماہ الدرر والملتقطۃ فی المسائل المختلفۃ افتی فیہا علی المذاھب الاربعۃ انتہی
مین نے اپنے سید علی خواص سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا اعتقاد تمام اکابر علما کے بارے مین یہ ہے
کہ ان مین سے بعض نے بعض کو صرف ان کے اقوال و سند و نقل صحیح ہونیکی وجہ سے مانا ہی نہ بغیر صحت
پر مطلع ہوئے محض حسن ظن سے اور یہ اوپر بیان ہوچکا ہی کہ بعض اتباع مجتہدین مشہورین مرتبہ تک
پہونچ گئے ہین اور کہا ہی کہ مجتہد دستی پر ہی مثلا ابن عبدالبر مالکی اور ابو محمد جوی اور انھون نے
کتاب بھی تصنیف کی ہی جسکا نام محیط رکھا ہی اس مین کسی مذہب کی قید نہین کی ہی اور اسی طرح شیخ
عبدالعزیز نے ایک کتاب تصنیف کی ہی جسکا نام الدرر ملتقطہ فی مسائل مختلفہ رکھا ہی اس مین چارون
مذہبون پر فتوی دیا ہے۔ غرض۔ شریعت غرا اور اسکے اصول مانند چشمے کے ہین اور مذاہب اربعہ
مثل نہرون کے پس جو عالم اصول ائمہ اربعہ سے واقف ہو اسے اسکی ضرورت نہین رہتی کہ کسی ایک
امام کا متبع ہو اور ائمہ کی فقہ کی کتابین دیکھے ہان جو اس مرتبہ پر نہ پہونچا ہو اسے فی زمانا کسی ایک کا متبع ہونا
ضروری ہی کیا تم نے اہل حدیث و تفسیر کا طریقہ نہین دیکھا ہی کیونکہ وہ لوگ ائمہ اربعہ کے مسائل کے اصول سے آگاہ ہوتے ہین اور
صحیح کو سقیم سے پہچانتے ہین لہذا انھین اسکی حاجت نہین ہی کہ کتب خلافیات کو دیکھین اور اگر حنفی یا شافعی کی فقہ حدیث صحیح کے
خلاف کوئی مسئلہ دیکھتے ہین تو اسپر عمل نہین کرتے بخلاف علماء مابعد کے کہ انھین یہ مرتبہ حاصل نہین ہوا ہی لیکن جو شخص شریعت
سے پورا واقف ہو اسے کتب خلافیات کی حاجت نہین رہتی اور عنادا اس خیال سے تقلید کو ترک
کرنے والا کہ ائمہ نے مسائل خلاف شرع استخراج کیے ہین گنہگار ہوگا۔ فانما لکل امری ما نوی واللہ یعلم
ما ظھر و ما خفی ہر شخص کے لیے وہی ہی جس کی اس نے نیت کی اور اللہ ظاہر اور باطن کو جانتا ہے
سوال۔ جو شخص کنز الدقائق کو ضلالت کہے یا سفر السعادت کو گمراہی کا سبب جانے کیسا ہی **جواب**
جو شخص ان دونون کتابون کو اس وجہ سے گمراہی کا سبب جانے کہ ان مین کتاب و سنت و اجماع و قیاس
کے موافق مسائل ہین وہ دائرہ اسلام سے خارج ہی لانہ اھان الدین ومن اھان الدین فقد کفر
کیونکہ اس نے دین کی اہانت کی اور جس نے دین کی اہانت کی وہ کافر ہی۔ تمام فقہا اسکی تصریح کرتے
ہین علامہ حافظ الدین بزازی اپنے فتاوی مین لکھتے ہین واذا القی الفتوی علی الارض او قال عند
رویۃ الفتوی ردی او قال این چہ شرع است یکفر لانہ رد حکم الشرع انتہی جبکہ فتوے

زمین پر پھینکدیا یا فتویٰ کو دیکھکر کہا یہ ردی ہی یا کہا یہ کون شرع ہی تو کافر ہوگیا کیونکہ اُس نے شرع کا حکم رد کیا۔ اور بھی اگر موجب ضلالت اس لیے جانتا ہی کہ یہ دونون کتابین دو بڑے عالمون کی تصنیف کی ہوئی ہین تو بھی وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا کیونکہ توہین علما کفر ہی۔ علامہ ابن حجر مکی ہیتمی شافعی نے اسکی تحقیق اپنے رسالۂ اعلام بقواطع الاسلام مین اچھی طرح کی ہی اور اگر ضلالت کا سبب ان کتابون کے مصنفون کی کم استعدادی سمجھتا ہی تو ان دونون کا حال سننا چاہیئے۔ کہ صاحب کنز رئیس الفقہا ابو البرکات عبد اللہ بن احمد الملقب بہ حافظ الدین نسفی منار اور وافی وغیرہ کے مصنف ہین اور سنہ ۷۱۰ھ مین انکی وفات ہی ان کے بعد والے علما انکے مداح رہے اور کنز الدقائق کو معتبر کتاب اسم بامسمی سمجھا کیے علامہ فخر الدین زیلعی اپنی شرح مین لکھتے ہین اما بعد فانی لما رأیت المختصر المسمی بکنز الدقائق احسن مختصر فی الفقہ حاویا لما یحتاج الیہ من الواقعات من لطافۃ حجمہ واختصار نظمہ احببت ان یکون له شرح متوسط الخ اور سفر السعادت کے مصنف شیخ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب شیرازی ہین جنکی وفات سنہ ۸۱۷ھ مین ہوئی یہ شافعی المذہب اور زبردست فقیہ تھے حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے انکو آٹھوین صدی کا مجدد مانا ہے انکے تصانیف بڑے نفع دینے والے اور ہدایت کرنے والے ہین لیکن بعض مسائل مین تعصب بھی کیا ہی اور سفر السعادت مین اکثر اقوال مجتہدین کے مذہب کے خلاف بھی لکھے ہین اور اسکے خاتمہ مین ابن جوزی کی اقتدا کی ہی اور احادیث صحاح کو لکھا ہی کہ ثابت نہین ہوئین شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت مین جا بجا گرفتین کین ہین پس متدین عالم کو چاہیے کہ اچھے کو برے سے تمیز کرکے عامل ہو اور محض جاہل کو اس کتاب کی دیکھنے سے روکے مگر مسامحات کی وجہ سے کتاب پر ضلالت کا حکم کرنا نہ چاہیے کیونکہ غلطی انسان سے ہوتی ہی دیکھنا چاہیے کہ ابن جوزی نے حدیث مین تعصباً صحاح کی حدیثون کو موضوع کہدیا ہی چنانچہ حافظ ابن حجر وغیرہ نے اسکی صراحت کی ہی اور موضوع کو غیر موضوع سے تمیز دلائی ہے۔ اسیطرح اکثر حنفیہ نے شافعیہ کے مقابلے مین اور شافعیہ نے حنفیہ کے مقابلے مین تعصب کیا ہی مگر پھر بھی کسی ایک نے دوسری کو گمراہ نہین کہا ہان ہان علما کو چاہیے کہ عوام کو جو چوپایون کے مثل ہین بلکہ اُن خواص کو بھی جو عوام کے مثل ہین ایسی بے ادبی کے کلمون سے روکین اور اگر کوئی شخص کنز الدقائق کو اس لیے موجب ضلالت جانتا ہی کہ یہ کتاب حنفی فقہ مین ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہین تو وہ شخص گنہگار ہی

اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ پر محض افترا ہی کہ وہ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے تھے۔ عارف ربانی عبدالوہاب شعرانی میزان کبرے مین لکھتے ہین۔ اعلم ان ھذا الکلام صدر من الجاھل المتعصب وقد روی الامام ابوجعفر بسندہ المتصل الی ابی حنیفۃ انہ کان یقول کذب علی اللہ وافتری علینا من یقول اننا نقدم القیاس علی النص واعتقادنا واعتقاد کل منصف فی الامام ابی حنیفۃ انہ لو عاش حتی دونت الاحادیث وبعد رحیل الحفاظ فی جمعہ من البلاد وظفر بہا لترک کل قیاس لکن لما کانت ادلۃ الشرع متفرقۃ فی عصرہ کثر القیاس فی مذھبہ بالنسبۃ الی الائمۃ الاخری وقد صح عنہ وعن الایمۃ کلھم اذا صح الحدیث فھو مذھبنا انتھی جاننا چاہیے کہ یہ کلام جاہل متعصب سے صادر ہوا ہی امام ابوجعفر نے بسند متصل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ پر جھوٹ باندھا اور ہم پر افترا کیا جس نے کہا کہ ہم قیاس کو نص پر مقدم کرتے ہین ہمارا اور ہر منصف کا امام ابو حنیفہ کے متعلق یہ اعتقاد ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے یہان تک کہ حدیثین جمع ہوجاتین اور وہ اُنکو پاتے تو قیاس کو بالکل ترک کردیتے لیکن جبکہ شرع کی دلیلین اُنکے زمانے مین متفرق تھین تو اُن کے مذہب مین بہ نسبت دوسرے اماموں کے قیاس زیادہ ہی امام صاحب اور دوسرے ایمہ سے یہ روایت صحیح ہی کہ جب حدیث صحیح ہو تو وہی ہمارا مذہب ہے انتہی

سوال۔ محرم مین امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کی شہادت کا بیان کرنا اور فضائل صبر اور محاسن شہدا کا تذکرہ کرنا اور نوحہ اور بین اور دیگر ممنوعات شرعیہ کی ممانعت کرنا اور سر الشہادتین کی روایت کے موافق فضائل استرجاع بیان کرنا اور فضائل عاشورا در روایات صحیحہ سے بیان کرنا جائز ہی یا نہین اور بعض لوگ ذکر شہادت کو حرام کہتے ہین اور امام غزالی کا قول اور مولوی اسمعیل شہید کے اُس قول کو جو صراط مستقیم مین ہی دلیل لاتے ہین کیسا ہی امام غزالی کی عبارت یہ ہی یحرم علی الواعظ وغیرہ روایۃ قتل الحسن والحسین وحکایاتہ وما جری بین الصحابۃ من التشاجر والتخاصم فانہ یھیج الی بغض الصحابۃ الطعن فیہم انتھی واعظ پر حسنین کی شہادت اور صحابہ کے درمیانی مناقشوں اور لڑائیوں کا بیان کرنا حرام ہی کیونکہ یہ صحابہ رضی سے بغض رکھنے اور انپر طعنہ زنی کرنیکا باعث ہوتا ہے اور صراط مستقیم کی عبارت یہ ہی ذکر قصۂ شہادت بشرح وبسط وعقد مجلس کردن باین قصد کہ مردم بشنوند و تاسفہا نمایند وحسرتہا فراہم آرند وگریہ وزاری کنند ہر چند در نظر

ظاہری خللے دران ظاہر نیست اما فی الحقیقت این ہم مذموم ومکروہ است تا اخیر این قول تفصیل
کے ساتھ شہادت کا واقعہ بیان کرنا اور مجلس مقرر کرنا اس لیئے کہ لوگ روئین اور افسوس کریں کچھ وہن
کو بظاہر برا نہین ہو مگر فی الحقیقت یہ بھی برُا اور مکروہ ہی جواب امام حسین علیہ السلام کی شہادت
کے ذکر کی کئی صورتین ہین (۱) یہ کہ واعظ او حاضرین مجلس ماتم کرین اور اپنے جسم پہ مارین یا اُن
افعال شنیعہ کے مرتکب ہون جو خواص روافض ہین۔ یہ وعظ اور عقد مجلس حرام ہے علامہ ابن حجر
مکی صواعق محرقہ مین لکھتے ہین وایاہ ثم ایاہ ان یشتغل فی یوم عاشوراء ببدع الرافضة من الندب
والنیاحة والحزن اذ لیس ذلک من اخلاق المومنین والا لکان یوم وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم
اولی بذلک واحری انتھے ڈرو اور پھر ڈرو اس بات سے کہ عاشورہ کے دن چیخنے چلانے اور رنج
کرنے مین جو رافضیون کی بدعتین ہین مشغول ہو کیونکہ یہ باتین مومنین کے اخلاق مین سے نہین ہین
ورنہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن اسکی بہت لائق تھا اور ابو الرجاء مختار بن محمود
زاہدی برہان الدین بخاری سے نقل کرتے ہین خرق القاص ثیابہ فی مقتل الحسین یوم عاشوراء
تاسفا علی المصیبة وامرھم بالقیام والتشنیع فھل یجب علی الولاة ان یزجروہ فکتب برھان الدین
یمنع ذلک انتھے اور قصہ بیان کرنے والے کا کپڑون کو پھاڑنا عاشورے کے دن قتل امام حسین
کے بیان مین مصیبت پر رنج کرکے اور لوگون کو کھڑے ہونیکا حکم دینا کیا والیون پر واجب ہی
کہ لوگون کو اس سے زجر کرین پس لکھا برہان الدین نے کہ یہ روک دیا جائے (۲) یہ کہ واعظ
امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر اخبار موضوعہ اور اکاذیب متداولہ سے بیان کرے اور اپنے
وعظ کو اہل اسلام کی اہانت سے اور سلف صالح پر اتہام لگانے سے بھرے یہ بھی حرام ہی اور امام
غزالی نے جو ذکر شہادت کو حرام لکھا ہی وہ بھی اسی صورت پر محمول ہی جیسا کہ صواعق محرقہ مین ابن حجر
کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے قال الغزالی وغیرہ یحرم علی الواعظ وغیرہ روایة مقتل الحسن والحسین
وحکایاتہ وما جری بین الصحابة من التشاجر والتخاصم فانہ یھیج علی بغض الصحابة والطعن
فیھم والطاعن فیھم مطعون طاعن فی نفسہ ودینہ انتھے کلام الغزالی ملخصا وماذکرہ من حرمة
روایة قتل الحسن والحسین وما بعدھما لاینافی ما ذکرتہ فی ھذا الکتاب لان ھذا البیان الحق
الذی یجب اعتقادہ من جلالة الصحابة وبراءتھم من کل نقص بخلاف ما یفعلہ الوعاظ الجھلة

فانهم یاتون بالاخبار الکاذبة الموضوعة ونحوها ولا یبینون الحامل والحق الذی یجب اعتقاده
فیوقعون العامة فی بغض الصحابة وتنقیصهم انتھی غزالی وغیرہ نے کہا ہی کہ واعظ پر روایت قتل
حضرات حسنین اور صحابہ کے درمیانی مناقشون اور لڑائیون کا بیان کرنا حرام ہی کیونکہ صحابہ سے
بغض رکھنے اور ان پر طعنہ زنی کا باعث ہوتا ہے اور صحابہ پر طعن کرنے والا مطعون ہو اپنی ذات
پر اور اپنے دین پر طعنہ کرنے والا ہو انتھی اور جو کچھ کہ صحت روایت قتل حسنین کے بابت بیان
کیا گیا ہو اُسکے منافی نہین ہے جو ہمنے اس کتاب مین ذکر کیا کیونکہ صحابہ کی بزرگیون کا بیان اور
ہر نقص سے بری ہونے کا بیان حق ہو اُسکا اعتقاد واجب ہے بخلاف اُس وعظ کے جو جاہل
واعظ بیان کرتے ہین کیونکہ وہ اخبار کاذبہ موضوعہ کو بیان کرتے ہین اور انکے محمل صحیح اور حق
واجب الاعتقاد کو بیان نہین کرتے جس کے بدولت عوام کے دلون مین بغض صحابہ اور اُن کو مراتب
کی کمی کو پیدا کرا دیتے ہین۔ اور ملا احمد رومی مجالس الابرار مین لکھتے ہین القاص الذی یذکر للناس
قصة القتل یوم عاشوراء بخرق ثیابه ویکشف راسه ویامرهم بالقیام والتشنیع تاسفا علی المصیبة
یجب علی ولاة الدین ان یمنعوهم والمستمعون لا یعذرون فی الاستماع قال الامام الغزالی وغیرهم
یحرم علی الواعظ وغیره روایة مقتل حسین وحکایات ما جری بین الصحابة من التشاجر والتخاصم
فانه یهیج علی بغض الصحابة والطعن فیهم وهم اعلام الدین تلقی ائمة الدین عنهم وتلقینا عنهم
فالمطاعن فیهم طاعن فی نفسه ودینه وقد روی عن النبی صلی الله علیه وسلم الله الله فی اصحابی
لا تتخذوهم غرضا من بعدی من احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم ومن اذاهم فقد اذی
الله تعالی فعلی هذا یجب علی المومن تعظیمهم وذکرهم بالخیر وکف اللسان عن الطعن فیهم
اذ بسبب قتل عثمان رض وقتل حسین رض جرت فتن کثیرة واکاذیب کثیرة وظهرت اهواء وبدع
وصارت الاکاذیب والاهواء لا تزال تزداد انتھی ملخصا قصہ بیان کرنے والا جو لوگون سے قصہ
قتل یوم عاشوراء کو اپنے کپڑے پھاڑکر اور سر کھولکر بیان کرے اور اُنکو قیام کا حکم دے مصیبت پر رنج
ظاہر کرکے تو والیون پر واجب ہی کہ اُنکو روکدین اور سننے والے سننے مین معذور نہین ہین امام
غزالی رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہی کہ واعظ پر روایت مقتل حسین اور حکایت باہمی جنگ ومناقشہ صحابہ
کا بیان کرنا حرام ہی کیونکہ اُسکا نتیجہ صحابہ سے بغض اور انپر طعنہ زنی ہے اور انپر طعنہ کرنے والا اپنے نفس

اور دین پر طعنہ کرنے والا ہے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی میرے اصحاب کے بارے میں خدا سے ڈرو انکو میرے بعد نشانہ نہ بناؤ جو انکو دوست رکھتا ہی وہ میری محبت کی وجہ سے دوست رکھتا ہی اور جو اُن سے بغض رکھتا ہی وہ میرے بغض کیوجہ سے بغض رکھتا ہی اور جس نے اُنکو اذیت پہونچائی اُس نے خدا کو اذیت پہونچائی پس بنا برین مومن پر اُن کی تعظیم کرنا اور اونکا اچھائی سے ذکر کرنا اور اُنکے بارے مین زبان کو طعنہ زنی سے روکنا واجب ہے کیونکہ حضرت امام حسین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کی وجہ سے بہت سے فتنے اور جھوٹ پھیل گئے ہین اور بدعتین اور ہوا وہوس بڑھگئی ہین اور جھوٹ وغیرہ کو برابر ترقی ہوتی جاتی ہے انتہی اس عبارت سے صاف ظاہر ہی کہ امام غزالی نے مطلق ذکر شہادت کو حرام نہین کہا ہی بلکہ اُس ذکر کو حرام کہا ہی جس مین روایت واہیہ اور مناقشات صحابہ کا بُرے طور سے تذکرہ ہو (۳) یہ کہ روافض کی طرح ذکر شہادت کے لیے مجلس کرنا بسبب تشبہ کے مکروہ ہی اسی لیے صاحب جامع الرموز نے لکھا ہی اوادا ذکر مقتل الحسین ینبغی ان یذکر اولا مقتل سائر الصحابۃ لئلا یشابہ الروافض کما فی العون انتہی اگر امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا ذکر بیان کرنے کا قصد کرے تو پہلے تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شہادتون کے واقعات بیان کرے تاکہ روافض سے مشابہت نہو نے پائے جیسا کہ عون مین ہی اور مولوی اسمعیل رحمہ اللہ کی جو عبارت سوال مین منقول ہی اسی پر محمول ہی کیونکہ عقد مجلس کا لفظ اسی بات پر دلالت کرتا ہی (۴) یہ کہ واعظ اخبار صحیحہ سے بغیر افراط وتفریط کے واقعہ شہادت کو اس طرح بیان کرے کہ جس سے نہ صحابہ کی اہانت ہو نہ اُنکے جانب سے سامعین کو سوء ظن پیدا ہو اور روافض کی طرح نہ بدعات کرے نہ دن مقرر کرے واعظ کی غرض فقط مصائب کا ذکر کرنا ہو اور استرجاع اسپر مشروع ہے صاحب مجالس الابرار لکھتے ہین قد روی احمد وابن ماجۃ عن فاطمۃ بنت الحسین عن ابیہا الحسین ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ما من مسلم یصاب بمصیبۃ فیذکرھا وان قدم عھدھا فیحدث لھا الاسترجاع الا کتب اللہ لہ اجرہ مثلھا یوم اصیب وھذا الحدیث رواہ الحسین وعنہ بنتہ فاطمۃ التی شہدت مصرعہ وقد ثبت فی علم اللہ تعالی ان المصیبۃ بالحسین یذکر مع تقادم العھد فکان من محاسن الاسلام ان تجری ھذہ السنۃ کلما ذکر تلک المصیبۃ بان یسترجع لھا فیکون

للانسان من الاجر الذی کان لمن استرجع یوم اصیب المسلمون بھا انتھے اور احمد ابن ماجہ نے حضرت
فاطمہ بنت حسین سے اور انھون نے اپنے والد حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت کی ہی کہ حضرت
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کوئی مسلمان جسے مصیبت پہونچے اور اُسے یاد کرے گو اُسے
بہت عرصہ ہوگیا ہو اور اُسپر استرجاع یعنے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ لکھتا ہے
اُسکے لیے اجر مثل اُس مصیبت کے اجر کے جو اُس دن اُسکے لیے لکھا تھا اور اس حدیث کو روایت
کیا ہے امام حسین علیہ السلام نے اور ان سے اُنکی صاحبزادی حضرت فاطمہ علیہا السلام نے جو معرکہ کربلا
مین حضرت امام علیہ السلام کے ہمراہ تھین اور یہ ثابت ہی کہ اللہ کو یہ معلوم تھا کہ امام حسین علیہ السلام
کی مصیبت ذکر کیجائے گی باوجود عرصہ دراز گذر جانے کے پس اسلام کے محاسن سے ہی کہ یہ طریقہ
جاری رہی کہ جب یہ مصیبت ذکر کی جاے تو اُسپر انا للہ وانا الیہ راجعون کہا جاے پس انسان کو
وہ اجر ملے جو اُس شخص کے لیے تھا جسنے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اُسدن جسدن کہ مصیبت
پہونچائی گئی مسلمانون کو اس واقعہ سے انتھی **سوال** سنن ابی داؤد اور مسند حسن بن سفیان اور مسند
بزار اور معجم اوسط طبرانی اور کامل ابن عدی اور مستدرک حاکم اور حلیہ ابو نعیم اور مدخل بیہقی وغیرہ
مین یہ حدیث مروی ہے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علے راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر
دینھا اللہ اس امت کے لیے ہر صدی کے شروع مین ایک شخص بھیجتا ہی جو ان امور کو درست کر دیتا ہی
جنھین اس امت نے سست کر دیا ہی اس حدیث مین راس سے آخر صدی مراد ہی یا شروع
صدی اور ہر صدی کے شروع مین جو مجدد آتا ہی اُسکی کیا پہچان ہے اور پہلی صدی سے اسوقت
تک کون کون مجدد ہوے ہین اور مولوی اسمٰعیل شہید اور سید احمد بریلوی اُنکے پیر مجدد ہو سکتے
ہین یا نہین۔ **جواب** راس مائۃ سے باتفاق محدثین آخر صدی مراد ہے اور مجددین کے علامات
اور شروط یہ ہین علوم ظاہری و باطنی کا عالم ہو اُسکی تدریس تالیف تذکیر سے عام فائدہ ہو سنن کے
قائم رکھنے مین اور بدعات کے مٹانے مین کوشان ہو اور ایک صدی کے آخر مین اور دوسری صدی
کے شروع مین اُسکے علم کی عالم مین شہرت ہوئی ہو پس اگر آخر صدی کو نہ پایا ہو یا پایا ہو مگر اشاعت
شریعت مین کوشش نہ کر سکا ہو تو وہ مجدد نہوگا۔ شیخ الاسلام بدر الدین ابدال رسالہ مرضیہ فی نصرۃ
مذہب الاشعریہ مین لکھتے ہین۔ اعلم ان المجدد انما ھو بغلبۃ الظن ممن عاصرہ بقرائن احوالہ

ولا انتفاع بعلمہ ولا یکون المجدد الا عالما بعلوم الدینیۃ الظاہرۃ والباطنۃ ناصرا للسنۃ قامعا للبدعۃ ثم قد یکون واحدا فی العالم کعمر بن عبد العزیز فی اثنائۃ المائۃ الاولی لا تفرده بالخلافۃ وکالامام الشافعی علی راس المائتین لاجماع المحققین علی انہ اتم اہل زمانہ وقد یکون اثنین وجماعۃ ان لم یحصل الاجماع علی واحد بعینہ ثم قد یکون فی اثناء المائۃ من ہو افضل من المجدد وانما کان التجدید علی راس المائۃ لانتمام علماء الامۃ غالبا او انہ راس السنن واظہار البدع فیحتاج حینئذ الی تجدید الدین فیاتی اللہ بالخلف عوض السلف جاننا چاہیے کہ مجدد وہ ہے جو اپنے معاصرین مین غالب الظن ہو احوال کے قرائن اور علوم کے منافع کے لحاظ سے اور مجدد وہی ہوتا ہے جو دین کے علوم ظاہری و باطنی کو جانتا ہو سنت کا مددگار اور بدعت کا مٹانے والا ہو پھر کبھی تمام عالم مین ایک ہی مجدد ہوتا ہے مثلاً حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ السلام پہلی صدی مین کیونکہ خلافت لسانی انہین مین پائی جاتی تھی اور جیسے امام شافعی رحمہ اللہ دوسری صدی کے شروع مین کیونکہ محققین کا اسپر اجماع ہے کہ وہ اپنے زمانے مین سب سے زائد جاننے والے تھے اور کبھی دو اور اس سے بھی زائد ہوتے اگر کسی ایک پر اجماع نہو اور کبھی صدی کے درمیان مین ایسا شخص بھی پایا جاتا ہے جو مجدد سے افضل ہوتا ہے اور مجدد صدی کے شروع مین اس لیے ہوتا ہے کہ عموما اسوقت علماء امت تمام ہو جاتے ہین اور سنتین مٹ جاتی ہین اور بدعتین ظاہر ہو جاتی ہین تو اسوقت دین کی تجدید کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالے اسلف کے عوض مین خلف کو ظاہر کرتا ہے اور جلال الدین سیوطی مرقاۃ الصعود شرح سنن ابو داؤد مین لکھتے ہین قال ابن الاثیر اختلف العلماء فی تاویل ہذا الحدیث کل واحد فی زمانہ واشاروا الی القائم الذی یجدد للناس دینہم علی راس کل مائۃ سنۃ وکان کل قائم قد مال الی مذہبہ وذہب بعض العلماء الی ان الاولی ان یحمل الحدیث علی وجہ العموم فان قولہ صلی اللہ علیہ وسلم من یجدد لہا دینہا لا یلزم منہ ان یکون المبعوث علی راس المائۃ واحد بل قد یکون واحدا وقد یکون اکثر فان انتفاع الامۃ بانفعہا وان کان نفعا عاما فی امور الدین فان انتفاعہم لغیرہم ایضا اکثر مثل اولی الامر واہل الحدیث والقراء والوعاظ واصحاب الطبقات فی الزہد ینفعون بفن لا ینفع بہ الاخر اذ الاصل فی حفظ الدین حفظ قانون السیاسۃ واشاعۃ العدل الذی بہ ضبط الروایات والزہاد ینفعون بالمواعظ والحث علی لزوم التقوی والزہد فی الدنیا فالاحسن

ولا جود ان یکون ذلک اشارۃ الی حدوث جماعۃ من الاکابر المشہورین علی راس کل مائۃ سنۃ یجددون للناس دینہم ویحفظونہ علیہم فی اقطار الارض ولکن الذی ینبغی ان یکون المبعوث علی راس المائۃ رجلا مشہورا معروفا مشارا الیہ فی فن من ہذہ الفنون وقد کان قبل کل مائۃ ایضا من یقوم بامر الدین وانما المراد بالذکر من انقضت المائۃ وہو حی عالم مشہور مشار الیہ انتہے ابن اثیر نے کہا ہے کہ تمام علما نے اس حدیث کی تاویل میں اپنے زمانوں میں اختلاف کیا ہے اور اس جانب اشارہ کیا ہے کہ مجدد ہر وہ شخص ہے جو لوگوں کے لیے اُنکے دین کی تجدید کرے ہر صدی کے شروع میں اور تمام لوگ اُسکے مذہب کے جانب مائل ہو جائیں اور بعض علما اس جانب گئے ہیں کہ حدیث کا حمل بطریق عام اولیٰ ہے اس لیے کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا من یجدد لہا دینہا فرمانا اس بات کو لازم نہیں کرتا کہ مبعوث صدی کے شروع میں ایک ہو بلکہ کبھی ایک ہوگا اور کبھی زائد ہونگے کیونکہ امت اُس ہی کے نفعوں سے نفع حاصل کریگی گو کہ نفع امور دین میں عام ہے پس نفع کا حاصل کرنا غیر مجددین مثلاً حکام اہل حدیث قرا و حفاظ زہاد سے بھی بہت ہوگا کیا نہیں ہے ہر ایک کا نفع دوسرے کے نفع سے علحدہ ہے کیونکہ اصل مقصود حفظ دین ہے حفظ قانون سیاست ہے اور اشاعت عدل ہے کہ جس سے ضبط روایات حاصل ہوتا ہے اور زہاد وعظوں سے اور زہد وتقوی پر برانگیختہ کرنے سے فائدہ پہونچائیں گے پس اچھا یہ ہے کہ اکابر کی ایک جماعت کی جانب اشارہ ہو جو ہر صدی کے شروع میں تجدید دین اور اُسکی حفاظت کے لیے اقطار ارض میں پیدا کی جائے لیکن جو صدی کے شروع میں مبعوث ہو اُسے مشہور آدمی ہونا چاہیے جسکے جانب فنون مذکورہ میں سے کسی فن میں انگلیاں اُٹھتی ہوں اور صدی کے قبل بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اقامت امر دین کرتے ہیں لیکن یہاں وہ لوگ مقصود ہیں جو صدی ختم ہونے کے بعد بھی زندہ عالم مشہور مشار الیہ ہوں۔ ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ سید احمد بریلوی جو ۱۲۰۱ھ میں پیدا ہوکر ہیں اور اُنکے مرید مولانا اسمعیل دہلوی بھی اس حدیث کے مصداق میں داخل نہیں ہیں کیونکہ مجدد کے لیے ضروری ہے کہ ایک صدی کے آخر میں اور دوسری صدی کے شروع میں ان اوصاف کا پایا جائے کہ اُس سے لوگوں کو تمام فائدہ پہونچے اور وہ خود مشہور ہو اور ان حضرات کا شہرہ تیرھویں صدی کے وسط میں ہوا ہے جن علمانے مجددین کا تعین کیا ہے اس صفت کا لحاظ رکھا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے فوائد الجمۃ میں اور جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ تنبئہ من یبعثہ اللہ علی راس المائۃ میں ان مباحث کی تفصیل کی ہے اور انھیں رسائل کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق حضرت عمر بن عبد العزیز ہیں اور دوسری صدی کے مجدد بالاتفاق حضرت امام شافعی رحمہ اللہ ہیں اور تیسری صدی کے مجدد قاضی ابو العباس ابن شریح شافعی اور ابو الحسن اشعری اور محمد بن جریر طبری رحمہم اللہ ہیں اور چوتھی صدی کے مجدد ابو بکر بن باقلانی اور ابو الطیب صعلوکی وغیرہ ہیں اور پانچویں صدی کے مجدد امام غزالی ہیں اور چھٹی صدی کے مجدد امام فخر الدین

رازی ہیں اور ساتویں صدی کے مجدد تقی الدین ابن دقیق العید ہیں اور آٹھویں صدی کے مجدد زین الدین عراقی اور شمس الدین
جزری اور سراج الدین بلقینی رحمہم اللہ ہیں اور نویں صدی کے مجدد جلال الدین عبدالرحمن سیوطی اور شمس الدین سخاوی
رحمہم اللہ ہیں اور خلاصۃ الاثر فی اعیان قرن الحادی عشر وغیرہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ دسویں صدی کے مجدد شہاب الدین رملی
اور ملا علی قاری رحمہما اللہ وغیرہ ہین۔ والله اعلم **سوال** مصافحہ جو ملاقات کے وقت مسنون ہی زید کہتا ہی کہ ایک ہاتھ سے
مسنون ہی اور جامع ترمذی والی اس حدیث کو سند میں لاتا ہی فیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم پس کیا اسکا ہاتھ لے اور اس
سے مصافحہ کرے آپنے فرمایا ہاں پس کیا اسکا قول صحیح ہی اور مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا حدیث سے ثابت ہی یا نہیں **جواب**
جمہور فقہا کے نزدیک دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہیے مجالس الابرار میں ہی والمستحب ان تکون بکلتا یدیہ او سنت یہ ہی کہ
مصافحہ دونوں ہاتھوں سے ہو ایسا ہی درمختار اور جامع الرموز وغیرہ میں ہی اور معجم طبرانی میں بروایت ابو امامہ جو یہ حدیث مذکور
ہی قال قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم اذا تصافح المسلمان لم تفرق اکفہما حتی یغفر لہما حضور سرور عالم صلی الله
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب دو مسلمان مصافحہ کرتے ہیں تو انکے ہاتھ جدا نہیں ہوتے مگر اسوقت کہ انکے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ اس بات
پر دلالت کرتی ہی کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا چاہیے کیونکہ اگر ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنا سنت ہوتا تو اکفہما کی جگہ پر جو کف کی جمع ہی
کفاہما تثنیہ کا لفظ لایا جاتا صحیح بخاری میں ہی وصافح حماد بن زید ابن المبارک بیدیہ یعنی حماد بن زید نے ابن مبارک سے اپنے
دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ تابعین کے زمانے میں بھی دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنا جاری تھا اور صحیح بخاری
میں جو یہ حدیث عبدالله بن مسعود رضی الله عنہما سے مروی ہی علمنی رسول الله صلی الله علیہ وسلم وکفی بین کفیہ التشہد کما
یعلمنی السورۃ من القرآن التحیات لله والصلوات والطیبات الحدیث مجھے رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے تشہد سکھایا حالانکہ
میرا ہاتھ انکے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں تھا جیسا کہ سکھاتے مجھے سورۃ قرآن التحیات لله والصلوت والطیبات الحدیث اس بات
پر دلالت کرتی ہی کہ اس سے وہ مصافحہ جو ملاقات کے وقت کیا جاتا ہی مراد نہیں ہی بلکہ یہ ہاتھ میں ہاتھ لے لینا ویسا ہی ہی جیسا کہ
بزرگ چھوٹوں کو کوئی چیز تعلیم کرنے کے وقت ہاتھ میں ہاتھ لے لیتے ہیں اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس سے وہی مصافحہ مسنونہ مراد ہی تو بھی
اس حدیث سے یہ بات صاف طور سے ظاہر ہی کہ حضور سرور عالم صلی الله علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کیا اور حضرت ابن مسعود
کے ایک ہاتھ کا ذکر اس بات کا قطعی ثبوت نہیں ہی کہ دوسرا ہاتھ شامل نہ تھا کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ کف بمعنی جنس مستعمل
ہوا ہی اور کف سے دونوں ہاتھ مراد لیے گئے ہیں استعمال عرب اور آیات قرآن و احادیث نبوی میں یہ بات بکثرت پائی گئی ہی اسی
بنا پر جن حدیثوں میں اخذ بالید وارد ہوا ہی ان سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا قطعی ثابت ہے بلکہ وہ
حدیثیں دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے پر محمول ہیں جب تک کہ کوئی ایسی حدیث نہ پائی جائے جس سے صراحۃً ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرنا

ثابت ہو فقہا کے اقوال کو ترک نہ کرنا چاہئے **سوال** کہتے ہین کہ نفس اور روح ایک شی ہے جسکو متصوفین دل کہتے ہین اگر واقعی روح اور نفس ایک ہے تو اکثر کتب مین نفس کی مذمت اور روح کی توصیف سے کیا مراد ہے جیسے نفس کی مذمت مین مولانا روم فرماتے ہین ؎ دوزخ است این نفس و دوزخ اژدہاست ٭ کو بدریاہا نگردد کم و کاست ٭ اور روح کیلئے فرماتے ہین ؎ ما ز روح کردہ ایم ما کردہ پیا ساقی وحدت جام ما ٭ اور کہتے ہین کہ فلان آدمی کا نفس زندہ اور دل مردہ ہے یا کہتے ہین کہ فقرا نفس کشی مین بہت کوشش کرتے ہین لیس اگر نفس سے روح مراد ہے تو نفس کو مرنے کے بعد سوا کالبد خاکی کے کیا باقی رہ سکتا ہے اور اگر نفس برا اور روح اچھی ہے تو دونون ایک کیونکر ہوسکتی ہین اور اجتماع ضدین ایک ذات مین کیونکر ہوسکتا ہے **جواب** نفس اور روح ایک چیز ہے اور اوصاف کا مختلف ہونا احوال کے اختلاف کیوجہ سے ہے اور صوفیہ جو نفس کی برائی کرتے ہین تو نفس سے انکی مراد اور ہی شی ہے انکی تحقیق احیاء العلوم اور کیمیای سعادت وغیرہ کتب تصوف مین موجود ہے ضرورت کے موافق احیاء العلوم کی تھوڑی عبارت لکھی جاتی ہے جس سے نفس اور روح اور قلب اور عقل کے معانی معلوم ہوجائین گے اللفظ الاول لفظ القلب وهو يطلق لمعنيين احدهما اللحم الصنوبري الشكل المودع في الجانب الايسر من الصدر والمعنى الثاني هو لطيفة ربانية روحانية لها بهذا القلب الجسماني تعلق وتلك اللطيفة هي حقيقة الانسان وهو المدرك العالم العارف من الانسان وهو المخاطب والمعاقب والمعاتب والمطالب اللفظ الثاني الروح وهو ايضا يطلق لمعنيين احدهما جسم لطيف منبعه تجويف القلب الجسماني فينتشر بواسطة العروق الضوارب الى سائر اجزاء البدن والاطباء اذا اطلقوا لفظ الروح ارادوا به هذا المعنى الثاني هو اللطيفة العالمة المدركة من الانسان وهو الذي شرحناه في احد معاني القلب وهو الذي اراده الله بقوله قل الروح من امر ربي اللفظ الثالث النفس وهو ايضا مشترك بين معان ويتعلق بغرضنا منه معنيان احدهما انه يراد به المعنى الجامع لقوة الغضب والشهوة في الانسان وهذا الاستعمال هو الغالب على اهل التصوف لانهم يريدون بالنفس الاصل الجامع للصفات المذمومة من الانسان فيقولون لا بد من مجاهدة النفس وكسرها واليه الاشارة بقوله عليه الصلوة والسلام اعدى عدوك نفسك التي بين جنبيك المعنى الثاني هي اللطيفة التي ذكرناها التي هي بالحقيقة وهي نفس الانسان وذاته ولكنها توصف باوصاف مختلفة بحسب اختلاف احوالها فاذا سكنت تحت الامر وزايلها الاضطراب بسبب معارضة الشهوات سميت النفس المطمئنة والنفس بالمعنى الاول لا يتصور رجوعها الى الله فانها مبعدة عن الله وهي من حزب الشيطان واذا لم يتم سكونها ولكنها صارت مدافعة للنفس الشهوانية ومعترضة عليها سميت النفس اللوامة وان تركت الاعتراض واذعنت واطاعت لمقتضى الشهوات ودواعي الشيطان سميت النفس الامارة بالسوء انتہی ملخصا پہلا لفظ قلب ہے اور اسکا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے ایک صنوبری شکل کا گوشت جو سینہ کی بائین جانب رکھا گیا ہے اور دوسرے ربانی روحانی پاکیزگی جو اس جسمانی قلب سے ہے اور یہی لطیفہ انسان کی حقیقت ہے اور یہی مدرک عالم اور عارف ہے اور یہی مخاطب ہے اور اسی پر عقاب عتاب کیا جائیگا اور اسی سے مطالبہ کیا جائیگا

اور دوسرا لفظ روح ہے اور اُسکا بھی دو معنوں پر اطلاق ہوتا ہے ایک جسم لطیف جسکا منبع جوف قلب جسمانی ہے اور اسی کے بواسطہ رگوں کے تمام اجزاء بدن میں پھیلتا ہے اور اطبا جب لفظ روح کا اطلاق کرتے ہیں تو اس سے یہی معنی ثانی مراد لیتے ہیں دوسرے وہ انسان کا جاننے اور ادراک کرنیوالا لطیفہ جسکی شرح ہمنے قلب کی ایک معنی میں کی ہے اور اسی کو اللہ تعالی نے قول الروح من امر ربی سے مراد لیا ہے تیسرا لفظ نفس ہے اور وہ بھی مشترک ہے کئی معنوں میں اور ہماری غرض سے دو معنی متعلق ہیں ایک یہ کہ اُس سے مراد وہ معنی ہوں جو انسان میں قوت غضب و شہوت کے جامع ہیں اور یہی استعمال اہل تصوف پر غالب ہے کیونکہ وہ نفس سے وہ اصل مراد لیتے ہیں جو انسان کے بُری صفات کو جامع ہے پس وہ کہتے ہیں کہ مجاہدہ نفس و کسر نفس کی ضرورت ہے اور اسی جانب اس حدیث میں اشارہ ہے جسکے معنی یہ ہیں تمہارے دشمنوں میں سے ایک تمہارا نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے بیچ میں ہے دوسرے معنی وہ لطیفہ ہے جسکو ہمنے ذکر کیا جو فی الحقیقۃ نفس و ذات انسان ہے لیکن احوال کے اختلاف کے مطابق اوصاف مختلفہ سے متصف ہوتا ہے پس جبکہ امر کے ماتحت وہ سکون پذیر ہو جائے اور شہوات کے مقابلہ کی بدولت اُسکا اضطراب زائل ہو جائے تو اُسی نفس مطمئنہ کہتے ہیں اور نفس بمعنی اول کا رجوع اللہ کیجانب نہیں ہوتا کیونکہ وہ اللہ سے دور اور شیطان کے گروہ سے ہے اور جب اسکا سکون تو نہ تمام ہو لیکن نفس شہوانیہ کی مدافع اور اُسپر معترض ہو تو اُسی نفس لوامہ کہتے ہیں اور اگر اعتراض کو چھوڑکر شہوات اور دواعی شیطان کا مطیع و منقاد ہو جائے تو اُسکو نفس امارہ کہتے ہیں سوال زید کا قول اثبات توحید وجودی میں صحیح ہے یا نہیں اور اسکی عقلی یا نقلی دلیل صحیح ہے یا غلط اسکا قول یہ ہے اور توحید وجودی کی حقیقت بدلائل عقلیہ و نقلیہ ثابت ہے تفصیل کیلئے تو دفتر چاہیے مختصر ایک دلیل عقلی اور ایک نقلی لکھی دیتا ہوں عقلی یہ ہے کہ کوئی شئی غیر اللہ موجود نہیں ہو سکتی کیونکہ حکمت میں ثابت ہو چکا ہے کہ وجود عین ذات واجب ہے اور غیر وجود نہیں مگر عدم تو غیر واجب نہیں مگر عدم اور عدم موجود نہیں ہو سکتا پس غیر واجب یعنی غیر اللہ موجود نہیں ہو سکتا اور دلیل نقلی کلمہ توحید ہے کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ ہر الٰہ عین اللہ یعنی ہر موجود عین اللہ ہے اسلئے کہ ہر موجود مصداق الٰہ ہے اسواسطے کہ الٰہ کہتے ہیں معبود کو اور معبود اُسے کہتے ہیں جسکی کوئی عبادت کرے اور عبادت تابعداری کرنے کو کہتے ہیں اسی لئے تابعدار کو عابد و بندہ کہتے ہیں جیسے عبد الدنیا عبد الدرہم پیٹ کا بندہ روپیہ کا بندہ اور جسکا کوئی تابعدار ہو اُسی معبود اور الٰہ کہتے ہیں جیسے اللہ تعالی کے قول الٰہہ ہواہ میں ہوا کو الٰہ کہا بالجملہ اطلاق الٰہ کا ہر اُس شئی پر آتا ہے جسکا کوئی تابعدار ہو اور کوئی موجود موجودات میں ایسا نہیں جسکا کوئی تابع نہیں پس غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر موجود مصداق کا الٰہ ہے اور لا الٰہ الا اللہ سے ثابت ہے کہ جو مصداق الٰہ کا ہے وہ عین اللہ ہے اس سے ثابت ہوا کہ ہر موجود عین اللہ ہے جواب زید کا یہ کلام من اولہ الی آخرہ مغالطہ و سفسطہ ہے اور اسکی یہ تقریر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اسکو علم معقول و منقول دونوں کا کافی استعداد نہیں ہے ورنہ ایسی تقریر اس سے نہ صادر ہوتی چند وجوہ سے کل تقریر غلط ہے تطویل کیلئے تو ایک دفتر چاہیے مختصر بیان سمجھ لینا چاہیے وجہ اول یہ کہ زید نے جو دلیل عقلی قائم کی بعد صحت اُسکی مقدمات کے وہ نتیج اس امر کو ہے کہ کوئی شئی غیر اللہ کے موجود نہیں

ہوسکتی ہو اور کسی چیز کو سوائے ذات وحدہ لاشریک کے وجود کا حصہ نہیں مل سکتا ہی بلکہ عدم محض ہر چیز کو سوائے اللہ کے حاصل ہو اور دلیل نقلی بعد تسلیم اُسکے مقدمات کے نتیج اس امر کو ہو کہ ہر چیز عین اللہ کی ہو اور یہ ظاہر ہی کہ اللہ موجود ہو اور یہ بھی ظاہر ہی کہ جو چیز عین موجود کی ہوگی وہ بالضرورۃ موجود ہوگی کیونکہ عینیت بین الشیئین مستلزم تشارک وجودی ہی پس اس سے ثابت ہوا کہ ہر چیز موجود ہی پس ایک دلیل تو ثبت عدم محض تمام اشیا سوا اللہ کے ہو اور دوسری دلیل مثبت وجود جمیع اشیا ہی وھل ھذا الا تھافتہ وتساقط وجہ دوم یہ کہ دلیل عقلی کا یہ مقدمہ کہ وجود عین ذات واجب ہو اس سے کیا مراد ہی اگر یہ مراد ہی کہ وجود مصدری جسے بودن اور ہستی کہتے ہین عین ذات پروردگار ہی تو محض غلط ہی شرح سلم قاضی مبارک اور حاشیہ قدیمہ وغیرہ کتب منطق وحکمت کے معائنہ سے یہ امر واضح ہوتا ہی کہ عین ذات واجب فلاسفہ کے نزدیک وجود بمعنے مابہ الموجودیہ ہی نہ معنی مصدری اور جس نے معنی مصدری کی عینیت کا حکم کیا ہو اُسکی مراد یہ ہی کہ منشا انتزاع وجود مصدری واجب عین نفس ذات واجب ہی کسی وصف اور حیثیت کو اُس مین مداخلت نہیں ہی بخلاف ممکنات کے کہ مصداق وجود مصدری ان عین ذوات ممکنات ہین بحیثیت استنادالی الجاعل وغیرہ اور یہ مذہب کسی عاقل کا نہیں ہی کہ وجود مصدری عین ذات واجب ہی بعینیت بحتہ اور کیونکر یہ مذہب کسی عاقل کا ہوسکتا ہی ہر عاقل جسکو ادنی بھی تمیز ہی سمجھ سکتا ہی کہ وجود مصدری قبیل انتزاعیات سے ہو اور ذات واجب موجودات خارجیہ سے ہی پس اگر یہ دونون بالکلیہ متحد ہون تو لازم آتا ہی کہ معنی مصدری موجود خارجی ہوجائے یا موجود خارجی عین مصدری ہوجائے وبطلانہ ظاہر علے کل عاقل فضلا عن ماہر اور اگر یہ مراد ہی کہ وجود بمعنے مابہ الموجودیت عین واجب ہی یا یہ کہ منشأ انتزاع وجود مصدری کا نفس ذات واجب ہی تو صحیح ہی مگر مفید مطلب نہیں کیونکہ اس سے اگر ثابت ہوگا تو یہ ہوگا کہ غیر واجب مابہ الموجودیت نہیں ہو اور نفس ذات اُسکی منشا انتزاع وجود مصدری نہیں اور اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ غیر واجب معدوم محض ہوجائے وجہ سوم یہ کہ دلیل عقلی کا یہ مقدمہ کہ غیر وجود نہیں مگر عدم محض غلط ہی کیونکہ غیر وجود مصدری تمام موجودات خارجیہ اور ذہنیہ ہین صرف غیریت وجود وعدم کے ساتھ خاص نہیں ہی ہر طفل بکیت سمجھ سکتا ہی کہ زید وعمرو وبکر وفرس وحمار وحجر وشجر وسما وارض وشمس وقمر وغیرہ جتنی چیزین نخلع بخلعت وجود مشاہدہ ہین یہ سب غیر وجود مصدری ہی اور اگر غیر نہون تو لازم آتا ہی کہ یہ سب عین وجود مصدری ہون یا عین مابہ الموجودیۃ ہون اور بطلان اسکا ظاہر ہی کہ وجود مصدری انتزاعی غیر موجود خارجی وغیر مشاہد ہی اور یہ اشیا محسوسہ موجودہ وجہ چہارم یہ کہ نتیجہ مقدمتین مذکورتین کہ غیر واجب نہیں مگر عدم محض باطل ہی ہر گاہ دونون مقدمہ سابق باطل ہوئے اس نتیجہ

کے ابطال میں کیا شبہہ رہا وجہ پنجم یہ کہ یہ مقدمہ دلیل عقلی کا کہ عدم موجود نہیں ہوسکتا بھی باطل ہے اسوجہ سے کہ عدم موجودات ذہنیہ سے ہے اور حصہ وجود کا اُسکو عارض ہے جیسا کہ حواشی میرزاہد مین جو شرح مواقف وغیرہ پر ہین تفصیل تمام مذکور ہے اور اگر عدم موجود نہو تو لا محالہ معدوم ہوگا اور عدم العدم مستلزم وجود ہے الحاصل ہر دلیل عقلی کا ہر مقدمہ محض باطل ولغو ہے اگر کتب مطولہ حکمیہ سے قطع نظر کرلین اور کتب مختصرہ متداولہ ہی کو دیکھین تو بطلان ان سب کا مخفی نرہیگا وجہ ششم یہ کہ دلیل نقلی کا یہ مقدمہ کہ ہر موجود مصداق اللہ کا ہے اسواسطے کہ اللہ کہتے ہین معبود کو اور معبود کہتے ہین اسکو جسکی کوئی عبادت کرے محض لغو ہے اس وجہ سے کہ آلہ نام مستحق عبادت کا ہے نہ ہر ایسی چیز کا کہ جسکی کوئی عبادت حماقت سے کرنے لگے جیسا کہ معائنہ کتب لغت سے یہ امر واضح ہے پس مصداق آلہ کا موجودات مین وہی ہوگا جو مستحق عبادت ہے نہ ہر عبادت کردہ شدہ وجہ ہفتم یہ قول کہ عبادت کہتے ہین تابعداری کو وال ہے علوم شرعیہ اور علوم لغویہ کی ناواقفیت پر مطلق تابعداری معنی عبادت کے نہین ہین بلکہ معنے عبادت کے پرستش اور غایت خضوع کے ہین ہر کس و ناکس اس امر سے واقف ہے کہ تابعداری اور چیز ہے اور پرستش اور چیز ہے ہان غیر پرستش پر اطلاق عبودیت کا مبالغۃً کیا جاتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ اس دلیل نقلی کا ہر مقدمہ خلاف لغت و عرف و شرع ہے ہر گاہ دونون دلیلین مزخرف ٹھرین ثبوت دعوی ندارد ہو گیا **سوال** ہندوستان جہانتک عملداری انگریزونکی ہے دار الحرب ہے یا نہین اور اگر ہے تو صرف صاحبینؒ کے مذہب کے مطابق یا ابوحنیفہؒ کے مذہب کے موافق بھی **جواب** ہندوستان دار الحرب نہین ہے بلکہ دار الاسلام ہے چنانچہ اُن عبارات فقہیہ سے واضح ہوتا ہے خزانۃ المفتین مین ہے دار الاسلام لا تصیر دار الحرب الا باجراء احکام الشرک فیہا وان یکون متصلا بدار الحرب لا یکون بینہا وبین دار الحرب مصر اخر للمسلمین وان لا یبقی فیہ مسلم و ذمی امنا بالامان الاول فاما لو جد ہذہ الشرائط لا تصیر دار الحرب ومعنی قولنا ان لا یبقی مسلما وذمی امنا بالامان الاول ان لا یبقے فیہا مسلما وذمی امنا علی نفسہ الا بامان المشرکین وقالا اذا اجروا فیہا احکام الشرک فانہا تصیر دار الحرب سواء کانت متصلۃ بدار الحرب اولم تکن بقی فیہا مسلم او ذمی امنا بالامان الاول اولم یبق ودار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیہا وان زال غلبۃ اہل الاسلام کذا فی شرح سیر الاصل وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دار الاسلام لا تصیر دار الحرب مالم یبطل جمیع ما صارت بہ دار الاسلام لان الحکم اذا ثبت لعلۃ فما بقی من العلۃ شئ یبقی ببقائہ وفی المنشور دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقی علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام انتہی دار الاسلام دار الحرب نہین

ہوتا ہی مگر احکام شرک کے جاری ہونی اور دار الحرب کے اسقدر متصل ہونے سے کہ اُسکے اور دار الحرب کے بیچ مین
کوئی دوسرا شہر مسلمانون کا باقی نہ رہے اور مسلمان اور کسی امان یافتہ ذمی کے باقی نہ رہنے سے پس جبتک
کہ یہ شرائط نہ پائی جائین وہ دار الحرب نہوگا اور ہمارے قول مسلمان اور کسی امان یافتہ ذمی کے نہ باقی رہنے کا
یہ مطلب ہی کہ اُس ملک مین کوئی مسلمان یا ذمی بلا امان مشرکین کے نہو اور صاحبین کہتے ہین کہ کافر جب احکام
شرک جاری کردین تو وہ دار الحرب ہوجائیگا۔ خواہ دار الحرب کی متصل ہو یا نہو اُس مین کوئی مسلمان یا امان
یافتہ ذمی باقی ہو یا نہو اور دار الحرب جرای احکام اسلام سے دار الاسلام ہوجاتا ہی گو اہل اسلام کا غلبہ جاتا رہی ایسا ہی
شرح سیر الاصل مین ہی اور ابو السیر کی سیر الاصل مین ہی کہ دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا ہی جبتک وہ تمام باتین
نہ جاتی رہین جن سے وہ دار الاسلام ہوا تھا کیونکہ حکم جب کسی علت سے ثابت ہوتا ہی تو جبتک کچھ بھی علت باقی
رہتی ہی شئے اُسکے باقی رہنے سے باقی رہتی ہی اور منشور مین ہی کہ ملک دار الاسلام احکام اسلام کے جاری ہونیکی
بدولت ہی پس جب تک کہ اسلام سے کچھ بھی تعلق باقی رہیگا جانب اسلام ہی کو ترجیح دیجائیگی۔ اور بزازیہ مین ہی
قال السید الامام والبلاد التی فی ایدی الکفرة الیوم لاشك انها بلاد الاسلام بعد ایضا لها بلاد الحرب
ولم یظهروا فیها احکام الکفر بل القضاة مسلمون واما البلاد التی علیها وال مسلم من جهتهم فیجوز
فیها اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاة وتزویج الایامی والارامل لاستیلاء المسلم علیه
واما البلاد التی علیها ولاة کفار فیجوز فیها ایضا اقامة الجمع والاعیاد والقاضی قاض بتراضی المسلمین
وقد تقرر ان ببقاء شیء من العلة یبقی الحکم وقد حکمنا بلا خلاف فان هذه الدیار قبل استیلاء الکفار
کان من دیار الاسلام وبعد استیلائهم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع والفتوی
والتدریس شائع بلا نکیر من ملوکهم فالحکم بانها من دار الحرب لاجهة له نظروا الی الدرایة والدرایة
واعلان بیع الخمور واخذ الضرائب والمکوس والحکم من النقص برسم التتار کاعلان بنی قریظة بالیهود
وطلب الحکم من الطاغوت فی مقابلة محمد صلی الله علیه وسلم فی عهده بالمدینة ومع ذلك کانت بلدة اسلام
بلا ریب وذکر الحلوائی انه انما تصیر دار الحرب باجراء احکام الکفر وان لا یحکم فیها بحکم من احکام الاسلام
وان یتصل بدار الحرب وان لا یبقی فیها مسلم ولا ذمی آمنا بالامان الاول فاذا وجدت الشرائط کلها
صارت دار الحرب وعند تعارض الدلائل والشرط یبقی ما کان اویترجح جانب الاسلام احتیاطا انتهی
سید امام نے کہا ہی کہ وہ شہر جو آجکل کافرون کے قبضے مین ہی بیشک دار الاسلام ہی اسکے دار الحرب سی ملجانیکے

بعضے بھی اگر وہ اُس میں احکام کفر جاری نہیں کرتے ہیں بلکہ قاضی مسلمان ہیں اور وہ شہر جن میں اُنکے جانب سے مسلمان والی ہیں اُن میں نماز جمعہ و عیدین پڑھنا اور خراج لینا اور قاضیوں کی تقلید کرنا اور نکاح میں گواہ درست ہی استیلاء مسلم کی وجہ سے اور وہ شہر جنکے والی کافر ہیں اُن میں بھی جمعہ و عیدین کی نماز درست ہی اور مسلمانوں کے راضی ہونے سے قاضی بھی قاضی ہے اور یہ بات ثابت ہو چکی ہی کہ علت کے باقی رہنے سے حکم باقی رہتا ہی اور رہنے بلا خلاف اس بات کا حکم کیا ہی کہ یہ شہر استیلاء کفار سے پہلے دار الاسلام تھے اور بعد استیلاء کفار بھی اعلان اذان اور جمعہ و جماعتوں کا اور شرع کے موافق حکم اور فتوے و تدریس بلا انکار بادشاہ شائع ہی پس اس حکم کرنے کی کہ وہ دار الحرب ہی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی اور شرایک بالاعلان بیچا جانا اور خراج لینا اور ٹکس وصول کرنا اور رسم تار کے توڑنے کا حکم ویسا ہی ہی جیسا بنی قریظہ کا اعلان یہودیت اور طلب حکم کا طاغوت سے بمقابلہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں اور باوجود اسکے بلا شک وہ شہر اسلام تھا اور حلوائی نے کہا ہی کہ دار الاسلام اجرا احکام کفر سے اور اسلام کے کسی حکم کے نہ جاری ہونے سے اور دار الحرب سے متصل ہو جانے سے اور کسی مسلمان اور امان یافتہ ذمی کے نہ باقی رہنے سے دار الحرب ہو جاتا ہے پس جب تمام شرائط پائے جائینگے تو دار الحرب ہو جائے گا اور جب شرائط و دلائل معارض ہوں تو اپنی اصل پر باقی رہے گا یا جانب اسلام کو احتیاطاً ترجیح دیجائے گی اور عتابی نے شرح زیادات میں لکھا ہی دار الاسلام انما تصیر دار الحرب بثلاث شرائط احدھا اجراء احکام الکفار علے سبیل الاشتہار والثانی ان تکون متاخمۃ بدار الحرب ای متصلۃ لا یتخلل بینہما بلدۃ من بلاد المسلمین والثالث ان لا یبقی فیہا مسلما وذمی امنا بالامان الاول فشرط ھذہ الشرائط لیکون علما علی تمام القھر والاستیلاء اذ دار الاسلام یحتاط لاثباتہ لھا وعندھما یصیر دار الاسلام دار الحرب باجراء احکام الکفر فیہا انتھے دار الاسلام تین شرطوں سے دار الحرب ہو جاتا ہی اول اجراے احکام کفار باشتہار دوم اتصال دار الحرب اسطرح پر کہ بیچ میں مسلمانوں کا کوئی شہر نہ واقع ہو سوم کسی مسلمان یا امان یافتہ ذمی کا باقی نہ رہنا پس ان شرائط کی شرط لگائی گئی تاکہ پورے ظلم اور استیلاء کی علامتیں پائی جائیں کیونکہ دار الاسلام کے لیے دار الحرب کا حکم ثابت کرنے میں احتیاط کی جاتی ہی اور صاحبین کے نزدیک دار الاسلام اجرا احکام کفر سے دار الحرب ہو جاتا ہے اور طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہی قولہ باجراء احکام اھل الشرک ای علے الاشتہار وان لا یحکم فیہا بحکم اھل الاسلام ھندیۃ وظاھرہ انہ لو اجریت احکام المسلمین واحکام

اهل الشرك کا تکون دار حرب انتهٰی قول مصنف کا باجراء احکام الشرک یعنی باشتہار احکام شرک کے اجرا اور اہل اسلام کے کسی حکم کے نہ جاری ہونے سے (دار الاسلام دار الحرب ہو جاتا ہی) اور یہ ظاہر ہے کہ اگر احکام مسلمین و احکام اہل شرک دونون جاری ہون تو وہ دار الحرب نہوگا انتہٰی ان عبارات سے اور انکے امثال سے واضح ہی کہ دار الاسلام کے دار الحرب ہونے مین یہ شرط ہی کہ احکام کفر علانیہ جاری ہون اور احکام اسلام بالکلیہ موقوف کر دیے جائین اور شعائر اسلام اور ضروریات دین مین کفار مداخلت کرنے لگین اور یہ شرط اتفاقی ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اسکو سوا اور بھی دو شرطین زائد کی ہین ایک یہ کہ اس بلدہ مین اور دار الحرب مین کوئی بلدہ مملکت اہل اسلام کا باقی نرہے دوسری یہ کہ امان اول اٹھ جائے اور بامان کفار اقامت کی نوبت آئی ہو اور ظاہر ہے کہ بلاد ہندوستان مین یہ مفقود ہی اسلیے کہ شعائر اسلام مین ہنوز حکام کی طرف سے مداخلت اور ممانعت نہین ہے اگرچہ اکثر قضاۃ کفار ہین اور خلاف اسلام احکام جاری کرتے ہین مگر بہت سے امور مین مذہب اسلام اور شرع کے موافق بھی فیصلہ کرتے ہین پس ہندوستان امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کسی کے نزدیک دار الحرب نہین ہی **سوال** ایک شخص جو اچھی طرح صرف و نحو بھی نہین جانتا اور فقط ترجمون کی وجہ سے اکثر مسائل جانتا ہی مگر کم علمی کی وجہ سے حق و باطل مین تمیز نہین کر سکتا اور نہ صحیح مطالب سے واقف ہو سکتا ہی فقط اس غرض سے کہ جہال اُسے عالم سمجھین اور دام مین پھنسکر اطاعت کرین مسجد مین وعظ کہتا ہی جس مین ہزارون غلطیان ہوتی ہین اور قرآن و حدیث کے خلاف باتین بیان کرتا ہی اور اسی دہوکے مین ڈالکر بغیر کسی کامل پیر کی اجازت کے لوگون کو مرید بھی کرتا ہی اور اپنے ذاتی فائدے کے لیے ایک عالم کو وعظ کہنے اور امامت کرنے سے روکتا ہی اور خود امام بنتا ہی اسکے علاوہ صوفض سے میل جول رکھنے کی وجہ سے ذکر میلاد نبوی مین بارادہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر نہین کرتا اور سنی مذہب کے لوگون کو روافض کے اتحاد کی وجہ سے بالکل ترک کیے ہوے ہی تعزیت مردگان و دیگر مراسم مثل نکاح و شادی مین روافض کو کہنے سے شریک نہین ہوتا آیا ایسا شخص عند اللہ گنہگار ہی یا نہین اور ایسے شخص کو ایک عالم کی موجودگی مین وعظ کہنا اور امامت کرنا درست ہی یا نہین اور بغیر پیر کی اجازت کے اُسکا مرید کرنا جائز ہی یا نہین واضح رہی کہ شخص مذکور طہارت وغیرہ کا بھی پورا پابند نہین ہی **جواب** ایسا شخص گنہگار ہوگا اور اُسکو درصورت موجودگی عالم کے امامت اور وعظ کا استحقاق نہین ہی اور جبکہ اُس شخص مین نامشروع افعال موجود ہین تو لوگون کو اسکے مرید ہونے سے پرہیز کرنا چاہیے **سوال** ریل کی مسافت کو بعض علما گنیوں ٹے پر عمل کرتے ہین اور بعض سیر اہل

حل کرتی ہین اور دلیلین فریقین کی مختلف ہین پہلے گروہ کی دلیل یہ ہو کہ ریل کو اگنبوٹ کے ساتھ بہت زائد مناسبت ہی
اس لیے کہ دونون مین آگ جلائی جاتی ہو اور دوسرے گروہ کی دلیل یہ ہو کہ ریل کی مسافت کو ابل سے زیادہ
مناسبت ہو اس لیے کہ دونون خشکی کی سواریان ہین اگرچہ ریل تیز زائد ہوتی ہو۔ **جواب**۔ بحر الرائق مین ہے
فی السراج الوهاج اذا كانت المسافة ثلاثة ايام ولياليها بالسير المعتاد فسار البريد سيرا اسرع او على الفرس
جريا حثيثا فوصل في يومين قصر انتهى والمراد بالسير الوسط ان يكون بالابل ومشى الاقدام والمراد
بالابل القافلة دون البريد واما السير في البحر فيعتبر في الجبل ما يليق به وهو ان يكون مسافة ثلثة ايام
فيما اذا كانت الرياح معتدلة وان كانت تلك المسافة بحيث تقطع في البر يوم كما في الجبل يعتبر في نفسها
من الجبل بالسير الوسط ثلثة ايام وان كانت تقطع من طريق السهل بيوم والحاصل انه يعتبر المدة من اي
طريق اخذ فيه انتهى سراج وہاج مین ہو کہ جب مسافت تین دن رات کی ہو متوسط سیر سے تو قاصد اگر تیز رفتاری سے
گیا یا گھوڑے پر متوسط چال سے چلا پس دونون مین پہونچ گیا تو وہ قصر کرے انتہی اور خشکی اور پہاڑ پہ چلنے سے مراد اونٹ
پر یا پیادہ چلنا ہو اور اونٹ سے مراد قافلہ کا اونٹ ہو نہ ڈاک کا اونٹ اور دریا کی سیر مین اسکی مطابق اعتبار کیا جائیگا
یعنے تین دن کی رفتار جبکہ ہوا معتدل ہو اور اگر یہ مسافت ایسی ہو کہ خشکی مین یہ مسافت ایک دن مین قطع ہو جائے
جیسا کہ جبل مین تو اعتبار کیا جائے گا اُسکا ہونا جبل سے باعتبار سیر وسط کے تین دن اگرچہ وہ نرم زمین مین ایک
ہی دن مین قطع ہو جائے اور حاصل یہ ہو کہ مدت کا اعتبار اوس راستہ سے کیا جائے گا جس سے اوس نے
سفر شروع کیا ہو اس عبارت سے اور ایسی ہی اور عبارات فقہیہ سے واضح ہو کہ سیر بری اور بحری ہر ایک مین سیر متوسط
ایسی سیر کی لیجاویگی اور دوسری سیر کا اعتبار نہ کیا جائیگا اور اس باب مین سرعت سیر و بطور کا اعتبار نہین ہو
بلکہ متوسط کا ہو پس ریل اگرچہ اگنبوٹ سے مشابہ ہو مگر چونکہ یہ بری اور وہ بحری سواری ہو اس لیے ریل کی سیر مین
سیر اگنبوٹ کا لحاظ نہ کیا جائیگا۔ **سوال**۔ نور الانوار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہو کہ توریت اور انجیل منسوخ نہین
ہوئین اور شیخ سعدی کے قول سے معلوم ہوتا ہو کہ منسوخ ہوگئین دونون مین تعارض کیون ہو۔ **جواب**۔ توریت
اور انجیل کے تمام احکام منسوخ نہین ہوئی ہین کیونکہ شریعت محمدی مین بعض احکام ملت بنی اسرائیل کے موافق بھی
ہین البتہ بہت سے احکام اس شریعت مین منسوخ ہو گئی ہین قال الله تعالیٰ فی صفة نبینا صلی الله علیه
وسلم یامرهم بالمعروف وینهاهم عن المنکر ویحل لهم الطیبات ویحرم علیهم الخبائث ویضع عنهم اصرهم
والاغلال التی کانت علیهم حضور سرور عالم صلے الله علیه وسلم کی شان مین الله تعالے فرماتا ہو وہ اچھے باتون کا

حکم دیتے ہین اور بُری باتون سے روکتے ہین اور اُنکے لیے عمدہ چیزین حلال اور بُری چیزین حرام کرتے ہین اور اُن سے بوجھون اور قیدون کو اُٹھاتے ہین سوال بخیال مصلحت وقت مثلاً روز جمعرات یا شب جمعہ کو ایک جلسہ مقرر کیا جائے کہ ہر ہفتہ کو لوگ جمع ہوا کرین اور وعظ بذریعہ قراۃ ترجمہ قرآن یا احادیث و مسائل نماز روزہ وغیرہ مسائل دینیات کا بیان ہوا کرے اور کسی دینی اور دنیاوی معاملہ کا جھگڑا اس مین نہو صرف قرآن اور حدیث کا ذکر ہوا کرے اس لیے ایکدن صرف اس غرض سے مقرر کیا جائے کہ سب لوگ بغیر اسکے کہ اطلاع دیجائے روز معلومہ کو بوقت و مقام معلومہ خود بخود مجلس وعظ مین شریک ہوا کرین جیسا کہ دہلی مین وعظ مولوی حفیظ اللہ خان صاحب کا بروز دوشنبہ بوقت معین صبح یا وعظ مولوی عبد الرب صاحب کا بروز معینہ جمعہ بمقامات معینہ ہوتا ہے اور شوقین بلا اطلاع دینے کے وقت معلومہ پر شریک ہو جایا کرتے ہین ایسا کرنا گناہ ہے یا نہین پھر ایسے وعظ مین اگر بایام گرمی شربت یا برف کا پانی یا بموسم سرما چائے وغیرہ حاضرین کو پلائی جائے اور رسوم جہال کی پابندی کا کچھ خیال نہ رکھا جائے تو جائز ہے یا نہین اسیطرح رمضان المبارک کی کسی شب مین بروز ختم کلام مجید حاضرین کو بلا نیت کسی رسم و رواج کے کھانا کھلانا یا شیرینی تقسیم کرنا یا اسوقت خواہ بوقت افطار شربت پلانا جائز ہے یا نہین جواب یہ سب جائز ہے اور اسکی اصل یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری کی کتاب الاعتصام مین ابو سعید خدری سے مروی ہے قال جاءت امرأة الى رسول الله صلے الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله ذهب الرجال بحديثك فاجعل لنا من نفسك يوما ناتيك فيه تعلمنا مما علمك الله فقال اجتمعن فى يوم كذا وكذا فى مكان كذا وكذا فاجتمعن فاتاهن رسول الله صلے الله عليه وسلم فعلمهن مما علمه الله الحديث حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور اُسنے کہا یا رسول اللہ مرد آپ سے حدیثین حاصل کرتے ہین پس آپ ہمارے لیے ایک دن مقرر فرمائین جس مین مخصوص ہمکو اُسکی تعلیم دین جو اللہ تعالے نے آپکو بتلایا ہے پس حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا کہ جمع ہو اس دن اور اس دن اس جگہ اور اس جگہ پس عورتین جمع ہوئین اور آپ نے تشریف لاکر اُنکو وہ سکھایا جو اللہ نے آپکو سکھایا تھا اور یہی صحیح بخاری کی کتاب الدعوات مین عکرمہ سے مروی ہے عن ابى وائل قال كان عبد الله بن مسعود يذكر الناس فى كل خميس فقال له رجل يا ابا عبد الرحمن انك ذكرتنا كل يوم قال اما انه يمنعنى من ذلك انى اكره ان املكم وانى اتخولكم بالموعظة كما كان النبى صلے الله عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السامة علينا انتهے ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر پنجشنبہ کو وعظ کہتے تھے پس اُنسے ایک شخص نے کہا کہ تم ہمسے روز وعظ

کہا کرو انھون نے کہا کیا مجھکو اس سے یہ بات نہین روکتی کہ مین تمکو مجبور کرون اسپر کہ تم رنجیدہ ہو یعنی مین روز اسلیئے وعظ نہین کہتا کہ کہین سننے والون کو دشوار نہو جائے اور مین ناغہ کرکے وعظ اس لیے کہتا ہون کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے اسی طرح ناغہ کرکے وعظ کہا کرتے تھے ملال کے خوف سے انتہی ان اخبار سے انعقاد مجلس وعظ کے لیے تعیین مکان وزمان ثابت ہی اور حضار مجلس کو جب وہ ایک مکان پر جمع ہون رمضان مین مجلس ختم مین یا غیر رمضان مین مجلس وعظ مین بلا لحاظ رسم و رواج و التزام ضروری و اہتمام غیر شرعی کوئی چیز کھلانا پلانا یا تقسیم کردینا بھی درست ہی اصل اسکی یہ حدیث ہی جو صحیح بخاری مین کتاب الجہاد مین باب الطعام عند القدوم مین مروی ہی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما قدم المدینة نحر جزورا و بقرة انتہی جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ مین تشریف لائے تو اونٹ اور گائے کی قربانی کی اور یہی کتاب الاطعمہ مین قصہ عتبان ابن مالک مین مروی ہی۔ قال عتبان فغدا علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابو بکر حین ارتفع النہار فلم یجلس حتی دخل البیت فقال این تحب ان اصلی من بیتک فاشرت الی ناحیة فقام فکبر فصففنا وصلی رکعتین ثم سلم فحبسناه علی خزیرة صنعناها الحدیث عتبان نے کہا ہی کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ میرے یہان آئے جبکہ آفتاب بلند ہوچکا تھا پس نہ بیٹھے یہان تک کہ گھر مین تشریف لے گئے اور پوچھا کہ تم کہان پسند کرتے ہو کہ مین تمھارے گھر مین نماز پڑھون مین نے ایک گوشہ کی طرف اشارہ کیا آپنے وہان کھڑے ہوکر تکبیر کہی پس ہمنے صف باندھی اور دو رکعتین پڑھین پھر آپنے سلام پھیرا اور ہمنے آپ کو ایک دسترخوان پر بٹھلایا جو آپکے لیے بنایا تھا واللہ اعلم

سوال۔ اگر شارع نے کسی علت سے کوئی حکم بیان کیا بعد مدت کے وہ علت جاتی رہی تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ حکم باقی نہ رہے چنانچہ ابن عباسؓ نے طواف مین رمل کے سنت ہونیکا انکار کیا ہی لیکن حضرت عمرؓ نے باوجودیکہ زوال علت کا یقین تھا پھر فرمایا کہ جو ہم حضرت سرور عالم صلے اللہ وسلم کے زمانے مین کرتے تھے اُسے نہ چھوڑینگے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ زوال علت سے زوال حکم ہوتا ہی یا نہین اگر ہوتا ہی تو یہ قاعدہ کلیہ ہی یا اسکا کوئی خاص موقع ہی

جواب احکام شرعیہ کے مناشی و بواعث شریعت کے ارتفاع سے احکام کا ارتفاع نہین ہوتا اور اکثر مناشی علل کے ساتھ مشتبہ ہوجاتے ہین اسوجہ سے بعض احکام شرعیہ کے بقا و عدم بقا مین اشتباہ ہوتا ہی نظائر اسکے بہت ہین منجملہ اُسکے حکم رمل ہی کہ منشا اسکی شریعت کا مشرکین کا دفع خیال تھا مگر بعد اس منشا کے ارتفاع کے بھی یہ حکم باقی رہا اسی وجہ سے حجة الوداع مین بھی رمل کیا گیا باوجودیکہ وہ منشا باقی نہ رہا اور منجملہ اُسکے حکم غسل روز جمعہ ہی کہ بعد ارتفاع اُسکے منشا شریعت کے جو کہ

سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہی باقی رہا اور علل احکام کا ارتفاع سی ارتفاع حکم بالضرور ہوگا مگر بدو شرط ایک یہ کہ شرعًا یا امر ثابت ہو کہ اس حکم کی یہ علت ہی دوسرے یہ کہ یہ بھی معلوم ہو کہ اس حکم کی اسکے سوا کوئی اور علت نہین ہے ورنہ ممکن ہو کہ ایک شئی معلول بعلل شتی ہو پس ایک علت کے عدم سے عدم اُسکا نہ لازم آویگا اور اگر علت کی علیت قطعی نہو بلکہ اجتہادی ظنی ہو تو اُسکی ارتفاع سے ارتفاع حکم بھی ظنی ہوگا ہذا ہو الاصل **سوال** زبان انگریزی کی تعلیم آیا شرعًا جائز ہی یا ناجائز اور آیا اُسکے عدم جواز پر من تشبہ بقوم فہو منہم یعنے جس نے جس قوم کی مشابہت کی وہ انھین مین سے ہی استدلال ہو سکتا ہی یا نہین اور بعض احادیث مین جو وارد ہی کہ حضرت سرورکائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات نے بعض صحابہ کرام کو توریت یا انجیل پڑھتے دیکھکر اُسکے پڑھنے سے منع فرمایا آیا اس روایت سے تعلیم زبان انگریزی کا شرعًا ممنوع ہونا ثابت ہوتا ہی یا نہین۔ **جواب** نفس تعلم زبان انگریزی کا شرعًا جائز ہی کیونکہ موافق علم اصول کے اصل حلت ہی پس تا وقتیکہ منع شرعی ثابت نہو ہر شئے شرعًا جائز سمجھی جاویگی من تشبہ بقوم الخ اور دوسرے روایت سے انگریزی سیکھنا ممنوع نہین ثابت ہوتا ہی کیونکہ اس مین تشبہ بالنصاری نہین ہی اور نہ انگریزی زبان مین توریت و انجیل ہی حررہ اشرف علی عفا اللہ عنہ **ہو المصوب** فی الواقع نفس تعلم زبان انگریزی شرعًا ممنوع نہین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہودیون کی زبان سیکھنے کا حکم کیا جیسا کہ جامع ترمذی وغیرہ مین مروی ہی اور ملا علی قاری مکی کی شرح مشکوۃ مین ہی لا یعرف فی الشرع تحریم علم لغۃ من اللغات سریانیۃ کانت او عبرانیۃ ہندیۃ کانت او ترکیۃ فارسیۃ کانت او غیرہا شرع نے زبانون مین سے کسی زبان کے سیکھنے کو حرام نہین کیا ہی سریانی ہو یا عبرانی ہندی ہو یا ترکی فارسی ہو یا کوئی اور زبان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرأت توریت سے منع کرنا اس لیے نتھا کہ وہ کفار کی زبان مین ہے بلکہ اس غرض سے تھا کہ کہین اس امت کے لوگ قرآن کو چھوڑ کے کتب سابقہ کی طرف متوجہ نہو جائین اور اپنے دین کی غارت نہ کردین اسکی تفصیل کتب حدیث مین موجود ہی اور حدیث من تشبہ کو تعلم زبان سے کچھ علاقہ نہین ہی وہ اوضاع خاصہ و اطوار خاصہ کفار کو طعام و شراب و لباس و مشی وغیرہ مین اختیار کرنا داخل تشبہ ہی نہ کسی زبان کو سیکھنا واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی۔ [ابو الحسنات محمد عبد الحی] **سوال** جواز تعلیم زبان انگریزی بشمول دیگر السنہ مین علما کا کیا حکم ہی جن کی تعلیم کی غرض سے نواب صاحب بہادر والی سورت نے ایک مدرسہ خاص مسلمانون کی تعلیم کے لیے جاری فرمایا ہی ہرچند کہ خاص شہر جوناگڈھ مین مکتب گجراتی اردو وغیرہ کے ہین اور سرکاری اسکول بھی

جس مین انگریزی تعلیم عموماً ہندو مسلمان کو ہوتی ہی موجود ہی مگر خاص بغرض تحفظ دین وعقائد اہل اسلام نواب صاحب نے یہ مدرسہ قائم کیا ہی اور ایک متقی پرہیزگار عالم کو اُسکا پرنسپل مقرر کیا ہی کہ تعلیم علوم دینی و دنیاوی باحسن وجوہ ہو اور خیال دین مقدم ہو **جواب** اس طور سے تعلیم زبان انگریزی کی جس مین خیال دین مقدم ہو درست ہے شرعاً کسی زبان کے سیکھنے کی اگرچہ وہ زبان کفار کی ہو ممانعت نہین وارد ہی بلکہ جب منجر کسی مفسدہ کی طرف ہو اور اس سے انسان کے اطوار شرعیہ عقائد دینیہ مین تخلل واقع ہو منع ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بعض صحابہ کو یہودیون کی زبان سیکھنے کی اجازت دی ہے جامع ترمذی مین زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہی امرنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اتعلم السریانیۃ وفی روایۃ امرنی ان اتعلم کتاب یہود وقال انی ما امن یہود علی کتاب قال فما مربی نصف شہر حتی تعلمتہ فکان اذا کتب الی یہود کتبت واذا کتبوا الیہ قرأت لہ کتابہم انتہی مجھے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سریانی سیکھون اور ایک روایت مین ہی مجھے حکم دیا کہ مین یہود کی کتابت سیکھون اور فرمایا کہ مین یہود کی کسی تحریر سے بخوف نہین ہون (یعنی اُن پر اعتماد نہین کرتا) اُنھون نے کہا کہ نصف ماہ سے کم مین مین نے اُسے سیکھ لیا جب یہودیونکو خط لکھا جاتا تو مین لکھتا اور جب اُنکا خط آتا تو مین پڑھتا تھا ملا علی قاری مکی مرقاۃ شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین قیل فیہ دلیل علی تعلم ما ہو حرام فی شرعنا للتوقی عن الوقوع فی الشر کذا ذکرہ الطیبی بل فی ذیل کلام المظہر وہو غیر ظاہر اذ لا یعرف فی الشرع تحریم علم لغۃ من اللغات سریانیۃ کانت او عبرانیۃ ہندیۃ کانت او ترکیۃ فارسیۃ کانت او غیرہا نعم یعد من اللغو ومالا یعنی وہو مذموم عند ارباب الکمال الا اذا ترتبت علیہ فائدۃ فحینئذ یستحب کما یستفاد من الحدیث انتہی کہا گیا ہی کہ اس مین دلیل ہی اُس چیز کے سیکھنے پر جو ہمکو شر مین پڑنے سے بچانیوالی شرع کے نزدیک حرام ہی ایسا ہی ذکر کیا ہی طیبی نے کلام مظہر کے ضمن مین اور یہ ظاہر نہین ہی کیونکہ شرع سے کسی زبان کا سیکھنا حرام ثابت نہین ہوتا ہی سریانی ہو یا عبرانی ہندی ہو یا ترکی فارسی ہو یا کوئی اور دوسری زبان۔ ہان جو بیکار شے ہے وہ لغو بھی جائیگی اور یہ ارباب کمال کے نزدیک مذموم ہو مگر جبکہ اُس سے کچھ فائدہ حاصل ہو تو مستحب ہی جیسا کہ حدیث سے سمجھا جاتا ہی **سوال** عورتون کو لکھنا سکھانا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہے احادیث و عبارات فقہا اور تعامل اکابر علما اسپر شاہد ہین حیوۃ الحیوان مین ہی اخرج ابوداؤد والحاکم وصححہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال للشفا بنت عبد اللہ علمی حفصۃ رقیۃ النملۃ کما علمتہا الکتابۃ والنملۃ قروح یخرج من الجنب من البدن ورقیتہا شئی کانت تستعمل النساء انتہی ابوداؤد اور حاکم نے اسکو نکالا ہی اور اسکی

تصحیح اس بات سے ہوتی ہی کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفا بنت عبد اللہ سے کہا کہ حفصہ کو نملہ کا منتر سکھاؤ جیسا کہ تمنے انھین کتابت سکھائی اور نملہ دانے ہین جو پہلو مین نکلا کرتے ہین اور رقیۃ النملہ ایک شے ہی جسکو عورتین استعمال کرتی ہین اس صحیح روایت سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ شفا جو صحابیہ تھین کتابت مین ماہر تھین اور حضور روحی فداہ نے انھین حضرت حفصہ کو کتابت سکھانے کے لیے مقرر کیا تھا اور خزانۃ المفتیین مین ہی الحائض والجنب اذا کانا یکتبان الکتاب الذی فی بعض سطورہ آیۃ القرآن یکرہ لہما ذلک وان کانا لا یقرآن لانہما منہیان عن مس القرآن وفی الکتابۃ مس لانہ یکتب بالقلم وھو فی یدہ وھو صورۃ المس انتہی حائض و جنب جب اس کتاب کو لکھین جسکی بعض سطرون مین قرآن کی آیت ہو تو انکے لیے یہ مکروہ ہی اگرچہ وہ اُسے نہ پڑھین کیونکہ انھین قرآن چھونے سے بھی منع کیا گیا ہی اور کتابت مین چھونا ہی کیونکہ وہ اپنے قلم سے لکھتا ہی اور قلم اُسکے ہاتھ مین ہی اور یہی چھونے کی صورت ہی۔ اور ایسا ہی عینی شرح ہدایہ مین ہی اور کفوی طبقات حنفیہ مین علاء الدین محمد سمرقندی مولف تحفۃ الفقہاء کے حالات مین لکھتے ہین کانت لہ ابنۃ فاطمۃ الفقیہۃ زوجۃ ابی بکر صاحب البدائع وکانت تفقہت علی ابیہا وحفظت تحفتہ وکان زوجہا یخطی فتردہ الی الصواب وکانت الفتوی تاتی فتخرج وعلیہا خطہا وخط ابیہ فلما تزوجت بصاحب البدائع کانت تخرج وعلیہا خطہا وخط ابیہا وزوجہا انتہی انکی ایک لڑکی تھی فاطمہ جو فقیہہ تھی اور ابو بکر صاحب بدائع کی بی بی تھی اس لڑکی نے فقہ اپنے باپ سے حاصل کی تھی اور انکی تصنیف تحفۃ الفقہاء کو زبانی یاد کیا تھا جب انکے شوہر غلطی کرتے تو انھین صحیح مذہب پر لوٹا لیتی تھین اور فتوی آتا تھا جب نکلتا تھا تو اُسپر انکی اور انکے باپ کی تحریر ہوتی تھی پھر جب صاحب بدائع سے انکی شادی ہو گئی تو جب استفتا نکلتا تھا تو اُسپر انکی اور انکے باپ اور شوہر کی تحریر ہوتی تھی۔ اور یہ جو عام لوگ سمجھتے ہین کہ عورتونکا لکھنا سیکھنا چونکہ مفاسد کیطرف منجر ہی اس لیے ضرور مکروہ ہوگا اُسکا جواب یہ ہی کہ جبتک غالب گمان منجر الی المفاسد کا نہو مباح شے حرام نہین ہوتی ہان جب غالب گمان ہو تو اُس سے احتراز اولی ہوتا ہی حرمت اُسوقت بھی ثابت نہین ہو سکتی۔ اور مطلقا حرام ہونے پر جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو دلیل مین لاتے ہین وہ بھی کئی وجہون سے قابل قبول نہین ہے قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تنزلوھن الغرف ولا تعلموھن الکتابۃ وعلموھن الغزل وسورۃ النور اخرجہ ابن مردویہ والبیہقی فی شعب الایمان کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ فرمایا حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ عورتون کو نہ اُتارو کھڑکیون مین اور انکو کتابت نہ سکھاؤ اور انھین سوت کاتنا سکھاؤ اور سورہ نور کی تعلیم دو اسکو ابن مردویہ اور بیہقی نے شعب الایمان مین نقل کیا ہی پہلی وجہ یہ ہے کہ روایت ضعیف ہی چنانچہ سیوطی وغیرہ نے اسکی تصریح کی ہی پس حدیث جواز کی ساتھ قابل معارضہ نہین ہی دوسری بالاتفاق اس حدیث

سے کراہت تنزیہیہ ثابت ہے پس حرمت یا کراہت تحریمی کا اس سے ثبوت نہیں ہو سکتا تیسرے اگر کراہت تحریمی کا ثبوت اس سے مان بھی لیا جاوے تو لازم آویگا کہ سورۂ نور عورتون کو سکھائی جاوے اور سورۂ یوسف یا تمام قرآن سکھایا جائے کیونکہ بعض کتب سے یون بھی روایت پائی گئی ہے علموھن سورة النور ولا تعلموھن سورة یوسف وھذا خلاف الاجماع عورتون کو سورۂ نور کی تعلیم دو اور سورۂ یوسف کی تعلیم نہ دو اور یہ خلاف اجماع ہے غرض عورتون کو لکھنا سکھانا نہ حرام ہے نہ مکروہ تحریمی بلکہ ضرورتون کے لحاظ سے استحباب سے خالی نہین مگر جبکہ فساد کا خوف ہو

سوال عورتون کو لکھنا سکھانا جائز ہے یا نہین **جواب** عورتون کو لکھنا سکھانے کے جواز مین حدیث شفا کافی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا علمی حفصة رقیة النملة کما علمتیھا الکتابة حفصہ کو نملہ کا منتر سکھاؤ جیسا کہ تمنے انھین لکھنا سکھایا۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت کا احتمال جیسا کہ محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ مین لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ دوسری حدیثون مین عورتون کو لکھنا سکھانے کی ممانعت آئی ہے اور ولا تعلمھن الکتابة عورتون کو لکھنا نہ سکھاؤ ارشاد ہوا ہے اور اس حدیث سے لکھنا سکھانے کا جواز ثابت ہوتا ہے شاید یہ حدیث ممانعت سے پہلے کی ہے اور بعض کہتے ہین کہ چونکہ ازواج مطہرات نبوی سے خوف فتنہ نہین ہے اس لیے ان کے لیے جائز ہے اور عام عورتون کے لیے ناجائز ہے کیونکہ انسے فتنے کا خوف ہے انتہی ترجمۃ کلامہ الفارسی اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین قال الخطابی فیہ دلیل علی ان تعلیم النساء الکتابة غیر مکروہ قلت یحتمل ان یکون جائزا للسلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھذا الزمان ثم رأیت قال بعضھم خصت بہ حفصة لان نساءہ صلی اللہ علیہ وسلم خصصن باشیاء قال تعالی یا نساء النبی لستن کاحد من النساء وخبر لا تعلمن الکتابة یحمل علی عامة النساء خوف الافتتان علیھن انتھی خطابی نے کہا ہے کہ اس مین اسپر دلیل ہے کہ عورتون کو لکھنا سکھانا مکروہ نہین ہے مین کہتا ہون احتمال ہے کہ اگلون کے لیے جائز اور پچھلون کے لیے ناجائز ہو کیونکہ آجکل عورتین خراب ہو گئی ہین اور بعضون نے کہا ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سکے ساتھ خاص ہین کیونکہ ازواج مطہرات بہت سے باتون کیساتھ خاص ہین اللہ تعالے نے فرمایا ہے ای نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیو تم دوسری عورتون کی طرح نہین ہو اور کتابت نہ سکھاؤ والی خبر عام عورتون پر محمول ہے فتنہ مین پڑجانیکے خوف سے انتہی مخدوش ہے اس وجہ سے کہ فتح الباری اور دوسرے شرح صحیح بخاری اور کتب حدیث مین متعدد جگہون پر لکھا ہے الخصائص لا یثبت بالاحتمال خصوصیتین احتمال سے ثابت نہین ہوتین پس محض احتمال سے جبکہ کوئی نص قطعی نہین پائی جاتی یہ بات ثابت نہین ہو سکتی کہ صرف ازواج مطہرات ہی کے لیے کتابت کی تعلیم جائز ہے اور ظاہر ہے کہ اگر ازواج مطہرات کے علاوہ مطلقا عورتون کے لیے تعلیم کتابت مکروہ ہوتی تو حضور

سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم بنت عبداللہ کو بھی منع کرتے اور جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ غیر ازواج مطہرات کے لیے بھی
تعلیم کتابت جائز ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جو جواز کی حدیث ہے اُسکی تصحیح حاکم وغیرہ نے کی ہے اور جو عدم جواز کی حدیث
ہے وہ ضعیف ہے پس اس حدیث سے عام طور پر حرمت یا کراہت ثابت نہیں ہوسکتی اور بفرض محال اگر اس ضعیف
حدیث کو صحیح بھی مان لیں تو کراہت تنزیہی کا ثبوت ہوسکتا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ ترک اولی ہے اور کتب تواریخ دیکھنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ سابق میں اکثر عورتیں لکھنا جانتی اور سیکھتی تھیں اور علماے عصر میں سے کسی نے اُونھیں
نہیں روکا سیوطی اپنے رسالہ نزہۃ الجلساء فی اشعار النساء میں شہدہ بنت احمد دینوری کا حال لکھتے ہوے
لکھتے ہیں کانت ذات دین وورع وعبادۃ سمعت الکثیر وعمرت وکتبت الخط المنسوب علی طریقۃ المکاتبۃ
وماکان فی زمانھا من یکتب مثلھا وکان لھا الاسناد العالی ماتت سنۃ اربع وسبعین وخمسمائۃ انتھی
وہ دین اور تقوی اور عبادت والی تھیں بہتوں سے اُنھوں نے (حدیث کو) سنا ہے اور بہت طویل العمر ہوئیں اور وہ
لکھنے کے طریقہ پر لکھتی تھیں اور اُنکے زمانے میں کوئی اُنکا ایسا لکھنے والا نہ تھا اور اُنکے لیے بڑی سندیں تھیں ۵۷۴ھ
میں اُنھوں نے انتقال کیا۔ اور عائشہ بنت احمد قرطبی کے حال میں لکھتے ہیں۔ قال ابن حیان فی المقتبس لم یکن
فی زماننا فی جزائر الاندلس من یعدلھا علما وفہما وادبا وشعرا وفصاحۃ تمدح ملوک الاندلس وتخاطبھم بما
یعرض لھا من حاجۃ وکانت حسنۃ الخط تکتب المصاحف ماتت عذراء لم تنکح سنۃ اربعمائۃ انتھی ہمارے
زمانے میں جزائر اندلس میں کوئی وہ تھا جو علم وفہم اور ادب وشعر اور فصاحت میں اُنکا مقابلہ کرسکے وہ بادشاہان
اندلس کی تعریف کرتی تھیں اور اُن سے بیان کرتی تھیں وہ جو اُسے اپنے ساتھی کی جانب سے پہونچتا تھا اور وہ خوشخط
تھیں اور قرآن کی کتابت کرتی تھیں اُنھوں نے کنوارپن میں ۴۰۰ھ میں انتقال کیا۔ اسی طرح اُنھوں نے ولادۃ
بنت مستکفی باللہ محمد المروانی اور مریم بنت ابی یعقوب الانصاری الفیصولی وغیرہما کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ لکھنا
جانتی تھیں اور علامہ عبدالقادر عیدروس نے نور سافر فی اخبار القرن العاشر نے ۹۰۴ھ کے حوادث میں لکھا ہے
وفی عشیۃ یوم الاربعاء فی ربیع الاول توفیت السیدۃ الصالحۃ اسماء بنت الفقیہ العلامۃ کمال الدین موسی
بن زبید وکانت عابدۃ صالحۃ قاریۃ للقرآن تقرأ کتب التفسیر والحدیث وتسمع الناس وتعظھم
وکان لقولھا وقع فی القلوب وربما کتبت الشفاعات الی السلطان والقاضی الامیر فتقبل شفاعتھا انتھی
اور ربیع الاول میں شب چہار شنبہ کو نیک بی بی اسماء نے انتقال کیا جو فقیہ علامہ کمال الدین موسی کی صاحبزادی
تھیں شہر زبید میں اور وہ عابدہ صالحہ تھیں قرآن پڑھی تھیں اور تفسیر وحدیث کی کتابیں پڑھتی تھیں اور

عورتون سے حدیث سنتی تھین اور انکی تعظیم کرتی تھین اور انکی بات دلپر لگتی تھی اور بسا اوقات انھون نے بادشاہ اور قاضی امیر کے پاس سفارشین لکھدین اور وہ قبول کرلی گئین انتہی۔ اور ۹۴۱؁ھ کے حوادث مین لکھا ہو فیہا توفیت فاطمۃ بنت القاضی محمود بالقاہرۃ ولدت تقریبا سنۃ خمس وخمسین وثمانمائۃ وبنات فتعلمت الکتابۃ وما تیسر انتہی اس سال فاطمہ بنت قاضی محمود نے قاہرہ مین انتقال کیا تقریبا ۸۵۵؁ھ مین پیدا ہوئین اور کتابت اور دوسری آسان چیزون کو حاصل کیا۔ اور ابن قیم نے زاد المعاد مین حدیث شفا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہو وفی الحدیث دلیل علی جواز تعلیم النساء الکتابۃ انتہی اور حدیث مین دلالت ہی تعلیم کتابت کے جائز ہونے پر انتہی اب حدیث نہی کا حال لکھا جاتا ہو کہ کوئی اسکو ضعیف کہتا ہو کوئی متروک کوئی موضوع علامہ ابن جوزی کتاب الموضوعات مین بسند خود تا ابن حبان روایت کرتے ہین قال ابن حبان محمد بن عمرو انبانا محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم حدثنا یحیی بن زکریا بن یزید الدقاق حدثنا محمد بن ابراہیم ابو عبد اللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحق الدمشقی عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسکنوہن الغرف ولا تعلموہن الکتابۃ وعلموہن الغزل وسورۃ النور انتہی ابن حبان محمد بن عمرو نے بسلسلہ محمد بن عبد اللہ بن ابراہیم بروایت یحیی بن زکریا بن یزید دقاق بروایت محمد بن ابراہیم ابو عبد اللہ شامی بروایت شعیب بن اسحق دمشقی بروایت ہشام بن عروہ بروایت والد خود۔ روایت کی ہو کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے کہا کہ عورتون کو کھڑکیون مین نہ ٹھراؤ اور نہ انکو کتابت نہ سکھاؤ اور انکو کاتنا سکھاؤ اور سورہ نور کی تعلیم دو انتہی اسکو نقل کرنیکے بعد پھر خود ابن جوزی لکھتے ہین کان یضع محمد بن ابراہیم الشامی کان یضع الحدیث وقد ذکر الحاکم ہذا الحدیث فی صحیحہ والعجب کیف خفی علیہ امرہ انتہی یہ حدیث صحیح نہین ہو محمد بن ابراہیم شامی حدیثون کو وضع کرتے تھے اور حاکم نے اس حدیث کو اپنی صحیح مین ذکر کیا ہو اور تعجب ہو کہ یہ بات انپر کیونکر پوشیدہ رہی و پھر بسند خود تا ابن حبان روایت کرتے ہین قال ابن حبان حدثنا جعفر بن سہل حدثنا جعفر بن نصر حدثنا حفص بن غیاث عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس مرفوعا لا تعلموا نساءکم الکتابۃ ولا تسکنوہن الغرف وقال خیر لہو المومن السباحۃ وخیر لہو المرأۃ الغزل انتہی کہا ابن حبان نے حدیث بیان کی مجھسے جعفر بن سہل نے وہ کہتے ہین حدیث بیان کی مجھسے جعفر بن نصر نے وہ کہتے ہین حدیث بیان کی مجھسے حفص بن غیاث نے انھون نے روایت کی لیث سے انھون نے مجاہد سے انھون نے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ اپنی عورتوں کو کتابت نہ سکھاؤ اور انکو بالاخانوں میں نہ ٹھہراؤ اور کہا کہ مومن کا اچھا کھیل تیرنا اور مومنہ کا اچھا کھیل کاتنا ہی انتہی پھر خود کہتے ہین لا یصح جعفر بن نصر حدث عن الثقات بالبواطیل انتہی یہ حدیث صحیح نہیں ہی جعفر بن نصر نے ثقات سے غلط باتین روایت کی ہین اور سیوطی نے لآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ کی کتاب النکاح مین ابن جوزی کا کلام نقل کرکے زیر حدیث عائشہ رضی کہا ہی قلت الحاکم ما اخرجہ من طریق ہذا الوضاع حتی یتعجب منہ بل قال انبانا ابو علی الحافظ حدثنا محمد بن سلیمان حدثنا عبد الوہاب بن الضحاک حدثنا شعیب بن اسحق فذکرہ وقال صحیح الاسناد واخرجہ البیہقی فی شعب الایمان عن الحاکم من ہذا الطریق ثم قال انبانا ابو نصر بن قتادۃ انبانا ابو الحسن محمد بن حسن السراج حدثنا سفیان حدثنا محمد بن ابراہیم الشامی حدثنا شعیب بن اسحق فذکرہ باسنادہ نحوہ وہذا بہذا الاسناد منکر ہذا کلام البیہقی فافاد ان طریق محمد بن ابراہیم ہی المنکرۃ وانہ بغیر ہذا الاسناد لیس بمنکر نعم قال الحافظ ابن حجر فی الاطراف بعد ذکر قول الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد بل عبد الوہاب متروک وقد تابعہ محمد بن ابراہیم الشامی عن شعیب بن اسحق وابراہیم رواہ ابراہیم بالوضع انتہی مین کہتا ہون کہ حاکم نے ان وضع کرنے والون سے ان احادیث کا اخراج نہین کیا ہی یہان تک کہ اس سے تعجب ہو بلکہ انھون نے کہا ہی انبانا ابو علی الحافظ حدثنا محمد بن سلیمان حدثنا عبد الوہاب بن ضحاک حدثنا شعیب بن اسحق پس اسکو انھون نے ذکر کیا ہی اور کہا ہی کہ یہ صحیح الاسناد ہی اور بیہقی نے شعب الایمان مین حاکم سے اسی طرح روایت کی ہی پھر کہا ہی انبانا ابو نصر بن قتادۃ انبانا ابو الحسن محمد بن حسن سراج حدثنا سفیان حدثنا محمد بن ابراہیم الشامی حدثنا شعیب بن اسحق پس اسکو ذکر کیا ہی اسکے اسناد کے ساتھ اور یہ اس اسناد کے ساتھ منکر ہی یہ بیہقی کا کلام ہی پس اس سے حاصل یہ ہوا کہ محمد بن ابراہیم کا طریقہ منکر ہی اور بدون اس اسناد کی منکر نہین ہی ہان حافظ ابن حجر نے اطراف مین حاکم کے قول کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہی کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہی بلکہ عبد الوہاب متروک ہین اور محمد بن ابراہیم شامی عن شعیب بن اسحاق وابراہیم اسی کے تابع ہی اور ابراہیم نے اسی وضع کرکے روایت کیا ہی انتہی یہان یہ بات معلوم ہوگئی کہ شیخ محدث دہلوی اور ملا علی قاری رحمہما اللہ نے جو یہ لکھا ہی کہ تعلیم کتابت کا جواز اس بات کو محتمل ہی کہ وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مخصوص ہو باوجودیکہ کوئی نص اس خصوصیت پر دلالت کرنے والی نہین ہی محض لغو ہی **سوال** من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر جسنے نماز کو قصدا ترک کیا وہ کافر ہی صحیح حدیث ہی یا نہین **جواب** صحیح ہی لیکن تشدید پر محمول ہی **سوال** الغناء اشد من الزنا غنا اشد بدتر ہی

زنا سے جہان وارد ہی وہان لاہلہ حلال ولغیرہ حرام اہل کے لیے حلال اور غیر اہل کے لیے غنا حرام ہی یہی صحیح ہی یا نہین **جواب** دونون حدیثین موضوع ہین کسی حدیث کی کتاب مین اسکا نشان نہین ہی **سوال** ان ملکونمین رواج ہی کہ لڑکے ابتدائے درس مین کئی پارے قرآن شریف کے استادسے پڑھکے دوسرے علوم حاصل کرنے لگتے ہین جب حصول علم کرلیتے ہین تو بغیر استاد سے سنے ہوے اور بغیر اجازے اور سند کے پورے کلام اللہ کی تلاوت کرنے لگتے ہین ایسی تلاوت مشروع ہی یا نہین **جواب** مشروع ہی جلال الدین سیوطی اتقان فی علوم القرآن مین لکھتے ہین ادعی ابن خیر الاجماع علی انہ لیس لاحد ان ینقل حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما لم یکن لہ بہ روایۃ ولو بالاجازۃ فہل یکون حکم القرآن کذلک فلیس لاحد ان ینقل آیۃ او یقرأہا ما لم یقرأہا علی الشیخ لم ار فی ذلک نقلا ولذلک وجہ من حیث ان الاحتیاط فی اداء الفاظ القرآن اشد منہ فی الفاظ الحدیث ولعدم اشتراطہ وجہ من حیث ان اشتراط ذلک فی الحدیث انما ہو لخوف ان یدخل فی الحدیث ما لیس منہ او یتقول علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما لم یقلہ والقرآن محفوظ منہ وہذا ہو الظاہر انتہی ابن خیر نے اسپر اجماع کا دعوی کیا ہی کہ کسی کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل نہ کرنا چاہیے تاوقتیکہ اُسکے ساتھ روایت نہو گو کہ صرف اجازت ہو پس کیا قرآن کا حکم بھی ایسا ہی ہی یعنی کسی کو یہ نہ چاہیے کہ کوئی آیت نقل کرے یا اُسے پڑھے جبتک کہ شیخ سے نہ پڑھے مین نے اسکے متعلق کوئی نقل نہین دیکھی اور ایسا ہونا ممکن ہی کیونکہ ادائے الفاظ قرآن مین زائد احتیاط کرنا چاہیے ادائے الفاظ حدیث سے اور ایسا نہونا بھی ممکن ہی کیونکہ حدیث مین تو شرط لگانے کی یہ وجہ ہی کہ اسمین خوف ہی کہ کوئی شخص حدیث مین وہ باتین بڑھادے جو اُسمین نہون یا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانب ایسی بات منسوب کردے جو آپنے نفرمائی ہو اور قرآن شریف اس سے محفوظ ہی اور یہ ظاہر ہی انتہی اور اُسی کتاب مین ہی الاجازۃ من الشیخ غیر شرط فی جواز التصدی للاقراء والافادۃ فمن علم من نفسہ الاہلیۃ جاز لہ ذلک وان لم یجزہ احد وعلی ذلک السلف الاولون والصدر الصالحون وکذلک فی کل علم وفی الاقراء والافتاء انتہی قرأ کی اتباع کرنے اور اُن سے فائدہ حاصل کرنے کے لیے شیخ کی اجازت شرط نہین ہی پس جو اپنے کو اہل جانے اُسکے لیے جائز ہی گو کسی نے اُسے اجازت ندی ہو اور اسی کے سلف صالح اور قدما قائل ہین اور یہی تمام علوم اور افتاء اور پڑھانیکی حالت ہے **سوال** علمائے متبحرین نے لکھا ہی کہ جس حدیث مین ثواب وعقاب کثیرہ کا وعدہ ہو وہ موضوع ہی حالانکہ امام غزالی نے احیاء العلوم مین اس حدیث کو نقل کیا ہی کل حسنۃ بعشر امثالہا الی سبعمائۃ ضعف الا الصوم ہر نیکی کا بدلہ

اُسکے دن امثلون سی یکبارگی سات سو شلون تک ملتا ہی سوا روزی کے اور بعض محدثین نے یہ دوسری حدیث نقل
کی ہے من صام یوم سبعة وعشرین من رجب کتب الله له صیام ستین شهرا جس نے ستائیسوین رجب
کو روزہ رکھا اللہ نے اُسکے لیے ساٹھ مہینہ کے روزونکا ثواب لکھدیا پس معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دونون حدیثین
کیسی ہین اور موضوع حدیث کے پہچاننے کا کیا قاعدہ ہی جواب پہلی حدیث کو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سی روایت کیا ہی علامہ زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم عراقی کتاب المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار
تخریج ما فی الاحیاء من الاخبار سی اس حدیث کی شان مین لکھتے ہین اخرجاه من حدیث ابی هریرة رضی الله
عنه انتهی صحیحین مین اس حدیث کا اخراج حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیا ہی اور دوسری حدیث گو صحاح ستہ
مین نہین ہی مگر بعض محدثین نے اسکو روایت کیا ہی ماثبت من السنة مین ہی وفی جزء ابی معاذ الشاه المروزی
فی فضائل رجب لعبد العزیز من طریق ضمیرة عن مطر الوراق عن شهر بن حوشب عن ابی هریرة موقوفا من
صام یوم سبع وعشرین من رجب کتب الله له صیام ستین شهرا وهو الیوم الذی هبط فیه جبرئیل علی محمد
صلی الله علیه وسلم بالرسالة وهذا امثل ما ورد فی هذا المعنی انتهی عبد العزیز نے جزء ابی معاذ شاہ المروزی مین
رجب کے فضائل مین بطریق ضمیرہ مطر وراق سے اُنھون نے شہر بن حوشب سی اُنھون نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
عنہ سے موقوفا روایت کی ہی کہ جسنے روزہ رکھا ستائیسوین رجب کو اللہ تعالی اُسکے نام پانچ برس کے روزون کا ثواب
لکھتا ہی اور یہ وہ دن ہی جس مین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین رسالت کا پیغام لیکر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے
اور یہ امثل ہی اُنسے جو اس معنی مین وارد ہوئی ہین اور قاعدہ مذکورہ کی تصریح اگرچہ شیراح شرح نخبہ وغیرہم نے کی ہی مگر یہ تصریح کسی
حدیث سے مطابق نہین ہوتی **سوال** کل دخان حرام ومن اکل من البنج لقمة فکانما زنی بامه سر دخان حرام ہی
اور بھنگ کا استعمال کرنا ایسا ہی جیسے اپنی مان کے ساتھ زنا کرنا حدیث ہی یا نہین **جواب** معتبر کتابون مین
یہ حدیث نظر سے نہین گذری اور فقط کسی شخص کے حدیث لکھدینے کا اعتبار نہ کرنا چاہیے بلکہ محدث کے قول کا یقین
کرنا چاہیے کیونکہ وہ حدیث کو سند سے بیان کرتے ہین **سوال** اذا تحیرتم فی الامور فاستفتوا باصحاب
القبور جب تم کسی کام مین پریشان ہو تو اہل قبور سے دریافت کرو حدیث ہی یا نہین **جواب** حدیث نہین ہی
بلکہ کسی کا قول ہی اور اسکے تفصیلی معنے یہ ہین کہ جب تمھین کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے مین شبہہ ہو تو اپنے
اجتہاد پر عمل نہ کرو بلکہ اُن قدما کی جو اسوقت قبرون مین سو رہے ہین تقلید کرو اور ہو سکتا ہی کہ یہ معنی ہون جب تم
دنیاوی امور مین پریشان ہو تو اصحاب قبور پر نظر کرو جنھون نے دنیا کو چھوڑ کے آخرت کا سفر اختیار کیا ہی اور تمھین بھی

یہ سفر کرنا اور دنیا کو چھوڑنا ہی پڑیگا۔ اور یہ ہوسکتا ہے کہ یہ معنی ہون جب تم اپنے مقصد بر آری مین عاجز ہو جاؤ تو اصحاب قبور کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تاکہ ان کی برکت سے تمہاری دعا قبول ہو جائے نہ یہ کہ انکو حلال مشکلات یا تدابیر عالم مین اللہ کا شریک جانو کیونکہ یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

کتاب الطہارات

سوال کیا فرماتے ہین کہ قوم مشہر باڈوم یا چمار یا دوسادھ ہے جو ہندو مذہب مردار خوار ہوتے ہین اور چوہا بلا گوہ کیکڑا اور اسکے مثل دوسری حرام چیزین بھی کھاتے ہین پس انکے ساتھ کا پکا یا ہوا کھانا یا پانی پینا جائز ہے یا نہین۔ **جواب**۔ جب تک کوئی نجاست ظاہری یقیناً اعضاے ظاہرہ کافر پر نہو اُسکے ہاتھ سے کھانا پکوانا یا پانی نکلوانا سب درست ہے اس لیے کہ کافر کی نجاست اعتقادی ہے نہ ظاہری جیسا کہ بحر الرائق مین ہے لما انزل النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعض المشرکین فی المسجد ومکنہم فی البیت فیہ علی ما فی الصحیحین علم ان المراد بقولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس النجاسۃ فی اعتقادھم جبکہ حضرت رسول خدا علیہ التحیہ والثنا نے بعض مشرکین کو مسجد مین ٹھرایا اور انھین اُس مین رہنے کی جگہ دی جیسا کہ صحیحین مین ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قول انما المشرکون نجس سے اُنکی اعتقادی نجاست مراد ہے اور بحر ہی مین ہے سور الآدمی طاھر بلا فرق بین الجنب والطاھر والحائض والنفساء والصغیر والکبیر والمسلم والکافر والذکر والانثی یعنی ان الکل طاھر وطھور من غیر کراھۃ انتھی۔ آدمی کا جھوٹا پاک ہے اس مین جنب طاہر حائض نفسا بڑے چھوٹے مسلمان کافر مرد عورت سب یکسان یعنے پاک اور بلا کراہت پاک کرنے والے ہین **سوال** نمدہ اور گدا وغیرہ ایسے بچھونون پر جن مین غبار محسوس نہو بلکہ فقط تیمم کے لیے ہاتھ مارتے وقت ہوا مین کوئی چیز معلوم ہو تیمم کرنا جائز ہے یا نہین اور ان اشیا مین اسقدر غبار ہونا جس سے تیمم جائز ہو کیونکر پہچانا جائیگا **جواب** جب ہاتھ مارتے وقت ہوا مین غبار محسوس ہوا تو تیمم جائز ہے چاہے غبار ہاتھ پر محسوس ہو یا نہو۔ اور نمدے وغیرہ پر بغیر ہاتھ مارے ہوے غبار معلوم ہو یا نہو عینی شرح کنز مین ہے یجوز التیمم ایضا بالنقع بان نفض ثوبا وحصیرا طاھرا ثم تیمم بغبارہ جاز غبار سے تیمم جائز ہے اس طرح پر کہ کسی پاک کپڑے کو جھاڑا پھر اُسکے غبار سے تیمم کیا تو جائز ہے۔ اور خزانۃ المفتیین مین ہے لو نفض لبدۃ او ثوبہ او الاشیاء الطاھرۃ فیتیمم بغبارہا جاز وصورتہ ان ینفض

ثوبہ او لبدہ غیر تفقع غبارہ فرفع یدیہ فی الہواء قریبا منہ فوقع الغبار علی یدہ وتیمم ولو ضرب یدہ علی
اللبد والثوب وارتفع غبارہ فرفع یدہ وتیمم جاز اگر اپنے لبادے یا کپڑے یا اور پاک اشیا کو جھاڑا اور اُس کے
غبار سے تیمم کیا تو جائز ہی اور اسکی صورت یہ ہی کہ اپنے کپڑے یا لبادے کو جھاڑے جب اسکا غبار بلند ہوا تو اپنے
ہاتھ ہوا مین اسکے پاس اونچے کیے اسطرح کہ غبار ہاتھ پر پڑا اور اُنسے تیمم کیا اور اگر اپنے ہاتھ لبادے یا کپڑے
پر مارے اور غبار اونچا ہوا پھر اس نے اپنے ہاتھ اُٹھائے اور تیمم کیا تو یہ جائز ہی اور رد المحتار مین ہی قال الرملی
الظاہر التفصیل ان استبان اثر الغبار جاز والا فلا لوجود الشرط خصوصا فی ثیاب ذوی الاشغال رملی نے
کہا ہی کہ ظاہر تفصیل ہی یعنے اگر غبار کا اثر ظاہر ہو تو جائز ہے ورنہ نہین شرط کے پائے جانے کے لیے خصوصا اُن کپڑون
مین جو کام مین آتے رہتے ہین **سوال** منجن ملنے سے جو چیز دانتون مین جمع ہو جاتی ہی اُسکے موجود رہنے سے غسل
جائز ہی یا نہین **ھو الموفق** اگر اُسکا دور کرنا ممکن ہے تو دور کرے کیونکہ کتب فقہ مین ہی کہ جب دانتون کے
بیچ مین کچھ اجزا طعام کے باقی رہین تو اُنکا دور کرنا ضروری ہی لیکن بعض فقہا نے لکھا ہی کہ ضرورت اور حرج کی وجہ
سے غسل جائز ہی واللہ اعلم المفتہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد **ھو المصوب** اگر منجن کے
نیچے غسل کا پانی پہونچ جائے تو غسل جائز ہی ورنہ نہین مراقی الفلاح مین ہی لا بد من زوال ما یمنع وصول
الماء للجسد کشمع وعجین ایسی چیز کا دور کرنا ضروری ہی جو پانی کو جسم تک پہونچنے سے روکے جیسے موم اور آٹا
واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی عفا اللہ عنہ **سوال** مرد اور عورت ایک بچھونے پر سوتے تھے جب جاگے تو بچھونے
پر منی کا نشان پایا اور ہر ایک کہتا ہی کہ مجھے احتلام نہین ہوا پس غسل کسپر واجب ہوگا **جواب** اگر منی
کا نشان زرد اور پتلا ہی تو عورت پر غسل واجب ہوگا اگر سفید اور گاڑھا ہی تو مرد پر اور اگر کچھ تمیز نہو تو دونو پر
فتح القدیر مین ہے لو وجد الزوجان بینہما ماء دون تذکر ولا تمیز بان لم یظہر غلظہ ورقتہ ولا بیاضہ
وصفرتہ یجب علیہما الغسل صحح فی الظہیریۃ ولم یذکروا القید فقالوا یجب علیہما وقیل اذا کان غلیظا
ابیض فعلیہ او رقیقا اصفر فعلیہا فیقید ونہ بصورۃ نقل الخلاف والذی یظہر تقیید الوجوب علیہما
بما ذکرنا فلا خلاف اذن انتہے اگر میان بی بی کے بیچ مین کچھ منی پائی جائے اور کسی کو کچھ یاد نہ ہوا اور پتلے اور گاڑھے
ہونے یا زرد و سفید ہونے کی کچھ تمیز نہو سکے تو دونون پر غسل واجب ہی اور بعض کے نزدیک اگر گاڑھی اور سفید ہو
تو مرد پر اور اگر زرد اور پتلی ہو تو عورت پر غسل واجب ہی پس یہ لوگ قید لگاتے ہین نقل خلاف کی صورت کی اور جو
ظہیریہ سے ظاہر ہوتا ہی وہ دونون پر وجوب غسل کا فائدہ دیتا ہی اُس صورت مین جسے ہمنے ذکر کیا ہی پس اب کچھ

خلاف نہین ہے **سوال** مسلمان دھوبی کے گھر کی پکی ہوئی چیز کھانا درست ہی یا نہین اور جس پانی یا پانی کے برتن کو مسلمان دھوبی چھوئے تو اُس پانی یا برتن سے وضو کرنا یا پینا جائز ہی یا نہین **جواب** مسلمان دھوبی کے گھر کا پکا ہوا کھانا کھانے مین بشرطیکہ وہ طاہر ہاتھون سے پکایا گیا ہو شرعا کوئی وجہ ناجوازی ورممانعت کی معلوم نہین ہوتی مگر چونکہ دھوبیون کے یہان ہر قسم کے کپڑے دھونے کو آتے ہین اور دھوبیون کی عورتین انکو اکثر اوقات چھوتی اور دھوتی رہتی ہین اور اُنھین ہاتھون سے کھانا بھی پکاتے ہین گو نجاست کا خیال فی الجملہ انکو بھی رہتا ہی اسلیے غالبا ہاتھ دھو کے کھانا پکاتی اور برتن چھوتی ہونگی لیکن چونکہ ہر وقت بشرائط تطہیر اُنکا ہاتھ دھونا محال عادی ہی اس لیے اس دیار کی مسلمان دھوبیون کے گھر کے برتنون کے طاہر ہونے کا کامل وثوق نہین ہوسکتا بلکہ غالب اور ظاہر عدم طہارت ہی مگر چونکہ اصل اشیا مین طہارت ہی اور شک سے نجاست حکم نہین ہوسکتا اور یقین شک کو زائل نہین کرتا اسلیے دھوبیون کے گھر کے پکے ہوئے کھانے کو قطعا ممنوع اور ناجائز بھی نہین کہہ سکتے نہایت یہ کہ وقوع شک سے کراہت کا حکم دیا جائیگا اور عموما دھوبیون کے گھر کا پکا ہوا کھانا مکروہ ٹھہریگا جیسا کہ غلیظ کھانیوالی مرغیون کے جھوٹے کو فقہا نے مکروہ لکھا ہی چونچ کے نجس ہونے کے شک کیوجہ سے حاصل کلام کا یہ ہی اگر تحقیق طور پر معلوم ہو کہ یہ کھانا مسلمان دھوبی نے گھر سے باحتیاط پکا کرلایا ہی تو بلا کراہت جائز ہوگا اور اگر برتنون و پکانے والونکے طہارت کا تیقن نہو تو وہ کھانا قطعا ممنوع اور حرام ہی ور گر فقط شک عدم احتیاط کا بقرائن حالیہ ہو تو مکروہ ہوگا اُس سے احتراز اولی ہی حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من اتقی الشبہات استبرا لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام جو شخص مشتبہ چیزون سے بچا اُسنے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچایا اور جو انمین پڑا حرام مین پڑگیا نصاب الاحتساب مین ہے یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب والظاهر من اوانیهم النجاسة وانهم یستحلون الخمر ویاکلون ویطعمون فی قدورهم وفی قصاعهم وانیهم فکره الاکل فیما قبل الغسل اعتبارا للظاهر کما کره التوضی سور الدجاجة لانها لا تتوقی من النجاسة غالبا الا ان الاصل فی الاشیاء الطهارة وتشککنا فی النجاسة فلم یثبت النجاسة بالشک هذا اذا لم یعلم بنجاسة الاوانی فاذا علم فانه لا یجوز ان یشرب فیها قبل الغسل ولو اکل وشرب کان آکلا وشاربا حراما هذا حاصل ماذکر فی الذخیرة مشرکین کے برتنون مین بے دھوئے ہوے کھانا پینا حرام ہی کیونکہ غالب اور ظاہر یہ ہی کہ اُن کے برتن نجس ہوتے ہین اور وہ شراب کو مباح جانتے ہین اور اپنی ہانڈیون اور پیالون اور برتنون مین کھاتے ہین تو بے دھوئے ہوئے اُنمین کھانا حرام ہوا باعتبار ظاہر کے جیسا کہ مرغی کے جھوٹے سے وضو مکروہ ہی کیونکہ وہ عموما نجاست سے

نہین پہنچتی مگر یہ کہ اصل اشیا مین طہارت ہی اور جس مین نجاست مین شک ہی تو نجاست شک سے نہ ثابت ہوگی یہ
اُس صورت مین ہی جبکہ برتنون کی نجاست کا علم نہوا اور جب معلوم ہو تو اُنمین کھانا پینا بے دھوئے ناجائز ہی اور جسنے
کھایا یا پیا تو وہ حرام کا کھانے یا پینے والا ہوگا یہ اُس کا حاصل ہی جو ذخیرہ مین ذکر کیا گیا ہی اور مسلمان دھوبی
اگر پانی یا پانی کا برتن چھوے اور چھوتے وقت اُسکا ہاتھ نجاست حقیقی سے ملوث نتھا گو دوسرے اعضا ملوث
بہ نجاست ہون تو وہ پانی یا پانی کا برتن نجس نہوگا۔ اور دلیل اس مسئلہ کی وہ ہی جو احادیث صحیحہ قولیہ و فعلیہ مخصوص
جواز اختلاط جنب و حائض و نفسا و طہارت اشیا ملوسہ اُنھون کے صحاح مین موجود ہین کہ ہرچند زن حائض کا
موضع خروج دم نجس رہتا ہی اور جنب بھی بہ نجاست حکمی نجس ہوتا ہی مگر باایں ہمہ حائض و جنب و نفسا کے چھوئی
ہوئی چیز نجس نہین ہوتی اور انکا جھوٹا حرام اور مکروہ نہین ہو جاتا قال الامام النووی فی شرح صحیح المسلم فی باب
الاضطجاع مع الحائض قال العلماء لا یکرہ مضاجعۃ الحائض ولا قبلتھا ولا الاستمتاع بما فیھا فوق السرۃ
ولا تحت الرکبۃ ولا یکرہ وضع یدھا فی شیٔ من المائعات ولا یکرہ غسلھا راس زوجھا او غیرہ من محارمھا
وترجیلہ ولا یکرہ طبخھا وعجنھا وغیر ذلک من الصنائع وسؤرھا وعرقھا طاہران وکل ھذا متفق علیہ
وقد نقل الامام ابو جعفر محمد بن جریر فی کتابہ فی مذاھب العلماء اجماع المسلمین علی ھذا کلہ ودلائلہ
من السنۃ ظاھرۃ مشھورۃ انتھی وقال ایضا فی باب الدلیل علی ان المسلم لا ینجس فاذا ثبتت طہارۃ الادمی
مسلما کان او کافرا فعرقہ ولعابہ ودمعہ طاھرات سواء کان محدثا او جنبا او حائضا او نفساء وھذا کلہ باجماع
المسلمین کما قدمتہ فی باب الحیض انتھی مختصرا شرح صحیح مسلم مین امام نووی نے باب الاضطجاع مع الحائض مین لکھا
ہی کہ علما نے کہا ہی کہ حائضہ عورت کے ساتھ سونا اور اُسکا بوسہ لینا اور اُسکے ناف کے اوپر اور گھٹنون کے نیچے کے حصے
سے نفع اٹھانا مکروہ نہین ہی اور اُسکا ہاتھ بہنے والی چیزون مین رکھنا مکروہ نہین ہی اور اُسکا اپنے شوہر یا دوسرے محرم کا
سر دھونا اور کنگھی کرنا مکروہ نہین ہی اور اُسکا پکایا ہوا کھانا اور گوندھا ہوا آٹا اور اسکے علاوہ اُسکے بنائی ہوئی دوسری
چیزین مکروہ نہین ہین اور اُسکا جھوٹا اور اُسکا پسینہ پاک ہی اور یہ سب باتین متفق علیہ ہین اور امام ابو جعفر محمد
بن جریر نے اپنی کتاب مین مذاہب علما مین لکھا ہی کہ ان تمام باتون پر مسلمانونکا اجماع ہی اور اسکی دلائل سنت سے
ظاہر اور مشہور ہین انتہی اور صاحبین نے باب الدلیل علی ان المسلم لا ینجس مین کہا ہی کہ جب آدمی کی طہارت مسلم ہو
یا کافر ثابت ہوگئی تو اُسکا پسینہ اور تھوک اور آنسو پاک ہین خواہ وہ محدث ہو یا جنب یا حائض او نفسا اور ان
سب پر مسلمانونکا اجماع ہی جیسا کہ ہمنے باب الحیض مین بیان کیا ہی انتہی مختصرا واللہ اعلم حررہ العبد المفتقر الی رحمۃ خالق البریہ

قادر بخش صانہ اللہ عن الطوء والبطش [قادر بخش] الجواب صحیح والرای نجیح واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] **سوال** اکثر کتب فقہ میں دیکھا جاتا ہے کہ آدمی جھوٹا مسلم ہو یا کافر پاک ہی آیا اس قیاس پر اگر کوئی ہندو مسلمان کا حقہ یا برتن سہوا یا قصدا جھوٹا کرے اور پھر مسلمان بے دھوئے استعمال میں لائے تو کیا حکم ہی **جواب** فی الواقع کافر کا جھوٹا اور تھوک پاک ہی پس اسکا جھوٹا حقہ پینا یا اسکے جھوٹے برتن میں کھانا کھانا بے دھوئے درست ہی جبتک کسی نجاست کا اختلاط معلوم نہو ہان اگر کافر نے شراب پی اور فی الفور کسی چیز کے ساتھ اسکا تھوک لگیا یا فورًا اسکے منہ میں حقہ دیا گیا تو نجاست کا حکم دیا جائیگا کنز الدقائق اور اسکی شرح بحر الرائق میں ہی سور الآدمی والفرس وما یوکل لحمہ طاہر اما الآدمی فلان لعابہ متولد من لحم طاہر ولا یرق بین الجنب والطاہر والحائض والنفساء والصغیر والکبیر والمسلم والکافر والذکر والانثی کذا ذکرہ الزیلعی یعنی ان الکل طاہر طہور من غیر کراہۃ وفی الخلاصۃ والتجنیس رجل شرب الخمر ان تردد فی فیہ من البزاق بحیث لو کان الخمر علی ثوب طہرھا ذلک البزاق لا ینجس والکراہۃ انما ھو فی الشرب من ساعتہ فان سورہ نجس لا لنجاسۃ لحمہ بل لنجاسۃ فمہ ولو مکث قدر ما یغسل فمہ بلعابہ ثم شرب لا ینجس انتہی ملخصا آدمی و گھوڑے اور ان چیزوں کا جھوٹا پاک ہی جنکا گوشت کھایا جاتا ہی لیکن آدمی پس اس لیے کہ اسکا تھوک پاک گوشت سے پیدا ہوتا ہی اور جنب اور طاہر حائض و نفسا چھوٹے اور بڑے مسلمان اور کافر مرد اور عورت میں کچھ فرق نہیں ہی ایسا ہی زیلعی نے ذکر کیا ہی یعنی یہ تمام اشیا پاک ہیں اور پاک کرنے والی ہیں بلا کراہت اور خلاصہ اور تجنیس میں ہی کہ جس آدمی نے شراب پی اگر اپنے منہ میں تھوک کو پھراتا رہا اس قدر کہ اگر یہ شراب کپڑے پر ہوتی تو تھوک سے پاک کر دیتا تو اسکا جھوٹا نجس نہیں ہی اور کراہت شراب پیتے ہی فورًا کسی چیز کو جھوٹا کرنے میں ہی پس اسکا جھوٹا نجس ہی لیکن اسکے گوشت کی نجس ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے منہ کے نجس ہونے کی وجہ سے اور اگر اتنی دیر ٹھہر کہ اسکا منہ اسکے تھوک سے دہل گیا پھر اس نے پانی پیا تو اسکا جھوٹا نجس نہیں ہی **سوال** کتب فقہ میں لکھا ہی اذا مات الحمار فی المملحۃ فصار ملحا او وقع الروث فی البیر فصار حماۃ زالت النجاسۃ وطہرت عند ابی حنیفۃ ومحمد خلافا لابی یوسف والفتوی علی قول محمد جب گدھا نمک کی کان میں مرگیا اور نمک ہوگیا یا گوبر کنوئیں میں گرا اور کیچڑ ہوگیا تو نجاست زائل ہوگئی اور طہارت آگئی امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کی نزدیک اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اسکے خلاف ہیں اور فتوے امام محمد کے قول پر ہی اس باب میں کوئی نقلی دلیل شارع علیہ السلام سے پائی جاتی ہی یا نہیں اور اس صورت میں اور شراب یا بول کے قطرے کے گرنے میں

جسکے وجہ سے کنوین کی نجس ہوجانیکا حکم دیا جاتا ہی کیا فرق ہی جواب نجس شی کی حقیقت بدل جانی کیوجہ سے اُسکی طہارت کے باب مین کوئی صریح نص نظر نہین آئی اس حکم کا استخراج ان نظائر سے ہی جیسا کہ ابن ہمام نے فتح القدیر مین لکھا ہی قول محمد ہو مختار لان الشرع رتب وصف النجاسة علی تلک الحقیقة وتنتفی الحقیقة بانتفاء بعض اجزاء مفہومہا فکیف بالکل فان الملح غیر العظم واللحم فاذا صار ملحا ترتب علیہ حکم الملح ونظیرہ فی الشرع النطفة نجسة وتصیر علقة وہی نجسة وتصیر مضغة فتطہر والعصیر طاہر فیصیر خمرا فینجس و یصیر خلا فیطہر فعرفنا ان استحالة العین تستتبع زوال الوصف المرتب علیہا انتہی امام محمد رحمہ اللہ کا قول اختیار کیا گیا ہی کیونکہ شرع نے وصف نجاست کو اس حقیقت پر مرتب کیا ہی اور حقیقت اپنے مفہوم کے بعض اجزا کے معدوم ہوجانے سے منتفی ہوجاتی ہی چہ جائیکہ کل کیونکہ ہڈی اور گوشت جب نمک ہوگئے تو اُسپر نمک ہی کا حکم مرتب ہوگا اور شرع مین اُسکی مثال نطفہ کی ہی کہ نجس ہی پھر وہ جم جاتا ہی اور وہ بھی نجس ہی پھر وہ گوشت کا لوتھڑا ہوجاتا ہی اور وہ پاک ہی اور نچوڑ (انگور وغیرہ کا) پاک ہی پھر وہ شراب ہوجاتا ہی اور وہ نجس ہی پھر وہ سرکہ ہوجاتا ہی اور وہ پاک ہی پس ہمین معلوم ہوا کہ عین کا بدلنا تابع ہی اُس وصف کے زوال کے جو اُسپر مرتب ہوتا ہی - اور اس صورت مین اور نجس چیز کے کنوین مین پڑ جانے مین یہ فرق ہی کہ اس صورت مین حقیقة تغیر ہوجاتا ہی جو وصف نجاست کو دور کردیتا ہی اور اُس صورت مین احتیاط کی وجہ سے گو تمیز باقی نہین رہتی مگر شے نجس پانی نہین ہوجاتی فافہم **سوال** - در مختار نے جو اسبیجابی کے قول کو نقل کیا ہی وقیدہ الاسبیجابی بان یستبین اثر التراب بمد یدہ علیہ اور اسبیجابی نے اس مین اس بات کی قید لگائی ہی کہ مٹی کا اثر اُسپر ہاتھ کے کھینچنے سے ظاہر ہو - تو اس عبارت سے ثابت ہوتا ہی کہ جو چیز زمین کی جنس سے نہین ہی مثل کپڑا اور نمدہ اور تکیہ اور توشک وغیرہ کے اُسپر تیمم جبھی جائز ہی جب ہاتھ مارنے سے مٹی کا نشان ظاہر ہو اس سے معلوم ہوتا ہی کہ کپڑے اور بانات اور توشک وغیرہ پر تیمم جائز ہی نہین جیسا کہ بحر مین اسبیجابی کی عبارت کے بعد لکھا ہی وبہذا یعلم حکم التیمم علی جوخة او بساط علیہ غبار فالظاہر عدم الجواز لعدم وجود ہذا الشرط فی نحو الجوخة فلیتنبہ لہ اور اسی سے تیمم کا حکم بانات یا ایسے بچھونے پر ظاہر ہوگیا جس مین غبار ہو پس ظاہر نہ جائز ہونا ہی کیونکہ یہ شرط بانات کے مثل مین بہت کم پائی جاتی ہی پس اسپر آگاہ ہو اور ابراہیم شاہی مین لکھا ہی او ضرب یدیہ علی اللبد وارتفع غبارہ فرفع یدیہ وتیمم جاز انتہی یا اپنے دونون ہاتھون کو نمدہ پر مارا اور اُس سے غبار بلند ہوا پس اپنے دونون ہاتھون کو بلند کیا اور تیمم کیا تو جائز ہی - اور تاتارخانیہ مین لکھا ہی وصورة التیمم بالغبار ان یضرب بیدہ ثوبا او نحوہ من الاعیان الطاہرة التی علیہا غبار فاذا وقع الغبار علی یدیہ تیمم -

اور غبار سے تیمم کرنے کی صورت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کسی کپڑے پر یا اسکے مثل اور کسی غبار والی چیز پر مارے
جب غبار دونوں ہاتھوں پر پڑ جائے تو تیمم کرے۔ اور ایسا ہی محیط اور فتاوی عالمگیری میں ہے ان
کتابوں کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کپڑے یا گدے یا تکیہ وغیرہ پر ہاتھ مارے اور غبار ہاتھوں پر پڑے تو
تیمم جائز ہے نشان پڑنے کی شرط ان کتابوں سے ثابت نہیں ہوتی تو اسبیجابی کے قول کی تطبیق عبارت کتب مرقومہ
بالا سے ہو سکتی ہے یا نہیں اگر ہو سکتی ہے تو کس طرح اور اگر نہیں ہو سکتی تو فتوی کس عبارت پر دیا جائے **جواب**
عبارت اسبیجابی اور محیط وغیرہ میں تعارض نہیں ہے کیونکہ اس مقام پر مد کا لفظ بجائے ضرب کے ہے جیسا کہ بعض
کتب میں لفظ وضع کا قائم مقام ضرب کے آیا ہے پس اسبیجابی کے قول کی تطبیق عبارت کتب مرقومہ سوال سے
یوں ہو سکتی ہے کہ جان یستبین اثر التراب آہ کے یہ معنی ہیں باین طور کہ ظاہر ہوا اثر تراب کا ساتھ مارنے ہاتھ کے
اوپر اسکے تو جب نمدہ یا بانات اور تکیہ اور توشک اور لحاف وغیرہ پر ہاتھ مارنے سے غبار اڑا تو اثر تراب کا ظاہر ہوا کیونکہ مقصود
اس عبارت سے بھی غبار کا ظاہر ہونا ہے اس شے میں جسپر ہاتھ مارا اور نشان پڑنا موضع ضرب پر مقصود نہیں اور حقیقت میں
اس عبارت کا وہ مطلب ہے جو وصورة التیمم بالغبار ان یضرب بیدیہ ثوبا الخ کا مطلب ہے اور اسی واسطے طحطاوی میں اسبیجابی کے
قول کے بعد اسی عبارت وصورة التیمم الخ کو نقل کر دیا ہے تو معلوم ہوا کہ صاحب طحطاوی کے نزدیک اگر اسبیجابی کی عبارت سے نشان
اور خط پڑنا کل اشیاء غیر جنس الارض پر شرط مراد لیجائے تو محیط وغیرہ کی روایت سے تطبیق نہو گی اور عدم تطبیق کی صورت
میں محیط اور تاتارخانیہ وغیرہما کتب معتبرہ کی عبارت کے موافق فتوے دیا جائیگا تین وجہوں سے (۱) اسبیجابی
نے گیہوں وغیرہ سب چیزوں پر نشان پڑنے کی شرط لگائی ہے اور محیط میں نشان پڑنے کی شرط نہیں لگائی اور محیط
کی روایت مفتی بہ ہے اسمیں افتا اور تصحیح کی علامت موجود ہے قال صاحب المحیط وقالوا ایضا فی الحنطة والشعیر
وسائر الحبوب اذا کان علیہا غبار جاز التیمم عند ابی حنیفة ومحمد رحمہما اللہ وانہ صحیح کہا صاحب محیط نے کہ
کہا فقہا نے گیہوں اور جو اور تمام دانوں پر جبکہ انپر غبار ہو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک تیمم جائز ہے اور یہی صحیح ہے
اور اسکے بعد پھر محیط میں لکھا ہے ولو تیمم بغبار ثوبہ او غیر ذلک جاز فی قول ابی حنیفة رح والصحیح قول ابی حنیفة اور
اگر اپنے کپڑے یا کسی اور چیز کے غبار سے تیمم کیا تو یہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک کافی ہے اور انہیں کا قول صحیح ہے۔ محیط کی
ان دونوں عبارتوں سے یہی سمجھا گیا کہ ان اشیا پر غبار کا ہونا شرط ہے جواز تیمم کے لیے نشان ہاتھ کا پڑنا ان چیزوں پر
نہیں مفہوم ہوتا اور قاعدہ یہ ہے کہ جب دو روایتیں مختلف ہوں تو جس روایت کے ذیل میں تصحیح ہو اسکے مخالف
فتوی نہ دی جیسا کہ آداب المفتی میں ہے اذا ذیلت ۱ الصحیح او الماخوذ او بہ یفتی او علیہ الفتوی لم یفت بمخالفہ

جسکے ذیل مین صحیح یا ماخوذ بہ یا بہ یفتی یا علیہ الفتوی لکھا ہو اُسکے خلاف فتویٰ نہ دے اور طحطاوی مین لکھا ہی لان مقابل ھولاء ضعیف وغیر ماخوذ بہ وغیر مفتی بہ کیونکہ انکا مقابل ضعیف اور غیر ماخوذ بہ اور غیر مفتی بہ ہی اور صاحب درالمختار نے اسبیجابی کی روایت کے آخر مین کوئی علامت ترجیح کی نہین لکھی ہی باوجودیکہ انکی عادت ہی کہ اکثر وہ مفتی بہ کے آخر مین لفظ بہ یفتی اور علیہ الفتوی کا لکھتے ہین (۲) جب فقہا کے اقوال مین اختلاف ہوتا ہی تو جو قول احوال ناس کے موافق اور ارفق اور قوی الوجہ ہو اور جسپر عملدرآمد ہو اُسپر فتویٰ دیا جاتا ہی جیساکہ درمختار مین ہی فان قلت قد یحکون اقوالا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح قلت یعمل بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس وما ھو الارفق وما ظھر علیہ التعامل وما قوی وجھہ ولا یخلو الوجود ممن یمیز ھذا حقیقۃ لا ظنا پس اگر تم کہو کہ کبھی علما اختلاف کو بلا ترجیح بیان کرتے ہین اور کبھی تصحیح مین اختلاف کرتے ہین تو ہم کہین گے کہ عمل کیا جائیگا عرف اور احوال ناس کے بدلنے کے اعتبار سے اور اُسپر جو آسان ہو اور جسپر عملدرآمد ہو اور جسکی وجہ قوی ہو جیساکہ اُنھون نے عمل کیا تھا اور کوئی نہ کوئی ایسا ضرور موجود ہوگا جو اُسکی درحقیقت تمیز کرلے نہ صرف ظن ہی سے پس اس قاعدے کے اعتبار سے محیط وغیرہ کی عبارت ارفق ہی اور اُسپر لوگونکا عملدرآمد ہی اور اسبیجابی نے جو نشان پڑنے کی شرط لگائی ہی تو اس شرط کا پایا جانا ہر وقت مشکل اور بعید دشوار ہی اور اُس مین تنگی اور حرج متصور ہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی وما جعل علیکم فی الدین من حرج نہین کی دین مین تنگی نہین کی (۳) یہ کہ روایت محیط اور تاتارخانیہ وغیرہما کی متون کے موافق ہی شامی مین ہی والعمل بما فی المتون لانہ اذا تعارض ما فی المتون والفتاوی فالمعتمد ما فی المتون کما فی انفع الوسائل وکذا یقدم ما فی الشروح علی الفتاوی جو متون مین ہو اُسپر عمل کرنا چاہیے کیونکہ جب متون اور فتاوی متعارض ہون تو متون ہی پر اعتماد کیا جاتا ہی جیساکہ انفع الوسائل مین ہی اور ایسا ہی جو شروح مین ہے وہ فتاوی پر مقدم ہی اور اصحاب متون معتمدہ جیسے صاحب کنز ووقایہ ومختار وغیرہم نے نشان پڑنے کی شرط کو ذکر نہین کیا ہی اور یہ لوگ چھٹے طبقے کے فقہا ہین اقوی اور قوی کے درمیان مین تمیز کرتے ہین اور ان کتب کی روایتین بہت معتبر اور قوی ہین۔ کیونکہ یہ لوگ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہین کرتے جیساکہ صاحب ردالمختار نے کہا ہی کہ وشانھم ان لا ینقلوا الاقوال المردودۃ والروایات الضعیفۃ اور انکی شان یہ ہی کہ اقوال مردودہ اور روایات ضعیفہ کو نقل نہ کرین۔ اور یہ بھی ہی کہ متون کالمتواتر ہین شامی مین ہی فالحکم بما فی المتون کما لا یخفی لانھا صارت متواترۃ حکم اُسی پر ہی جو متون مین ہی جیساکہ پوشیدہ نہین کیونکہ وہ متواتر ہین۔ اور متون سے مطلقاً غبار سے تیمم

بغیر کسی شرط اور قید کے جائز ثابت ہے جیسا کہ کنز میں لکھا ہے وبہ بلا عجز یعنی غبار سے تیمم جائز ہے اگرچہ مٹی سے عاجز نہ بھی ہو اور وقایہ میں لکھا ہے وعلیہ مع قدرتہ علی الصعید یعنی مٹی پر قدرت رکھنے کی حالت میں بھی غبار پر تیمم جائز ہے اور تنویر الابصار میں ہے وبہ مطلقا غبار سے تیمم مطلقا جائز ہے مٹی سے عاجز ہو یا نہ ہو اگر کوئی سوال کرے کہ کتنی غبار سے تیمم جائز ہے تو ہم کہیں گے جتنے پر غبار کا اطلاق ہو سکے کیونکہ شرع میں عرف کا اعتبار ہے جیسا کہ شامی میں ہے والاحکام یبتنی علی العرف فیعتبر فی کل اقلیم وفی کل عصر عرف اہلہ احکام کی بنا عرف پر ہے پس ہر اقلیم اور ہر زمانے میں انکی اہالی کے عرف معتبر ہونگے اور ہدایہ میں ہے وکذا یجوز بالغبار مع القدرۃ علی الصعید عند ابی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ اور ایسا ہی غبار سے تیمم جائز ہے گو کہ مٹی پر قدرت ہو امام ابو حنیفہ او محمد رحمہما اللہ کے نزدیک - صاحب ہدایہ کی عبارت سے بھی نقصان پڑنا نہیں سمجھا جاتا اور صاحب ہدایہ پانچویں طبقے کے فقہاء اور اصحاب ترجیح میں سے ہیں اور عالمگیری میں ہے ویجوز بالغبار مع القدرۃ علی الصعید کذا فی السراج الوہاج وہو الصحیح غبار سے تیمم جائز ہے اگرچہ مٹی پر قدرت حاصل ہو ایسا ہی سراج وہاج میں ہے اور یہ صحیح ہے اور قاضی خان میں ہے ولو نفض ثوبہ او لبدہ او سرجہ فتیمم بغبارہ جاز اور اگر اپنے کپڑے یا لبادے یا زین کو جھاڑا اور اسکے غبار سے تیمم کیا تو جائز ہے اور اس کے بعد لکھا ہے وان ضرب یدہ علیہ ولزق بہ تراب فتیمم بہ جاز وکذا الوضع یدہ علی حنطۃ او شعیر فلزق التراب او الغبار بیدہ بذلک جاز اور اگر اپنے ہاتھ کو اسپر مارا اور اس میں مٹی لگ گئی پس تیمم کیا تو جائز ہے اور ایسا ہی اگر اپنے ہاتھ کو گیہوں یا جو پر مارا اور مٹی یا غبار اسکے ہاتھ میں لگ گیا تو اس سے تیمم جائز ہے - اس سے بھی نقصان پڑنا ثابت نہیں ہوتا اور تیمم کرنے کی کیفیت جو امام سے منقول ہے یہ ہے فی الشامی روی ان ابا یوسف قال سألت ابا حنیفۃ عن التیمم فقال التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی المرفقین فقلت کیف ہو فضرب بیدیہ علی الصعید فاقبل بہما وادبر ثم نفضہما ثم مسح بذلک ظاہر الذراعین وباطنہما الی المرفقین شامی میں ہے روایت کی گئی ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا میں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا تیمم کیا ہے تو انھوں نے کہا دو ضربیں ہیں ایک منہ کے لیے اور ایک دونوں ہاتھوں کے لیے کہنیوں تک میں نے پوچھا کیونکر پس انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مارا اور انھیں آگے لے گئے اور پیچھے لائے پھر انھیں جھاڑ دیا پھر اُن سے ظاہر اور باطن ذراعین کا مسح کہنیوں تک کیا - اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم رح کے نزدیک تیمم کرنے کی یہی کیفیت ہے اور مٹی اور غبار اُنکے نزدیک ایک ہی چیز ہے ہدایہ میں ہے لانہ تراب رقیق کیونکہ وہ باریک مٹی ہے پس اشیائے غیر جنس الارض پر ہاتھ رکھ کے

کھینچنے سے نشان پڑنا اور ہاتھوں پر غبار کا محسوس ہونا جواز تیمم کے لیے شرط نہیں رقیق ہونے کی وجہ سے غبار اکثر ہاتھوں پر محسوس بھی نہیں ہوتا فقط مرتفع اور ظاہر ہونا غبار کا بعد ضرب الید موضع ضرب سے کافی ہی واللہ اعلم حررہ الراجی الی رحمۃ ربہ الصمد فقیر احمد بن علی الجونپوری عفا اللہ عنہما ھو المصوب عبارات کتب فقہیہ سے علی الخصوص عبارات متون میں اشتراط ظہور اثر تراب کا اس طرح پر کہ ہاتھوں پر محسوس ہو یا اس چیز پر جس پر غبار ہی نشان پڑ جائے پتہ نہیں چلتا بلکہ عبارت عینی سے شرح ہدایہ میں (ویجوز التیمم بالغبار بان نفض ثوبہ او لبدہ وارتفع فتیمم متحرز عنہ) ھا اور غبار سے تیمم جائز ہے اس طرح پر کہ اپنے کپڑے یا لبادے کو جھاڑا اور اس سے غبار بلند ہوا بس اس سے تیمم کیا تو یہ صاحبین کے نزدیک جائز ہی اور ایسی ہی اور فقہا کی عبارات سے صرف ارتفاع غبار کافی معلوم ہوتا ہی اور ظاہر امر اور اسبیجابی کو کلام ببتبیین اثر التراب بہا یدیہ علیہ مٹی کا اثر اسپر ہاتھ کھینچنے سے ظاہر ہوجاسے یہی مراد ہی کہ اسپر ہاتھ مارنے یا ہاتھ کھینچنے سے غبار مرتفع ہو اور اثر غبار متیقن ہونہ یہ کہ خواہ مخواہ ہاتھ پر محسوس ہو یا اس چیز پر نشان پڑ جائے اگر بالفرض عبارت اسبیجابی اور فقہا کے مخالف ہو تو باب افتا میں جمہور فقہا کا اعتبار کیا جائیگا اور چونکہ غبار سے تیمم کا جائز ہونا اسپر مبنی ہے کہ یہ تراب رقیق ہی جیساکہ کتب فقہ میں مرقوم ہی اور ظاہر ہی کہ اللہ تعالے کے قول (فتیمموا صعیدا طیبا پس پاک مٹی سے تیمم کرو) میں صعید کسی قید کے ساتھ مقید نہیں ہی پس جب غبار بھی داخل صعید طیب ہو تو ضروری ہی کہ اس سے بغیر شرط زائد کے تیمم جائز ہو گا ہاں وجود غبار کا تیقن ضروری ہی اور وہ صرف ارتفاع غبار میں موجود ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

سوال وضو میں کوئی چیز واجب ہی یا نہیں **جواب** نور الانوار وغیرہ میں مذکور ہی لا واجب فی الوضوء وضو میں کچھ واجب نہیں اور جمہور فقہا بھی وضو میں فرائض سنن مستحبات لکھتے ہیں اور واجب کا ذکر نہیں کرتے لیکن ابن ملک کی شرح منار اور صبح صادق شرح منار وغیرہ میں مقدمہ لا واجب فی الوضوء وضو میں کوئی چیز واجب نہیں چند وجوہ سے مخدوش کیا گیا ہی اور ابن ہمام نے وضو کے شروع میں بسم اللہ کہنے کو واجب لکھکر اس مقدمہ کو مرفوع کر دیا ہی انکی عبارت فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں بعد تفصیل حدیث تسمیہ عند الوضوء کے یہ ہی فادی النظر الی وجوب التسمیۃ فی الوضوء وعنوان صحتہ لا یتوقف علیہا لان الرکن انما یثبت بالقاطع وما قیل من انہ لا مدخل للوجوب فیہ لانہ شرط تابع فلو قلنا بالوجوب یساوی التبع الاصل غیر لازم اذ اشتراکہما بثبوت الوجوب فیہما لا یقتضیہ لثبوت عدم المساواۃ بوجہ آخر وھو ان الوضوء لا یلزم بالنذر بخلاف الصلوۃ مع انہ لا مانع

من الحکم بان واجبہ احط رتبۃ من واجب الصلوۃ کفرضہ بالنسبۃ الی فرضہا انتہے پس پہونچی نظر وجوب مین بسم اللہ کے واجب ہونے تک اور اسکا صحیح ہونا اسپر موقوف نہین ہی کیونکہ رکن دلیل قطعی سے ثابت ہوتا ہی اور یہ جو کہا گیا ہی کہ وجوب کو اس مین کچھ دخل نہین ہی اس لیے کہ یہ تابع شرط ہے تو اگر ہم اسکے وجوب کے قائل ہونگے تو تبیع کا اصل کی مساوی ہوجانا لازم نہین ہی کیونکہ ثبوت واجب مین مشترک ہونا مساوات کو نہین چاہتا کیونکہ عدم مساوات دوسرے طریقہ پر پائی جاسکتی ہی یعنی یہ کہ وضو نذر سے لازم نہین ہوتا برخلاف نماز کے باوجودیکہ اس حکم سے کوئی مانع نہین ہے کہ واجب وضو کا مرتبہ واجب صلوۃ سے کم ہو جیساکہ فرض وضو فرض صلوۃ سے اور اس بحث کی زیادہ تفصیل میرے رسالہ احکام القنطرہ فی احکام البسملہ مین موجود ہی جسکو شوق ہو اسکا مطالعہ کرے **سوال** جنب معذور جو غسل کرنیسے عاجز اور غسل سے مرض کی زیادتی کا احتمال ہی اور وضو کرنے مین کچھ ضرر نہین پس وہ وضو کرکے نماز پڑھے یا تیمم کرکے **جواب** جبکہ وضو کرنے سے عاجز نہین ہی تو تیمم جنابت کرے اور وضو کرکے نماز ادا کرے واللہ اعلم حررہ محمد عبد الحی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] اصاب المجیب کتبہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ **سوال** استنجا پانی سے ہو یا پتھر سے سنت مؤکدہ ہی یا نہین جیساکہ شامی نے (وہو سنۃ موکدۃ مطلقا اور وہ مطلقا سنت موکدہ ہی) کے تحت مین لکہا ہے سواء کان بالماء او بالحجر برابر ہی چاہئے پانی سے ہو یا پتھر سے اور دونون کو جمع کرنا سنت غیر موکدہ یعنے مستحب اور افضل ہی یا نہین جیساکہ عالمگیری مین تبیین سے نقل کیا ہی والافضل ان یجمع بینہما اور دونون کو جمع کرنا افضل ہی۔ اور صرف پانی سے استنجا جائز ہے یا نہین اور قسم اوسط استنجا کے ادا سے سنت کا ثواب اور اسکی فضیلت اسکے سے حاصل ہی یا نہین جیساکہ شامی نے امداد وغیرہ سے نقل کیا ہی ثم اعلم ان الجمع بین الحجر والماء افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل پھر تم جانو کہ پتھر اور پانی مین جمع افضل ہی اور اسی کے قریب فضیلت مین پانی پر اقتصار ہی اور اسکے قریب پتھر پر اقتصار ہی اور سنت سب سے حاصل ہوگی ہی گو کہ فضل مختلف ہی اور جو لوگ عالمگیری کی اس عبارت سے دلیل ہو + ای الجمع بین الحجر والماء + سنۃ فی زماننا وقیل علی الاطلاق وہو الصحیح وعلیہ الفتوی کہا گیا ہی کہ وہ یعنے پتھر اور پانی مین جمع ہمارے زمانے مین سنت ہی اور کہا گیا ہی کہ علی الاطلاق ہر زمانے مین سنت ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی یہ سمجھتے ہین کہ جمع بین الحجر والماء کے علاوہ صرف پانی یا صرف پتھر پر اقتصار کرنے سے سنت کا ثواب نہ ملے گا سچ سمجھے ہین یا جھوٹ **جواب** جب نجاست مخرج سے تجاوز نہوئی ہو تو اسکی تطہیر پانی یا پتھر سے جسے استنجا کہتے ہین سنت موکدہ ہی اور اگر نجاست مخرج سے تجاوز ہوگئی

تو اسکو مثل دوسری حقیقیہ نجاستون کے پانی ہی سے دھونا فرض ہے علامہ زین بن نجیم بحر الرائق شرح کنز الدقائق مین لکھتے ہین واما ان الاستنجاء لایکون الا سنۃ وصرح فی النہایۃ بانہ سنۃ موکدۃ فلا یکون فرضا وعلی ہذا فما ذکر فی السراج الوہاج من ان الاستنجاء خمسۃ انواع اربعۃ فریضۃ وواحدۃ سنۃ فالاول من الحیض والنفاس والجنابۃ والنجاسۃ اذا تجاوزت مخرجہا وواحد سنۃ وہو ما اذا کانت النجاسۃ مقدار المخرج فتسامح فان الثلاثۃ الاول من باب ازالۃ الحدث وان لم یکن شئی علی المخرج وان کان شئی فہو من باب ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ من البدن فلا یکون من باب الاستنجاء وان کان علی حل السبیلین فہو سنۃ لا فرض والرابع من باب ازالۃ النجاسۃ عن البدن وقد علمت انہ لیس من باب الاستنجاء فلم یبق الا القسم المسنون انتہے مگر استنجا سنت ہی ہے اور نہایہ مین اسکی تصریح کی ہے کہ یہ سنت مؤکدہ ہے تو فرض نہوگا اور اس بنا پر جو سراج وہاج مین ہے کہ استنجا پانچ قسم کا ہے چار فرض ہین اور ایک سنت ہے پس اول حیض اور نفاس اور جنابت اور نجاست سے جب اپنے مخرج سے متجاوز ہوجائے استنجا ہے اور ایک سنت ہے اور وہ جب نجاست بقدر مخرج ہو تسامح ہے کیونکہ پہلے تین باب ازالہ حدث سے ہین اگر مخرج پر کچھ بھی نہو اور اگر مخرج پر کچھ ہو تو باب ازالہ نجاست حقیقیہ سے ہین پس باب استنجا سے نہون گے اور اگر احد السبیلین پر ہون تو وہ سنت ہے فرض نہین ہے اور چوتھا باب ازالہ نجاست عن البدن سے ہے اور تمھین معلوم ہے کہ وہ باب استنجا سے نہین ہے پس صرف قسم مسنون باقی رہگئی - اور فقہائے حنفیہ کی ظاہر عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ استنجا فقط پانی یا فقط پتھر سے بھی درست ہے اور یہ کہ استنجا مطلقا بغیر پانی اور پتھر کی خصوصیت کے سنت مؤکدہ ہے اور پانی پر اکتفا کرنا جو طہر حقیقی ہے پتھر پر اکتفا کرنے سے جو مجفف اور منقی ہے افضل ہے اور دونون کو جمع کرنا دونون سے افضل ہے شامی کی عبارت جو سوال مین مذکور ہے اسی پر دلالت کرتی ہے لیکن محققین محدثین حنفیہ کہتے ہین کہ پانی اور پتھر دونون کو جمع کرنا بھی سنت مؤکدہ ہے پس صرف پانی یا صرف پتھر پر اکتفا کرنیوالا سنت جمع کا تارک ہوگا - ابن ہمام فتح القدیر مین لکھتے ہین عن انس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الخلاء فاحمل انا وغلام نحوی اداوۃ من ماء فیستنجی بہ متفق علیہ ظاہر فی المواظبۃ بالماء ومقتضاہ کراہۃ ترکہ وکذا ما روی ابن ماجۃ عن عائشۃ قالت ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج من غائط قط الا مس ماء انتہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانی ضروریات سے فراغت کرنے تشریف لیجاتے تو مین اور میری طرح ایک اور غلام پانی کے ایک برتن کو لیکر کھڑا رہتا تھا پس آپ اُس سے استنجا فرماتے تھے اور یہ متفق علیہ ہے ظاہر ہے کہ پانی سے استنجا کرنیکی ہمیشگی مین اور اسکا مقتضے کراہت ترک استنجا بالماء ہے اور

ایسی ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ انھون نے فرمایا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پانی نہ سے بے پانی بہے نکلتے نہین دیکھا۔ اور اسی کتاب مین ایک صفحے کے بعد لکھا ہو انظر الی ما تقدم من حدیث انس وعائشہ یفید ان الاستنجاء بالماء سنۃ موکدۃ فی کل زمان لافادتہ المواظبۃ انتہے جو حدیثین حضرت انس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گذری ہین اُن مین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ پانی سے استنجا ہر زمانے مین سنت موکدہ ہی کیونکہ یہ حدیثین ہمیشگی پر دلالت کرتی ہین اور مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مین لکھا ہی واختلف فی الغسل بالماء فقیل مستحب وقیل الجمع سنۃ فی زماننا لان اہل الزمان الاول کانوا یبعرون بعرا لانہم کانوا لایاکلون الا قلیلا واہل زماننا یاکلون کثیرا فیتسلطون وقیل سنۃ علی الاطلاق وھو الصحیح وعلیہ الفتوی انتہے پانی سے دھونے مین اختلاف ہی پس بعضون نے مستحب کہا ہی اور بعضون نے جمع کو سنت کہا ہی ہمارے زمانے مین کیونکہ پہلے زمانے والے کم کھاتے تھے تو تھوڑے پاخانہ مینگنی سے پھرتے تھے اور اب لوگ چونکہ زائد کھاتے ہین اس لیے پاخانہ بھی زائد پھرتے ہین اور کہا گیا ہی کہ سنت ہی علی الاطلاق اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی ماحاصل مطلق استنجا بالاتفاق سنت ہی اور استنجا بالماء مین اختلاف ہے بعض مستحب کہتے ہین اور بعض ازمنۂ متاخرہ مین سنت کہتے ہین اور بعض ہر زمانے مین سنت کہتے ہین اور احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جمع بین الماء والحجر پر ہمیشگی فرمائی ہے اور ہر تقدیر پر جو لوگ عالمگیری کی عبارت سے یہ سمجھے ہین کہ جمع بین الماء والحجر کی علاوہ تنہا پانی یا تنہا پتھر سے استنجا بطرز مسنون ادا نہوگا غلط سمجھے ہین کیونکہ بالاتفاق ہر تینون صورتون مین استنجا بطرز مسنون ادا ہو جائے گا البتہ بر مذہب سنیت جمع دوسری سنت کا ترک لازم آئیگا یہ بحث استنجاے غائط کی تھی لیکن استنجاے بول مین جمع بین الماء والحجر کسی حدیث مین نظر سے نہین گذرا واللہ اعلم **سوال** میت کو جو پہلے کلوخ یا حجر سے پھر پانی سے استنجا کراتے ہین یہ مشروع ہی یا نہین **جواب** استنجا آب یا حجر سے ازقبیل احتیاطات ہی میت کے لیے بھی جائز ہی والمختار مین ہی عندھما یستنجی وعند ابی یوسف لا وصورتہ ان یلف الغاسل خرقۃ علی یدہ لا یغسل السوءۃ لان مسہا حرام کالنظر (جوہرہ) طرفین کے نزدیک استنجا کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہین اُسکی صورت یہ ہی کہ غسل کرانیوالا کھیسا اپنے ہاتھ پر لپیٹ کے شرمگاہ کو دھوئے کیونکہ اُسکا چھونا ویسا ہی حرام ہی جیسا کہ اُسکا دیکھنا **سوال** جس نے استنجاے بول مین پانی پر اکتفا کی اور ڈھیلے وغیرہ نہ لیے اُسکے پیچھے نماز جائز ہی یا نہین **جواب** بول کے بعد ڈھیلے لینا نہ فرض ہی نہ واجب نہ سنت رسائل الارکان

مین ہو ویسن ان یستنجی للبول والغائط بالحجر ثم بالماء یعنی پیشاب اور پاخانے کے لیے پتھر سے استنجا مسنون ہو اور ڈھیلے
اور پانی کو جمع کرنا افضل اور عالی مرتبہ ہو پس اگر کسی نے پانی ہی پر اکتفا کی اور دفع نجاست کا یقین یا شک ہو گیا
تو طہارت حاصل ہو جائے گی فان الماء قالع للنجاسۃ کذا فی البحر الرائق کیونکہ پانی نجاست کو دور کرتا ہو ایسا ہی
بحر الرائق مین ہو لہذا اسکی اقتدا جائز ہو **سوال** اگر پیشاب کے بعد طہارت کے لیے کسی نے فقط پانی پر اکتفا کی اور ڈھیلے
نہ لیے تو اسکی نماز صحیح ہو یا نہین **جواب** صحیح ہو کفایہ مین ہو ثم الاستنجاء بالاحجار سنۃ موکدۃ عندنا حتی
لو ترکہ وصلی بغیر استنجاء اجزئہ صلوتہ وقال الشافعی بانہا فریضۃ لو ترک بالاحجار او بما یقوم مقامہ لم یجز صلوتہ
والمسألۃ فرع لمسألۃ اخری وہو ان النجاسۃ اذا کانت علی قدر الدرہم او اقل ہل تفرض ازالتہا لجواز الصلوۃ
اولا فعندنا لاتفرض وعندہ تفرض کما لو کانت ہذہ النجاسۃ علی موضع اخر الا ان فی ہذا الموضع
یطہر بالحجر والمدر وفی سائر المواضع لا یطہر الا بالماء پتھر سے استنجا ہمارے نزدیک سنت موکدہ ہو حتی کہ اگر اُسنے
چھوڑ دیا اور بلا استنجا نماز پڑھی تو نماز جائز ہو جائیگی اور امام شافعی نے کہا ہو کہ وہ فرض ہو اگر پتھرون یا اس کے قائم مقام
چیزون سے استنجا نہین کیا تو نماز نہ جائز ہوگی اور یہ مسئلہ دوسرے مسئلہ کی فرع ہو اور وہ یہ کہ نجاست جب بقدر
درہم کے یا اس سے کم ہو تو جواز صلوۃ کے لیے اُسکا دفع کرنا ضروری ہو یا نہین تو ہمارے نزدیک ضروری نہین ہو اور
اُن کے نزدیک ضروری ہو جیسا کہ نجاست اگر کسی دوسری جگہ ہو مگر اس جگہ پتھر اور ڈھیلے سے بھی طہارت
حاصل ہو اور دوسری جگہون مین صرف پانی سے اور رد المحتار مین ہو ثم اعلم ان الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیہ
فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت
الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ پانی اور پتھر دونون سے استنجا کرنا افضل ہو اور اس کے بعد
صرف پانی سے اسکے بعد صرف پتھر سے اور سنت سب سے حاصل ہو جاتی ہو اگرچہ فضل مین تفاوت ہو ایسا ہی امداد
وغیرہ مین ہو **سوال** - بول و براز مین ڈھیلے نہ لینا اور پانی پر اکتفا کرنا روافض کے خصائص مین سے ہو پس
اس مین انکی مشابہت ہوتی ہو **جواب** - ہر فعل مین مخالف دین کی مشابہت کرنا یا بقصد تشبہ کرنا ممنوع ہو
ان دو صورتون کے علاوہ مین کوئی حرج نہین ہو طحطاوی مین ہو قال فی البحر علم ان التشبہ باہل الکتاب لایکرہ
فی کل شئ فانا ناکل ونشرب کما یفعلون انما الحرام التشبہ فیما کان مذموما وفیما یقصد بہ التشبہ بحر مین ہو جان
مین اہل کتاب کی مشابہت مکروہ نہین ہو کیونکہ ہم کھاتے پیتے ہین جیسا کہ وہ کرتے ہین بلکہ تشبہ اُن چیزون مین حرام
جو بری ہون یا جن مین انکی تشبیہ مقصود ہو **سوال** پہلے ڈھیلے سے پھر پانی سے پیشاب کے بعد استنجا کرنا کیسا ہے

جواب سنت موکدہ ہی نقایہ مین ہی الاستنجاء من کل حدث غیر النوم والریح بنحو حجر حتی ینقیہ سنۃ ریح اور خواب کے علاوہ ہر حدث سے استنجا پتھر وغیرہ سی سنت ہی اور ڈھیلے وغیرہ لینے کے بعد پانی سے دھونا بعض کے نزدیک سنت ہی اور مختار یہ ہی کہ ادب ہی کیونکہ اہل مسجد قبا کی عادت تھی کہ براز کے بعد پتھر سے استنجا کر کے پانی سے طہارت کرتے تھے اللہ تعالی نے اُنکی مدح مین یہ آیت نازل فرمائی فیہ رجال یحبون ان یتطہروا اس مین بہت سے لوگ ہین جو پوری پاکی کو دوست رکھتے ہین اور یہ ثابت نہین ہوا کہ اہل مسجد قبا بول کے بعد بھی پتھر سے استنجا کر کے پانی سے طہارت کرتے تھے جیسا کہ ذیل کی روایات سے واضح ہوگا تفسیر احمدی مین ہی لما انزل اللہ ہذہ الآیۃ وبالغ فی وصفہم بالطہارۃ بصیغۃ المبالغۃ مشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ المہاجرون حتی وقفوا علی باب مسجد قباء فاذا الانصار جلوس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امؤمنون انتم فسکت القوم ثم اعادہا ثانیا فقال عمر رضی اللہ عنہ انہم لمؤمنون وانا معہم فقال علیہ السلام اترضون بالقضاء فقالوا نعم فقال علیہ السلام اتصبرون علی البلاء قالوا نعم قال علیہ السلام اتشکرون علی الرضاء قالوا نعم قال علیہ السلام انتم مؤمنون ورب الکعبۃ فجلس ثم قال یا معشر الانصار ان اللہ تعالی قد اثنی علیکم فما الذی تصنعون عند الوضوء وعند الغائط فقالوا یا رسول اللہ نتبع الغائط الاحجار الثلث ثم نتبع الاحجار الماء فتلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیہ رجال یحبون ان یتطہروا ہکذا ذکرہ المفسرون اللہ تعالی نے جب اس آیت کو نازل کیا اور اُن لوگون کے وصف طہارت کو بصیغہ مبالغہ ذکر کیا تو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہی مہاجرین روانہ ہوئے جب مسجد قبا کے دروازے پر پہونچے تو آپنے بہت سے انصار کو بیٹھے پایا پس آپ نے پوچھا کیا تم لوگ مسلمان ہو وہ سب چپ ہو گئے پھر آپنے یہی پوچھا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لوگ مسلمان ہین اور مین بھی ان کے ساتھ ہون آپنے پوچھا کیا تم قضاے الٰہی پر راضی ہو اُنھون نے کہا ہان آپنے پھر پوچھا کیا تم مصیبت پر صبر کرو گے اُنھون نے کہا ہان آپ نے پوچھا کیا تم رضاے الٰہی پر شاکر ہو گے اُنھون نے کہا ہان آپ نے فرمایا رب کعبہ تم لوگ مسلمان ہو پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا اے گروہ انصار اللہ نے تمھاری تعریف کی ہی تم وضو اور پاخانے کیوقت کیا کرتے ہو اُنھون نے کہا یا رسول اللہ ہم پاخانہ سے فارغ ہو کر تین پتھرون سے طہارت کرتے ہین اُسکے بعد پانی لیتے ہین پس آپنے یہ آیت پڑھی فیہ رجال یحبون ان یتطہروا ایسا ہی مفسرین نے ذکر کیا ہی - اور تفسیر بیضاوی وغیرہ مین ہی روی ابن ماجۃ والدارمی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا لکم مثل الوالد لولدہ علمکم اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا الغائط ولا تستدبروہا وامر بثلثۃ احجار انتہی وروی ابوداؤد والنسائی

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذھب احدکم الی الغائط فلیذھب معہ بثلثۃ احجار۔ ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مین تمہارے لیے ویسا ہی ہون جیسے باپ اپنے بیٹے کے لیے مین تمکو بتلاتا ہون کہ جب تم پاخانے جاؤ وہان نہ قبلہ رخ ہو کر بیٹھو اور نہ قبلے کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھو آپ نے تین ڈھیلے لینے کا حکم فرمایا انتہی اور ابوداؤد و نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہو کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہو کہ جب تم مین سے کوئی رفع حاجت کے لیے جائے تو اپنے ساتھ تین ڈھیلے لیتا جائے۔ اور ہدایہ مین ہے الاستنجاء سنۃ لان النبی علیہ الصلوۃ والسلام واظب علیہ ویجوز فیہ الحجر وما قام مقامہ وغسلہ بالماء افضل لقولہ تعالی فیہ رجال یحبون ان یتطہروا نزلت فی اقوام یتبعون الحجارۃ الماء ثم ھو ادب وقیل ھو سنۃ فی زماننا استنجا سنت ہو کیونکہ حضرت سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات نے ہمیشہ اُسکی پابندی کی ہو اور استنجا پتھر اور اُسکے قائم مقام دوسری چیزون سے کرنا جائز ہو اور پانی سے دھونا افضل ہو کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہو فیہ رجال یحبون ان یتطہروا انمین وہ لوگ ہین جو پاکی کو دوست رکھتے ہین۔ اور یہ آیت اُن اقوام کے بارے مین نازل ہوئی ہو جو پتھر سے طہارت کے بعد پانی لیتے تھے۔ علاوہ برین یہ تہذیب ہو اور بعضون کے نزدیک تو ہمارے زمانے مین سنت ہو اور کفایہ مین ہو الاستنجاء بالماء ادب لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستنجی بالماء مرۃ ویترکہ اخری وھذا ھو الادب پانی سے استنجا کرنا تہذیب ہو کیونکہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ پانی سے استنجا کرتے اور ایک مرتبہ ترک کرتے تھے اور یہی ادب ہو اور فتاوی قاضی خان مین ہو الاستنجاء بالماء بعد الاستنجاء بالحجر ادب عندنا ہمارے نزدیک ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے استنجا کرنا ادب ہو **سوال** بول کے بعد ڈھیلے لینا پھر پانی سے طہارت کرنا کیا حکم رکھتا ہو **جواب** صراحۃً ثابت نہین ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے بول کے بعد ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کیا بلکہ ابوداؤد اور نسائی نے ایک حدیث حکم بن سفیان سے روایت کی ہو کان رسول اللہ علیہ وسلم اذا بال توضأ ونضح فرجہ یعنی حضور نے بول کے بعد وضو کیا اور شرمگاہ پر پانی چھڑکا بعض کہتے ہین کہ اس سے ازار کا وہ حصہ مراد ہو جو شرمگاہ کی لیے خاص ہو اور بعض کہتے ہین کہ اسکا مفہوم یہ ہو کہ آپ نے شرمگاہ کو پانی سے دھویا یعنی بول کے بعد پانی سے استنجا کیا پھر وضو کیا ایسا ہی کہا ہو شیخ دہلوی رح نے اگر تو کہے کہ احادیث مین استنجا بحجر جا بجا مذکور ہے اور استنجا عام ہو بول کے بعد ہو یا براز کے بعد تو ہم کہین گے کہ ہمّا استنجا سے طلب طہارت بعد براز مراد ہو نہ طلب طہارت بعد بول بمقام حشفہ کہ اُسکو استبرا کہتے ہین اور بعض فقہا اس بیان کے بعد

کہ ڈھیلے سے استنجا کرنا سنت ہے استنجا بعد براز کی تفصیل بلحاظ موسم گرما و سرما یوں کرتے ہیں المرأة تدبر بالحجر الاول و
تقبل بالثانی وتدبر بالثالث فی کل حال وهكذا يفعل الرجل ان كان الزمان صيفا ويعكس ان كان شتاء عورت
پہلا پتھر پیچھے کیطرف لیجاے اور دوسرا آگے کی طرف لائے اور تیسرا پیچھے کی طرف لیجائے ہر حال میں اور مرد اگر جاڑے کا
زمانہ ہو تو ایسا ہی کرے اور اگر گرمی کی فصل ہو تو اسکا عکس کرے۔ یہ عبارت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے کہ استنجا سے
طلب طہارت بعد براز مراد ہے نہ بعد بول تفسیر احمدی میں ہے ما ذكر اهل الاصول يدل على ان يعم التطهير الذى
بعد البول والتطهير الذى بعد الغائط والحق ان مراد الفقها ايضا اعم كما يدل عليه قولهم والاستنجاء
من كل حدث اى خارج من السبيلين سنة غاية ما فى الباب ان الاستنجاء بعد الغائط لما احتاج الى زيادة
تفصيل عقبوه بقولهم يدبر بالحجر الاول ويقبل بالثانى من غير اظهار ان هذا طريق الاستنجاء المخصوص
اور اہل اصول کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم پیشاب اور پاخانہ دونوں کے بعد والی طہارت کو شامل ہے اور درست
یہ ہے کہ فقہا کی مراد بھی عام ہی ہے جیسا کہ اسپر انکا یہ قول دلالت کرتا ہے اور استنجا ہر حدث یعنی خارج من السبیلین سے
سنت ہے زیادہ سے زیادہ یہ بات ہے چونکہ استنجاء براز زائد محتاج تفصیل ہے اس لیے اس کے بعد استنجے کے طریقہ کو ذکر کر دیا
بغیر یہ ظاہر کیے ہوے کہ یہیں خاص استنجے کا طریقہ ہے لیکن بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بول کے بعد
ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرتے تھے مولانا عبد العلی رسائل الارکان میں تحریر فرماتے ہیں ویسن ان یستنجی للبول والغائط بالحجر
اذا لم يخف تجاوز النجاسة عن قدر الدرهم لو لم يستنج واذا خاف ذلك يفترض الاستنجاء وبعد الحجر بالماء وقد روى
البيهقى عن مولى امير المومنين رضى الله عنه قال كان عمر اذا بال قال ناولنى شيئا استنجى به فاناوله العود
او الحجر او ياتى حائطا يمسح به او يمسه الارض قال البيهقى هذا اصح ما فى الباب كذا نقل الشيخ عبد الحق ويفهم
منه جواز الاستنجاء بالعود ولعله يكون بعض الاعواد بحيث يكون جذابا اور سنت یہ ہے کہ پیشاب و پاخانہ دونوں
کے لیے پتھر سے استنجا کرے جبکہ اُسے ایک درہم سے زائد نجاست کے بڑھجانے کا ڈر نہو ورنہ پتھر کے بعد پانی سے بھی استنجا فرض
ہے بیہقی نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام سے روایت کی ہے کہ جب آپ پیشاب کرنے جاتے تو فرماتے مجھکو کچھ دو
جس سے میں استنجا کروں بس میں آپکو لکڑی یا پتھر دیتا یا آپ کسی دیوار کے پاس تشریف لیجاتے یا زمین پر رگڑ لیتے
بیہقی نے کہا ہے کہ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح روایت ہے ایسا ہی محدث دہلوی نے نقل کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
لکڑی سے استنجا کرنا بھی جائز ہے اور ممکن ہے کہ یہ حکم اُن بعض لکڑیوں کا ہو جن میں قوت جاذبہ ہوتی ہے اور طبرانی نے اوسط
میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں بھی ایسی ہی روایت کی ہے جسکو محدث دہلوی نے فتح المنان فی تائید مذہب النعمان میں

لکھا ہی **سوال** بول و براز کے بعد کی بار دھونا چاہیے **جواب** کوئی مسنون عدد مقرر نہیں ہی بلکہ استنجا کرنے والے کی راے کے حوالے کر دیا گیا ہی یعنی یہ دھوئی کہ اُسے پاکی کا یقین ہو جائے لیکن مراقی اور شکی آدمی کے لیے تین بار کا دھونا مقرر کیا گیا ہے علامہ حلبی شرح منیہ میں لکھتے ہیں ولیس فیما ای فی الغسل عدد مسنون من الثلث او السبع او غیر ذلک ومنہم من شرط الثلث ومنہم من شرط السبع ومنہم من شرط العشر ومنہم من عین فی الاحلیل الثلث وفی المقعدۃ الخمس والصحیح انہ مفوض الی رایہ فیغسلہ حتی یقع فی قلبہ انہ قد طہر الا ان یکون موسوسا فیقدر فی حقہ بالثلث کما فی کل نجاسۃ غیر مرئیۃ وقیل بسبع اور دھونے میں تین یا سات وغیرہ کوئی عدد مسنون نہیں ہی اور بعضوں نے تین کی شرط کی ہی اور بعضون نے سات کی اور بعضون نے دس کی اور بعضون نے پیشاب کے مقام میں تین کی اور پاخانہ کے مقام میں پانچ کی تعیین کی ہی اور صحیح یہ ہی کہ استنجا کرنے والے کی راے پر چھوڑ دینا چاہیے کہ طہارت کا یقین ہو جائے البتہ اگر شکی مزاج ہو تو اسی بعض کے نزدیک تین مرتبہ دھونا چاہیے جیسا اور نجاسات غیر مرئیہ میں کیا جاتا ہی اور بعض کے نزدیک سات مرتبہ **سوال** بول یا براز کے بعد فقط ڈھیلے پر اکتفا کرنا اور پانی نہ لینا کافی ہی یا نہیں **جواب** کافی ہی لیکن ایسا کرنے والا تارک ادب ہوگا ابو عیسیٰ ترمذی اپنی جامع میں لکھتے ہین اکثر اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدہم رأوا ان الاستنجاء بالحجارۃ یجزی وان لم یستنج بالماء اذا انقی اثر الغائط والبول اکثر اہل علم اصحاب نبی کی راے میں صرف پتھروں سے استنجا کافی ہی جبکہ پیشاب اور پاخانے کا اثر جاتا رہے اگرچہ پانی سے استنجا نہ کرے اور بحر الرائق میں ہی وھو القیاس فی محل الاستنجاء الا انہ ترک فیہ لورود النص علی خلاف القیاس فلا یتعداہ اور عدم کفایت کلوخ قیاس کے موافق ہی مگر اسکا ترک یعنی صرف کلوخ کو نا کافی نہ ٹھہرانا اسوجہ سے مختار ہی کہ آیت خلاف قیاس ہے پس اسکا حکم محل مخرج سے تجاوز نہ کریگا ۔ اور دوسری جگہ لکھا ہی اذا اقتصر علی الحجر کان مقیما للسنۃ واذا اقتصر علی الماء کان مقیما لہا ایضا وھو افضل من الاول واذا جمع بینہما کان افضل من الکل جس نے صرف پتھر پر اکتفا کی وہ متبع سنت ہی اور جس نے صرف پانی پر اکتفا کی وہ بھی متبع سنت ہی مگر یہ اول سے افضل ہی اور سب سے افضل یہ ہی کہ پتھر اور پانی دونوں سے استنجا کرے **سوال** استبراء کا کیا حکم ہی **جواب** اولی اور مندوب ہی اور بعض فقہا اسکو واجب کہتے ہین شرح منیہ میں ہی وینبغی ان یستنجی بعد خطا خطوات وھو الذی یسمی استبراء دو چار قدم چلنے کے بعد استنجا کرنا چاہیے اور اسی کو استبرا کہتے ہین اور شرح غرر میں ہی ویجب الاستبراء بالمشی والتنحنح والنوم والاضطجاع علی شقہ الایسر حتی یستقر قلبہ علی انقطاع العود کذا فی الظہیریۃ وقیل یکتفی بمسح الذکر ولجتذابہ ثلث مرات والصحیح ان طباع الناس وعاداتہم مختلفۃ

فمن فی قلبہ انہ صار طاہرا جاز لہ ان یستنجی لان کل احد اعلم بحالہ کذا فی التاتارخانیہ اور راہ چلکر یا کھنکار کر یا
سو کر یا بائین کروٹ لیٹکر واجب ہی تاکہ اُسکا قلب قطرات باقیہ کے آنے سے مطمئن ہو جائے ایسا ہی ظہیریہ مین ہی
اور بعضون کے نزدیک مسح ذکر اور تین بار قطرات کا جذب کر لینا ہی کافی ہی اور صحیح یہ ہی کہ لوگون کی طبیعتین اور عادتین
مختلف ہین پس جب اسکا یقین ہو جائے کہ بیت طاہر ہو گیا استنجا کر دینا جائز ہی کیونکہ ہر ایک اپنے اپنے حال کو خوب جانتا
ہی ایسا ہی تاتارخانیہ مین ہی **سوال** - ایک شخص نے استنجا ہی نہین کیا مگر مقعد یا راس احلیل پر مانع نماز نجاست بھی
نہین ہی اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو جائز ہو گی یا نہین **جواب** نماز ہو جائے گی مگر ترک سنت کی وجہ سے گنہگار
ہو گا بحر الرائق مین ہی ولو ترکہ صحت صلوتہ قال فی الخلاصۃ بناء علی ان النجاسۃ القلیلۃ عفو عندنا وعلماؤنا
فصلوا بین النجاسۃ التی علی موضع الحدث والتی علی غیر موضع الحدث اذا ترکہا یکرہ وفی موضعہ اذا ترکہا
لا یکرہ اگر کوئی شخص استنجا ترک کر دے تو اُسکی نماز درست ہو گی خلاصہ مین ہی کیونکہ نجاست خفیفہ معاف ہی اور ہمارے
علمانے نجاست کی تفصیل کی ہی اور کہا ہی ایک نجاست وہ ہی جو اپنے محل مین ہو اور دوسری وہ جو اپنے محل مین نہو
پس اگر اُس نجاست کو باقی رہنے دیا جو اپنے محل مین نہین ہی تو نماز مکروہ ہو گی اور اگر اُس نجاست کو رہنے دیا جو
اپنے محل مین ہی تو مکروہ نہو گی **سوال** اگر نجاست راس احلیل یا حلقہ دبر سے تجاوز کر کے اطراف مین پہونچ جائے
تو اسکا ازالہ کیونکر کرنا چاہیے **جواب** یہ تجاوز دو حال سے خالی نہین ہی اگر درہم سے زائد ہی تو بغیر پانی سے
دھوئے ہوئے ڈھیلے وغیرہ سے طہارت نہین ہو سکتی اور اتنی نجاست چونکہ مانع صلوۃ ہی جبتک دھوئی نہ جائے نماز
جائز نہو گی اور اگر درہم سے کم ہی تو پانی سے دھونا سنت ہی اور اگر ڈھیلے وغیرہ سے طہارت کرے تو نماز بکراہت تحریمی
ہو گی اگر وقت باقی ہی تو پانی سے طہارت کرنے کے بعد نماز دہرائے رسائل الارکان مین ہی والحاصل انہ ان تجاوز
المخرج فالماء بعد الحجر سنۃ منہ وبہ وان جاوز وکان اقل من قدر الدرہم فالماء بعد الحجر سنۃ واجبۃ لکن لو لم یتبع
الماء یجوز الصلوۃ معہ ویعاد ان بقی الوقت کما ہو الحکم فی النجاسۃ القلیلۃ من مقدار الدرہم وان جاوزت
البول والغائط اکثر من قدر الدرہم فلا یجزی الاحجار بل لا بد من الغسل فلا یجوز الصلوۃ بدونہ حاصل یہ ہی کہ
اگر نجاست مخرج سے متجاوز نہین ہی تو پتھر کے بعد پانی مستحب ہی اور اگر متجاوز ہی اور ایک درہم سے کم ہی تو پتھر کے بعد پانی
سنت واجبہ ہی اگر پانی نہ لیگا تو بھی نماز درست ہو جائے گی اور اگر وقت باقی ہی تو اعادہ کرنا چاہیے جیسا کہ ایک درہم سے
کم نجاست کا حکم ہی اور اگر پیشاب یا پاخانے کی مقدار ایک درہم سے زائد ہی تو پتھر کافی نہین ہین بلکہ پانی سے دھونیکی
بھی ضرورت ہی اور نماز اُسکے بغیر ناجائز ہو گی اور دوسری جگہ لکھا ہی واذا جاوز البول والبراز المخرج ولم یجاوز الدرہم

يسن استعمال الماء بعد الحجر ثم الظاهر من هذا البيان ان مرادهم بالسنة الطريقة المسلوكة الواجبة لما قد عرفت
ان النجاسة ان كانت اقل من قدر الدرهم كره الصلوة معها ويجب الاعادة في الوقت وهذا يؤذن بان الكراهة
كراهة التحريم فان النجاسة القليلة يجب ازالتها جب بول یا مخرج سے تجاوز اور ایک درہم سے زائد ہوں تو پتھر کے
بعد پانی سے دھونا سنت ہے میرے نزدیک بظاہر سنت سے مراد واجب طریقہ ہے کیونکہ تم کو معلوم ہے کہ نجاست اگر ایک درہم
سے کم ہو تو نماز اسکے ساتھ مکروہ ہوتی ہے اور اگر وقت باقی ہو تو اعادہ واجب ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کراہۃ
سے کراہت تحریمی مراد ہے کیونکہ نجاست قلیلہ کا ازالہ واجب ہے اور بحر الرائق میں ہے ویجب غسل المحل بالماء ان تعدت
النجاسة المخرج لان للبدن حرارة جاذبة لاجزاء النجاسة فلا يزيلها المسح بالحجر وهو القياس في محل الاستنجاء
الا انه ترك فيه لورود النص على خلاف القياس فلا يتعداه واراد بالمجاوز ان يكون اكثر من قدر الدرهم وصح
فالمراد بالوجوب الفرض اور نجاست کی جگہ کو پانی سے دھونا واجب ہے اگر مخرج سے تجاوز ہو کیونکہ بدن کی حرارت اجزاے نجاست
کو جذب کر لیتی ہے پس پتھر اسے زائل نہیں کر سکتا اور یہی قیاس ہے محل نجاست میں مگر اس میں یہ حکم نص کے وارد
ہونے کی وجہ سے برخلاف قیاس ترک کر دیا گیا پس حکم نص محل سے متجاوز نہوگا اور تجاوز سے مراد ایک درہم سے زیادتی
ہے پس وجوب سے مراد فرض ہے **سوال** استنجا کرنے کے بعد اگر انگلیوں میں بو باقی رہے تو اسکا بدن پاک ہے یا نہیں
جواب عین نجاست اور جرم نجاست کے زائل ہونے سے بدن پاک ہو جاتا ہے لیکن نجاست کا اثر یعنے رنگ اور بو
اگر باقی رہے تو پانی سے دھو لینا چاہیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ استنجا کے بعد اپنے ہاتھوں کو دھو ڈالو
اور دیوار پر ملو تاکہ کچھ اثر باقی نہ رہے اور شارح ابو المکارم شرح نقایہ میں لکھتے ہیں يطهر المتنجس بدنا كان او ثوبا او مكانا
او غيرها عن نجس بالفتح مرئي وهو ما له جرم وغيره بزوال عينه ولا يضر اثر يشق زواله يدل على ان الاثر الذي
لا يشق زواله يزال بدن یا کپڑا یا مکان اور جو کچھ ہو نجس مرئی اور غیر مرئی سے پاک ہو جاتا ہے نجاست کو دفع ہو جانے سے گو اسکا اثر
باقی رہے اور اس اثر کا دفع کرنا دشوار ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اثر کا دفعیہ دشوار نہو تو وہ بھی دفع کیا جائے اور دوسری
جگہ لکھا ہے فسر الاثر باللون والريح والمشقة بالاحتياج الى شيء آخر كالصابون اثر کی تفسیر رنگ و بو کی گئی ہے اور
مشقت سے کسی دوسری چیز کیطرف احتیاج مراد ہے جیسے صابون **مترجم** کہتا ہے نجس مرئی وہ نجاست ہے جس کے لیے
جرم ہو اور نجس غیر مرئی وہ نجاست ہے جسکے لیے جرم نہو **سوال** پیشاب کی ننھی ننھی چھینٹیں اگر بدن پر پڑیں تو کیا
حکم ہے **جواب** معاف ہیں صحیح بخاری کی شرح میں ہے کہ حضرت ابو موسی اشعری پیشاب کرتے وقت اس کا ڈر سے کہ چھینٹیں
اڑ کر بدن پر نہ پڑیں شیشے کے اندر پیشاب کرتے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے انکو کہا ایسا نہ کیا کرو کیونکہ میں نے

رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کو ایستادہ پیشاب کرتے دیکھا ہے جس میں چھینٹیں پڑنیکا احتمال ہے **سوال** استنجا پتھر اور ڈھیلے ہی پر موقوف ہے یا پانی سے بھی ادا ہو سکتا ہے اور عدد اور استبرا اور دیگر متعلقات کون ہیں **جواب** پتھر اور ڈھیلے وغیرہ سے جو مجفف اور منقی ہو استنجا کرنا سنت مؤکدہ ہے کنز میں ہے وسن الاستنجاء بنحو حجر منق اور استنجا پاک کرنیوالے پتھر سے سنت ہے اور نقایہ میں ہے الاستنجاء من کل حدث غیر النوم والریح بنحو حجر حتی ینقیہ سنۃ لازم اور ریح کے سوا ہر حدث سے استنجا پتھر کے مثل سے وہاں تک کہ طہارت حاصل ہو سنت ہے اور بحر الرائق میں ہے واراد المصنف بالسنة السنة المؤكدة كما هو مذكور في الاصل اور سنت سے مصنف کی مراد سنت مؤکدہ ہے جیسا کہ اصل میں مذکور ہے اور در مختار میں ہے وھو سنۃ مؤکدۃ مطلقا ای سواء کان بالماء او بالحجر کذا فی رد المحتار اور استنجا سنت مؤکدہ ہے مطلقا پانی سے ہو یا پتھر سے ایسا ہی رد المحتار میں ہے بعض متون فقہیہ میں استنجاے براز کی کیفیت بلحاظ موسم گرما و سرما مشروح لکھی ہے اور استنجاے بول سے چشم پوشی کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پتھر یا ڈھیلے وغیرہ سے فقط استنجاے براز ہی مسنون ہے لیکن روایات فقہ اور اصول فقہ اسکے خلاف ہیں بلکہ ان سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ پتھر اور ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنا جو مسنون ہے یہ عام ہے بول و براز دونوں کے لیے تفسیر احمدی میں ہے ماذکرہ اهل الاصول یدل علی انه یعم التطهير الذي بعد البول والتطهير الذي بعد الغائط والحق ان مراد الفقهاء ايضا عم كما يدل عليه قولهم والاستنجاء من كل حدث اى خارج من السبيلين سنة غاية ما في الباب ان الاستنجاء بعد الغائط لما احتاج الى زيادة تفصيل عقبوه بقولهم يدبر بالحجر الاول ويقبل بالثاني من غير اظهار ان هذا الطريق للاستنجاء المخصوص اہل اصول نے جو لکھا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استنجا پیشاب اور پاخانہ دونوں کے بعد کے طہارت کو شامل ہے اور حق یہ ہے کہ فقہا کی مراد بھی عام ہے جیسا کہ اسپر انکا یہ قول دلالت کرتا ہے اور ہر حدث یعنی خارج عن السبیلین سے استنجا سنت ہے زیادہ بریں نیست کہ پاخانہ والا استنجا زائد تفصیل کا محتاج ہے اسکے بعد استنجے کے طریقہ کو ذکر کیا بغیر یہ ظاہر کیے ہوئے کہ یہ کسی خاص استنجے کا طریقہ ہے اور ملا علی قاری شرح نقایہ میں لکھتے ہیں من کل حدث ای خارج من احد السبیلین کالبول والغائط ہر حدث سے یعنی خارج من احد السبیلین سے مثل پیشاب اور پاخانہ کے اور رسائل الارکان میں ہے ویسن ان یستنجی للبول والغائط بالحجر پتھر سے استنجا کرنا پیشاب اور پاخانہ کے بعد سنت ہے پاخانہ کے بعد پتھر سے استنجا کرنا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوامی عادت تھی جیسا کہ صحاح میں مروی ہے اور پیشاب کے بعد حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا پتھر وغیرہ سے استنجا کرنا آپکے فعل سے اثبات کو نہیں پہونچا مگر بیہقی نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ پتھر وغیرہ سے استنجا کرتے تھے چونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم پر میرے

اور میرے خلفاء راشدین کی سنت ہے لہٰذا اُسکا سنت ہونا بھی متحقق ہو گیا شرح نقایہ میں ملا علی قاری لکھتے ہیں روی البیہقی وقال انہ اصح ما فی الباب واعلاہ ای سنداً عن مولی عمر قال کان عمر اذا بال قال ناولنی شیئاً استنجی بہ فاناولہ العود او الحجر او یاتی حائطاً یمسح بہ او یمسہ الارض بیہقی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ اسباب میں باعتبار سند کے سب سے زائد صحیح اور اعلیٰ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب پیشاب کو جاتے تو مجھ سے فرماتے کوئی چیز لاؤ جس سے میں استنجا کروں پس میں آپ کو لکڑی یا پتھر دیدیتا یا آپ کسی دیوار کے پاس جاتے یا زمین سے کام لیتے۔ رسائل الارکان میں ہے وفی البول احتمال الخروج فلا بد من الاستنجاء بالحجر الی ان یغلب علی ظن المستنجی انقطاع ذلک الاحتمال ففی البول الاستنجاء بالحجر لازم وقد روی البیہقی عن مولی امیر المومنین عمرؓ قال کان عمر اذا بال قال ناولنی شیئاً استنجی بہ فاناولہ العود والحجر او یاتی حائطاً یمسح بہ او یمسہ الارض قال البیہقی ھذا اصح ما فی الباب پیشاب کے بعد قطرہ آنیکا احتمال ہے تو پتھر سے استنجا ضروری ہے یہان تک کہ مستنجی کا ظن قطرہ نہ آنے پر غالب ہو جائے پس پیشاب کے بعد پتھر سے استنجا ضروری ہے اور بیہقی نے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کسی غلام سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب پیشاب کرتے تو مجھ سے فرماتے مجھے کچھ دو جس سے میں استنجا کروں پس میں آپ کو لکڑی یا پتھر دیتا یا آپ کسی دیوار کے پاس جاتے یا زمین سے کام لیتے بیہقی نے کہا ہے کہ اس باب میں سب سے زائد صحیح روایت یہی ہے اور درر شرح غرر میں ہے والغسل بعدہ ای الحجر اولیٰ اور پتھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے دھو ڈالنا اچھا ہے۔ اور قاضی خان میں ہے والاستنجاء بالماء بعد الاستنجاء بالحجر ادب عندنا ہمارے نزدیک پتھر سے استنجا کرنے کے بعد ادب یہ ہے کہ پانی سے بھی دھو ڈالے۔ اور علامہ حلبی شرح منیہ میں لکھتے ہیں ولیس فیہ ای فی الغسل عدد مسنون من الثلث او السبع او غیر ذلک ومنہم من شرط الثلث ومنہم من شرط السبع ومنہم من شرط العشر ومنہم من عین فی الاحلیل الثلث وفی المقعد الخمس والصحیح انہ مفوض الی رایہ فیغسلہ حتی یقع فی قلبہ انہ قد طہر الا ان یکون موسوساً فیقدر فی حقہ بالثلث کما فی کل نجاسۃ غیر مرئیۃ وقیل بسبع دھونے میں تین یا سات وغیرہ کوئی عدد مسنون نہیں ہے بعض نے تین بعض نے سات بعض نے دس کی شرط کی ہے اور بعض کے نزدیک پیشاب کے بعد تین بار دھونا اور پاخانے کے بعد پانچ بار دھونا چاہیے اور صحیح یہ ہے کہ استنجا کرنیوالے کی رائے پر ہے اُسے اتنا دھونا چاہیے کہ طہارت کا یقین ہو جائے البتہ اگر شکی مزاج ہو تو اُسے تین مرتبہ دھونا چاہیے جیساکہ اور نجاسات غیر مرئیہ میں حکم ہے اور بعض کے نزدیک سات مرتبہ دھونا چاہیے اور بحر الرائق میں ہے والمراد بالاشتراط الاشتراط فی حصول السنۃ والا فترک الکل لا یضر عدم اشتراط سے حصول سنت میں اشتراط مراد ہے ورنہ

کل کا ترک اُنکی نزدیک ضرر نہین پہونچاتا - اور جو شخص ڈھیلے وغیرہ پر اکتفا کرتا ہو اور اُسکے بعد پانی سے نہین دھوتا ہو اُسے ڈھیلون پر اکتفا کرنا کافی ہو مگر یہ شخص تارک ادب ہوگا ابو عیسیٰ ترمذی اپنی جامع مین لکھتے ہین اکثر اہل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدہم رأوا ان الاستنجاء بالحجارة یجزی وان لم یستنج بالماء اذا انقی اثر الغائط والبول اور اکثر اہل علم اصحاب نبی کی راے مین صرف پتھرون سے استنجا کرنا کافی ہو جبکہ پیشاب اور پاخانے کا اثر جاتا رہے اگرچہ پانی سے استنجا نہ کرے اور بحر الرائق مین ہو وھو القیاس فی محل الاستنجاء الا انہ ترک فیہ لورود النص علی خلاف القیاس فلا یتعدا اہ اور پتھر کا کافی ہونا محل استنجا مین بھی قیاس کے موافق ہو مگر چونکہ نص خلاف قیاس موجود ہو اس وجہ سے قیاس متروک ہوا اور اسی وجہ سے حکم نص محل سے متجاوز نہین ہوسکتا - اور صرف پانی پر اکتفا کرنے سے بھی سنت ادا ہوجاتی ہو شرح منیہ مین علامہ حلبی لکھتے ہین وان یغسل مخرج النجاسة بعد الاحجار او دونہا مبالغة فی التنظیف والغسل بالماء وان کان ادبا لکن قد ادیت بہ سنة الاستنجاء اور یہ کہ دھوئے مخرج نجاست کو پتھرون کے بعد یا پتھرون کے بغیر طہارت کی زیادتی کے لیے اور پانی سے دھونا گو کہ ادب ہے مگر اس سے سنت استنجا ادا ہوتی ہے اور بعض صرف پانی ہی سے دھونے کو افضل جانتے ہین کنز مین ہو وغسلہ بالماء احب پانی سے دھونا پسندیدہ ہے اور بحر الرائق مین ہے ای غسل المحل بالماء افضل لانہ قالع للنجاسة والحجر مخفف لہا فکان الماء اولی کذا ذکرہ الشارح الزیلعی وظاہر ما فی الکتاب یدل علی ان الماء مندوب سواء کان قبلہ حجر ام لا فالحاصل انہ اذا اقتصر علی الحجر کان مقیما للسنة واذا اقتصر علی الماء کان مقیما لہا ایضا وھو افضل من الاول واذا جمع بینہما کان افضل من الکل یعنی محل نجاست کو پانی سے دھونا افضل ہے کیونکہ پانی دافع نجاست ہے اور پتھر اُسے سکھا ڈالتا ہے ایسا ہی شارح زیلعی نے کہا ہے اور ظاہر کتاب اسپر دلالت کرتا ہے کہ پانی مستحسن ہے خواہ اُس کے پہلے پتھر ہو یا نہو پس حاصل یہ ہے کہ جب صرف پتھر پر اکتفا کرے تو سنت ادا ہوجائے گی اور اگر صرف پانی پر اکتفا کرے تو بھی سنت ادا ہوگی مگر یہ افضل ہے اور پانی اور پتھر دونون سے استنجا کرنا سب سے افضل ہے رد المحتار مین ہے ثم اعلم ان الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنة بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ پھر جانو کہ پتھر اور پانی دونون سے استنجا افضل ہے اور اُسکے بعد صرف پانی سے اور اُس کے بعد صرف پتھر سے اور سنت سب سے حاصل ہوتی ہے گو کہ فضل مختلف ہو ایسا ہی امداد وغیرہ مین ہے **سوال** بول کے بعد ڈھیلے سے استنجا ترک کرنا رفضہ فجرہ کا خاصہ ہے اسکے ترک کرنے مین ان سے پوری مشابہت لازم آتی ہے اور حدیث مین ہے من تشبہ بقوم فہو منہم جس نے جس قوم کی مشابہت کی وہ

انھین مین سے ہو جواب مخالف دین کی مشابہت فعل مذموم مین اور جو کام بقصد مشابہت کرے اس مین
بھی ممنوع ہو اور ان دو صورتون کے علاوہ مین کچھ حرج نہین ہو در شرح غرر مین ہو ویجب الاستبراء بالمشی
او التنحنح او النوم او الاضطجاع علی شقہ الایسر حتی یستقر قلبہ علی انقطاع العود کذا فی الظہیریۃ وقیل یکتفی
بمسح الذکر واجتذابہ ثلث مرات والصحیح ان طباع الناس وعاداتہم مختلفۃ فمن فی قلبہ انہ صار طاہرا
جاز لہ ان یستنجی لان کل احد اعلم بحالہ کذا فی التاتارخانیۃ اور استبرا چل کے یا کھکھار کے یا سو کے یا بائین کروٹ
لیٹ کی واجب ہو تا کہ قلب مطمئن ہو جائے اور بقیہ کے پھر آنیکا خیال نر ہے ایسا ہی ظہیریہ مین ہو اور بعض کے نزدیک
مسح ذکر اور تین مرتبہ قطرات کو جذب کر لینا ہی کافی ہو اور صحیح یہ ہو کہ لوگون کی طبیعتین مختلف ہین پس جب طہارت کا
یقین ہو جائے استنجا کر لینا جائز ہو کیونکہ ہر ایک اپنے حال کو زائد جانتا ہو ایسا ہی تاتارخانیہ مین ہو اور شرح منیہ مین
ہو وینبغی ان یستنجی بعد ما خطا خطوات وھو الذی یسمی استبراء دو چار قدم چل لینے کے بعد استنجا کرنا چاہیے
اور اسی کو استبرا کہتے ہین اور فتاوی قاضی خان مین ہو وینبغی ان یمشی خطوات ثم یستنجی اور چند قدم چلنے کے بعد استنجا
کرنا چاہیے۔ اور بعض فقہا کے نزدیک نفس استبرا فرض ہو یہان تک کہ دل کو یقین ہو جائے کہ اب قطرہ نہ آئیگا اور
کھکھارنا وغیرہ مختلف فیہ ہے در مختار مین ہو یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقہ الایسر ویختلف بطباع
الناس استبرا چل کے اور کھکھار کے یا بائین پہلو پر سو کے واجب ہو اختلاف طبائع کی وجہ سے۔ اور صاحب رد المحتار
نے تحت قولہ ویختلف الخ لکھا ہو ھذا ھو الصحیح فمن وقع فی قلبہ انہ صار طاہرا جاز لہ ان یستنجی لان کل احد
اعلم بحالہ اور یہی صحیح ہو پس جسکو یقین ہو جائے کہ وہ طاہر ہو اُسے استنجا کرنیکی اجازت ہو کیونکہ ہر شخص اپنے حال کو زیادہ جانتا ہو
پس جبکہ نفس استنجا سنت مؤکدہ اور استنجا کے بعد پانی سے دھونا ادب اور دونون مین سے کسی ایک
پر اکتفا کرنا بھی جائز ہے تو اس شخص کی نماز یا امامت جس نے ڈھیلے یا پانی پر اکتفا کیا جائز ہو بلکہ اگر کسی نے
سرے سے استنجا ہی نہین کیا نہ ڈھیلے سے نہ پانی سے مگر موضع حدث یا اُسکے ادہر ادہر مانع نماز نجاست نہین ہو تو
اگرچہ وہ تارک سنت موکدہ ہونیکی وجہ سے مستحق ملامت ہوگا مگر اُسکی نماز جائز ہوگی کیونکہ اسکی فقہا نے تفصیل کی ہو
چلپی حاشیہ شرح وقایہ مین لکھتے ہین فان ما علی المخرج ساقط وان کثر فلا یکرہ ترکہ کیونکہ جو مخرج پر ہو اُسکا اعتبار
نہین اگرچہ بہت ہو پس اُسکا ترک مکروہ نہین اور اگر غیر موضع حدث پر ہو تو اُسکے ترک سے نماز مین کراہت
پیدا ہوگی بحر الرائق مین ہو ولو ترکہ صحت صلوتہ قال فی الخلاصۃ بناء علی ان النجاسۃ القلیلۃ عفو عندنا
وعلماؤنا فصلوا بین النجاستہ التی علی موضع الحدث والتی علی غیر موضع الحدث اذا ترکہا یکرہ وفی موضع

اذا ترکہ لا یکرہ اور اگر اسے چھوڑ دیا تو نماز درست ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے کیونکہ نجاست قلیلہ معاف ہے ہمارے نزدیک
اور ہمارے علما نے نجاست کی تفصیل کی ہے (۱) جو موضع حدث پر ہو (۲) جو موضع حدث پر نہو اور اُسکی ترک سے نماز
مکروہ ہوتی ہے اور جو موضع حدث پر ہو اُسکے ترک سے نماز مکروہ نہیں ہوتی یہ حکم نفس استنجا کا ہے جبکہ نجاست مخرج
سے آگے نہ بڑھے اور اگر نجاست مخرج سے تجاوز کر کے ادھر اُدھر لگ جائے تو وہ یا درہم سے زائد ہوگی
یا کم اگر زائد ہو تو فقط ڈھیلے لینا کافی نہیں بلکہ لازما اس نجاست کو پانی سے دھونا چاہیے جب تک
پانی سے نہ دھوئے گا نماز جائز نہوگی اور اگر نجاست متجاوز ایک درہم سے کم ہو تو ڈھیلے لینے کے بعد پانی
سے دھونا سنت ہے اور بغیر پانی سے دھوئے ہوئے بھی نماز بکراہت تحریمی ادا ہو سکتی لیکن اگر وقت باقی ہے تو دوہرانا
چاہیے رسائل الارکان میں ہے والحاصل انہ ان لم یجاوز المخرج فالماء بعد الحجر سنة مندوبة وان جاوز وکان
اقل من قدر الدرهم فالماء بعد الحجر سنة واجبة لكن لو لم يتبع الماء يجوز الصلوة معه ويعيد ان بقي الوقت كما هو
الحكم في النجاسة القليلة من مقدار الدرهم وان جاوز البول والغائط اكثر من قدر الدرهم فلا يجزي
الاحجار بل لا بد من الغسل فلا يجوز الصلوة بدونه اور حاصل یہ ہے کہ اگر نجاست مخرج سے متجاوز نہو تو پتھر کے
بعد پانی لینا سنت مندوبہ ہے اور اگر متجاوز ہو اور ایک درہم سے کم ہو تو سنت واجبہ ہے لیکن اگر پانی نہیں لیا تو
نماز جائز ہوگی اور اگر وقت باقی ہو تو اعادہ کرنا چاہیے جیسا کہ ایک درہم سے کم نجاست کا حکم ہے اور اگر پیشاب
پاخانہ موضع حدث سے متجاوز ہو اور ایک درہم سے زائد ہو تو پتھر کافی نہیں بلکہ پانی سے دھونا ضروری ہے بغیر دھوئے
ہوئے نماز جائز نہوگی۔ اور دوسری جگہ لکھا ہے واذا جاوز البول والبراز المخرج ولم یجاوز الدرهم یسن استعمال
الماء بعد الحجر ثم الظاهر عند هذا العبد ان مرادهم بالسنة الطريقة المسلوكة الواجبة لما قد عرفت ان النجاسة
ان كانت اقل من الدرهم يكره الصلوة معها ويجب الاعادة في الوقت وهذا يؤذن بان الكراهة كراهة
التحريم فان النجاسة القليلة يجب ازالتها اور جب پیشاب اور پاخانہ مخرج سے متجاوز ہوں اور ایک درہم سے زائد نہوں
تو پتھر کے بعد پانی لینا سنت ہے اور میرے خیال میں سنت سے مراد واجب طریقہ ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اگر نجاست ایک درہم
سے کم ہو تو نماز مکروہ ہے اور اگر وقت باقی ہے تو اعادہ واجب ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کراہت تحریمی ہے کیونکہ نجاست قلیلہ
کا دفعیہ واجب ہے اور بحر الرائق میں ہے ویجب غسل المحل بالماء ان تعدت النجاسة المخرج لان للبدن حرارة جاذبة
لاجزاء النجاسة فلا يزيلها المسح بالحجر وهو القياس في محل الاستنجاء الا انه ترك فيه لورود النص على خلاف القياس
فلا يتعداه والمراد بالمجاوز ان يكون اكثر من قدر الدرهم وحينئذ فالمراد بالوجوب الفرض اور نجاست کی جگہ کو پانی سے

دھونا واجب ہی اگر نجاست مخرج سے متجاوز ہو کیونکہ بدن مین ایک ایسی حرارت ہی جو اجزاے نجاست کو جذب کر لیتی ہی
پس پتھر اُسے زائل نہین کر سکتا اور محل نجاست مین بھی یہی موافق قیاس ہی مگر وہان نص کے بدولت یہ حکم ترک
کر دیا گیا پس حکم نص محل کے سوا اور کہین نہ پانا جائے گا تجاوز سے مراد ایک درہم سے زیادتی ہی پس وجوب سے
مراد فرض ہی اور خلاصہ مین ہی ولو اصاب طرف الاحلیل من البول اکثر من قدر الدرہم لا یجوز صلوٰتہ ھو الصحیح
اور اگر احلیل کے کنارہ مین پیشاب ایک درہم سے زائد لگیا تو نماز درست نہو گی اور یہی صحیح ہی اور در مختار مین ہے
ویجب ای یفرض غسلہ ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر المانع لصلوٰۃ فیما وراء موضع الاستنجاء لان ما علی
المخرج ساقط شرعا وان کثر ولہذا لا تکرہ الصلوٰۃ معہ اور واجب ہی یعنی فرض ہی دھونا اگر نجاست مانع صلوٰۃ
مخرج سے متجاوز ہوا اور مانع صلوٰۃ کا اعتبار موضع استنجا کے علاوہ دوسری جگھون مین ہوتا ہی کیونکہ جو مخرج پر ہی وہ شرعا ساقط
ہی گو کہ کثیر ہو اور اسی لیے اُس سے نماز مکروہ نہین ہوتی اور ذخیرہ مین ہی ثم الاستنجاء بالاحجار انما یجوز اذا اقتصر النجاسۃ
علی موضع الحدث واما اذا التعدی عن موضعہا بان جاوزت المخرج اجمعوا علی ان ما جاوز المخرج من النجاسۃ اذا کان
اکثر من قدر الدرہم انہ یفرض غسلہا بالماء فلا یکفیہ الازالۃ بالاحجار وکذا اذا اصاب طرف الاحلیل من البول
اکثر من قدر الدرہم یجب غسلہ وان کان ما جاوز موضع الشرج اقل من قدر الدرہم او قدر الدرہم الا انہ اذا
ضم الی موضع الشرج کان اکثر من قدرہا فازالہا بالحجر ولم یغسلہا فعلی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف یجوز ولا یکرہ
وعلی قول محمد لا یجوز الا ان یغسلہ بالماء وھکذا روی عن ابی یوسف ایضا واذا کانت النجاسۃ علی موضع
الاستنجاء اکثر من قدر الدرہم واستنجی بثلثۃ احجار وانقاہا ولم یغسلہا بالماء کان الفقیہ ابو بکر یقول لا یجوز و
عن ابن شجاع انہ یجوز وھکذا حکی من الطحاوی قال الفقیہ فی الفتاوی وبہ ناخذ پھر استنجا بالاحجار جائز ہی جب
نجاست موضع حدث ہی پر ہو لیکن جب موضع حدث سے متجاوز ہو یعنے مخرج سے متجاوز ہو تو اسپر اجماع ہی کہ متجاوز
عن المخرج جب ایک درہم سے زائد ہو تو اُسی پانی سے دھونا فرض ہی اور پتھر سے دفع کر دینا کافی نہین ہی اور ایسا ہی جب
احلیل کے اطراف مین ایک درہم سے زائد پیشاب رہجائے تو اُسکا دھونا واجب ہی اور اگر محل سوراخ سے جو تجاوز ہے
وہ ایک درہم سے کم یا ایک درہم کے برابر ہو مگر جب اُسکے ساتھ وہ نجاست جو سوراخ پر ہی ملا لیجائے تو اُسکی مقدار ایک درہم
سے بڑھجائے پس اُسکو پتھر سے دفع کرنا اور پانی سے نہ دھونا امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک نماز کو مکروہ
کرتا ہی اور امام محمد کے نزدیک نماز کو ناجائز کرتا ہے اور دھو ڈالنا ضروری ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی ایسی ہی
روایت کی گئی ہی اور جب نجاست موضع استنجا پر ایک درہم سے زائد ہو تو تین پتھروں سے استنجا کرنا اور پانی سے نہ دھونا

فقیہ ابوبکر کے نزدیک جائز نہیں اور ابو شجاع کے نزدیک جائز ہو اور ایسا ہی طحاوی سے منقول ہو فقیہ نے فتاوی مین کہا ہو کہ ہم اسی سے اخذ کرتے ہین **سوال** پرانا جوتا پہنکر جس مین بار ہا غلاظت بھری اور چھوٹ گئی مسجد مین جانا اور پہنے ہوئے نماز پڑھنا درست ہو یا نہین **جواب** نجس جوتا پہنکر مسجد مین جانا حرام ہو اور اسے پہنے ہوئے نماز بھی درست نہین ہو اور اگر پاک ہو تو درست ہو مگر بحسب عادات زمان خلاف ادب ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ عباد اللہ محمد فضل اللہ عفی عنہ **سوال** حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کا اس قول کے موافق (تحت کل شعرۃ جنابۃ ہر بال کے نیچے جنابت ہو) نہاتے وقت مرد کو تمام بدن کے بالون کو دھونا اور انکی جڑون مین پانی پہونچانا واجب ہو اور اگر جسم کے بالون مین تیل ملا ہوا ہو تو بیسن وغیرہ سے انکو اچھی طرح صاف کرنا ضروری ہو یا نہین۔ **جواب** یہ حضرت علی کا قول نہین ہو ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہو کہ وہ کہتے تھے فرمایا رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے تحت کل شعرۃ جنابۃ فاغسلوا الشعر وانقوا البشرۃ اور حضرت امیر کرم اللہ وجہہ نے اسی حدیث کے مضمون کو دریافت کرکے حلق راس کی عادت ڈالی اور فرمایا فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی فمن ثم عادیت راسی یعنی اسی لیے مین نے اپنے سر سے دشمنی کی اسی لیے مین نے اپنے سر سے دشمنی کی اسی لیے مین نے اپنے سر سے دشمنی کی اور واقعی مرد کو بالونکی جڑون مین پانی پہونچانا اور بالونکو پانی سے بھگونا سر کے بال ہون یا ڈاڑھی کی ضروری ہو انکی بغیر غسل جنابت ادا نہین ہوتا رسائل الارکان مین ہو ویفترض علی الرجل نقض الضفیرۃ ان کان لہ ضفیرۃ وایصال الماء الی البشر تحت الشعر بل الشعر ایضا بحیث لا یبقی شعر لم یصبہ الماء وھذا اعلم فی کل شعر شعر الراس کان او شعر اللحیۃ او غیرھما ولا یجتزئ غسلہ بدون ذلک انتھے مرد پر فرض ہو کہ اگر اسکے جوڑا ہو تو کھولڈالے اور بالون کے نیچے تک پانی پہونچائے بلکہ بالون کو بھی تر کرے کوئی بال خشک نہ رہے اور یہ حکم تمام بالونکا ہو سر کے ہون یا ڈاڑھی کے یا اور کہین کے مرد کا غسل بغیر اس کے پورا نہوگا لیکن اگر بدن پر تیل ملا ہوا ہو یا بالون مین لگا ہو تو دفعا للحرج والمشقۃ اُسے بیسن وغیرہ سے چھڑانا لازمی نہین ہو بلکہ اُسی پر پانی بہا دینا کافی ہو فی الدر المختار ولا یمنع الطہارۃ دھن ودسومۃ انتھے ملخصا در مختار مین ہو تیل یا چربی مانع طہارت نہین ہے اور شرح وقایہ مین ہو المعتبر فی ھذا الحرج فاذا ادھن فامر الماء فلم یصل یجزی انتھے اعتبار حرج کا ہو پس اگر تیل لگایا پھر پانی بہایا اور پانی جلد تک نہ پہونچا تو کچھ مضائقہ نہین ہو۔ اور اشباہ مین ہو المشقۃ تجلب التیسیر انتھے مشقت کھینچتی ہو آسانی کو۔ ابو المکارم نے کہا ہو وفسر المشقۃ بالاحتیاج الی شئ آخر کالصابون انتھے اور مشقت کی تفسیر کسی دوسری چیز (مثلا صابون) سے کی گئی ہو **سوال** عورتون کو مسی لگانا جائز ہو یا نہین اور در صورت استعمال وضو

اور غسل کرتے وقت دانتوں کو مسی سے صاف کرنا واجب ہے یا نہیں **جواب**. کوئی شک نہیں کہ زینت کے لیے
عورتوں کو مسی لگانا جائز ہے اور وضو میں تخلیل ضروری نہیں ہے کیونکہ مضمضہ اُس میں فرض نہیں ہے باقی رہا غسل
پس اُسکا حال سننا چاہیے مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے ولو بقی العجین فی الظفر فاغتسل لا یکفی وفی الدرن والطین
یکفی لان الماء ینفذ فیہ وکذا الصبغ والحناء اور اگر ناخن میں آٹا بھرا اور غسل کر لیا تو یہ غسل ناکافی ہے اور اگر مٹی و میل ہو گیا
تو کافی ہے کیونکہ پانی اندر تک پہونچ سکتا ہے اور ایسا ہی رنگ اور مہندی اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز مانع وصول آب ہو غسل
میں اُسکا ازالہ ضروری ہے اور جو چیز مانع وصول آب نہو اُسکا ازالہ ضروری نہیں ہے ایسا ہی خزانۃ الروایہ میں ہے فی
الذخیرۃ قال الفقیہ ابو اللیث فیما قیل فی القروی یکون فی ظفرہ کالشیء انہ یجوز وضوءہ وغسلہ وفی المدنی
لا یجوز لان القروی یکون فی اظفارہ الطین ولا یمنع وصول الماء فاما المدنی یکون فی اظفارہ دسومۃ وفیہا
مانعۃ وصول الماء ذخیرہ میں ہے کہ فقیہ ابو اللیث نے کہا ہے اگر دیہاتی کے ناخن میں کوئی چیز رہجاے اور وہ نہائے تو اُسکا وضو
اور غسل ہو جائیگا اور شہری کا نہوگا کیونکہ دیہاتی کے ناخن میں مٹی ہوتی ہے جو پانی کے پہونچنے کو مانع نہیں اور شہری کے
ناخن میں چکناہٹ ہوتی ہے اور وہ پانی کے پہونچنے کو مانع ہے اور تنویر الابصار مع در مختار ورد المحتار میں ہے ولا
یمنع الطہارۃ ونیم ای خرء ذباب وبرغوث لم یصل الماء تحتہ لان الاحتراز عنہ غیر ممکن حلیۃ وحناء ولو
جرمہ بہ یفتی صرح بہ فی المنیۃ عن الذخیرۃ فی مسألۃ الحناء والطین والدرن معللا بالضرورۃ قال فی شرحہا
ولان الماء ینفذہ لتخللہ وعدم لزوجتہ وصلابتہ والمعتبر فی جمیع ذلک نفوذ الماء ووصولہ للماء ودرن ووسخ
عطف تفسیر وکذا دہن ودسومۃ وتراب وطین ولو فی ظفر مطلقا ای قرویا او مدنیا علی الاصح بخلاف نحو
عجین ای کعلک وشمع وقشر سمک وخبز ممضوغ متلبد جوہرۃ لکن فی النہر ولو فی اظفارہ طین او عجین فالفتوی
علی انہ مغتفر قرویا کان او مدنیا انتہی نعم ذکر الخلاف فی شرح المنیۃ فی العجین واستظہر لان فیہ لزوجۃ وصلابۃ
تمنع وصول الماء ولا یمنع ما علی ظفر صباغ ولا طعام بین اسنانہ او فی سنہ المجوف بہ یفتی وقیل ان صلبا منع وہو
الاصح صرح بہ فی شرح المنیۃ وقال لامتناع نفوذ الماء مع عدم الضرورۃ والحرج مچھر اور مکھی کا غلیظ جسکے نیچے تک
پانی نہ پہونچ سکے مانع طہارت نہیں ہے کیونکہ اُس سے بچنا ناممکن ہے اور مہندی بھی مانع طہارت نہیں ہے گو اُسکی تہ جمگئی ہو اسی پر فتوی ہے اسکی
تصریح منیہ میں مسئلہ حنا و طین و درن میں (ذخیرہ سے نقل کرکے) کی ہے اور اسکی علت ضرورت بیان کی ہے اور شرح میں ہے کیونکہ ان میں
مسامات موجود ہیں اور چپچپاہٹ اور سختی نہیں ہے اس لیے پانی اندر تک سرایت کر سکتا ہے اور ان سب میں پانی کے اندر تک پہونچنے کا
اعتبار ہے اور میل اور چکناہٹ اور مٹی بھی مانع طہارت نہیں ہے اگرچہ ناخن میں ہو خواہ کسی دیہاتی کے ہو یا شہری کے مذہب صحیح پر ہے بخلاف

آٹے کی ایسی چیزون کو مثلاً موم یا چپانی ہوئی روٹی جو چکنی ہو اور نہ ہونی ہے اگر ناخن بن مٹی یا آٹا ہو تو فتویٰ اسی پر
ہے کہ وہ معاف ہو دیا آتی ہو یا ظہری انتہی البشر شرح فیہ مین آٹے کے متعلق خلاف تحریر کیا ہے اور وجہ منع یہ بیان کی ہے
کہ اُس مین چپچپاہٹ اور سختی ہے جو پانی کے پہونچنے کو مانع ہے اور انگریزی کے ناخن پر جو کچھ ہو مانع طہارت نہیں ہے اور نہ وہ کھانا
ہو دانتون کے بیچ مین ہو یا جوف دار بات مین رہ جاتا اُسی پر فتویٰ ہے اور بعضون کے نزدیک اگر آٹے یا اُس کھانے مین
سختی آجائے تو وہ مانع طہارت ہے اور یہی صحیح ہے اسکی تصریح شرح منیہ مین کی ہے اور کہا ہے کہ اسکا سبب پانی کا نافذ
نہونا اور ضرورت و حرج کا مفقود ہونا ہے اور مراقی الفلاح شرح نور الایضاح مین ہے ولا بد من زوال ما یمنع وصول الماء
للجسد کشمع و عجین اُن چیزون کا زائل کر دینا ضروری ہے جو جسم تک پانی کے پہونچنے مین مانع ہون جیسے موم اور آٹا۔
پس اگر جرم مسی دانتون مین اُس کثرت سے ہو کہ دانتون کے جسم تک پانی پہونچنا اسکی وجہ سے بالکل ناممکن ہو
تو غسل روا نہوگا **سوال** ۔ اگر کسی کو احتلام ہونیکا علم کئی دن کے بعد ہوا تو اتنی مدت کی نماز قضا کرنا ہوگی یا نہیں
جواب اگر یہ علم ہو گیا کہ فلان دن مجھے احتلام ہوا تھا تو اُس دن سے جنابت کا حکم جاری ہوگا اور اگر دن کی تعیین کا علم نہو
ہو فقط یہی علم ہوا ہو کہ مجھے احتلام ہوا تو احتلام کا حکم اُس آخری نوم سے دیا جائیگا جسکے بعد سے نہ سویا ہو **سوال**
کیا عورت کو چوٹی کھول کے نہانا چاہیے **جواب** اگر بالون کی جڑین بھیگ جاوین تو چوٹی کھولنے کی ضرورت
نہین ہے **سوال** ننگے نہانا تنہائی مین درست ہے یا نہیں **جواب** درست ہے شرح منیہ مین ہے کشف العورۃ
لا یجوز عند احد فی الصحیح وفی الخلوۃ قیل یاثم وقیل لا باس بہ وقیل یجوز ان یتجرد للغسل وحدہ ولزوجتہ للجماع
ستر کا کھولنا کسی کے نزدیک جائز نہیں ہے اور تنہائی مین ایسا کرنے سے بعض کے نزدیک گناہگار ہوگا اور بعض کے نزدیک کچھ حرج
نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ غسل کے لیے ننگا ہونا اور اپنی بی بی کو جماع کے لیے ننگا کرنا جائز ہے **سوال** اگر نہانے کی ضرورت ہو اور شرعی
عذر کی وجہ سے اُس نے تیمم کیا تو یہ تیمم ایک مرتبہ کافی ہوگا۔ یا ہر نماز کے لیے کرنا ہوگا **جواب** جو تیمم غسل کے عوض
مین کیا ہو وہ اُنھین باتون سے ٹوٹتا ہے جن سے غسل واجب ہوتا ہے اور ہر نماز کے لیے تیمم کرنے کی ضرورت نہیں **سوال**
مسجد کی دیوار یا چھت پر تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں **جواب** جائز ہے لیکن خلاف ادب ہے کیونکہ مسجد معظم ہے اور معظم چیز سے
نجاست حکمیہ کا دور کرنا لازم آویگا اشباہ والنظائر مین ہے منہا مع اخذ شئی منہ جزائہ قالوا فی تراب ان کان مجتمعا
جاز الاخذ منہ ومسح الرجل علیہ والا لا مسجد کے اجزا مین سے کچھ لیلینا ناجائز ہے اسکی مٹی کے متعلق کہا گیا ہے کہ اگر بہت
سی جمع ہو گئی ہو تو اُس مین سے کچھ لیلینا اور اُس سے تیمم کرنا جائز ہے ورنہ نہیں **سوال** مسافر یا مقیم کتنی دور پانی ہو تو کب
سے تیمم کرے **جواب** اگر ایک میل کے بقدر پانی دور ہونیکا گمان ہو تو تیمم جائز ہے ورنہ نہیں بحر الرائق مین ہے وقال فی

البدائع ولم یذکر حد البعد فی ظاہر الروایات فعن محمدؒ التقدیر بالمیل فان تحقق کونہ میلا جاز لہ التیمم وان تحقق کونہ اقل او ظن انہ میل او اقل لا یجوز قال فی الہدایۃ والمیل ہو المختار فی المقدار لانہ یلحقہ الحرج بدخول المصر والماء معدوم حقیقۃ بدائع میں ہو کہ حد بُعد ظاہر روایت میں مذکور نہیں ہو اور امام محمدؒ نے ایک میل مقرر فرمائی ہو پس اگر بعد ایک میل یقینی ہو تو تیمم جائز ہو اور اگر کم یقینی ہو یا ایک میل کا گمان ہو یا اُس سے کم کا گمان ہو تو ناجائز ہو ہدایہ میں ہو کہ مقدار بعد میں ایک ہی میل مختار ہو اسواسطے کہ شہر تک جانے میں حرج ہو اور پانی موجود نہیں ہے

سوال میل کسے کہتے ہیں **جواب** بحر الرائق میں ہو والمیل فی کلام العرب منتہی مد البصر وقیل للاعلام المبنیۃ فی طریق مکۃ امیال لانہا بنیت علی مقادیر منتہی البصر کذا فی الصحاح والمغرب والمراد بہا ثلث الفرسخ والفرسخ اثنا عشر الف خطوۃ ذراع ونصف بذراع العامۃ وہو اربع وعشرون اصبعا کذا فی الینابیع وعن الکرخی ان کان فی موضع یسمع صوت اہل الماء فہو قریب فان کان لا یسمع فہو بعید وبہ اخذ اکثر مشائخنا کذا فی الخانیۃ وعن ابی یوسف انا کان بحیث لو ذہب الیہ وتوضأ تذہب القافلۃ وتغیب عن بصرہ فہو بعید ویجوز لہ التیمم واستحسن المشائخ ہذہ الروایۃ کذا فی التجنیس وغیرہ الا ان ظاہرہ انہ فی حق المسافر لا المقیم وہو جائز لہما ولو فی المصر لان الشرط ہو العدم فاینما تحقق جاز التیمم نص علیہ فی الاسرار میل کلام عرب میں منتہائے نظر کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہو کہ وہ نشانات جو مکہ کے راستہ میں لگی ہوئی ہیں میلوں کہے ہیں کیونکہ وہ منتہائے نظر کی مقدار پر بنائے گئے ہیں ایسا ہی صحاح اور مغرب میں ہو اور یہاں مراد ثلث فرسخ ہو ایک فرسخ بارہ ہزار قدم کا ہوتا ہی ہر قدم عام گزوں سے ڈیڑھ گز کا ہوتا ہو اور عام گز چوبیس انگل کا ہو ایسا ہی ینابیع میں ہو اور کرخیؒ سے مروی ہو کہ آدمی اگر ایسی جگہ ہو جہاں سے پانی والوں کی آواز سن سکتا ہو تو وہ قریب ہو ورنہ بعید اور اسی کو ہمارے اکثر مشائخ نے اخذ کیا ہو ایسا ہی خانیہ میں ہو اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہو کہ اگر آدمی ایسی جگہ ہو جہاں سے پانی کے پہونچنے اور وضو کرنے میں قافلہ جاتا رہے اور اُسکی نظر سے غائب ہو جائے تو وہ بعید ہے اور اُسے تیمم کر لینا جائز ہو اور مشائخ نے اس رائے کو پسند کیا ہو ایسا ہی تجنیس وغیرہ میں ہو مگر یہ حکم بظاہر مسافر کے ساتھ خاص معلوم ہوتا ہو حالانکہ تیمم مقیم اور مسافر دونوں کے لیے جائز ہو گو کہ مقیم مصر میں ہو کیونکہ شرط تو پانی کا نہونا ہو پس جہاں پانی نہوگا وہاں تیمم جائز ہوگا اسپر اسرار میں دلیل لائی گئی ہو

سوال تیمم میں دونوں ہاتھوں کا کہنیوں تک مسح کرنا کسی امام کے نزدیک جائز ہی یا نہیں **جواب** امام مالکؒ کے نزدیک گٹون تک فرض اور اس سے زائد مختار ہو عینی شرح ہدایہ میں ہو قال الاوزاعی التیمم ضربتان ضربۃ للوجہ وضربۃ للیدین الی الکوعین والفرض عند مالکؒ الی الکوعین والاختیار الی

المرفقین اوزاعی نے کہا ہے کہ تیمم دو ضربین ہین ایک منھ کے لیے اور ایک دونون ہاتھون کے لیے گٹون تک اور امام مالک رح کے نزدیک فرض گٹون تک مگر مختار کہنیون تک ہے **سوال** جنب اگر کنوین کے کنارے پر کنوین سے پانی کھینچ کر وضو کر رہا ہے اور اسکے جسم سے پانی کے قطرے ٹپک کر کنوین مین گرے تو کنوان نجس ہوتا ہے یا نہین **جواب** کنوان نجس نہین ہوتا شرح منیہ مین ذخیرہ سے نقل کیا ہے جنب نزح من البیر دلوا فصب علی راسہ ثم استقی دلوا اخر فتقاطر من جسدہ فی البیر لا تتنجس ای علی تقدیر نجاسۃ الماء المستعمل ایضا للضرورۃ لان التحرز عن مثلہ متعذر او متعسر ایک جنب نے کنوین سے ڈول کھینچا اور اسے اپنے سر پر بہالیا پھر دوسرا ڈول ڈالا اور اسکے جسم سے قطرے ٹپک کر کنوین مین گرے تو اگر ماء مستعمل نجس مان لیا جائے تو بھی ضرورت کیوجہ سے کنوین کا پانی نجس نہو گا کیونکہ ایسی باتون سے بچنا ناممکن یا دشوار ہے **سوال** کنوین کا سب پانی کھینچنے کا کیا مطلب ہے **جواب** اتنا پانی کھینچا جائے کہ ڈول آدھے سے زائد بھرا ہوا نہ نکلے اسوقت اس کنوین کے پاک ہونیکا حکم دیا جائیگا اور کنوین کے سب پانی کھینچنے کا یہی مطلب ہے قنیہ مین ہے ونزح البیر ان ینزح حتی لا یمتلی من دلوھا الا نصفہ فتطھر کنوین کا سارا پانی کھینچنے کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ اتنا پانی کھینچا جائے کہ جب ڈول ڈالا جائے تو آدھے سے زائد نہ بھرے پھر وہ کنوان پاک ہو جائیگا واللہ اعلم

حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

باب الحوض

سوال حوض مین کہ دہ در دہ کا اعتبار کیا جاتا ہے ذراع کرباس معتبر ہے یا ذراع مساحت **جواب** روایت مختار اور مفتی بہ کے لحاظ سے ذراع کرباس معتبر ہے اگرچہ بعضون نے ذراع مساحت کا بھی اعتبار کیا ہے فتاوی قاضی خان مین ہے وعامۃ المشائخ قالوا ان کان عشرا فی عشر فھو کبیر یعتبر فیہ ذراع المساحۃ لا ذراع الکرباس ھو الصحیح لان ذراع المساحۃ بالممسوحات اور عامہ مشائخ نے کہا ہے اگر دہ در دہ ہو تو کبیر ہے اسمین ذراع مساحت کا اعتبار ہے نہ ذراع کرباس کا اور یہی صحیح ہے کیونکہ مساحت کی چیزون کے مناسب ذراع مساحت ہے اور عالمگیری مین ہے والمعتبر ذراع الکرباس کذا فی الظھیریۃ وعلیہ الفتوی کذا فی الھدایۃ اور معتبر ذراع کرباس ہے ایسا ہی ظہیریہ مین اور اسی پر فتوی ہے ایسا ہی ہدایہ مین ہے وفی الھدایۃ یقدروا بالمساحۃ عشرا فی عشر بذراع الکرباس توسعۃ للامر علی الناس وعلیہ الفتوی اناپ دہ در دہ ذراع کرباس سے مقرر کی گئی ہے لوگون پر آسانی اور وسعت کی غرض سے اور اسی پر فتوی ہے اور درمختار مین ہے بذراع الکرباس اور مجمع البرکات مین خانیہ سے نقل کیا ہے ھو المختار **سوال** ذراع مساحت اور

ذراع کرباس مین کیا فرق ہے **جواب** ذراع مساحت سات مٹھی اور ایک انگوٹھے کے بقدر ہوتا ہی اور بعض کے نزدیک سات مٹھی مع سات انگوٹھا اور مٹھی ہاتھ کی چار بند کی ہوئی انگلیون کو کہتے ہین پس پہلے قول کے موافق ذراع مساحت اٹھائیس انگل اور ایک کھڑے انگوٹھے کے برابر اور دوسرے قول کے موافق اٹھائیس انگلی اور سات کھڑے انگوٹھے کا ہوا اسکی تصریح برجندی اور عالمگیری وغیرہ مین ہے **سوال** - حوض اگر گول ہو تو اُسکا دور کتنا ہونا چاہیے کہ دہ در دہ کہا جاوے **جواب** بعض کے نزدیک اڑتالیس گز اور بعض کے نزدیک چالیس گز ہے اور بعض نے چھتیس کا اعتبار کیا ہے اور یہی صحیح اور مفتی بہ اور قواعد حساب کے موافق ہے رسائل الارکان مین ہے اما فی المدور فیعتبر ثمانیۃ واربعون مساحۃ دہ دہ وقیل ربع واربعون وقیل ستۃ وثلثون قال الشیخ عبد الحق الاول احفظ والاخر اوفق بقواعد الحساب لیکن گول حوض مین مساحت کے گز سے اڑتالیس گز کا دور ہونا چاہیے اور بعضون کے نزدیک چوالیس کا اور بعضون کے نزدیک چھتیس کا شیخ عبد الحق نے کہا ہے کہ پہلا قول مین حفظ زیادہ ہے اور آخری قول قواعد حساب کے زیادہ موافق ہے اور ابو المکارم نے نقایہ مین لکھا ہے وان کان مدورا ففی الملتقط انہ ینبغی ان یکون حولہ ستا وثلثین ذراعا وفی الخزانۃ ھو الصحیح وعلیہ فتوی الدیناری وفی الخلاصۃ ثمانی واربعین ذراعا وفی الکبری قدرہ بعض باربع واربعین فعلی الاول یکون قطرہ احد عشر ذراعا ونصفہا تقریبا وعلی الثانی خمس عشر ذراعا وربعہا تقریبا والاول اسد اذ حینئذ یحصل مساحۃ عشر فی عشر مع زیادۃ ما وعلی الثانی یتفاحش الزیادۃ وذلک لما عرفنا من ان حول المدور ثلثۃ امثال قطرہ مع سبعہ وانہ اذا ضرب نصف القطر فی نصف حولہ فالمبلغ الحاصل مقدار مساحۃ المدور وتفصیلہ یطلب - اور اگر حوض گول ہو تو ملتقط مین یہ ہے کہ اُسکا دور چھتیس گز کا ہونا چاہیے خزانہ مین ہے کہ یہی صحیح ہے اور اسی پر دیناری کا فتوی ہے اور خلاصہ مین اڑتالیس گز اور کبری مین ہے کہ بعضون نے اسکی مقدار چوالیس گز بیان کی ہے پس اول پر اُسکا قطر تقریبا ساڑھے گیارہ گز ہوگا اور دوسرے پر سوا پندرہ گز اور اول زائد درست ہے کیونکہ اُس مین دہ در دہ کی مقدار مع تھوڑی سی زیادتی کے پائی جاتی ہے اور دوسری مین زیادتی بہت زائد ہو جاتی ہے اور یہ اسوسطے کہ گول چیز کا دور اُسکے قطر کے سہ گنے مین اُس کے ساتوین حصہ کو جوڑنے سے حاصل ہوتا ہے اور جب نصف قطر کو نصف دور مین ضرب دو تو اُس گول چیز کی پوری ناپ حاصل ہوتی ہے **سوال** اگر حوض دہ در دہ تھا اور پانی کم ہو جانے پر اُس مین نجاست پڑی پھر حوض مین پانی آگیا اور وہ بھر گیا اور کوئی چیز اُسمین سے باہر نہین نکلی تو وضو اُس حوض کے پانی سے درست ہے یا نہین **جواب** بعض کے نزدیک درست اور بعض کے نزدیک نہین درست ہے صغیری شرح منیہ مین ہے حوض کبیر فیہ نجاسات فامتلأ

قیل ھو نجس لتنجس الماء شیئاً فشیئاً رفیل لیس بنجس لکونہ کبیرا ویہ ای بعدم التنجس اخذ مشائخ بخارا
ذکرہ فی الذخیرۃ ایک بڑے حوض مین نجاستین تھین پس وہ بہہ گیا تو بعضون کے نزدیک وہ نجس ہے
کیونکہ پانی تھوڑا تھوڑا نجس ہوتا رہا ہے اور بعضون کے نزدیک نجس نہین ہے کیونکہ حوض کبیر ہے اور یہی مشائخ
بخارا کی رائے ہے جیسا کہ ذخیرہ مین ہے اور مجمع البرکات مین ہے۔ حوض عشر فی عشر قل ماؤہ فوقعت فیہ نجاسۃ ثم دخل
الماء حتی امتلأ الحوض ولم یخرج منہ شیء لا یجوز التوضی منہ لانہ کلما دخل الماء تنجس کذا فی کنز العباد
ایک وہ دردہ حوض کا پانی کم ہو گیا اور اُسمین نجاست پڑ گئی پھر پانی آگیا اور حوض بھر گیا مگر حوض سے کوئی چیز
باہر نہین نکلی تو اُس سے وضو نا جائز ہے کیونکہ جب اُس مین پانی گیا نجس ہو گیا۔ ایسا ہی کنز العباد مین ہے **سوال**
وہ دردہ حوض اگر بدبودار ہو جائے مگر نجاست معلوم نہو تو وضو اُس سے درست ہے یا نہین **جواب** درست ہے
عالمگیری مین ہے یجوز التوضی فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم یعلم نجاستہ کذا فی فتاوی قاضی خان حوض کبیر
بدبودار کے پانی سے جبلہ نجاست معلوم نہوتی ہو وضو کرنا جائز ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے واللہ اعلم حررہ
الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

باب الانجاس

سوال۔ آجکل انگریز مٹھائی کی تجارت کرتے ہین ہڈیان حیوانات مردہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کی جلا کر کوئلہ
قند و شکر کے صاف کرنے مین استعمال کرتے ہین اس طرح پر کہ اُس کوئلہ کو کوٹ کر ظرف سوراخدار مین بھر کر اور پوڑی
جو راب اور گرم پانی مین گھولکر اُس شربت کو اُس ظرف سے کہ جس مین کوئلہ پڑا ہوا ہے گذران کر دیگ مین پہونچاتے
ہین پھر حوض دیگر اُسکا قند اور شکر بناتے ہین اس طریقہ سے وہ قند یا شکر نہایت صاف ہو جاتا ہے اور رنگ اور بو مین
کسی طرح کا تغیر واقع نہین ہوتا مگر جو مزدور ہڈیان جمع کرنے اور جلانے کے لیے مقرر ہین وہ اتنی تمیز دار نہین ہوتے ہین
کہ سور وغیرہ جانور وںکی ہڈیان دیگر حیوانات ماکول اللحم کی ہڈیون مین سے نکال لین پس قطعی احتمال ہے کہ ان مین بعض نجس العین
جانورون کی ہڈیان بھی مخلوط ہین پس مطلع فرمائیے کہ اس قند و شکر کا استعمال کرنا کیسا ہے **جواب** صورت مسئولہ
مین بر تقدیر اول یعنی مخلوط نہونے ہڈیون خنزیر کے قند اور شکر مذکورہ در سوال پاک ہے اور اُسکا کھانا جائز ہے اس لیے
کہ سور کے سوا دوسرے حیوانات ماکول اللحم ہون غیر ماکول اللحم کی ہڈیان محرق ہون یا نہون پاک ہین جیسا کہ شرح وقایہ مین ہے
وشعر المیتۃ وعظمہا وحافرہا وقرنہا وشعر الانسان وعظمہ طاہر مردے کے بال ہڈی ناخن اور سینگ اور انسان

بال و رہڈی پاک ہے اور درمختار میں ہے وشعر المیتۃ غیر الخنزیر علی المذھب وعظمہا وعصبہا الی قولہ طاھر مردے کے بال سور کے علاوہ ایک مذہب پر اور اسکی ہڈی اور پٹھے سب طاہر ہیں ۔ اور یہ ہے کہ اگر ہڈیاں مردہ جانور کی سوای خنزیر کے پانی خواہ اور شیٔ طاہر میں واقع ہوں تو وہ پانی اور شے پاک ہے اُس سے وضو اور غسل کرنا اور کھانا پینا سب درست ہے اور بر تقدیر ثانی یعنی مخلوط ہوئے ہڈیوں خنزیر کے بھی وہ قند اور شکر پاک ہے کیونکہ خنزیر کی ہڈی اگرچہ بعض فقہا کے نزدیک نجس ہے مگر جب وہ اور ہڈیوں کے ساتھ جلائی گئی اور کوئلہ ہونے کے بعد بصورت مذکورہ سوال استعمال میں آئی تو وہ استعمال کے قبل پاک ہو گئی جیسا کہ کتب معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے درمختار کے مسائل شتی میں ہے والحرق کالغسل من المطھرات. اور جلانا دھونے کی طرح پاک کر دیتا ہے اور اسی کتاب کے باب الانجاس میں ہے ولا یکون نجسا رماد قذر والا لزم نجاسۃ الخبز فی سائر الامصار ولا ملح کان حمارا او خنزیرا ولا قذر وقع فی بیر فصار طینا لانقلاب العین به یفتی اور گوبر کی راکھ نجس نہیں ہے ورنہ تمام شہروں میں روٹیاں نجس ہو جائیں گی اور نمک جو گدھا یا سور تھا اور گوبر جو کنوئیں میں گر کر مٹی ہو گیا ماہیت کے بدل جانے کی وجہ سے اور اسی پر فتوی ہے۔ اور بھی اُس قند اور شکر کی طہارت کی وجہ دیگ میں اُسکا جوش ہے شربت کی ہڈیوں سے گزرنے کے بعد یعنی بالفرض اگر وہ شربت ہڈی اور کوئلہ کے مل جانیکی وجہ سے نجس ہو گیا تو اُسکے بعد دیگ میں جوش دینا طاہر کر دیتا ہے کیونکہ جوش بھی مطہرات سے ہے جیسا کہ درمختار کے باب الانجاس میں ہے ویطھر لبن وعسل ودبس یغلی ثلثا و دودھ شہد اور تیل تین مرتبہ جوش دینے سے پاک ہو جاتا ہے فتاوی شامی حاشیہ درمختار میں ہے وقال فی فتاوی الخیریۃ ظاھر کلام الخلاصۃ عدم اشتراط التثلیث وھو مبنی علی ان الظن الغالب مجزیۃ عن التثلیث اور فتاوی خیریہ میں ہے کہ خلاصہ کا ظاہر کلام تین بار کی قید نہ لگانا ہے اور یہ اسپر مبنی ہے کہ ظن غالب بعض تین بار کر کافی ہے اور بھی مٹھائی کی طہارت عموم بلوہ پر مبنی ہے مثل غلہ گندم وغیرہ کے یعنی غلہ گندم وغیرہ جو بدون حیوانات کی پامالی کر کاہ سے جدا نہیں ہوتا اور اُس میں بول و براز جانوروں کا پہونچنا لازمی ہے باوجود اسکے شرع نے اُسکو بسبب ضرورت اور حیلہ خلق کے پاک اور کھانا اسکا جائز کر دیا ہے علی ہذا القیاس مٹھائی کے اقسام میں بھی دل سے آخر تک طرح طرح کی نجاستیں لاحق ہوتی ہیں باوجود اسکے وہ ایسی مرغوب و محبوب خلائق ہے کہ کسی کو اُس سے چارہ اور نفرت نہیں پس اسکے اکل و شرب کا جواز قطع نظر دیگر ادلہ جواز کے عموم بلوہ پر بھی مبنی ہو سکتا ہے پس صورت مسئولہ میں قند اور شکر پاک اور طاہر اور اُسکا اکل و شرب جائز ہے واللہ اعلم بالصواب کتبہ عبد الرحمن عفی عنہ عبد الرحمن فی الواقع خنزیر کے سوا ہر جانور کی ہڈی پاک ہے اور کوئلہ ہو جانے کے بعد خنزیر کی ہڈی بھی انقلاب ذات کی وجہ سے پاک ہو جاتی ہے پس شکر اور قند مذکور جو اس کوئلہ سے صاف کی جاتی ہے طاہر اور اسکا کھانا

جائز ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

سوال ایک تالاب شہر کی کنارے واقع ہی جسکا عرض و طول قریب ڈیڑھ سو گز نمبری ہی اور چارون طرف سے سیکڑون مین غلیظ اُس تالاب مین پڑتا رہتا ہی اور سیکڑون سور ہر وقت چارون طرف اُس مین غوطے لگایا کرتے ہین اور گرمی کی زمانے مین خشک بھی ہو جاتا ہی پس ایسے تالاب مین نہانا جائز ہی یا نہین **جواب** جائز نہین ہی کیونکہ اس تالاب کی اصل نجس ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

کتاب المساجد

سوال پہلے ایک خام مسجد مائل عن القبلہ تھی پھر اُس مین اور زمین شامل کر کے اور اُسکو منہدم کر کے اسطرح پختہ مسجد بنوائی گئی کہ اُس مسجد خام کا ایک جزو بعینہ اثنائی مسجد کی بے خارج کر دیا گیا تو آیا اب اس جزو پر جو حجری کی شکل قرار دیا گیا ہی احکام مسجد کی جاری ہونگی یا نہین **جواب** مسجد کے جمیع اجزا دائما مسجد کے حکم مین ہین کسی جزو کو مسجد سے خارج کرنا جائز نہین اور اُسپر مسجد کے احکام ہمیشہ نافذ ہونگے بحر الرائق مین ہی لا یجوز للمقیم ان یجعل شیئا من المسجد مستغلا ولا مسکنا مقیم کو مسجد کی کسی حصہ کو جائے شغل یا جائے سکونت بنانا جائز نہین ہی **سوال** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین منبر داہنے یا بائین جانب یا وسط مین تھا اور محراب اور منبر کے درمیان مین کتنا فرق تھا **جواب** مسجد نبوی مین حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا اور حضرات خلفا رضی اللہ عنہم کے زمانے مین محراب نہ تھی جیسا کہ سمہودی نے وفاء الوفا باخبار دار المصطفی مین لکھا ہی المسجد الشریف لم یکن لہ محراب فی عہدہ صلے اللہ علیہ وسلم ولا فی زمن الخلفاء رضی اللہ عنہم بعدہ وان اول من احدثہ عمر بن عبد العزیز فی عمارۃ الولید زمانۂ نبوی اور زمانۂ خلفاء مین مسجد نبوی مین محراب نتھی سب سے پہلی محراب حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے زمانۂ خلافت ولید مین بنائی ہی۔ اور منبر مقام قیام امام کے داہنے طرف تھا جیسا کہ وفاء الوفا مین ہی قال النووی فی مناسکہ وفی احیاء علوم الدین انہ ای المصلی یجعل عمود المنبر حذاء منکبہ الایمن ویستقبل الساریۃ التی الی جانبہا الصندوق فذلک موقف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مناسک نووی در احیا علوم الدین مین ہی کہ نماز پڑھنے والون کو چاہیے کہ عمود منبر کو اپنے داہنے شانے کے مقابل کرین اور منہ اُس ستون کی طرف کرین جسکی کنارے پر صندوق ہی کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی کھڑے ہونیکی یہی جگہ تھی۔ اور منبر و مقام مصلی **سوال** صلے اللہ علیہ وسلم کے بیچ مین چودہ گز ایک بالشت کا فرق تھا جیسا کہ وفاء الوفا مین ہے قال ابن زبالۃ ان ما بین المنبر ومقام النبی صلے اللہ علیہ وسلم الذی کان یصلے فیہ حتی توفی اربعۃ عشر

ذراعا و شبرا ابن زبالہ نے کہا ہی کہ منبر اور اُس مقام کا درمیانی فاصلہ جہان رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا نے اپنی وفات تک نماز پڑھی چودہ گز ایک بالشت تھا۔ اور منبر وسط مسجد مین تھا اور فاصلہ درمیان اُس کے اور درمیان چھت قبلہ کے بقدر ایک گز کے تھا جیسا کہ وفاء الوفا مین ہی وقد روی یحیی فی ترجمۃ ما جاء فی زیادۃ الولید ان عمر بن عبد العزیز حضر رجالا من قریش فاروہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذی زاد فیہ عثمان فعلم عمر بن عبد العزیز المسجد الاول الذی کان فی عہدہ صلے اللہ علیہ وسلم فکان جدار القبلۃ من وراء المنبر ذراعا او اکثر من ذراع یحیی نے ولید کی زیادتوں کے بیان مین کہا ہی کہ عمر بن عبد العزیز قریش کے لوگون کے پاس گئے پس اُنھون نے آپ کو مسجد نبوی دکھلائی اور اس مین جو زیادتی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمائی تھی دکھائی پس عمر بن عبد العزیز کو اصلی مسجد جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تھی معلوم ہو گئی اُس مین قبلہ رخ دیوار منبر سے ایک گز یا کچھ زاید پیچھے کو ہٹی ہوئی تھی۔ اور بھی اسی کتاب مین ہو موضع المنبر لم یغیر و یبعد کل البعد ان یجعل النبی صلے اللہ علیہ وسلم موضع منبرہ فی طرف مسجدہ ولا یتوسط اصحابہ منبر کی جگہ بدلی نہین گئی اور یہ بات بہت بعید ہی کہ حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات منبر کی جگہ اپنی مسجد کے کنارے مین مقرر فرمائین اور وسط اصحاب مین اُسے نہ رکھوائین **سوال** ایک ویران محلے مین دو مسجدین تھین اُس مین سے ایک مسجد بارش مین منہدم ہو گئی اور ایک مسجد اُسکے قریب باقی ہی اور وہان کے اہل محلہ اکثر شیعہ ہین اور وہ محلہ بھی بالکل گر گیا ہی اور محلہ کی آبادی کی کوئی صورت معلوم نہین ہوتی پس اس صورت مین اسباب مسجد منہدمہ کا لیکر اگر دوسری جگہ کسی مسجد کی مرمت مین صرف کیا جائے یا دوسرے محلہ مین اُسی اسباب سے کوئی مسجد بنائی جائے تو جائز ہی یا نہین **جواب** بعض فقہا جیسے قاضی خان اپنے فتاوے مین اور ملا خسرو درر مین اور غزی تنویر الابصار مین لکھتے ہین کہ جب مسجد خراب ہو جائے اور اُسکی آبادی کی کوئی صورت نہو تو دوسری مسجد کی مرمت کے لیے اُس منہدمہ مسجد کا اسباب منتقل کرنا جائز ہی لیکن مفتی بہ یہ ہی کہ جائز نہین کیونکہ مسجد منہدمہ کا اسباب وقف ہی اور وقف مین کسی کو تصرف کرنا جائز نہین اہل اسلام کو لازم ہی کہ بقدر ہمت و وسعت اُسی مسجد منہدمہ کی تعمیر کر دین اور اُسکا اسباب اُسی مین لگا دین کہ اُدھر سے گزرنے والے مسلمان اُس مین نماز ادا کرین بلکہ نئی مسجد کے بنانے سے پرانی مسجد کو درست کرنے مین زائد ثواب ہی بحر الرائق مین ہی قال محمدؒ اذا خرب المسجد ولیس لہ ما یعمر بہ وقد استغنی الناس عنہ فانہ یعود الی ملک الواقف وقال ابو یوسفؒ ہو مسجد ابدا الی قیام الساعۃ لا یعود میراثا ولا یجوز نقلہ ونقل مالہ الی مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیہ اولا وعلیہ الفتوی کذا فی الحاوی القدسی امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ جب مسجد خراب ہو جائے اور کوئی اُسے تعمیر کرنے والا نہو اور لوگ اُس سے مستغنی ہون

تو وہ ملک واقف مین عود کرآتی ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ وہ تا قیام قیامت ہمیشہ مسجد رہیگی کبھی میراث نہوگی اور اُسکے یا اُسکے مال کی نقل دوسری مسجد کے جانب خواہ لوگ نماز پڑھتے ہون یا نہین ناجائز ہی اور اسی پر فتوی ہی ایسا ہی حاوی قدسی مین ہی اور رشتہ بنالی سعادۃ الساجد بعمارۃ المساجد مین لکھتے ہین ف یتیمۃ الدھر سئل علی بن احمد عن مسجد خرب ومات اھلہ ومحلۃ اخری فیہا مسجد ھل لاھلہا ان یصرفوا وجہ المسجد الخراب الی ھذا المسجد قال لا انتہی واذا علمت ھذا فما ذکرہ فی الدرر وفتاوی قاضیخان من جواز نقل المسجد اذا خرب خلاف ما علیہ الفتوی کما ھو المذکور فی الحاوی وخلاف الصحیح المذکور فی خزانۃ المفتین وقد مشی الشیخ الامام محمد بن سراج الدین الحانوتی علی القول المفتی بہ من عدم نقل بناء المسجد یتیمۃ الدہر مین ہے کہ علی بن احمد سے اُس مسجد کے متعلق پوچھا گیا جو خراب ہوگئی ہو اور اُسکے اہل مرگئے ہون اور دوسرے محلے مین مسجد موجود ہو تو کیا اہل محلہ کو خراب مسجد کا مال اُس مسجد کی جانب نقل کرلینا جائز ہے تو اُنھون نے کہا کہ نہین انتہی اور جب تمھین یہ معلوم ہوا تو جو کچھ درر اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ نقل مسجد جبکہ وہ خراب ہوجائے جائز ہی مذہب مفتی بہ کے خلاف ہے جیسا کہ حاوی مین ہی اور خلاف مذہب صحیح ہی جو خزانۃ المفتین مین مذکور ہی اور شیخ امام محمد بن سراج الدین حانوتی قول مفتی بہ کے جانب گئے ہین کہ بناے مسجد کی نقل ناجائز ہی۔ اور علامہ مختار بن زاہد نے مجتبی مین تصریح کی ہی کہ اکثر مشائخ حنفیہ فتوی عدم جواز نقل کا دیتے ہین

سوال زید کسی علت کی وجہ سے اسلامیہ مدرسہ سے چھڑا دیا گیا چونکہ کوئی آمدنی کا ذریعہ نہین تھا اس لیے مسجد مین قیام کرکے لڑکون کو پڑھانے لگا اور اسی کو اپنی اور بعض مستطیع طلبہ کے لیے وجہ معاش مقرر کرلیا کچھ دنون کے بعد دوسری آباد مسجد مین اُسکی آمد ورفت بڑھی اُس نے خیال کیا کہ اگر اس مسجد مین جمعہ کی نماز اور اسکے بعد وعظ ہوا کرے تو میری آمدنی خوب ہوجائے گی یہ خیال کرکے اُس مسجد کے بعض نمازیون سے دوستی بڑھا کر پُرانے امامون سے دو تین جمعہ کے لیے اجازت لیلی جب زید کو اجازت ملگئی تو اُسکی سب شاگرد ایک ایک کرکے اس مسجد مین آکے رہنے لگے اور قدیم امامون او موذن کی موجودگی اور عدم موجودگی مین جو کچھ نقد وجنس مسجد مین آتا اُسپر قبضہ کرتے اور محلہ کے لوگون نے بھی زید کی خدمت کرنا شروع کی پُرانے امامون کو خیال ہوا کہ زید نے محلہ والون سے بیحد اتحاد پیدا کرلیا ہی کیا عجب ہی کہ ہم کو یہان سے نکلوا دے اس خیال سے اُنھون نے زید کو امامت سے جو در اصل اُنھین کا حق تھا روکا زید نے اسکو اپنی توہین سمجھکر پُرانے امامون سے پرخاش پیدا کی اور زید کی اغوا سے اہل محلہ بھی جو اُسکے ہمخیال ہوگئے تھے پُرانے امامون سے خلاف ہوگئے اور کہا اگر تم زید کو امامت نہ کرنے دوگے تو ہم تمھین مسجد سے نکالدین گے چونکہ کچھ لوگ پُرانے امامون کے بھی موافق تھے اُنھون نے زید کے موافقین سے کہا کہ اگر تم مثل سابق کے پُرانے امامون کے

پیچھے نماز پڑھنا چاہتے ہو تو پڑھو ورنہ جہان زید امامت کرے تم بھی وہین پڑھو ہم یہان کسیطرح زید کو امامت نہ کرنے دینگے جب زید کو آسانی سے امامت نہ مل سکی تو اُسکے طرفدارون نے تھانہ مین رپٹ لکھوائی کہ ہم لوگ فلان محلہ مین زید کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے اب پُرانے امام زید کو امامت نہین کرنے دیتے کل جمعہ ہی ہم زید کو امام بنائین گے اور اگر پُرانے امامون نے روکا تو کشت وخون ہوگا۔ ملازمین سرکاری نے کہا کہ پُرانے امامون کو اس نئے امام سے زائد حق ہی اگر تم اُنکی مخالفت کروگے تو خود ملزم ہوگے مگر ہواخواہان زید نے نہ مانا اور کہا کچھ ہو ہم کل زید کو امام ضرور بنائین گے پولیس کے افسرون نے بلوے کے خوف سے پولیس کو حکم دیا کہ مسجد کے سامنے حاضر رہے جس گروہ کی زیادتی دیکھے اُسے گرفتار کرے جب تھانہ دار نے یہ حکم پایا دونون فریق کو بلا کر سمجھایا زید حاکم کے حکم سے ڈر گیا اور اپنے ہواخواہون سے کہا کہ پُرانے امامون کے پیچھے نماز پڑھ لو اُسکے بعد اسی مسجد کے پاس ایک دوسری مسجد بناؤنگا اور لوگون کو نئی مسجد مین نماز پڑھنے کی رغبت دلاؤنگا یہ پُرانی مسجد آپ ہی ویران ہوجائے گی غرض ایسا ہی کیا اگرچہ علما نے بھی منع کیا اور کہا یہ نئی مسجد مسجد ضرار ہوگی مگر زید نے ایک نہ مانی اور اپنے دل سے چند عذر نامعقول گڑھ کے اپنے ہواخواہون سے کہا کہ یہ مسجد بنانا جائز ہی اور اسپر ضرار کا حکم ثابت نہین ہوسکتا (۱) آیت ضرار کا حکم خاص ہی عام نہین ہی (۲) ضرار کے بانی منافق تھے اور تم لوگ مسلمان ہو (۳) چونکہ پُرانے امامون نے اقامت جمعہ سے اور زید کے پیچھے نماز ادا کرنے سے روکا ہی اس لیے اس مسجد پر مسجد کا حکم باقی نہین رہا پس اُسکے پہلو مین جو مسجد بنائی جائے گی وہ ضرار نہین ہوسکتی (۴) ہدم اور احراق مسجد ضرار کا حکم اس وجہ سے دیا گیا تھا کہ اُس مسجد مین بت رکھے گئے تھے ضراریت کی وجہ سے یہ حکم نہین دیا گیا تھا پس زید ضد کی وجہ سے اس آیت سے نڈر ہوکر (ولا یجرمنکم شنآن قوم ان صدوکم عن المسجد الحرام ان تعتدوا اور تم کو کسی قوم کی عداوت اس امر مین کہ اُنھون نے تمھین مسجد حرام سے باز رکھا ہی حد سے تجاوز کرنے پر آمادہ نہ کرے) پرانی مسجد کے خراب کرنے مین کوشش کرتا ہی پس ایسی حالت مین کیا حکم ہی **جواب** اس مین کوئی شبہہ نہین کہ یہی مسجد جو نفسانیت اور عداوت اور قدیم مسجد کو ضرر پہونچانے کی غرض سے تیار ہوئی ہے مسجد ضرار کا حکم رکھتی ہی ایسی مسجد بنانے مین سوا گناہ کے کوئی ثواب نہین ہی تفسیر کشاف اور مدارک مین زیر آیت ضرار لکھا ہی قیل کل مسجد بنی مباهاة او رياء وسمعة او لغرض سوى ابتغاء وجه الله او بمال غير طيب فهو لاحق بمسجد الضرار کہا گیا ہی کہ جو مسجد فخر یا مکاری یا بناوٹ یا رضاے الٰہی کے علاوہ کسی اور غرض سے بنائی گئی ہو یا حلال مال سے نہ بنائی گئی ہو اُسکا حکم مسجد ضرار کا ہی اور یہی کشاف مین ہی عن عطاء لما فتح الله الامصار على يد عمر امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان لا يتخذوا فى المدينة مسجدين يضار احدهما

صاحب عطائی بیان کیا ہی کہ جب خدا کے فضل سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے ملک فتح کیے تو آپنے لوگون کو حکم دیا کہ مسجدین بناؤ مگر کسی شہر مین ایک سے زائد نہ بناؤ کیونکہ زائد مسجدون مین ایک دوسری کو ضرر پہونچاتی ہی، اور تفسیر احمدی مین ہی فالعجب من المشائخین المتعصبین فی زماننا یبنون فی کل ناحیۃ مسجدا طلبا للاسم والرسوم واستعلاء لشانھم واقتداء بآبائھم ولم یتاملوا امانی ھذہ الآیۃ والقصۃ من شناعۃ حالھم وسوء افعالھم پس تعجب ہی کہ ہمارے زمانے کے متعصب مشائخ ہر محلہ مین محض اپنے نمود و نام اور برتری اور آبا و اجداد کی تقلید مین مسجدین بناتے ہین اور اس آیت کے معانی پر غور نہین کرتے اور اس قصے مین جو انکی بدبختی اور بداعمالی بیان کی گئی ہی اسے نہین دیکھتے۔ اور بانی مسجد جو عذر پیش کرتا ہی وہ ہرگز قابل التفات نہین ہین پہلا عذر اس وجہ سے کہ یہ دعوے بلا دلیل ہی کہ حکم ضرار خاص ہی اور دوسرا عذر اس وجہ سے کہ گو بانیان مسجد ضرار منافق تھے مگر موافق العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب کے یعنی لفظ کے عموم کا اعتبار ہی سبب کے خصوص کا اعتبار نہین ہی جو تمام کتب مین موجود ہی یہ حکم عام ہی اور تیسرا عذر اس وجہ سے کہ اقامت جماعات سے منع کرنا ایسا فعل نہین ہی جسکی وجہ سے وہ مسجد جس مین اقامت جماعات سے کسی کو روکا ہو مسجد کے حکم سے نکلجائے اور چوتھا عذر اس وجہ سے کہ مسجد ضرار کے قصہ کو بہت سے محدثین نے روایت کیا ہی کسی مین بھی نہین ہی کہ ہدم اور احراق مسجد ضرار کا اسوجہ سے تھا کہ اسمین بت رکھے گئے تھے بلکہ صاف طور سے یہ بات ظاہر ہی کہ احراق دفع ضرار کے لیے کیا گیا تھا **سوال** کسی بزرگ نے محلہ مین مسجد بنوائی تھی اور مدت دراز کے بعد وہ احاطہ مسجد منہدم ہو گیا اب بانی مسجد کی اولاد سے چند شخص ملکر یہ چاہتے ہین کہ اس قدیم مسجد کو بنوا کر آباد کردین چنانچہ آدھی سے زائد تیار بھی ہو چکی ہی اب اہل محلہ مین سے ایک شخص جو بانی مسجد کی اولاد مین سے نہین ہی مانع ہوتا ہی اور کہتا ہی ہمین اس بات کا حق حاصل ہی کہ اس مسجد کو توڑ ڈالین کیونکہ میرے دادا نے اسکو بنایا تھا اور اصلی کیفیت یہ ہی کہ مسجد قدیم کے منہدم ہو جانے کے بعد جد مانع مسجد قدیم نے اُس روپیہ سے (جو ایک بیوہ عورت نے کہ بانی مسجد کی معتقدین مین سے تھی) مسجد منہدمہ کی تعمیر شروع کی لیکن وہ ادھوری رہکر ایک عرصہ مین مسمار ہو گئی پھر یہ مانع مسجد قدیم نے ایک مکان جدید بنام نہاد مسجد اغیر اشخاص کی زمین مشترکہ مین جواب تعمیر مسجد قدیم کی کسی قدر زمین بنایا اور اُس مین دو صورت علم کی جس مین چند تیغین نصب ہین اور عشرہ محرم مین پھول اور سہرہ اُن تیغون مین چڑھتا ہی اور دسوین محرم کو تعزیہ کی طرح وہ پھول اور سہرہ دفن ہوتا ہی اور بانی مسجد جدید یعنے پدر مانع و مانع مسجد قدیم کا عقیدہ یہ ہی کہ معاذ اللہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہی بلکہ اپنے بعض تصانیف مین لکھا ہی (ہر کہ لعنت برا و نکند لعنت بر آنکس باد) اس لیے بعض اشخاص محلہ اور مالک زمین

مشترکہ مسجد جدید جواب تعمیر مسجد قدیم کرتے ہین اس جدید مسجد مین نماز نہین پڑھتے اور مالع مسجد قدیم بھی صورت علم کو منہدم نہین کرتا اور کہتا ہی کہ یہ صورت علم میرے باپ نے بنائی ہی اور وہ قضا کر گئے ہم اسے نہ توڑین گے اور جو توڑے گا اُس سے مزاحمت کرین گے اور اب تھوڑے زمانے سے مالع مسجد قدیم اُس محلہ سے دوسرے محلہ مین چلا گیا ہی **جواب** وہ مسجد جو مشترک زمین پر بلا رضامندی شرکا تیار ہوئی ہی حکم مسجد مین نہین ہی کیونکہ صحت وقف کے شرائط مین سے مملوک ہونا بھی ہی جیسا کہ بحر الرائق مین ہی ومن شرائطه ملك الواقف وقت الوقف اور وقف کی شرطون مین سے واقف کا وقف کے وقت مالک ہونا بھی ہی اور قدیم مسجد کی تعمیر کا حق اہل محلہ اور بانی مسجد کو حاصل ہی اور کسی کو منع کرنے کا حق نہین ہی رد المحتار مین ہی اما اهلها ای اهل المحلة فلهم ان يهدموه ويجددوا بنائه ويفرشوا الحصير ويعلقوا القناديل لكن من مالهم لا من مال المسجد ويضعوا حياضا ن الماء للشرب والوضوء ان لم يعرف للمسجد بان والا فالباني اولى وليس لورثته منعهم من نقضه والزيادة فيه اہل محلہ کو حق ہی کہ مسجد کو کھود کر پھر سے بنائین اور چٹائی بچھائین اور قندیلین لٹکائین مگر اپنے مال سے مسجد کے مال سے نہین اور پینے اور وضو کرنے کے لیے حوضین بنائین اگر مسجد کے بانی کا علم نہو اور اگر بانی معلوم ہو تو وہ زائد مستحق ہی اور اُس کی ورثہ کو توڑنے اور زیادتی کرنے سے روکنے کا حق نہین ہی۔ جبکہ تعمیر کرنے والے اہل محلہ اور بانی قدیم کی اولاد سے ہین تو انھین استحقاق تعمیر کا حاصل ہی اور مالع کو ممانعت حرام ہی اور تعمیر شدہ مسجد کو گرا دینا سخت گناہ ہی اللہ تعالی فرماتا ہی ومن اظلم ممن منع مساجد الله ان يذكر فيها اسمه وسعى في خرابها۔ اور کون زائد ظلم کرنیوالا ہی اُس شخص سے جس نے خدا کی مسجدون مین مسلمانون کو اُسکا نام لینے سے روکا اور اُن کی خرابی کی کوشش کی۔

سوال ایک قطعہ اراضی جس مین ہندو اور مسلمان دونون کا حصہ ہی اور ابتک وہ اراضی تقسیم نہین ہوئی اگر کوئی شخص بلا اجازت ہنود اس اراضی پر مسجد بنائے تو درست ہے یا نہین **جواب** بحر الرائق مین ہی من شرائطه ملك الواقف عند الوقف وقف کی شرطون مین سے واقف کا وقف کے وقت مالک ہونا بھی ہی پس جو مسجد مشترک زمین پر بلا اجازت شرکا بنائی جائے گی وہ شرعا مسجد نہوگی صدر شہید کتاب الواقعات مین لکھتے ہین لو بنى مسجدا على سور المسجد لا ينبغي ان يصلي فيه لان السور حق العامة فلا يجعل خالصا لله وصار كما لو بنى المسجد على ارض الغصب جو مسجد دوسری مسجد کی دیوار پر بنائی جائے اُس مین نماز نہ پڑھنا چاہیے کیونکہ دیوار عامہ ناس کا حق ہی پس وہ خدا کا خالص حق نہین ہوسکتا اور اُسکی حالت وہی ہی جو غصب کی ہوئی زمین پر بنی ہوئی مسجد کی ہی

سوال حجرہ مسجد جو صحن بیرونی مسجد کے چبوترے مین واقع ہی اور نماز جماعت کے وقت اُس حجرے کے محاذی نماز پڑھنے والے

کھڑے ہوتے ہین اُس حجرے مین ایک شخص تجارت کا کاروبار کرتا ہی اور کفار اور مشرک صحن مسجد سے ہوکر اُس حجرے
مین جاتے ہین اور اسباب مسجد کی حجرہ خالی نہ ہونے کی وجہ سے حفاظت بھی نہین ہوسکتی نہ کوئی مسافر اور طالب علم
وہان رہ سکتا ہی پس یہ فعل جائز ہی یا نہین **جواب** اگر وہ حجرہ مسجد مین داخل ہی تو اُس مین خرید و فروخت
کرنا خصوصا اسباب تجارت رکھنے کے ساتھ مکروہ ہی درمختار مین ہی وکرہ کل عقد الا لمعتکف بشرطہ اور تمام عقود
مکروہ ہین مگر معتکف کے لیے ایک شرط سے اور شرط کی تفصیل صاحب ردالمحتار نے یہ کی ہی قولہ بشرطہ وان لا یکون
للتجارۃ بل یکون مایحتاج لنفسہ او عیالہ بدون احضار السلعۃ اور شرط یہ ہی کہ تجارت کے طریقے پر نہو بلکہ اس مقدار کی
بیع ہو جسکی اُسے یا اُس کے اہل عیال کو احتیاج ہو اور جو چیز فروخت کی جا رہی ہو وہ وہان نہ لائی گئی ہو اور یہی
درمختار کے باب الاعتکاف مین ہی وکرہ ای تحریما احضار مبیع فیہ کما کرہ فیہ مبایعۃ غیر المعتکف مطلقا للنہی
مبیع کا مسجد مین لانا مکروہ تحریمی ہی جیسا کہ غیر معتکف کا مطلقا بیع کرنا نہی کے سبب سے صاحب ردالمحتار اسی قول کی تحت
مین لکھتے ہین ای سواء احتاج الیہ لنفسہ او عیالہ او کان للتجارۃ احضرہ لا خواہ اُسی اپنے لیے ضرورت ہو یا اپنی
اولاد کے لیے یا تجارت ہو اور وہ چیز لائی گئی ہو یا نہ لائی گئی ہو اور جامع ترمذی مین ہی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم نہی عن الشراء والبیع فی المسجد حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین بیع و شرا سے ممانعت فرمائی ہی
اور کفار کا مسجد مین داخل ہونا اگرچہ حنفیہ کے نزدیک درست ہی لیکن کسی جزو مسجد کو راستہ بنانا اور اس مین کاروبار
دنیاوی کے لیے آمد و رفت کرنا جائز نہین وکرہ تحریما اتخاذہ طریقا لغیر عذر بغیر کسی عذر کے مسجد کو راستہ بنانا مکروہ
تحریمی ہی **سوال** مسجد کی تعمیر مین ہندو کا روپیہ لگانا جائز ہے یا نہین **جواب** نہین **سوال** مکان کی چھت کو
مسجد کا صحن بنانا جائز ہی یا نہین **جواب** - اگر مکان بھی مسجد ہی کے نفع کے لیے ہی تو جائز ورنہ ناجائز ہی **سوال**
ایک مسجد کے متولیون مین سے تین شخص موجود ہین اور تینون غنی صاحب نصاب ہین منجملہ اُنکے ایک شخص چاہتا ہی
کہ جائداد موقوفہ مسجد مین سی بعوض تولیت یا وعظ گوئی تنخواہ لے اور بلا اجازت دیگر متولیان مکان مسجد مین بلا کرایہ
خود سکونت اختیار کرے یہ جائز ہی یا نہین **جواب** متولی کو مکانات مسجد مین رہنا و تنخواہ لینا درست نہین سبع المختار
مین ہی وفی الجواہر القیم اذا لم یراع الوقف یعزلہ القاضی وفی خزانۃ المفتیین اذا زرع القیم لنفسہ یخرجہ
القاضی من یدہ قال البیری یوخذ من الاول ان الناظر اذا امتنع من اعارۃ الکتب الموقوفۃ کان للقاضی
عزلہ ومن الثانی لو سکن الناظر دار الوقف ولو باجر المثل لہ عزلہ لانہ نص فی خزانۃ الاکمل انہ لا یجوز لہ
السکنی ولو باجر المثل جواہر القیم مین ہی کہ جب متولی وقف کی رعایت نہ کرے قاضی اُسے بدل دیگا اور خزانۃ المفتیین مین یہ

ہی کہ جب متولی اپنے لیے زراعت کرے تو قاضی وقف کو اُس کے ہاتھ سے نکال لیگا بیری نے کہا ہی کہ اول سے یہ امر اخذ کیا جاتا ہی کہ ناظر جب لوگون کو وقفی کتابون کے عاریت دینے سے باز رہے تو قاضی کو چاہیے کہ اُسے معزول کر دی اور دوسرے سے یہ بات اخذ کی جاتی ہی کہ ناظر اگر مکان وقف مین سکونت اختیار کرے گو کہ وہ دوسرے ہی کا اتنا کرایہ دے تو قاضی کو لازم ہی کہ اُسے معزول کر دے کیونکہ خزانۃ الاکمل مین ہی کہ ناظر کے لیے مکان وقف مین سکونت کرنا گو کہ وہ دوسرے ہی کا اتنا کرایہ دے ناجائز ہی۔ البتہ متولی کو اتنی تنخواہ لینا جو واقف نے مقرر کی ہو اور اگر نہ مقرر کی ہو تو بقدر اجر مثل لینا درست ہی درمختار مین ہی لیس للمتولی اخذ زیادۃ علی ما قررہ الواقف اصلا ویجب صرف جمیع ما یحصل من نماء وعوائد شرعیۃ وعرفیۃ لمصارف الوقف الشرعیۃ الکل من فتاوی المصنف قلت لکن سیجیٔ فی الوصایا و مر ایضا ان للمتولی اجر مثل عملہ متولی کے لیے جتنا واقف نے مقرر کر دیا ہی اُس سے زائد لینا قطعا ناجائز ہی اور تمام زیادات و منافع شرعی وعرفی کو وقف کے مصارف شرعی مین خرچ کرنا چاہیے (یہ فتاوی مصنف سے ماخوذ ہی) مین کہتا ہون کہ عنقریب وصایا کے بیان مین آئیگا اور اوپر بھی گذر چکا ہی کہ متولی جتنا کام کرے گا اُتنی ہی اُسے اجرت ملے گی **سوال** نمازیون کی راحت اور زینت مسجد کے خیال سے مسجد مین فرشی پنکھا لگانا اور اوقات مناسب پر اُسکا استعمال جائز ہی یا نہین **جواب** مسجد مین فی نفسہٖ فرشی پنکھا لگانا مباح ہی کوئی ممانعت شرعی اس مین نہین ہی اور نہ کوئی روایت فقہیہ معتبرہ اس مین نظر سے گذری البتہ ابن الحاج مالکی نے مدخل مین تحریر کیا ہی ینبغی لہ ان یتحفظ من ہذہ المراوح ان کان فی المسجد فانہا بدعۃ وقد انکر مالک الاشیاء التی تعہد فی البیوت ان تعہد فی المساجد لانہا لم تکن من فعل السلف وان کانت مباحۃ فی غیرہ موذن کو پنکھون سے تحفظ کرنا چاہیے اگر وہ مسجد مین ہو کیونکہ یہ بدعت ہی اور امام مالکؒ نے مسجد مین اُن اشیا کے لانے کو ناپسند فرمایا ہی جو عموماً گھر کے کامون کے لیے ہوا کرتے ہین کیونکہ یہ زمانہ سلف مین نہ تھا گو مباح ہی لیکن ظاہر ہی کہ اسکا بدعت شرعیہ ہونا جو موجب ضلالت ہی صحیح نہین ہی کیونکہ بدعت شرعیہ عبادات مین ہوتی ہی نہ مباحات مین اسی وجہ سے طرق مباحہ ملبس و مسکن و مطعم وغیرہ مین بالاتفاق باعث ضلالت نہین گو مستحدثات سے ہون البتہ بدعت لغویہ و بدعت مباحہ ہی پس بلحاظ کمال اتباع سلف صالح اُسکا ترک اولی ہوگا اور اُسکا ارتکاب موجب ضلالت یا کراہت نہین ہو سکتا خصوصا جبکہ اُس سے نمازیون اور حاضرین مجلس کو آرام پہونچانا مقصود ہی **سوال** محلہ کے چند بوڑھے اور معذور لوگون نے اپنے مکان کے قریب ایک مختصر سی مسجد اس لیے بنائی ہی کہ اُس مین پانچون وقت جماعت سے نماز پڑھین اور دور والی مسجد مین نہ جا سکنے کی وجہ سے نماز جماعت کے ثواب سے

محروم ہون اور اس مسجد بنانے سے کسی مسجد کا اضرار مقصود نہین ہو اور اس جدید مسجد کے ادھر ادھر رہنے والے وقتا فوقتا اس پرانی مسجد مین نماز پڑھتے ہین گو اس نئی مسجد کے قریب رہنے والے اتنے ہین کہ اس قدیم مسجد سے بہت زائد طویل جماعت یہان ہوسکتی ہو مگر پھر بھی غیر معذورین کے علاوہ لوگ اکثر اسی پرانی مسجد مین نماز پڑھتے ہین اسپر بھی بعض لوگ اس نئی مسجد کو مسجد ضرار کہتے ہین اور والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا الآیۃ کو استدلال مین پیش کرتے ہین اور ان دونون مسجدون کے بیچ مین چار پانچ سو قدم کا فاصلہ ہو **جواب** اس صورت مین نئی مسجد بنانا جائز اور امتثال امر نبوی ہو عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر محلہ اور ہر سرا اور ہر قبیلے مین مسجد بنانے کا حکم دیا ہو بشرطیکہ قصد ضرار نہو تاکہ ہر محلہ کے لوگ اپنے محلہ مین جماعت سے نماز ادا کرسکین اور آپنے فرمایا ہو کہ اپنی مسجدون کو پاکیزہ اور خوشبودار رکھو انکی ذاتی عظمت کے لحاظ سے اور ملائکہ کی حاضری اور نشاط مومنین کے خیال سے اور اس مسجد کا بانی اس ثواب کا مستحق ہو جو حضور روحی فداہ نے ارشاد فرمایا ہو من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی اللہ اس کے لیے جنت مین گھر بناتا ہو اور مسجد جدید کی ضراریت پر آیۂ کریمہ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی واللہ یشہد انہم لکاذبون (اور جنھون نے بنائی ایک مسجد ضد اور کفر اور مسلمانون مین پھوٹ ڈالنے کے لیے اور تھانگ اس شخص کی جو لڑ رہا ہو اللہ سے اور رسول سے آگے کا اور اب قسمین کھائینگے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی اور اللہ گواہ ہو کہ وہ جھوٹے ہین) سے استدلال لانا غلط ہو تفاسیر مین اس واقعہ کا بیان یون لکھا ہو کہ حضور کے مکہ سے مدینہ مین تشریف لانے سے پہلے ابو عامر ایک راہب قبیلۂ خزرج کے شرفا مین سے تھا جو علوم توراۃ وانجیل سے واقف اور متدین تھا ہمیشہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مدح اہل مدینہ کے سامنے کیا کرتا لوگ آپکے اوصاف سننے کے لیے جوق جوق ہر طرف سے روز آکر اسکے پاس جمع ہوتے جب حضور سید انبیا علیہ التحیۃ والثنا خود مدینۂ منورہ مین تشریف لے آئے تو مدینہ کے تمام لوگ آپکے گرویدہ ہوگئے اور اس راہب کے یہان جانا ترک کردیا چونکہ آپکی تشریف آوری سے اسکی وجاہت مین فرق آگیا اس لیے عناداً اس نے مدینے کے لوگون کو حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے اتباع اور محبت سے روکنا شروع کیا لوگون نے کہا تو پہلے انھین کی مدح کرتا تھا اب کیون مخالفت پر آمادہ ہو اس نے جواب دیا کہ یہ میرے ممدوح نہین ہین بلکہ میرے

ممدوح کے مشابہ ہین جب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو بلاکر اسلام کی دعوت کی تو وہ ایمان نہ لایا اور پوچھا جو دین تم لائے ہو کون دین ہے آپنے فرمایا مین دین ابراہیمیہ حنفیہ لایا ہون ابوعامر نے کہا مین اُسی دین پر ہون آپنے فرمایا تو اُسپر نہین ہے اُس نے کہا مین اُسی دین پر ہون مگر تم نے اُس دین کو اپنی اصلی حالت پر نہین رکھا ہے آپنے فرمایا مین نے ایسا نہین کیا ہے بلکہ اُس دین کو غیر حق کی آمیزش سے پاک اور صاف لایا ہون ابوعامر راہب نے کہا ہم دونون مین سے جھوٹے کو اللہ تعالیٰ تنہا بحالت سفر خانمان سے دور موت دے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اور اُسی وقت سے آپنے فاسق اُسکا نام رکھدیا۔ آخرکار جب جنگ حنین مین قبیلۂ ہوازن ہزیمت کھاکر بھاگے تو ابوعامر فاسق شام کی طرف بھاگا اور منافقین کو یہ کہلے بھیجا کہ لڑائی کا سامان قوت اور سلاح سے مہیا کر دو اور میرے لیے ایک مسجد بناؤ مین قیصر روم کے پاس جاتا ہون اور اُس سے لشکر لیکے آتا ہون اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو مدینہ سے باہر کردونگا پس بارہ منافقون نے جن مین ودیعہ بن ثابت اور خذام ابن خالد اور ثعلبہ بن حاطب اور حارثہ بن عامر اور اُسکے دو بیٹے مجمع اور زید اور معتب بن قشیر اور عباد بن حنیف اور ابوحبیبہ ابن الازعر اور نبتل بن الحارث اور مخرج اور بجاد عثمان کے دو بیٹے تھے ایک مسجد مسجد قبا کے پہلو مین بنائی اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کی خدمت مین ایسے وقت حاضر ہوے جب آپ غزوۂ تبوک کا سامان کر رہے تھے اور کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمنے ایک مسجد اس لیے بنائی ہے کہ سردی اور بارش کی رات مین اور دوسرے معذور لوگ بھی وہان نماز پڑھ سکین ہم سب کی تمنا ہے کہ حضور وہان تشریف لیچلین اور اُس مسجد مین امامت کرین ہم سب مقتدی ہون اور حضور ہمارے لیے بعد نماز برکت کی دعا فرمائین آپنے جنگ تبوک کے تہیۃ کا عذر کیا اور تبوک سے پلٹنے کے بعد وہان تشریف لانے کا وعدہ کرلیا اور ابوعامر راہب اکیلا سفر مین بے خانمان ہو کر مر گیا۔ امام رازی اپنی تفسیر مین لکھتے ہین

قال الواحدی قال ابن عباس ومجاهد وقتادة وعامة اهل التفسير رضی الله عنهم الذين اتخذوا مسجدا ضرارا كانوا اثنی عشر رجلا من المنافقين بنوا مسجدا يضادون به مسجد قباء اقول انه تعالی وصفه بصفات اربعة الاولی ضرارا والضرار محاولة الضر كما ان الشقاق محاولة ما يشق وقال الزجاج وانتصب قوله ضرارا لانه مفعول له والمعنی اتخذوه للضرار ولسائر الامور المذكورة بعده فلما حذفت اللام اقتضاه الفعل فنصب قال وجائز ان يكون مصدرا محمولا على المعنی والتقدير يتخذوا مسجدا ضروا به ضرارا والصفة الثانية قوله وكفرا قال ابن عباس رضی الله عنهما يريد به ضرارا المومنين وكفرا بالنبی عليه السلام وبما جاء به وقال غيره اتخذوه ليكفروا فيه بالطعن على النبی عليه السلام والاسلام والصفة الثالثة قوله وتفريقا بين المومنين ای يفرقون بواسطته جماعة المومنين وذلك لان المنافقين قالوا نبنی مسجدا

نصلی بہ ولا نصلی خلف محمد فان اتانا فیہ صلینا معہ وفرقنا بینہ وبین الذین یصلون فی مسجدہ فیؤدی ذالک الی اختلاف الکلمۃ وبطلان الالفۃ واحدی نے کہا ہے کہ ابن عباس اور مجاہد اور قتادہ اور عامہ اہل تفسیر رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بارہ منافقوں نے مسجد ضرار بنائی تھی جسکی ذریعہ سے مسجد قبا کو ضرر پہونچانا انکا مقصد تھا میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو چار صفتوں سے موصوف کیا ہے (۱) ضرارا زجاج نے کہا ہے کہ ضرارا مفعول لہ ہے اسی لیے منصوب ہے اور اس کے معنی ہوئے کہ اُن لوگوں نے ضرر کے قصد اور خواہش سے مسجد بنائی (۲) وکفرا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُن لوگوں نے اس لیے بنائی تاکہ اُس میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پر طعن کریں (۳) تفریقا بین المومنین یعنے اُس مسجد کے ذریعہ سے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالیں کیونکہ منافق کہتے تھے ہم نے مسجد بنائی ہے اُس میں نماز پڑھیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نہ پڑھیں گے پس اگر آئیں گے تو ہم نماز پڑھیں گے اور حضور اور مسجد نبوی میں اور آپکے اور آپ کے مقتدیوں کے درمیان ہم تفرقہ ڈالیں گے پس یہ امر بطلان الفت باہمی اور اختلاف کا باعث ہوا پس جاننا چاہیے کہ منافقین نے مسجد ضرار ابو عامر راہب کی رائے سے بنائی تھی اور اُسکی بنا کی غایت اللہ تعالیٰ نے چار امر بیان فرمائے ہیں اور اُس میں نماز نہ پڑھنے کا حکم دیا ہے جو لا تقم فیہ ابدا سے ظاہر ہے قال ابن عباس رضی اللہ عنہما لا تصل فیہ منع اللہ تعالیٰ نبیہ صلے اللہ علیہ وسلم ان یصلی فی مسجد الضرار حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اُس مسجد میں نماز نہ پڑھو اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد ضرار میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی ہے قال فیہ روی انہ لما کان انصرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من تبوک ونزل بذی اوان موضع قریب من المدینۃ اتوہ فسألوہ اتیان مسجدہم فدعا بقمیصہ لیلبسہ ویاتیہم فنزل علیہ القرآن فاخبرہ اللہ تعالیٰ خبر مسجد الضرار وما ہموا بہ فدعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مالک ابن الدخشم ومعن بن عدی وعامر بن السکن ووحشیا قاتل حمزۃ وقال لہما انطلقوا الی ہذا المسجد الظالم اہلہ فاہدموہ واحرقوہ فخرجوا سریعا حتی اتوا بنی سالم بن عوف وہم رہط مالک بن الدخشم فقال مالک انظرونی حتی اخرج الیکم بنار من اہلی فدخل اہلہ فاخذ سعفا من النخل واشعل فیہ نارا فخرجوا یشتدون حتی دخلوا المسجد وفیہ اہلہ فحرقوہ وہدموہ وتفرق عنہ اہلہ وامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یتخذ ذلک کناسۃ تلقی فیہ الجیف والنتن والقمامۃ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے مراجعت فرمائی اور ذی اوان میں قیام کیا جو مدینہ کے قریب ایک موضع ہے تو وہ لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اپنی مسجد میں تشریف لیجانے کی درخواست کی پس آپ نے پہننے کے لیے اپنا کرتا مانگا تاکہ وہاں تشریف لیجائیں مگر فوراً ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسجد ضرار کے واقعے اور منافقین کے قصد سے آگاہ کیا پس آپ نے مالک بن دخشم اور معن بن عدی اور عامر بن سکن اور وحشی قاتل حمزہ رضی اللہ عنہم کو طلب کیا

اور اُنکو حکم دیا کہ تم اُس مسجد مین جاؤ اور اُسے گرا کر جلا دو پس وہ لوگ جلدی سے روانہ ہوے اور سالم بن عوف کے یہان پہونچے جو مالک بن دخشم کا قبیلہ ہی مالک نے کہا مجھکو اتنی مہلت دو کہ مین اپنے گھر ہو آؤن جب وہ وہان سے واپس آئے تو تینکون کا ایک گٹھا لیتے آئے جس مین انھون نے آگ لگائی اور تیزی سے روانہ ہوے یہان تک کہ مسجد مین پہونچے اور وہان کے لوگ اُس مین موجود تھے ان لوگون نے اُسے گرا دیا اور لوگون کو منتشر کر دیا پھر حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے حکم دیا کہ یہ مقام کوڑا گھر بنایا جائے اور یہان کوڑا اور غلاظت و مردار چیزین پھینکی جاوین۔ پس ایسی حالت اس آیت سے دلیل لاکر مسجد جدید پر ضرار کا حکم نہ کرنا چاہیے کیونکہ مسجد ضرار کی پہلی صفت مسلمانون کو ضرر رسانی ہی اور صفت ثانی و ثالث یعنی کفر ہی اور آپ پر طعن اور جماعت مومنین کی تفریق کہ مقصد اُس سے شریعت کی سُبکی اور اختلاف کلمہ ہی کوئی صفت اسمین پائی نہین جاتی۔ کیونکہ بظاہر اسکے بانی شرع کے پابند ہین اور مسجد قدیم مین عجز کے وجہ سے نہ حاضر ہو سکنا اس مسجد جدید کی بنا کا باعث ہوا ہی اور بھی اس آیت سے مفہوم ہوتا ہی کہ مسلمانون مین رفق پیدا کرنے اور ضعیفون پر آسانی کرنے کے لیے دوسری مسجد بنانا جائز ہی واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب حررہ محمد فدا حسین الرضوی الحنفی عفا عنہ ربہ القوی

صح الجواب جو مسجد بقصد اضرار و تفریق مسلمین بنائی جائے وہ مسجد ضرار کے حکم مین ہی تفسیر مدارک مین ہی قیل کل مسجد بنی مباہاۃ او ریاء و سمعۃ او لغرض سوی ابتغاء وجہ اللہ او بمال غیر طیب فہو لاحق بمسجد الضرار جو مسجد فخر یا ریا یا مکر کے غرض سے بنائے جائے یا اُس کی بنا سے رضائے الٰہی مقصود نہو یا وہ مال حلال سے نہ بنائی گئی ہو تو اُسکا حکم مسجد ضرار کا ہی اور کشاف مین ہی ولما فتح اللہ الامصار علی ید عمر امر المسلمین ان یبنوا المساجد وان لا یتخذوا فی المدینۃ مسجدین یضار احدھما صاحبہ جب اللہ تعالی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھون سے شہر فتح کرائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانون کو حکم دیا کہ مسجدین بناؤ مگر ایک شہر مین ایسی دو مسجدین نہ بناؤ جو ایک دوسرے کو ضرر پہونچانے والی ہون اور جو مسجد بقصد اضرار و تفریق مسلمین نہ بنائی جائے وہ مسجد ضرار کے حکم مین داخل نہین ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

سوال مسجد کے نیچے سطح کہ مسجد چھت پر اور نیچے خلا رکھکے دوکانین بنوا کر مسجد پر وقف کر دینا جائز ہی یا نہین اور یہ جو فقہا نے کہا ہی کہ مسجد کے لیے یہ ضروری ہی کہ اُسکا تحت و فوق مسجد ہی ہو اس سے کیا مراد ہی **جواب** فقہا کے قول شرط کونہ مسجدا ان یکون سفلہ و علوہ مسجدا لینقطع حق العبد عنہ کا یہ مطلب نہین ہی کہ تحت و فوق کا حقیقۃً بجمیع الوجوہ مسجد ہونا ضروری ہی اس طور پر کہ جمیع احکام مسجد کے اُسپر مترتب ہون جیسے حرمت دخول جنب و حائض وغیرہ بلکہ غرض یہ ہی کہ تحت و فوق دونون کا حقوق عباد و املاک سے منقطع ہونا ضروری ہی اگر تحت یا فوق کسی کی ملک مین رہیگا تو البتہ مسجد کی مسجدیت

مین تخلل ہوگا پس اگر تحت و فوق مسجد کی متعلقات پر وقف کردیے جائین تو حق العبد اُن سے منقطع ہو جائیگا اور مسجد
کی مسجدیت مین خلل نہ واقع ہوگا زیلعی شرح کنز مین ہے ومن جعل مسجدا تحتہ سرداب وفوقہ بیت وجعل بابہ الی الطریق
وعزلہ او اتخذ وسط دارہ مسجدا او اذن بالناس بالدخول فیہ یجوز لہ بیعہ ویورث عنہ لانہ لم یخلص للہ تعالے
لبقاء حق العبد فیہ والمسجد لا یکون الا خالصا للہ لما تلونا ومع بقاء حق العبد فی اسفلہ او اعلاہ او فی جوانبہ محیطا
بہ لا یتحقق الخلوص کلہ اما اذا کان السفل مسجدا فلان لصاحب العلو حقا فی السفل حتی لا یکون لصاحب السفل ان
یحدث فیہ شیئا من غیر رضی صاحب العلو واما اذا جعل العلو مسجدا فلان ارض العلو ملک لصاحب السفل و
لیس لہ من التصرفات من غیر رضی صاحب السفل کالبناء وغیرہ بخلاف مسجد بیت المقدس فان السرداب
فیہ لیس بمملوک لاحد بل ہو لمصالح المسلمین حتی لو کان غیرہ مثلہ تقول بانہ مسجد واما اذا اتخذ وسط دارہ
مسجدا فلان یملکہ محیط بجوانبہ فکان لہ حق المنع من الدخول والمسجد من شرطہ ان لا یکون لاحد فیہ
حق المنع اور جس نے مسجد بنائی جسکے نیچے تہ خانہ اور اوپر گھر ہو اور اُسکا دروازہ راستہ کی طرف رکھا یا گھر کے بیچ مین مسجد
بنائی اور لوگون کو اُس مین داخل ہونے کی اجازت دی تو اُسے حق بیع حاصل ہے اور وہ اُسکی میراث ہوگی اس لیے کہ حق
عبد باقی ہونے کی وجہ سے وہ خدا کا خالص حق نہین ہے اور مسجد صرف حق اسی ہوا کرتی ہے جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہین
اور جبکہ اوپر نیچے یا اطراف مین حق عبد اُسکا احاطہ کیے ہوے ہو تو خالص حق نہین ہے اگر سفل مسجد ہو تو اس لیے کہ ارض علو صاحب
سفل کی ملک ہے اور مالک علو کو بلا اجازت مالک سفل حق تصرف حاصل نہین بخلاف مسجد بیت المقدس کہ اسکا تہ خانہ
کسی کی ملک نہین ہے بلکہ وہ مصالح مسلمین کے لیے ہے حتی کہ اگر ایسی ہی حالت کسی اور مسجد کی ہو تو ہم اُسے مسجد کہین گے
اور اگر اپنے وسط مکان کو مسجد بنایا تو اس لیے کہ وہ اُس کے جوانب کے احاطہ کا مالک ہے اُسے حق ہے کہ وہ لوگون کو داخل
ہونے سے روکدے اور مسجد کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسی کو حق منع حاصل نہو اور عینی کی شرح کنز مین ہے فان قلت مسجد
بیت المقدس تحتہ سرداب قلت السرداب فیہ لیس بمملوک لاحد بل ہو لمصالح المسجد حتی لو کان غیرہ مثلہ نقول
بانہ مسجد اگر تم کہو کہ مسجد بیت المقدس کے نیچے تہ خانہ ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ وہ تہ خانہ کسی کی ملک نہین بلکہ محض مصالح مسجد کے
لیے ہے حتی کہ اگر ایسا کسی اور مسجد مین ہو تو وہ مسجد کہلائے گی۔ درمختار مین ہے لو بنی بیتا فوقہ للامام لا یضر لانہ من المصالح
اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذلک لم یصدق اگر مسجد کے اوپر امام کے لیے گھر بنایا تو کوئی
حرج نہین ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد سے ہے اور اگر مسجد بن چکنے کے بعد اسکا قصد کیا تو وہ روکا جائے گا گو وہ یہ بھی کہے کہ مین
امام کے لیے بنانا چاہتا ہون اور رد المحتار مین ہے یوخذ من التعلیل ان محل عدم کونہ مسجدا فیما اذا لم یکن وقفا

علی مصالح المسجد وبہ صرح فی الاسعاف فقال واذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجدا اور تعلیل سے یہ بات اخذ کیجاتی ہی کہ وہ مسجد اُس وقت نہوگی جب مصالح مسجد پر وقف نہو اسعاف میں اسکی تصریح کی ہے کہ جب تہ خانہ یا اوپر کا حصہ مصالح مسجد کے لیے ہو یا اُسپر وقف ہو تو وہ مسجد ہو جائے گا ان عبارتوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسجد کے نیچے اگر خلا ہو یا دوکانیں ہوں اور وہ مسجد کے مصالح کے لیے وقف ہوں تو اُسکی مسجدیت میں خلل نہوگا اور رد المحتار کی عبارت اسکی موید ہی بقی لو جعل الواقف تحتہ بیتا للخلاء ہل یجوز کما فی مسجد محلۃ الشحم فی دمشق لم ارہ صریحا نعم سیاتی متنا فی کتاب الوقف انہ لو جعل تحتہ سردابا لمصالحہ جاز رہا یہ کہ اگر وقف کرنے والا مسجد کے نیچے بیت الخلا بنائے تو یہ جائز ہی یا نہیں جیسا کہ دمشق کے محلہ شحم کی مسجد میں ہی تو میں نے اُسکے متعلق کہیں تصریح نہیں پائی ہاں کتاب الوقف میں یہ مسئلہ آئیگا کہ اگر مسجد کے نیچے مصالح مسجد کے لیے تہ خانہ بنایا تو جائز ہی اور در مختار کی اس عبارت (ولا یجوز اخذ الاجرۃ منہ ولا ان یجعل شیٔ منہ مستغلا ولا سکنی) اور مسجد سے اجرت حاصل کرنا یا اُسکے کسی حصہ کو کام میں لانا یا جائے سکونت بنانا جائز نہیں ہی) سے دلیل لانا باطل ہی کیونکہ اس عبارت کی غرض یہ ہی کہ نفس مسجد کے کسی قطعے کو کرایہ پر دینا اور اُسے مسکن بنانا درست نہیں ہی چنانچہ منہ کا کلمہ اسپر دلالت کرتا ہی اور یہ امر ما نحن فیہ سے علیحدہ ہے کیونکہ ما نحن فیہ میں نفس مسجد کے کسی جزو کو کرایہ پر دینا نہیں ہی بلکہ دوکانیں زیر مسجد مسجد سے خارج اُسی کے مصالح کیواسطے بنائی گئی ہیں پس اُنکو کرایہ پر دینا بلاتردد درست ہوگا کیونکہ واقف اور بانی مسجد نے اُنکو مسجد سے خارج رکھا ہی مگر چونکہ مسجد پر وقف کر دیا ہے اس وجہ سے مسجد کی مسجدیت میں خلل نہوگا اور یہ خیال کہ زیر مسجد خلا اسباب مسجد کے رکھنے کی نیت سے درست ہی اور کرایہ پر دینا درست نہیں ہی خیال خام ہی کیونکہ اسعاف وغیرہ میں ہی اذا کان السرداب او العلو لمصالح المسجد او کان وقفا علیہ صار مسجدا جب تہ خانہ یا اوپر کا حصہ مصالح مسجد کے لیے ہو یا مسجد پر وقف ہو تو وہ مسجد ہو جائے گا۔ اور اس میں او کان وقفا علیہ کو لمصالح المسجد کے صورت پر بحرف او معطوف کیا ہی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہ خانہ اور بالاخانہ کا مصالح مسجد کیواسطے بنوایا جانا ادر صورت ہی اور اُن دونوں کا مسجد پر وقف کیا جانا اد صورت ہی اور دونوں صورتوں میں مسجد کی مسجدیت میں خلل نہوگا اسی بنا پر جب دوکانیں مسجد کے نیچے وقف کی نیت سے بنوائی جائیں تو اُنکو کرایہ پر دینا درست ہوگا اور بسبب اسکے کہ وہ دوکانیں ملک بنی آدم سے خارج ہوگئیں اُن سے علو کی مسجدیت میں خلل بھی نہوگا اگر یہ شبہہ ہو کہ مسجد کے نیچے دوکان بنانے سے اور اسمیں کرایہ دار رکھنے سے مسجد کی حرمت میں خلل آتا ہے اور یہ ناجائز ہے عالمگیریہ میں ہی قیم المسجد لا یجوز لہ ان یبنی حوانیت فی حد المسجد او فی فنائہ لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ وھذا لا یجوز والفناء تبع للمسجد

فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی متولی مسجد مسجد یا فناے مسجد مین دوکانین نہین بنا سکتا کیونکہ جب مسجد
بازار اور مسکن بنا دی جاے تو اُسکی حرمت فنا ہوگئی اور مسجد کی حرمت کا فنا کرنا جائز نہین ہی اور فناے مسجد مسجد کا تابع
ہی پس فناے مسجد کا حکم مسجد کا حکم ہوگا اور اسی طرح اور کتب معتبرہ مین بھی موجود ہے قیم المسجد اذا اراد ان یبنی حوانیت
فی حد المسجد او فی فنائہ لایجوز اما المسجد فلانہ اذا جعل المسجد مسکنا تسقط حرمۃ المسجد واما الفناء فلانہ
تبع للمسجد متولی مسجد اگر حد مسجد یا فناے مسجد مین دوکانین بنانیکا ارادہ کرے تو جائز نہین ہی مسجد تو اسوجہ سے کہ جب
وہ مسکن بنجا ے گی اُسکی حرمت جاتی رہیگی اور فناء مسجد اسوجہ سے کہ وہ مسجد کے حکم مین ہی اور حماد یہ مین ہی لو قیم
المسجد اراد ان یبنی حوانیت فی حریم المسجد وفنائہ قال الفقیہ ابو اللیث لایجوز ان یجعل شیئا من المسجد
مسکنا ومستغلا اگر مسجد کے متولی نے ارادہ کیا کہ حریم مسجد یا فناے مسجد مین دوکانین بنا ے تو فقیہ ابو اللیث نے کہا
ہی کہ مسجد کے کسی حصہ کو مسکن یا جاے مستغل بنانا جائز نہین ہی ایسا ہی فتاوی قاضیخان وغیرہ مین ہی تو اسکا جواب
یہ ہی کہ ان عبارتون سے ممانعت دوکان بنانے کی نفس مسجد اور اُسکے حریم اور فنا مین ثابت ہوتی ہی نہ ممانعت بناے
دوکان کی زیر مسجد یہ بات ظاہر ہی کہ زیر مسجد نہ تو حقیقۃً مسجد ہی خصوصا جبکہ بانی مسجد نے اُسکے نیچے خلا رکھا ہو اور اُسکو
وقف علی المسجد کیا ہو کیونکہ وقف علی المسجد اور شے ہی اور مسجد اور شے ہی اور نہ فناے مسجد ہی کہ جسکا حکم عزت اور حرمت
مین مثل مسجد کے ہی کیونکہ فناے مسجد کی تعریف اُسپر صادق نہین آتی رد المحتار مین ہے قولہ کفناء مسجد ھو المکان
المتصل بہ لیس بینہ وبینہ طریق فناے مسجد وہ مکان ہی جو مسجد سے متصل ہو اور مسجد اور اُسکے بیچ مین راستہ نہو
اور اگر ایسا ہی اعتبار عزت و حرمت کا کیا جاے اور اُسپر عدم جواز کا فتوی دیا جاے تو لازم آتا ہے کہ اگر مسجد کے نیچے خلا نہو
بلکہ متصل مسجد دوکانین بنوائی جائین تو وہ بھی ناجائز ہون اور اسکا کوئی قائل نہین ہے اور یہ گمان کہ اگر مسجد کے نیچے
دوکانین بنانا اور کرایہ دار رکھنا جائز ہو تو لامحالہ وہان بول و براز اور جماع کرنا بھی درست ہوگا (حالانکہ یہ امور مسجد کے
نیچے اور اوپر جائز نہین) در مختار مین ہی کرہ تحریما الوطی فوقہ والبول والتغوط لانہ مسجد الی عنان السماء مسجد کے
اوپر جماع یا پیشاب کرنا اور پاخانہ پھرنا کروہ تحریمی ہی اس لیے کہ مسجد آسمان تک ہی اور رد المحتار مین ہی وکذا الی تحت
الثری کما فی البیری عن الاسبیجابی اور ایسا ہی تحت الثری تک جیسا کہ بیری مین اسبیجابی سے نقل کیا ہی) باطل ہی اسوجہ
سے کہ یہ حکم اُسوقت ہی جب زیر مسجد اور بالاے مسجد بانی مسجد نے کوئی مقام خارج از وقف علی المسجد نہ کیا ہو ایسی ہی صورت
مین فقہا لکھتے ہین کہ مسجد کا فوق آسمان تک اور تحت ثری تک سب مسجد کے حکم مین ہی نہ ہر صورت مین عبارت
سابقہ در مختار سے واضح ہی کہ مسجد کے اوپر اگر بانی مسجد نے کوئی مکان امام کے رہنے کے واسطے بنایا تو درست ہی ولو کان

نفس مسجد کو مسکن بنانا بالاتفاق درست نہین ہی پس اگر یہ حکم کہ مسجد کا فوق اور تحت سب مسجد ہی ہر صورت مین ہوتا تو امام کے رہنے کے لیے بالاخانہ مسجد کے اوپر بنانا اور اُس مین امام کا رہنا کسی طرح جائز نہوتا۔ **سوال** ایک بے چھت کی منہدم اور مسمار مسجد ایک جنگل مین ہی اور اُسکی کرسی اتنی بلند ہے کہ بغیر زینہ کے کوئی وہان نہین جاسکتا اور زینہ اُس مسجد مین نہین ہی اگر کوئی شخص اُسکی اینٹین ایسی مسجد مین لگا سے جہان نماز بھی ہوتی ہو تو جائز ہے یا نہین **جواب** اگر اُس کے اسباب کے ضائع ہوجانیکا احتمال ہو تو دوسری مسجد مین لیجانا جائز ورنہ ناجائز ہی **سوال**۔ عوام کہتے ہین کہ ایک مسجد سے دوسری مسجد تک اتنا فاصلہ ہونا چاہیے کہ ایک مسجد کی اذان کی آواز دوسری مسجد تک نہ پہونچے اور ایک محلہ مین دو مسجدین نہون صحیح ہی یا نہین **جواب** کتب معتمدہ مین اسکا پتہ نہین ہان دوسری مسجد کو ضرر پہونچانے کی غرض سے مسجد بنانا جائز نہین ہی **سوال** دوامی سود خوار کی بنائی ہوئی مسجد مین نماز پڑھنا اور اُسکے بنوائے ہوے کنوین سے پانی پینا اور اُسکے لگائے ہوے باغ سے پھل کھانا جائز ہے یا نہین **جواب** مکروہ ہی۔ **سوال** چوری اور فریب کے روپے سے ایک شخص آدھی مسجد بنوا کر چلتا ہوا اب اُسکی تعمیر کامل کرنا چاہیے یا نہین **جواب** نہین۔ **سوال** مسجد یا مکان مقدس کا توڑنے والا کیسا ہی۔ **جواب** اللہ تعالی فرماتا ہی ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا اولئک ماکان لہم ان یدخلوہا الا خائفین لہم فی الدنیا خزی ولہم فی الاخرۃ عذاب عظیم اور کون شخص اُس سے زائد ظالم ہے جو خدا کی مسجدون مین اُسکا نام لینے سے روکے اور مسجدون کے خراب کرنے کی کوشش کرے ایسون کو نہین پہونچتا کہ تھین اُن مین مگر ڈرتے ہوے انھین کے لیے دنیا مین خواری اور عقبی مین عذاب عظیم ہے واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد فی الواقع مسجد کو خراب کرنا گناہ کبیرہ ہی اسکا مرتکب ظالم اور فاسق ہی اور اُسپر توبہ کرنا لازم ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] **سوال** زید نے کہا مین ایک مسجد بناتا ہون اور کچھ روپیہ لاکر اُسنے رکھدیا عمرو نے کہا مین بھی شریک ہوتا ہون اور عمرو نے بھی کچھ روپیہ لاکر رکھدیا ابتداءً دونون نے باتفاق وبخلوص نیت جماعت مومنین کے سامنے اقرار کیا اور کہا کہ ہمنے یہ روپیہ اللہ کے لیے دیدیا ہی اسکے بعد مسجد کی نیو بھی پڑی اب زید براہ بخل اپنے قول سے منحرف ہوکر کہتا ہی کہ میرا روپیہ مجھکو پھیر دو کیونکہ عمرو نے اپنی دوکان کے سامنے مسجد کی بنا ڈالی ہی اور یہان مین شریک ہونا نہین چاہتا اگر اور مسجد بنائی جائے تو مین شریک ہون عمرو کہتا ہی مجھے اتنا مقدور نہین ہی کہ اکیلا مسجد بناؤن اب اس صورت مین زید کا روپیہ واپس دیا جائے یا نہین **جواب** جو روپیہ اللہ تعالے کے نام پر نکالا ہی اُسکو واپس کرنا نہ چاہیے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی

ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] اصاب المجیب حررہ اضعف عباد اللہ محمد فضل اللہ
عفی عنہ **سوال** زانیہ یا مغنیہ نے اپنی ناجائز آمدنی سے مسجد بنائی اُسپر مسجد کا حکم دیا جائیگا یا نہین **جواب** نہین
مسلم مین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہو اللہ طیب لا یقبل الا طیبا اللہ پاک ہو اور پاک ہی کو
قبول کرتا ہے **سوال** زانیہ نے اپنی حرام کمائی سے جو مسجد بنائی تھی اُس کے مرنے کے بعد ترکہ مین تقسیم ہو گئی اسلیے
کہ حرام مال سے وقف جائز نہین ہو اب اس تغیر کے بعد وہ مسجد جن ورثا کو ملی ہے اگر اپنی طرف سے وقف کر دین
تو جائز ہے یا نہین یا وارث اُسکو کسی کے ہاتھ بیچڈالے اور خریدنے والا اپنی حلال مال سے خرید کر وقف کر دے تو
اُسپر مسجد کا حکم دیا جائیگا یا نہین۔ **جواب** جو مال زانیہ نے عقد اجارہ سے حاصل کیا ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک
حلال اور صاحبین کے نزدیک حرام ہو حسن چلپی ذخیرۃ العقبی مین لکھتے ہین ما اخذتہ الزانیۃ ان کان بعقد
الاجارۃ فحلال عند الامام الاعظم لان اجر المثل طیب وان کان السبب حراما وحرام عندھما وان کان
بغیر عقد فحرام اتفاقا لانہا اخذتہ بغیر حق کذا فی المحیط جو مال زانیہ نے عقد اجارہ سے حاصل کیا ہو وہ امام
اعظمؒ کے نزدیک حلال ہو اس لیے کہ اجر مثل پاک ہو اگرچہ سبب حرام ہو اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک حرام ہو
اور اگر بلا عقد ہو تو بالاتفاق حرام ہو کیونکہ اُس نے بلا حق لیا ہو ایسا ہی محیط مین ہو اور صاحبینؒ کے قول کی تائید
وہ حدیثین کرتی ہین جو صحاح وغیرہ مین مروی ہین جن مین صراحۃً اس مال کے حرام ہونے کو بیان کیا ہو روی
البخاری والترمذی عن ابی مسعود الانصاری قال نہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم عن ثمن الکلب
ومہر البغی وروی مسلم والترمذی عن رافع ابن خدیج ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
قال مہر البغی خبیث بخاری اور ترمذی نے ابو مسعود انصاری سے روایت کی ہو کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے
کتے کے دامون اور زنا کے مہر سے ممانعت فرمائی ہو اور مسلم اور ترمذی نے رافع بن خدیج سے روایت کی ہو کہ حضرت سرور
کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا کہ زنا کا مہر خبیث ہو۔ اور سید جمال الدین محدث نے خبیث کی تشریح مین ای
حرام لکھا ہو اور ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین مہر البغی خبیث ای حرام اجماعا لانہا تاخذہ عوضا
عن الزنی المحرم ووسیلۃ الحرام حرام وسماہ مہرا مجازا لانہ فی مقابلۃ البضع مہر زنا خبیث ہو یعنی حرام ہو اجماعا
کیونکہ زانیہ اُسے زنا کے عوض مین لیتی ہو جو حرام ہو اور وسیلہ حرام حرام ہو اور اُسے مہر مجازاً کہتے ہین کیونکہ بضع کے
مقابلے مین ہے۔ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین اما حرام قطعا مہر زنا قطعی حرام ہو پس
جو مسجد زانیہ نے زنا کی آمدنی سے بنائی ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وہ مسجد ہو اُس مین وراثت اور بیع جائز نہین

لیکن صاحبین کے نزدیک جنکا مذہب قوی ہی مسجد کا حکم نہ رکھے گی کیونکہ مال حرام سے وقف جائز نہیں ہی درمختار مین ہی هو حبس العين على ملك الواقف والتصدق بالمنفعة وعندهما هو حبسها على حكم ملك الله تعالى وصرف منفعتها على كل من احب وسببه ارادة محبوب النفس فى الدنيا ببر الاحباب وفى الآخرة بالثواب وقف کسی چیز کا واقف کی ملک مین رہنا اور اُسکی منفعت کا تصدق ہی اور صاحبین کے نزدیک وقف کسی چیز کا بحکم ملک خدا کا رہنا اور اُسکی منفعت کا ہر اُس شخص پر صرف کرنا جو چاہے اور اسکا سبب دنیا مین احباب کے درمیان اور عقبیٰ مین بذریعۂ ثواب خواہش نفس کو پانا ہی وروى مسلم عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ان الله طيب لا يقبل الا طيبا اور مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہی کہا ابو ہریرہؓ نے کہ فرمایا نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ پاک ہی پاک ہی کو قبول کرتا ہی۔ اور شیخ عبد الحق شرح مشکوٰۃ مین فرماتے ہین اس حدیث کے معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ پاک ہی اور حلال رزق کو پاک ہونے کی وجہ سے چونکہ اُسکی پاکی کے ساتھ ایک نسبت حاصل ہی لہذا یہ حلال رزق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہی اور حرام چونکہ پاکی کا ضد ہی لہذا پاک کے جانب منسوب کیے جانے کے قابل نہین اور دوسری جگہ فرماتے ہین حرام حلال سے تصدق کرنے سے کچھ حاصل نہین ہوتا اور کوئی ثواب نہین ملتا۔ وروى مالكؒ فى الموطا عن سعيد بن يسار ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال من تصدق بصدقة من كسب طيب ولا يقبل الله الا طيبا كان انما يضعها فى كف الرحمن امام مالکؒ نے موطا مین سعید بن یسار سے روایت کی ہی کہ حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی جس شخص نے اپنی حلال کمائی سے کچھ صدقہ دیا اور خدا صرف پاک ہی چیز قبول کرتا ہی تو گویا اُسنے خدا کے ہاتھ مین رکھدیا۔ اور محلّی شرح موطا مین ہی فيه نص على ان غير الحلال غير مقبول اس مین اسکا ثبوت ہی کہ حرام مال مقبول نہین مولانا رفیع الدین دہلوی اپنی بعض تحریرون مین لکھتے ہین یہ معلوم ہی کہ حنفیہ کے نزدیک زمین مغصوبہ پر نماز ادا کرنے سے نماز ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے بس فاحشہ کی بنوائی ہوئی مسجد مین نماز پڑھنے سے بھی ذمہ سے ساقط ہو جاے گی لیکن مصلے کے ثواب مین نقصان آئیگا اور زانیہ ثواب سے محروم رہے گی حدیث مین ہی لا يصل الى الله الا الطيب خدا تک اچھی ہی چیزین پہونچتی ہین۔ پس جب یہ زانیہ کی بنوائی ہوئی مسجد مسجد نہین ہوئی تو اُسکے مرنے پر دوسری متروکات کی طرح وہ مسجد بھی وراثت مین وارثون پر منتقل ہوگی اور جو خبث اُس مین پہلے تھا انتقال میراث کی وجہ سے رفع ہو جائیگا الاشباہ والنظائر مین الحرمة تتعدى فى الاموال مع العلم بها الا فى حق الوارث فان مال مورثه حلال له وان علم بحرمته منه من الخانية وقيده فى الظهيرية بان لا يعلم ارباب الاموال حرمت کا اثر بحالت علم اموال پر پڑتا ہے مگر وارث کے حق مین ہی کہ اُسکو لیے

موروث کا مال حلال ہو گو اُسے حرمت کا علم ہو یہی خانیہ میں ہو اور ظہیریہ میں یہ قید لگائی ہے کہ ارباب اموال کو علم نہو پس اب اگر وارث اُس مسجد کو جدید وقف کریں تو جائز ہوگا اور وہ مسجد کے حکم میں آجائے گی لیکن بعض فقہا کی تحریر کے موافق جو موروث کے حرام مال کو وارث کے پاس وراثۃً آجانے سے حلال نہیں جانتے ہیں قال المحقق الرد المحتار ثم رأیت لکن فی المجتبی مات وکسبہ حرام فی المیراث حلال ثم رمز وقال لا ناخذ بھذہ الروایۃ وھو حرام مطلقا علی الورثۃ لیکن مجتبی میں ہو کہ ایک شخص مرگیا اور اُس نے میراث میں حرام مال چھوڑا تو وہ وارثوں کے لیے حلال ہو پھر اُس نے کہا ہو ہم اس روایت سے اخذ نہیں کرتے یہ مال مطلقا وارثوں پر حرام ہو) اگر خود وارث وقف کرے تو وہ مسجد کے حکم میں نہو گی لہذا چاہیے کہ وارث بیچے اور مشتری اپنے حلال مال سے بعقد صحیح خرید کرکے وقف کرے تاکہ مسجد مقبول ہو جائے قنیہ میں ہے غلب علی ظنہ ان اکثر بیاعات اھل السوق لا تخلو عن الفساد فان کان الغالب ھو الحرام یتنزہ عن شرائہ ولکن مع ھذا لو اشتراہ یطیب لہ المشتری شراء فاسدا اذا کان عقد المشتری الاخیر صحیحا غالب ظن یہ ہو کہ اکثر بازاری چیزوں کی بیع اور شراء فساد سے خالی نہیں پس اگر غالب ظن حرمت کا ہو تو اسکے خریدنے سے باز رہے لیکن اگر باوجود اسکے بھی خرید لیا تو وہ چیز جو بشراء فاسد خریدی گئی ہو اسکے لیے حلال ہو جبکہ مشتری اخیر کا عقد صحیح ہو **سوال** اگر مغنیہ یا زانیہ نے قرض روپیہ لیکر مسجد بنائی پھر اپنے حرام مال سے قرض ادا کیا تو کیا حکم ہو **جواب** وہ مسجد ہو گی اور قرض بھی ادا ہو جائیگا سراجیہ میں ہے المغنیۃ اذا قضی دینہا من کسبہا اجبر الطالب علی الاخذ گانیوالی عورت اگر اپنا قرض اپنے کسب کے مال سے ادا کرے تو قرضخواہ لینے پر مجبور کیا جائیگا **سوال** غیر معتکف کو مسجد میں سونا یا مسجد میں دنیاوی باتیں کرنا جائز ہو یا نہیں **جواب** مکروہ ہے درمختار میں ہو ویکرہ فی المسجد اکل ونوم الا لمعتکف والکلام المباح قیدہ فی الظہیریۃ بان یجلس لاجلہ لکن فی النھر الاطلاق اوجہ مسجد میں معتکف کے علاوہ اور سب کے لیے کھانا سونا مکروہ ہو اور کلام کرنا مباح ہو ظہیریہ میں جواز کلام کے لیے اس بات کی قید لگائی ہو کہ وہاں صرف باتیں ہی کرنے کی غرض سے بیٹھا ہو یعنے اگر نماز کی غرض سے مسجد میں آیا ہے تو باتیں کرنا جائز ہو لیکن نہر میں ہے کہ اطلاق ہی زائد مناسب ہے **سوال** مسجد کو پھر سے بنانے کے لیے توڑنا جائز ہو یا نہیں **جواب** اگر مسجد کے منہدم ہو جانیکا خوف ہو تو اہل محلہ کو جائز ہے نہ غیر اہل محلہ کو سراج المنیر میں ہو ولا یحل ان یھدم المسجد لیبنیہ احکم الا ان یخاف ان ینھدم فیجوز لاھل ھذہ المحلۃ لا لغیرھم اذا بنوا من مال انفسھم لا من مال الوقف الا بامر القاضی کما فی ایراھیم شاہی کسی مسجد کو اس غرض سے گرانا کہ اُس سے زائد مضبوط بنائی جائے درست نہیں مگر جبکہ اُسکے گر جانے کا خوف ہو تو اہل محلہ کو حق ہو کہ خود اپنے مال سے بنوائیں اور مال وقف سے بلا اجازت قاضی

نہ بنائین اور غیر اہل محلہ کو حق نہین ایسا ہی ابراہیم شاہی مین ہی **سوال** اگر اہل محلہ پر مسجد تنگ ہو اور اہل محلہ مین اُسکے بڑھانے کی بھی وسعت نہین ہو اور کوئی شخص جو اس محلہ کا ہمسایہ ہی چاہتا ہی کہ مسجد کو اپنے مکان مین داخل کرکے اُسکے بدلے مین ایک بہتر مکان دیدے تو اہل محلہ کو یہ معاوضہ لینا درست ہی یا نہین **جواب** نہین عالمگیریہ مین ہی لو ان مسجدا ضاق باهله ولا يسعهم ان يزيدوا فيه فسألهم بعض الجيران ان يجعلوا ذلك المسجد له ليدخل في داره ويعطيهم مكانا عوضا ما هو خير لهم فيسع فيه اهل المحلة قال محمد لا يسعهم ذلك كذا في الذخيرة اگر مسجد کوئی ایسی تنگ ہو جسمین لوگ اُس مین نہ سما سکتے ہون اور اُنکو وسیع کرنے کی قدرت نہو اور اُنکے پڑوسی نے کہا کہ یہ مسجد مجھے دیدو تا کہ مین اسے اپنے مکان مین داخل کرلون اور تمھین اسکے عوض مین اس سے بڑا مکان دیدون اور وہ مکان مسجد سے اچھا ہو اور تمام اہل محلہ اُس مین سما سکتے ہون پس امام محمد نے کہا ہی کہ اہل محلہ کو اسکا اختیار نہین ہی الہادی وغیرہ مین ہی **سوال** اگر راستہ چوڑا ہے اور اہل محلہ نے اُس راستہ کی تھوڑی زمین کو شامل مسجد بنا لیا جس سے مخلوق کو راستہ چلنے مین کچھ دشواری پیدا نہین ہوئی تو درست ہی یا نہین **جواب** درست ہو جاویگا فتاوی ابی اللیث الطريق اذا كان واسعا فبنى اهل المحلة مسجدا ولا يضر ذلك بالطريق فلا بأس به فتاوی ابی اللیث مین ہی اگر راستہ وسیع ہو اور اہل محلہ ایک مسجد بنائین جس سے راستہ کو کچھ ضرر نہو تو کچھ حرج نہین ہے اور طحطاوی مین ہی اطلق في الطريق فعم النافذ وغيره وفي عبارة اتم ما يؤيد ذلك راستہ مطلق ہے نافذ ہو یا غیر نافذ اور فقہا کی عبارتین اسکی تائید کرتی ہین **سوال** مسجد کے آباد کرنے کی فکر کرنے والے کے لیے کیا حکم ہی **جواب** وہ شخص مومن اور عامل ہی بکمال ایمان وایقان۔ ترمذی اور ابن ماجہ ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہین کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی اذا رأيتم الرجل يتعاهد المسجد فاشهدوا له بالايمان فان الله يقول انما يعمر مساجد الله من امن بالله واليوم الاخر جب تم کسی کو مسجد کی خبرگیری کرتے ہوئے پاؤ تو اُسکے ایمان کی شہادت دو کیونکہ خدا نے کہا ہی اللہ کی مسجد کی درستی وہی لوگ کرتے ہین جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہین اور مسجد کی خبرگیری مین حضرت محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ مین ان چیزون کو بیان کیا ہے (۱) حفاظت کرنا (۲) مرمت کرنا (۳) جھاڑو دینا (۴) نماز پڑھنا (۵) عبادت کرنا (۶) ذکر کرنا (۷) علوم دینی کا درس دینا وغیرہ **سوال** بے مرمتی کی وجہ سے اگر کوئی مسجد خراب ہوکر نماز کے قابل نہ رہی ہو یا جس محلہ مین مسجد تھی وہ ویران ہوگیا ہو اور مسجد سے استغنا حاصل ہوگیا ہو پس وہ مسجد ملک ہوجائے گی یا نہین۔ **جواب** شیخین کے نزدیک قیامت تک مسجد کا حکم رکھے گی اور امام محمد رح کے نزدیک بانی یا اُسکے وارثون کی ملک

ہوجاوے گی اور امام ابو یوسف سے ایک روایت مین منقول ہی کہ قاضی کی اجازت سے دوسری مسجد کی جانب اُسکو نقل کر دینا چاہیے۔ درمختار مین ہی۔ ولو خرب ماحوله واستغنی عنه یبقی مسجدا عند الامام والثانی ابدا الی قیام الساعة وبه یفتی حاوی القدسی وعاد الی الملک ای ملک البانی او ورثته عند محمد وعن الثانی ینقل الی مسجد آخر باذن القاضی اور اگر مسجد کے اطراف ویران ہوگئے اور اُسکی کچھ ضرورت نرہی تو امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے نزدیک ہمیشہ تا قیام قیامت وہ مسجد ہی رہے گی اور اسی پر فتوی ہی حاوی قدسی اور پھر ملک ہوجائے گی یعنی بانی یا اُسکے ورثہ کی امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت مین باجازت قاضی مسجد کو دوسری مسجد مین منتقل کرنا جائز ہے **سوال** اللہ تعالی فرماتا ہے انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ ولم یخش الا اللہ خدا کی مسجدون کو وہی آباد کرتا ہے جو خدا پر اور قیامت پر ایمان لایا ہو اور نماز پڑھتا اور زکوۃ دیتا ہو اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتا ہو اور اس دنیا مین ایسے شخص کا موجود ہونا محال ہی جو سباع اور سمیات سے عادۃً نہ ڈرتا ہو **جواب** لم یخش الا اللہ کی مراد یہ ہی کہ امور دین مین غیر خدا سے نہ ڈرتا ہو اور بعض کے نزدیک مراد یہ ہی کہ اوامر الہی کو خیر اللہ کے خوف سے ترک نہ کرتا ہو بہرحال سباع وسمیات سے عادۃً ڈرنا کچھ ضرر نہین رکھتا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

کتاب الصلوۃ

سوال اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر نماز برائیون سے روکتی ہی باوجود اسکی ہزارون مسلمان جو پنجگانہ نماز پڑھتے ہین فحشاء اور فسق وفجور مین مبتلا رہتے ہین پس اس آیت کے معنے کیا ہوے **جواب** اس آیت مین صلوۃ سے قرآن مراد ہی اور ابن عون نے فرمایا ہی کہ اس آیت کی مراد یہ ہی کہ نماز مصلی کو فحشاء یعنے اعمال قبیحہ اور منکر یعنے اعمال غیر معروفہ فی الشرع سے جب تک کہ وہ نماز مین ہے روکتی ہی اور بعض نے کہا ہے جو نماز ظاہر اور باطن کی موافقت اور خشوع وخضوع اور اطمینان قلب کے ساتھ ادا کی جاتی ہے وہ فحشاء اور منکر سے روکنے والی ہوتی ہی نہ ہر نماز **سوال** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام اذان یا غیر اذان مین سنکر انگوٹھے چومنا کیسا ہی **جواب** بعض فقہا کے نزدیک مستحب ہی جامع الرموز مین ہی اعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشہادۃ صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم قال

اللھم متعنی بالسمع والبصر بعدہ وضع ظفر الیدین علی العینین فانہ صلے اللہ علیہ وسلم یکون قائدا لہ الی الجنۃ کذا فی کنز العباد جاننا چاہیے کہ اذان میں پہلی شہادت کو سنکر صلے اللہ علیک یارسول اللہ اور دوسری کو سنکر قرۃ عینی بک یارسول اللہ اور پھر اللھم متعنی بالسمع والبصر کہنا تب ہر اس کے بعد دونوں ہاتھوں کے دونوں ناخنوں کو آنکھوں پر رکھے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کو جنت میں لیجائیں گے ایسا ہی کنز العباد میں ہے سوال ظہر یا عشا میں کی ابتدا کس وقت سے ہے اور کس وقت سے کراہت کی ابتدا ہے جواب نصف النہار سے آفتاب کا زوال ظہر کی ابتدا ہے اور ہر شئے کا سایہ دو مثل ہونے تک سوائے سایہ اصلی کے اسکی انتہا ہے یہ امام اعظم کا مذہب ہے اور صاحبین اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل اور زفر اور امام اعظم سے بھی ایک روایت میں ظہر کی انتہا ہر شئے کے سایہ کا سایہ اصلی کے سوا ایک مثل تک پہونچنا ہے صاحب بدایع نے امام ابو حنیفہ کے مذہب کو صحیح لکھا ہے اور صاحب غیاثیہ نے مختار کہا ہے اور برہان میں صاحبین کے مذہب کو اظہر لکھا ہے اور امام طحاوی نے اسکو ماخوذ بہ کہا ہے در مختار میں ہے ووقت الظہر من زوالہ ای میل ذکاء عن کبد السماء الی بلوغ الظل مثلیہ وعنہ مثلہ وھو قولھما وزفر والایمۃ الثلثۃ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ وفی غرر الاذکار وھو الماخوذ بہ وفی البرہان وھو الاظہر لبیان جبرئیل وھو نص فی الباب وفی الفیض وعلیہ عمل الناس الیوم وبہ یفتی سوی فئ یکون للاشیاء قبیل الزوال ظہر کا وقت زوال یعنے آفتاب کے وسط آسمان سے ہٹ جانے کے بعد سے سائے کے دگنے ہونے تک ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اسی کے مثل مروی ہے اور یہی صاحبین اور زفر اور ایمہ ثلثہ کا قول ہے اور اسی پر فتوی ہے اور غرر الاذکار میں ہے اور یہی مفتی بہ ہے اور برہان میں ہے کہ یہی اظہر ہے حضرت جبریل علیہ السلام کے بیان سے اور اس باب میں یہی دلیل ہے اور فیض میں ہے کہ لوگوں کا عملدرآمد آجکل اسی پر ہے اور اسی پر فتوی ہے یعنی ظہر کا وقت سایہ کے دوسنے ہونے تک ہے اس سایہ کے علاوہ جو قبل زوال ہوا کرتا ہے۔ اور عصر کے وقت کی ابتدا ظہر کے وقت کی انتہا سے قولین مذکورین کے اختلاف کے موافق ہوتی ہے اور عصر کے وقت کی انتہا غروب آفتاب ہے اور جب آفتاب متغیر ہو جائے اور اسپر نگاہ ٹھہرنے لگے تو عصر کی نماز مکروہ ہے خلاصہ میں ہے اول وقت العصر حین یخرج وقت الظہر وآخر وقتھا حین تغرب الشمس ویکرہ التاخیر الی تغیر الشمس واختلفوا فی التغیر قال بعضھم التغیر فی ضوء الشمس الذی یکون علی راس الحیطان وقال بعضھم ھو التغیر فی قرصھا وانما یعرف التغیر بان ینظر الناظر الی قرصھا ان امکنہ ان ینظر الی القرص ولم تحز عیناہ علمان الشمس قد تغیرت وان لم یمکنہ علمان الشمس لم تتغیر انتھے وفی البحر الرائق والخلاف فی آخر وقت الظہر جاء فی اول وقت العصر خلاصہ میں ہے کہ عصر کے وقت کی ابتدا ظہر کے وقت کی انتہا سے ہے اور

عصر کے وقت کی انتہا غروب آفتاب ہی اور اتنی تاخیر کرنا کہ آفتاب متغیر ہو جائے مکروہ ہی تغیر کے معنی مین اختلاف ہو گیا ہی بعضون کے نزدیک دھوپ مین تغیر مراد ہی اور بعضون کے نزدیک قرص آفتاب مین تغیر مراد ہی اور یہ اس طرح پر معلوم ہوگا کہ دیکھنے والا قرص آفتاب کو دیکھے اگر وہ اُسے دیکھ سکے اور اُسکی آنکھ نہ جھپکے تو جان لے کہ آفتاب متغیر ہو گیا ہے اور اگر یہ ناممکن ہو تو جان لے کہ ابھی متغیر نہین ہوا اور بحر الرائق مین ہے اول وقت عصر مین آخر وقت ظہر والا اختلاف پایا جائیگا۔ اور مضمرات شرح قدوری مین ہے وروی اسد عن ابی حنیفۃ انہ قال اذا صار ظل کل شئی مثلہ فقد خرج وقت الظہر ولا یدخل وقت العصر حتی یصیر الظل مثلیہ وبینہما وقت مھمل لیس بوقت الفرض کالوقت الذی بین طلوع الشمس وبین الزوال انتہی وفی البحر الرائق وذکر شیخ الاسلام ان الاحتیاط ان لا یوخر الظہر الی المثل وان لا یصلی العصر حتی یبلغ المثلین لیکون مودیا للصلوتین فی وقتیہما بالاجماع کذا فی السراج اسے مجھے اسد نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ جب ہر شئے کا سایہ اُسکے مثل ہو جائے تو ظہر کا وقت جاتا رہا اور عصر کا وقت نہ آئیگا یہان تک کہ سایہ دونا ہو جائے اور ان کے درمیان کا وقت خالی ہی کسی فرض کا وقت نہین جیساکہ وہ وقت جو طلوع و زوال آفتاب کے درمیان ہی اور بحر الرائق مین ہی او شیخ الاسلام نے کہا ہی کہ احتیاط یہ ہی کہ ظہر مین اتنی تاخیر نہ کی جائے کہ سایہ مثل شئے کے ہو جائے اور نہ عصر کی نماز سائے کے دونے ہونے تک پڑھے تاکہ دونون نمازین بالاجماع اپنے اوقات پر ادا ہون۔ کتب احادیث کے تتبع سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا اول ہی مین ادا کرنا احادیث قولیہ سے پایا جاتا ہے ترمذی نے ام فروہ سے روایت کی ہے قالت سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل قال الصلوۃ لاول وقتہا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تمام اعمال مین کون عمل اچھا ہی آپنے فرمایا نماز کا اول وقت مین ادا کرنا اور اس حدیث کے راویون مین عبد اللہ بن عمر عمری ہین جو بڑے عابد تھے اگرچہ یحیی بن سعید نے اُنکے حفظ اور ضبط مین کلام کیا ہی اور ترمذی نے اُنکے باب مین لکھا ہے ولیس ہو بالقوی عند اہل الحدیث اور یہ اہل حدیث کے نزدیک قوی نہین ہین مگر راوی مذکور متروک الحدیث نہین ہین کیونکہ بخاری کے علاوہ اور کتب صحاح مین ان سے روایتین موجود ہین اور اس حدیث کو احمد اور ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہی اور ابن مالک نے لکھا ہے یہ حدیث صحیح ہی جیساکہ مرقاۃ مین ہے دوسری حدیث ترمذی کی جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ اُنھون نے کہا حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی الوقت الاول من الاوقات المستحبۃ من الصلوۃ رضوان اللہ والوقت الآخر عفو اللہ نماز کا اول وقت اوقات مستحبہ مین سے اللہ تعالی کی خوشنودی اور آخر وقت اُسکی معافی ہی اس حدیث کے راویون مین سے یعقوب بن ولید مدنی ہین جنکی تکذیب امام احمد بن حنبل اور

دوسرے حفاظ نے کی ہو ایسا ہی تقریب التہذیب اور نقایہ مین ہے مگر یہ حدیث حسن لغیرہ کے درجہ کی ہے قال ابن حجر وهو ضعيف من سائر طرقه فليحمل تحسين من حسنه على انه حسن لغيره كذا فى المرقاة ابن حجر نے کہا ہے یہ حدیث اپنے تمام طرق سے ضعیف ہو پس جس نے حسن کہا ہو اسکے اس کہنے کو حسن لغیرہ پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ مرقاة مین ہو تیسری ترمذی کی حدیث مین جو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہین ان النبي صلى الله عليه وسلم قال له يا علي ثلث لا تؤخرها الصلوة اذا اتت والجنازة اذا حضرت والايم اذا وجدت لها كفوا حضرت سرور کائنات علیہ السلام والتحیات نے فرمایا کہ اے علی تین چیزون مین دیر نہ کرنا (۱) جب نماز کا وقت آجائے نماز ادا کرنے مین دیر نہ کرنا (۲) جب جنازہ آئے تو اسکی نماز پڑھنے مین دیر نہ کرنا (۳) جب عورت کا کفو ملجائے تو اسکی نکاح مین دیر نکرنا۔ اور ملا علی قاری نے مرقاة مین لکھا ہے رواه الترمذي بسند رجاله ثقات قال ميرك ترمذی نے اسکی روایت ایسی سند سے کی ہو جسکے سب رجال ثقہ ہین یہ میرک نے کہا ہو اور محدثین احناف نے ان احادیث کی تاویل کرکے انصاف کی برباد دی ہو جسکی صراحت احادیث کے کتب مین موجود ہے اور حسن بن زیاد کے نزدیک آفتاب کے زرد ہونے سے عصر کا وقت جاتا رہتا ہے بحر الرائق مین ہے وفي آخره خلاف ايضا فان الحسن بن زياد يقول اذا اصفرت الشمس فقد ادرك العصر اور عصر کے آخر وقت مین بھی اختلاف ہو کیونکہ حسن بن زیاد کہتے ہین کہ جب آفتاب زرد ہوجاتا ہے تو عصر کا وقت جاتا رہتا ہے اور ہماری دلیل صحیحین کی روایت ہو کہ جس نے آفتاب غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی اُس نے عصر کی پوری نماز پالی اور مضمرات شرح قدوری مین ہے وللشافعي فيه قولان في قول اذا صار ظل كل شئ مثليه يخرج وقت العصر ولا يدخل وقت المغرب حتى تغرب الشمس فيكون بينهما وقت مهمل عنده على هذا القول وفي قول اذا صار ظل كل شئ مثليه يخرج الوقت المستحب ويبقى اصل الوقت الى غروب الشمس اور اس مین امام شافعی رحمہ اللہ کے دو قول ہین ایک یہ کہ جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو جائے تو عصر کا وقت جاتا رہتا ہو اور مغرب کا وقت غروب آفتاب تک نہین آتا تو بیچ مین خالی وقت نکلے گا اور دوسرے قول مین ہے جب ہر شے کا سایہ دو مثل ہو جائے تو مستحب وقت جاتا رہتا ہے اور اصل وقت غروب آفتاب تک باقی رہتا ہو **سوال** اگر کسی عضو پر دوا جس مین کوئی جزو شراب کا بھی ہو لگائے اور اُسکا دھونا اُس عضو کو سخت نقصان رسان ہو تو ایسی حالت مین بغیر اُسکے دھوئے ہوئے نماز پڑھے یا نہین **جواب** اگر دھونے سے عضو مذکور کے ضرر کا قطعی یقین ہو تو عذر کی وجہ سے بے دھوے نماز ہو جائے گی اشباہ والنظائر مین ہے وقد تراعى المصلحة بغلبتها على المفسدة فمن ذلك الصلوة مع اختلال شرط من شروطها من الطهارة والستر

اذ الاستقبال فان فی کل ذلک مفسدۃ لما فیہ من الاخلال بجلال اللہ تعالیٰ فی ان لا یناجی الا علی اکمل الاحوال ومتی تعذر علیہ شئی من ذلک جازت الصلوۃ بدونہ تقدیما لمصلحۃ الصلوۃ علے ہذہ المفسدۃ اور کبھی مصلحت کا لحاظ کیا جاتا ہی بسبب خرابی پر غالب ہونے کے اسی وجہ سے نماز کی کسی شرط مین (طہارت. ستر قبلہ رو ہونا وغیرہ اگر خلل آ جاے (تو گو کہ اس مین جلال الٰہی مین خلل اندازی کی وجہ سے خرابی ہی کیونکہ درگاہ الٰہی مین مناجات اکمل حالات پر ہونا چاہیے) اور عذر موجود ہو تو ان کے بغیر نماز جائز ہو گی کیونکہ مصلحت اس خرابی پر مقدم ہی **سوال** نماز اور سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو اور سجدۂ شکر بے طہارت ادا کرنا کیسا ہے **جواب** ناجائز ہی بلکہ بعض کے نزدیک بے طہارت نماز پڑھنا کفر ہے عالمگیریہ مین ہی من صلے بغیر طہارۃ فقد کفر جس نے بے طہارت نماز پڑھی وہ کافر ہو گیا. اور صاحب کشف سجدۂ تلاوت کے بیان مین لکھتے ہین وہو سجدۃ بین تکبیرتین بشرط الصلوۃ من الطہارۃ وغیرہا سجدۂ تلاوت دو تکبیرون کے درمیان کا سجدہ ہی جس مین نماز کی تمام شرطون یعنے طہارت وغیرہ کو پایا جانا چاہیے. ورتاتارخانیہ مین ہے قال الاکثرون انہا لیست بقربۃ عندہ بل ہو مکروہ لا یثاب علیہ وترکہ اولی وقال ہو قربۃ یثاب علیہ وثمرۃ الخلاف تظہر فی انتقاض الطہارۃ اذا نام فی سجود الشکر اکثر لوگون نے کہا ہی کہ یہ کچھ تقرب الٰہی نہین ہے بلکہ یہ مکروہ اور اس کا ترک کرنا اولی ہی اور بعض کے نزدیک اس مین تقرب الٰہی ہی اور اسپر ثواب ملیگا اور ثمرۂ اختلاف سجدۂ شکر مین سو جانے کی صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ آیا طہارت جاتی رہی یا نہین **سوال** نماز مین رکعتون کے عدد کی نیت کرنا شرط ہی یا نہین **جواب** نہین عالمگیریہ مین ہی ولا یشترط نیۃ عدد الرکعات ہکذا فی شرح الوقایۃ عدد رکعات کی نیت شرط نہین ہی ایسا ہی شرح وقایہ مین ہے **سوال** فجر اور مغرب اور عشا مین عورتون پر بھی جہر واجب ہی یا نہین **جواب** نہین رسائل الارکان مین ہے ثم الجہر فی الصلوۃ الجہریۃ للرجال والاخفاء فی صلوۃ المخافتۃ واجب واما المرأۃ فیجب علیہا الاخفاء فی الصلوات کلہا لان صوتہا عورۃ پھر صلوۃ جہریہ مین جہر مردون پر اور صلوۃ مخافتہ مین اخفا واجب ہی اور عورتون پر تمام نمازون مین اخفا واجب ہی کیونکہ انکی آواز بھی ستر ہی **سوال** نماز مین مردون کو زیر ناف اور عورتون کو زیر سینہ ہاتھ باندھنا کس حدیث سے ثابت ہے. **جواب** عورتون کے زیر سینہ ہاتھ باندھنے کی حدیث میری نظر سے نہین گذری فقہانے بلحاظ ستر اسے تجویز کر لیا ہی شرح منیہ مین ہی واما المرأۃ فانہا تضعہا تحت ثدییہا بالاتفاق لانہ استر لہا عورت کو اپنے دونون ہاتھ پستانون کے نیچے رکھنا چاہیین بالاتفاق کیونکہ یہ صورت اُسکے لیے زیادہ ساتر ہی لیکن یہ جو فقہ مین لکھا ہی کہ مرد زیر ناف ہاتھ باندھین وہ اس حدیث سے ثابت ہی جسکو ابو داؤد نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے

روایت کیا ہے السنۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ ہاتھوں کا ہاتھوں پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے اور رزین نے اس حدیث کو یوں روایت کیا ہے السنۃ وضع الکف علی الکف ویضعہا تحت السرۃ ہاتھ کا ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے لیکن امام نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے شرح منیہ میں ہے قال النووی اتفقوا علی تضعیفہ لانہ من روایۃ عبد الرحمن بن اسحق الواسطی وھو مجمع علی ضعفہ نووی نے کہا ہے اسکا ضعف متفق علیہ ہے کیونکہ اس میں عبد الرحمن بن عوف واسطی کی روایت ہے اور اُنکے ضعف پر اجماع ہے اور رسائل الارکان میں مولانا بحر العلوم ابن ہمام سے نقل کرتے ہیں لم یثبت حدیث صحیح یوجب العمل فی کون الوضع تحت الصدر وفی کونہ تحت السرۃ فیحال علی حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود ھو کونہ تحت السرۃ کوئی حدیث صحیح واجب العمل اس معاملہ میں محقق نہیں ہے کہ ہاتھ سینے کے نیچے باندھنا چاہیے یا ناف کے نیچے پس یہ قصد تعظیم کی حالت پر محول کیا جائے اور عمل درآمد ناف ہی کے نیچے ہاتھ باندھنے پر ہے **سوال** تشہد میں رفع سبابہ سنت ہے یا کیا **جواب** بعض نے اسکو مکروہ لکھا ہے جیسے صاحب منیۃ المفتی اور بعض نے حرام جسکی تصریح خلاصۂ کیدانی میں موجود ہے اور بعض نے مستحب مانا ہے جیسے رمز الحقائق میں تحفہ سے منقول ہے اور بعض نے کہا ہے کہ عدم اشارہ مختار ہے جیسا کہ عالمگیریہ میں خلاصہ سے نقل کیا ہے اور ان میں کوئی ایک بھی تحقیق کی راہ پر نہیں گیا ہے صحیح یہ ہے کہ سنت ہے اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں لکھا ہے کہ یہی قول میرا اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے اور صحابہ اور علماء سلف اور ائمہ اربعہ سے کوئی خلاف اس باب میں نہیں پایا گیا ہے اور جو شخص سنت کو حرام یا مکروہ کہتا ہے گنہگار ہے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ایک مستقل رسالہ لکھکر صاحب خلاصۂ کیدانی کا بہت پیچھا لیا ہے اللہ اُنکو اسکی اچھی جزا دے ملا علی قاری کہتے ہیں لم یعلم من الصحابۃ ولا من علماء السلف خلاف فی ھذہ المسألۃ ولا فی جواز ھذہ الاشارۃ بل قال بہ امامنا الاعظم وصاحباہ وکذا الامام مالک والشافعی واحمد وسائر علماء الامصار والاعصار اجمعین علی ما ورد بہ صحاح الاخبار والآثار وقد نص علیہ مشائخنا المتقدمون والمتاخرون فلا اعتداد لما علیہ المخالفون ولا عبرۃ لما ترک ھذہ السنۃ الاکثرون من سکان ما وراء النہر واھل خراسان والعراق والروم وبلاد الھند انتھی وفی البحر الرائق ورجح فی فتح القدیر القول بالاشارۃ وانہ مروی عن ابی حنیفۃ کما قال محمد فالقول بعدمہا مخالف للروایۃ والدرایۃ ورواہا فی صحیح مسلم من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی المجتبیٰ لما اتفقت الروایات وعلم من اصحابنا جمیعا کونہا سنۃ وکذا عن الکوفیین والمدنیین وکثرت الاخبار والآثار کان العمل بہا اولیٰ صحابہ اور علماء سلف میں اس مسئلہ اور اس اشارہ کے

جواز مین کوئی اختلاف نہین ہی اور امام ابو حنیفہ اور صاحبین اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ اور تمام علماے زمانہ بھی اسی کے قائل ہین کیونکہ صحیح احادیث اور آثار اسکے موید ہین اور اسپر ہمارے متقدمین اور متاخرین مشائخ دلیل لائے ہین تو اب مخالفین کی مخالفت کسی شمار مین نہین اور اکثر علماے ماوراء النہر اور خراسان اور عراق اور روم اور ہند کی مخالفت قابل اعتبار نہین انتہی اور بحر الرائق مین ہی اور فتح القدیر مین اشارے کے قول کو ترجیح دی گئی ہے اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہی جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہی پس اسکی ممانعت روایت اور درایت کی مخالفت ہے اور صحیح مسلم مین اسکو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل بیان کیا ہی اور مجتبی مین ہے جبکہ روایات اور ہمارے اصحاب کا عمل اسپر متفق ہی اور اسی طرح کوفیین اور مدینین اور اخبار اور آثار اسکے موافق بکثرت ہین تو اسپر عمل اولی ہی **سوال** سبابہ سے کس وقت اشارہ کرنا چاہیئے **جواب** لا الہ کہتے وقت اٹھائے اور الا اللہ کہتے وقت رکھدے ملا علی قاری فرماتے ہین قالوا یرفع المسبحۃ عند قولہ لا الہ ویضعہا عند قولہ الا اللہ لمناسبۃ الرفع للنفی وملایمۃ الوضع للاثبات حتی یطابق القول للفعل فی التوحید والتفرید کلمہ کی انگلی لا الہ کہنے کے وقت اٹھائے اور الا اللہ کہتے وقت رکھدے کیونکہ رفع کو نفی اور وضع کو اثبات سے مناسبت ہی تاکہ توحید کی متعلق قول اور فعل مطابق رہین **سوال** رفع سبابہ مین سبابہ کو حرکت دینا چاہیے یا نہین **جواب** ابو داؤد مین حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سبابہ کو حرکت نہین دیتے تھے اور جو بعض روایت مین حرکت دینا وارد ہوا ہی تو اس حرکت سے انگلی کو اپنی جگہ سے اٹھانا مراد ہی **سوال** انگلی اٹھاتے وقت نظر انگلی پر رکھی یا اور کہین **جواب** حضرت سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا انگلی اٹھاتے وقت نظر انگلی ہی پر رکھتے تھے اور کسی دوسری طرف نہین دیکھتے تھی ابو داؤد مین حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یشیر باصبعہ اذا دعا ولا یحرکہا ولا یجاوز بصرہ اشارتہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اشارہ کرتے جب پکارتے اور انگلی کو حرکت نہ دیتے اور آپ کی آنکھ اشارہ سے متجاوز نہوتی **سوال** اشارہ سبابہ کا طریقہ کیا ہی **جواب** کئی طریقے ہین (۱) چھنگلیا اور اسکے پاس والی انگلی کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کی نوک کو اسطرح رکھے کہ حلقہ بنجائے اور کلمہ کی انگلی کو پھیلائے اور اشارہ کرے کفایہ مین فقیہ ابو جعفر سے اسی طریقہ کو نقل کیا ہی اور رسائل الارکان مین اسے مختار کہا ہے اور شمنی نے شرح نقایہ مین لکھا ہی ذکر ابو یوسف فی الامالی انہ یعقد الخنصر والاصبع التی تلیہا ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالسبابۃ انتہی وقال البرجندی فی شرح النقایۃ وقد جاء عن علمائنا فی بعض الروایات انہ یفعل کما یفعل الشافعی وھو ان یعقد الخنصر والبنصر ویحلق بین الوسطی والابہام

براسہما ویشیر بالسبابۃ عند التلفظ بالشہادتین امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے امالی مین ذکر کیا ہو کہ چھنگلیا اور اُسکے پاس والی اُنگلی کو بند کرے اور بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرے انتہی اور برجندی نے شرح نقایہ مین کہا ہے ہمارے علما سے بعض روایات مین منقول ہے کہ ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا امام شافعی کرتے تھے یعنے چھنگلیا اور اُسکے پاس والی اُنگلی کو بند کرے اور بیچ کی اُنگلی اور انگوٹھے کے سرون کو ملاکر حلقہ بنائے اور کلمہ کی انگلی سے شہادتین کے ادا کرتے وقت اشارہ کرے (۲) داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو ران پر اس طرح رکھے کہ انگلیون کی نوکین قبلہ کی طرف رہین اور اشارہ کرتے وقت فقط کلمے کی انگلی اٹھا دے قبض وبسط وحلقہ کچھ نہ کرے صاحب برہان نے اسی طریقہ کو پسند کیا ہو اور درمختار مین درر البحار اور اُسکی شرح غرر الاذکار سے نقل کیا ہے المفتی بہ عندنا انہ یشیر باسطا اصابعہ کلہا ہمارے نزدیک مفتی بہ یہ ہے کہ سب انگلیان کھلی رکھے اور اشارہ کرے (۳) چھنگلیا اور اُسکے پاس والی اور بیچ کی اُنگلی کو بند کرکے انگوٹھے کے طرف رکھے اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرے یہی امام شافعی کا مذہب ہے اور ایک روایت امام احمد حنبل سے بھی ایسی ہی منقول ہو جیسا کہ مشکوٰۃ مین ہے وفی الکفایۃ وفی قول المدنیین یجب ان یعقد الثلث والخمس ویشیر بالسبابۃ اور کفایہ مین ہے اور مدنیین کی قول پر تیسری اور پانچوین کو بند کرنا اور کلمے کی انگلی سے اشارہ کرنا ضروری ہو (۴) سب انگلیون کو بند کرے اور کلمے کی انگلی کو کھولکر اشارہ کرے امام مالک رحمہ اللہ نے اسی طریقہ کو موطا مین لکھا ہے سوال بند اور کشادہ رکھنا انگلیون کا پہلے سے چاہیے یا وقت پر جواب ملا علی قاری فرماتے ہین والصحیح المختار عند جمہور اصحابنا انہ یضع کفیہ علی فخذیہ ثم عند وصولہ الی کلمۃ التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالمسبحۃ رافعا لہا عند النفی وواضعا لہا عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانہ ثبت العقد عند الاشارۃ بلا خلاف ولم یوجد امر غیرہ فالاصل ابقاء الشئ علی ما ہو علیہ واستصحابہ الی اخرہ اور صحیح اور مختار ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک یہ ہو کہ اپنے دونون ہاتھون کو دونون رانون پر رکھے پھر جب کلمہ توحید پر پہونچے تو چھنگلیا اور اُسکے پاس والی اُنگلی کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرے اُسے اٹھاتے ہوے نفی یعنے لا الہ کے وقت اور رکھتے ہوے اثبات یعنے الا اللہ کے وقت اور یہ ہمیشہ کرے کیونکہ عقد عند الاشارہ ثابت ہو اور اس مین کوئی اختلاف نہین ہے اور اسکے خلاف کوئی قول نہین پایا گیا اور اصل یہی ہو کہ علی حالہٖ باقی رکھنا چاہیے سوال قعود مین دونون ہاتھ کہان رکھے جواب رانون پر عالمگیری مین ہو ویضع یدیہ علی فخذیہ ویبسط اصابعہ کذا فی الہدایۃ ولا یاخذ الرکبۃ فی الاصح کذا فی الخلاصۃ اور ہاتھون کو دونون رانون پر رکھے

اور انگلیون کو کھولے جیسا کہ ہدایہ مین ہے اور بر مذہب اصح گھٹنے نہ پکڑے ایسا ہی خلاصہ مین ہے **سوال** مقتدی آمین پکار کے کہے یا چپکے سے **جواب** آمین کہنا سنت ہے امام شافعی رحمہ اللہ جہر کے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اخفا کے قائل ہین **سوال** اگر مقتدی ناظرہ خوان تراویح مین قرآن شریف دیکھ کے سنے اور اسی حالت مین لقمہ دے تو نماز صحیح ہے یا نہین **جواب** امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقتدی کی نماز فاسد ہوگی اور اگر امام نے لقمہ لیا تو اسکی نماز بھی فاسد ہوگی علامہ زیلعی شرح کنز مین قراءتہ من مصحف کے تحت مین لکھتے ہین یعنے تفسد الصلوٰۃ عند ابی حنیفۃ وقالا لا تفسد بل یکرہ لما روی ان ذکوان مولی عائشۃ امہا فی رمضان وکان یقرأ من مصحف الا انہ یکرہ لصلوٰۃ لما فیہ من التشبہ باہل الکتاب ولابی حنیفۃ ان حمل المصحف ووضعہ عند الرکوع والسجود ورفعہ عند القیام و تقلیب اوراقہ والنظر الیہ وفہمہ عمل کثیر ویقطع من رآہ انہ لیس فی الصلوٰۃ ولانہ تلقن من المصحف فاشبہ التلقن من غیرہ واثر ذکوان محمول علی انہ کان یقرأ قبل شروعہ فی الصلوٰۃ یعنی نماز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فاسد ہوجاتی ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک فاسد نہین ہوتی بلکہ مکروہ ہوتی ہے کیونکہ روایت ہے کہ ذکوان مولی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رمضان مین انکی امامت کی اور وہ قرآن شریف سے دیکھ کے پڑھ رہے تھے اور یہ نماز مکروہ اسوجہ سے ہوتی ہے کہ اس مین اہل کتاب سے مشابہت ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کا اٹھانا اور رکوع وسجود کے وقت رکھنا اور پھر کھڑے ہوتے وقت اٹھانا اور اوراق کو الٹنا اور اس مین دیکھنا اور اسے سمجھنا عمل کثیر ہے اور جو شخص ایسی حالت مین دیکھیگا وہ یقین کریگا کہ یہ نماز نہین پڑھ رہا ہے اسوجہ سے کہ یہ قرآن دیکھکے پڑھ رہا ہے اور دوسرے شخص سے پڑھنے کے مشابہ ہے اور اثر ذکوان اسپر محمول ہے کہ قرات قرآن کی نماز کے قبل تھی اور بحر الرائق مین ہے وصحح المصنف الثانی وقال ہنا تفسد بکل حال تبعا للسرخسی اور مصنف نے باتباع سرخسی دوسرے مذہب کو صحیح ٹھرایا ہے اور کہا ہے کہ نماز ہر حال مین فاسد ہوجائے گی **سوال** بے نمازی اگر نمازی کے پنکھا جھلے اور وہ نمازی اس سے راضی ہو تو اسکی نماز فاسد ہوگی یا نہین **جواب** بعض فتاوی مین لکھا ہے کہ نماز فاسد ہوگی مجمع البرکات مین ہے ولو روح غیر المصلی مصلیا ورضی بتروحہ تفسد صلوتہ عند مشائخنا ہو الاحوط لانہ یصیر مُروِّحا فی الصلوٰۃ کذا فی الخزانۃ الجلالیۃ اور اگر غیر مصلی مصلی کے پنکھا جھلے اور وہ اسپر راضی ہو تو ہمارے علما کے نزدیک نماز فاسد ہے اور اس مین زائد احتیاط ہے کیونکہ اس صورت مین راضی ہونے کی وجہ سے مصلی پنکھا جھلوانے والا ہو جاتا ہے ایسا ہی خزانۂ جلالیہ مین ہے مگر یہ روایت درایت کے موافق نہین ہے اور نہ اسکی دلیل دعوے کے مطابق ہے ورنہ یہ لازم آئیگا کہ غیر مصلی کے جس فعل پر مصلی راضی ہو وہ مفسد نماز ہو حالانکہ ایسا نہین ہے **سوال** سجدہ

کرتے وقت اگر زمین پر پاؤن نہ رکھے بلکہ اونچے کر لیے تو نماز فاسد ہوگی یا نہین جواب اگر دونون پاؤن زمین سے اٹھا لیے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر ایک اٹھایا تو نماز مکروہ ہوگی عالمگیری مین ہی لو سجد ولم یضع قدامیہ علی الارض لا یجوز ولو وضع احدھما جاز مع الکراھۃ ان کان بغیر عذر کذا فی شرح منیۃ المصلی لامیر الحاج اور اگر سجدہ کیا اور دونون پاؤن زمین پر نرکھے تو نماز جائز نہین ہی اور اگر ایک پاؤن رکھا تو جائز ہی مگر مکروہ اگر بلا عذر ہو ایسا ہی امیر حاج کی شرح منیۃ المصلی مین ہی سوال اگر مقتدی نے غیر مقتدی سے لقمہ لیکر امام کو دیا اور امام لقمہ لیکر آگے بڑھ گیا تو نماز فاسد ہوگی یا نہین جواب امام اور مقتدی کی نماز فاسد ہوگی قنیہ مین ہی لو سمع الموتم ممن لیس فی الصلوۃ ففتحہ علی امامہ یجب ان تبطل صلوۃ الکل لان التلقین من الخارج اگر مقتدی نے ایک ایسے شخص سے سنا جو جماعت سے خارج ہی اور وہی سنا ہوا امام کو بتا دیا تو دونون کی نماز باطل ہوگی کیونکہ تعلیم خارج سے ہی سوال شبینہ پڑھنے کے لیے مسجد مین فرش وغیرہ کا سامان عادت سے زیادہ کرنا اور شبینہ پڑھنا اور اسقدر جلد کہ سوائے ایک آواز کے کچھ سمجھ مین نہ آئے جائز ہی یا نہین جواب شبینہ پڑھنا قرون ثلثہ اور فقہا کے زمانے مین نہ تھا فقہا نے اسیقدر لکھا ہی الختم مرۃ سنۃ والاثنان فضیلۃ والثلثۃ افضل ایک ختم کرنا سنت اور دو ختم کرنا فضیلت اور تین ختم کرنا افضل ہی۔ اور فی زماننا جو شبینہ رائج ہی سامعین پر گران ہوتا ہی کیونکہ بعض سامعین اخلاقاً اسوجہ سے چلے آتے ہین کہ جو شبینہ کا منتظم ہی اُس نے طلب کیا ہی بعض اس لیے آتے ہین کہ اُنکے دوست احباب آتے ہین اور یہ کراہت کا سبب ہی ایسا کوئی نہین جو خوشی دل سے شبینہ سنے اختیار مین ہی الافضل فی التراویح فی زماننا قدر ما لا یثقل علیھم ہمارے زمانے مین تراویح مین افضل اتنی مقدار ہی جو اُنپر گران نہو۔ اور علامہ زاہدی رسالہ فضائل رمضان مین لکھتے ہین۔ افتی ابو الفضل الکرمانی انہ اذا قرء الفاتحۃ وایۃ وآیتین لا یکرہ ومن لم یکن عالما باھل زمانہ فھو جاھل ابو الفضل کرمانی نے کہا ہی کہ جب فاتحہ اور دو یا تین آیتین پڑھ لیجائین تو کراہت نہین رہتی اور جو شخص اہل زمانہ کی حالت نہ جانے وہ جاہل ہے اور ابو داؤد مین عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے قال قال لہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اقرء القرآن فی شھر قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی عشرین قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی خمس عشرۃ قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی عشر قال انی اجد قوۃ قال اقرء فی سبع ولا تزیدن علی ذلک رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عمر سے فرمایا کہ قرآن ایک مہینہ مین پڑھو اُنھون نے کہا مین اس سے زائد قوت رکھتا ہون آپنے فرمایا بیس دن مین پڑھو اُنھون نے کہا مین اس سے زائد قوت رکھتا ہون آپنے فرمایا پندرہ دن مین پڑھو اُنھون نے کہا مین اس سے زائد قوت رکھتا ہون آپنے فرمایا دس دن مین پڑھو اُنھون نے کہا مین اس سے زائد

قوت رکھتا ہون آپنے فرمایا سات دن مین پڑھو اور اس سے کم مین نہ پڑھو اور دوسری روایت مین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا یفقہ القرآن من قرء فی اقل من ثلاث رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص قرآن کو نہین سمجھتا جو اسے تین دن سے کم مین پڑھتا ہے ان روایتون سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ منہی عنہ شرع مین جلدی پڑھنا ہے جو کراہت اور بے ادبی سے خالی نہین پس شبینہ فی نفسہ مستحسن ہے فی زماننا مقتدی کی عدم توجہی اور امام کی جلدی وغیرہ سے مکروہ ہے پس اگر ایسا امام ہے جو قرآن شریف کو ایک شب مین باحتیاط بطرز مشروع اور قرأت کا لحاظ کرکے پڑھدے اور سننے والے بھی اول سے آخر تک بطیب خاطر سنین اور دل پر بار نہ ہو تو ایسی حالت مین ختم شبینہ موجب ثواب ہے اگرچہ اسکا وجود قرون ثلثہ مین نہین ہے مگر یہ بدعات حسنہ سے ہے جیسے مدارس وغیرہ کا بنانا امام غزالی نے بہت سے زاہدون سے نقل کیا ہے کہ وہ شبینہ پڑھتے تھے **سوال** مقبرہ مین نماز پڑھنا جائز ہے یا نہین۔ **ھو المصوب** مقبرہ کے اندر نماز پڑھنا شرک خفی اور کراہت سے خالی نہین ہے حجۃ اللہ البالغہ مین ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کلھا مسجد الا المقبرۃ اقول الحکمۃ فی النہی عن المقبرۃ الاحتراز عن ان یتخذ قبور الاحبار والرھبان مساجدا بان یسجد لھا کالاوثان وھو الشرک الجلی او یتقرب الی اللہ بالصلوۃ فی تلک المقابر وھو الشرک الخفی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمام زمین مسجد ہے مگر مقبرہ مین کہتا ہون کہ اسمین مصلحت احتراز کرنا ہے احبار اور رہبان کی قبرون کو مساجد بنانے سے کہ انکے جانب سجدہ کیا جائے جیسے بت اور یہ ظاہر شرک ہے اور اس سے کہ ان مقابر مین نماز پڑھنا قرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھا جائے اور یہ شرک خفی ہے۔ حررہ محمد لمعان الحق عفی عنہ۔ **الجواب الصحیح** حررہ محمد امان الحق عفی عنہ۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین ہے۔ الکراھۃ لقول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سبع مواطن لا تجوز الصلوۃ فیھا ظھر بیت اللہ والمقبرۃ الحدیث والمراد بعدم الجواز الکراھۃ فی غیر ظھر البیت بالاجماع خلف افیہ اور کراہت حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بدولت ہے کہ سات جگہون مین نماز جائز نہین ہے بیت اللہ کی پشت کی طرف۔ مقبرہ مین الحدیث اور ظہر بیت اللہ کے علاوہ سب مین عدم جواز سے بالاجماع کراہت مراد ہے واللہ اعلم کتبہ ابو الاحیاء محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم **ھو الموفق** اشعۃ اللمعات اور مدارج النبوۃ مین محقق دہلوی تحریر فرماتے ہین کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ تم سے پہلے ایک گروہ تھا جنھون نے انبیا اور صلحا کی قبرون کو مساجد بنا لیا تھا اور دوسری روایت مین آیا ہے کہ آپنے فرمایا یہود اور نصاری پر لعنت ہو جنھون نے قبور انبیا کو مساجد بنا لیا اور دوسری روایت مین ہے کہ آپ نے دعا کی

اے اللہ میرے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا اس قوم پر اللہ کا سخت غصہ ہو جس نے قبور انبیا کو مساجد بنا لیا) بیشک مین
تم کو اس سے منع کرتا ہون اور مقابر کو مساجد بنا لینے سے مراد یہ ہو کہ قبور کی طرف سجدہ کرنا اور اُسکی دو صورتین ہین
(۱) قبور کو سجدہ کرین اور اُنھین کی عبادت مقصود ہو جیسے بت پرست کرتے ہین (۲) عبادت خدا کی مقصود ہو
مگر اعتقاد رکھتے ہین کہ نماز اور عبادت مین قبور کی طرف متوجہ ہونا قرب و رضاے الٰہی کا سبب ہو اور یہ دونون
طریقے نامشروع ہین پہلا شرک جلی اور کفر صریح ہو اور دوسرا بھی شرک خفی کو شامل ہونے کی وجہ سے حرام اور ممنوع
ہو اور نبی یا صالح کی قبر کی طرف بقصد تبرک و تعظیم نماز پڑھنا حرام ہو اسمین کسی کا علما مین سے اختلاف نہین ہے
غنیۃ المستملی مین ہے لا باس بالصلوۃ فی المقبرۃ اذا کان فیہا موضع اعد للصلوۃ ولیس فیہ قبر وھذا لان
الکراھۃ معللۃ بالتشبیہ باھل الکتاب وھو منتف ما کان علی الصفۃ المذکورۃ انتھی وقال العلامۃ الشیخ احمد
الطحطاوی فی حاشیتہ علی مراقی الفلاح قولہ فی المقبرۃ بتثلیث الباء لانہ تشبہ بالیھود والنصاری قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد سواء کانت فوقہا او خلفہ
او تحت ماھو واقف ویستثنی مقابر الانبیاء فلا تکرہ الصلوۃ فیہا مطلقا منبوشۃ کانت اولا بعد ان لا یکون
القبر فی جھۃ القبلۃ لانھم احیاء فی قبورھم الا تری ان مرقد اسمعیل فی الحجر تحت المیزاب وان بین الحجر الاسود
و زمزم قبر سبعین نبیا ثم ان ذلک المسجد افضل ما یتحری للصلوۃ بخلاف مقابر غیرھما افادہ فی شرح المشکوٰۃ و
فی زاد الفقیر وتکرہ الصلوۃ فی المقبرۃ الا ان یکون فیہا موضع اعد للصلوۃ لا نجاسۃ فیہ ولا قذر فیہ قال
الحلبی لان الکراھۃ معللۃ بالتشبہ وھو منتف حینئذ وفی القھستانی عن جنائز المضمرات لا تکرہ الصلوۃ الی جھۃ
القبر الا اذا کان بین یدیہ بحیث لو صلی صلوۃ الخاشعین وقع بصرہ علیہ انتھی وفی العالمگیریۃ ان کانت القبور
ما وراء المصلی لا یکرہ فانہ ان کان بینہ وبین القبر مقدار مالو کان فی الصلوۃ ویمر انسان لم یکرہ مقبرہ مین
نماز پڑھنے مین کچھ حرج نہین ہی جبکہ اُس مین کوئی جگہ نماز کے لیے مقرر ہو اور اُس مین کوئی قبر نہو کیونکہ کراہت کی علت
اہل کتاب کی تشبیہ ہے اور یہ حالت مذکورہ مین منتفی ہے انتہی علامہ شیخ احمد طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیے
مین لکھا ہی قولہ فی المقبرۃ اس لیے کہ اس مین یہود اور نصاری کی تشبیہ ہے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہی یہود اور نصاری پر خدا کی لعنت ہی جنھون نے اپنے نبیون کی قبرون کو مسجد بنا لیا خواہ قبر مصلے کے اوپر ہو
یا نیچے یا پیچھے اور مقابر انبیا مستثنے ہین کیونکہ ہم اُن مین نماز مکروہ نہین سمجھتے مطلقا قبر ظاہر ہو یا نہو لیکن جہت قبلہ مین نہونا
چاہیے اس لیے کہ وہ اپنی قبرون مین زندہ ہین کیا تم کو نہین معلوم کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مزار میزاب کے نیچے

پتھر مین ہی اور حجر اسود اور زمزم کے درمیان ستر نبیون کی قبرین ہین حالانکہ یہ مسجد نماز کے لیے دوسری مساجد سے
افضل ہی بخلاف دوسرون کے مقابر کے جیسا کہ شرح مشکوٰۃ مین ہی اور زاد الفقیر مین ہے نماز مکروہ ہی مگر یہ کہ ہمین
ایسی جگہ مقرر ہو جس مین نماز پڑھی جائے اور اُس مین نجاست اور گندگی نہو حلبی نے کہا ہی کیونکہ اسکی علت تشبہ ہی
اور وہ یہان منتفی ہی اور قہستانی نے جنائز المضمرات سے نقل کیا ہے کہ قبر کی جانب نماز مکروہ نہین مگر جب قبر اُسکے
سامنے ہو کہ اگر خشوع و خضوع سے نماز پڑھے تو اُسکی نظر اسپر پڑے اور عالمگیری مین ہے اگر قبرین نماز پڑھنے والے
کے پیچھے ہون تو نماز مکروہ نہین ہی کیونکہ اگر مصلی اور قبر کے درمیان مین اتنا فاصلہ ہو کہ حالت نماز مین جب کوئی شخص
اُسکے سامنے سے گذرنا چاہے تو گذر جائے تو نماز مکروہ نہو گی واللہ اعلم نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر اللہ
الاحد هو المصوب مقابر مین نماز ادا کرنے کی کئی صورتین ہین (۱) قبور کو اپنا قبلہ بنائے اور اہل قبور کیطرف
متوجہ ہو کر نماز پڑھے یہ شرک جلی ہے (۲) قبرون کو کھود کے وہان مسجد بنائے اور اُس مین نماز پڑھے یہ حرام ہی
ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ مین لکھتے ہین انما حرم اتخاذ المسجد علیہا لان فیہا استنانا لسنۃ الیہود قال ابن مالک
وقید علیہا یفید ان اتخاذ المسجد بجنبہا لا باس بہ قبرون پر مسجد بنانا حرام ہی کیونکہ یہ یہود کی سنت کی اتباع
ہی یہ ابن مالک نے کہا ہے اور اس مین ایک قید یہ بھی بڑھائی ہی کہ قبرون کے پہلو مین مسجد بنانے مین کچھ حرج نہین
ہی (۳) اگرچہ قبرون کو اپنا قبلہ نہ بنائے مگر قبرین اُسکے سامنے ہون اس صورت مین اگر بیچ مین کوئی فاصل نہو تو
نماز مکروہ ہی ورنہ مکروہ نہین اور اسیطرح اگر قبور پہلو مین یا داہنے بائین ہون۔ زیلعی نے لکھا ہی ویکرہ الصلوٰۃ
الی القبور و بین القبور انتہی قبرون کی طرف اور قبرون کے بیچ مین نماز مکروہ ہی اور خزانۃ الروایۃ مین ہے فی
مفید المستفید من الحاوی سئل ابو نصر عن ذلک فقال ان کان القبر وراء المصلی لا یکرہ فان کان بینہ
و بین القبور مقدار مالو مر انسان بین یدیہ لم یکرہ فکذا ہہنا والحد الفاصل موضع سجودہ مفید المستفید
مین حاوی سے نقل کیا ہی کہ اسکے متعلق ابو نصر سے پوچھا گیا تو اُنھون نے کہا قبر اگر مصلی کے پیچھے ہو تو نماز مکروہ نہین
ہی کیونکہ اگر مصلی اور قبور کا درمیانی فاصلہ اتنا ہو کہ حالت نماز مین گذرنے والا گذر سکے تو نماز مکروہ نہو گی اور یہی
حالت یہان بھی ہی اور حد فاصل جائے سجدہ ہی (۴) اگر قبرین مصلی کے پیچھے ہون تو نماز مکروہ نہین ہی (۵) اگر
مقبرہ مین مسجد بنائی ہو تو بھی کوئی خلل نہین ہی واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی سوال چلتی ہوئی ریل مین نماز فرض اور واجب و سنت
فجر بلا عذر جائز ہی یا نہین اور جان و مال یا سواری کا تلف ہونا اور ساتھیون سے الگ ہو جانا عذر شرعی ہی یا نہین

جواب سب نمازین چلتی ہوئی ریل مین بلا عذر جائز ہین نہر الفائق مین ہی والعجلة ان لم یکن طرفہا علی الدابة فکالسریر اور گاڑی اگر کسی جانور پر نہ رکھی ہوئی ہو تو اُسکا حکم تخت کا ہی اور مختار الفتاوی مین ہے لو سجد علی العجلة ان کانت علی البقر لا یجوز وان کانت علی الارض یجوز اگر گاڑی پر سجدہ کیا اور وہ گاے پر رکھی ہوئی تھی تو نماز نہ جائز ہوگی اور اگر زمین پر رکھی تھی تو جائز ہوگی اور فتح القدیر مین ہے وعلی العجلة علی الارض کالسریر لا ان کانت علی البقر کالبساط المشدود بین الاشجار اور اُس گاڑی پر جو زمین پر رکھی ہو ویسی ہی نماز جائز ہی جیسے تخت پر اور اگر گاے پر ہو تو نہین جیسا کہ وہ بچھونا جو درختون کے بیچ مین بندھا ہوا ہو اور عینی شرح کنز مین ہی والعجلة کالدابة ان کان طرفہا علی الدابة سواء کانت سائرة او لا وان لم یکن فکالسریر اور گاڑی کا حکم جانور کا ہے اگر وہ جانور پر رکھی ہو خواہ جانور چل رہا ہو یا نہ چل رہا ہو اور اگر جانور پر نہ رکھی ہو تو اُسکا حکم تخت کا ہی ان روایتون سے ظاہر ہوگیا کہ جو گاڑی جانور پر نہ رکھی ہو چاہی وہ خود چلی یا کوئی آدمی کسیطرح چلائی یا رسی سی کھینچی جائے اسپر نماز جائز ہے کیونکہ شق ثانی مطلق اور بجای خود مصرح ہی المطلق یجری علی اطلاقہ یعنی مطلق اپنی اطلاق پر باقی رہتا ہی اگر اسپر بھی تفصیل کی حاجت ہی تو رد المحتار کو دیکھو کہ وہ درمختار کی قول لو واقفة کی تحت مین کیا کہتی ہین کذا قیدہ فی شرح المنیة ولم ارہ لغیرہ یعنی اذا کانت العجلة علی الارض ولم یکن شیٔ منہا علی الدابة وانما لہا حبل مثلا تجرہا الدابة بہ یصح الصلوة علیہا بلا عذر لانہا حینئذ کالسریر الموضوع علی الارض ومقتضی ہذا التعلیل انہا لو کانت سائرة فی ہذہ الحالة لا تصح الصلوة علیہا بلا عذر وفیہ تامل لان جرہا بالحبل مع علی الارض لا یخرجہا عن کونہا علی الارض ویفیدہ عبارة التاتارخانیة عن المحیط وہی لو صلی علی العجلة ان کان طرفہا علی الدابة وہی تسیر تجوز فی حالة العذر ولا یجوز فی غیرہا وان لم یکن طرفہا علی الدابة جازت وہی بمنزلة الصلوة علی السریر الخ فقولہ وان لم یکن الخ یفید ما قلنا لانہ راجع الی اصل المسألة وقد قیدہا بقولہ وہی تسیر ولو کان الجواز مقیدا بعدم السیر لقیدہ بہ فتامل ایسی ہی شرح منیہ مین قید لگائی ہی لیکن یہ مین نے کسی اور کتاب مین نہین دیکھا ہی یعنے جب گاڑی زمین پر رکھی ہوئی ہو اور اُسکا کوئی حصہ کسی جانور پر نہو اور اُس مین کوئی رسی بندھی ہو جسے جانور کھینچ رہا ہو تو اُسپر بلا عذر نماز صحیح ہی اس لیے کہ ایسی حالت مین اُسکا حکم اُس تخت کا ہی جو زمین پر رکھا ہو اور مقتضای تعلیل تو یہ ہی کہ اگر زمین پر رکھی ہوئی گاڑی چل رہی ہو تو اُسپر بلا عذر نماز جائز ہو اور اس مین کلام ہی کیونکہ رسی سے کھینچنا جبکہ گاڑی زمین پر رکھی ہوئی ہو اُسے زمین پر ہونے سے خارج نہین کرسکتا اور یہی تاتارخانیہ کی محیط سے نقل کی ہوئی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر گاڑی پر نماز پڑھی اور وہ چلتے ہوے جانور پر رکھی ہوتی تھی تو حالت عذر مین نماز جائز ہوگی اور بلا عذر نہ جائز ہوگی اور اگر وہ کسی

جانور پر بیٹھی تو نماز جائز ہوگی اور بیشرط ثابت تخت پر نماز پڑھنے کے ہوگی الخ پس اُسکے قول ان لم تکن الخ سے ہمارا مقصود حاصل ہوتا ہے کیونکہ یہ اصل مسئلہ کی جانب راجع ہے اور اصل مسئلہ میں سواری کو چلتے ہوے ہونیسے مقید کیا ہے پس اگر یہان چلتی ہوئی نہ ہونیکی قید ہوتی تو قید لگا دیتا اور قسطلانی نے شرح بخاری میں حدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسبح علی الراحلۃ قبل ای وجہ توجہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم راحلہ پر نماز نفل پڑھتے جسطرف اُس کا رُخ ہوتا کے تحت میں لکھا ہو وھی سائرۃ فلو صلیت علی ھودج علیھا وھی واقفۃ صحت و کذا لو کان فی سریر یحملہ رجال ولو مشوا بہ وحالیکہ چل رہا تھا اور اگر ہودج میں نماز پڑھی جو کسی رکے ہوے جانور پر تھا تو نماز صحیح ہوگی اور اسی طرح اُس تخت پر جسے لوگ لیے جا رہے ہیں۔ نقہاءنے اعذار مذکورہ سوال کو اعذار شرعیہ میں شمار کیا ہو ظہیریہ میں ہو لا یجوز المکتوبۃ الا بعذر ومن الاعذار ان یخاف من نزول الدابۃ بنفسہ علی نفسہ او دابتہ من سبع او لص او کان فی طین لا یجد علی الارض مکانا جافا او کانت الدابۃ جموحا لو نزل لا یمکنہ الا بمعین او کان شیخا کبیرا فرض نماز سواری پر بغیر عذر کے درست نہین ہو اور اعذار مین سے یہ ہو کہ سواری پر سے اترنے مین اپنے جان یا سواری کے متعلق کسی درندہ یا چور کا خوف ہو یا ایسی جگہ پر ہو جہان کوئی حصہ زمین خشک نہ ملے یا سواری سرکش ہو کہ بغیر دوسرے کی مدد کے اُسپر سے اتر نہ سکتا ہو یا بہت بوڑھا ہو۔ اور فتاوی قاضی خان مین مذکور ہو۔ ومن الاعذار ان یخاف من نزول الدابۃ علی نفسہ او علی دابتہ من سبع او لص او کان فی طین وردغۃ لا یجد علی الارض مکانا یابسا اور اعذار مین سے یہ ہے کہ اُسے سواری سے اترنے مین اپنی جان یا سواری کا چور یا درندہ سے خوف ہو یا ایسی جگہ ہو جہان خشک زمین نہ ملے اور صاحب درمختار نے بارش اور ساتھیون کے چلے جانے کو بھی عذر مانا ہے واللہ اعلم حررہ خادم علماء الراسخین المفتقر الی رحمۃ اللہ الصمد السید امیر احمد عفی عنہ ھو الموفق۔ اس مین کوئی شک نہین کہ نماز فرض ہو یا غیر فرض ریل گاڑی مین چلتی ہوئی ہو یا رکی ہوئی جائز ہو اور اعذار مذکورہ سوال موکد جواز ہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** عشا کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہو یا نہین اور اگر مکروہ تحریمی ہو تو واجب الاعادہ ہو یا نہین اور اگر واجب الاعادہ ہو تو کس وقت اعادہ کیا جائے **جواب** عشا کی نماز آدھی رات کے بعد پڑھنا مکروہ تحریمی ہو عینی شرح ہدایہ مین ہو تاخیرہ الی النصف الاخیر مکروہ لما فیہ من تقلیل الجماعۃ وفی القنیۃ الکراھۃ للتحریم عشا کی نماز مین نصف آخر تک تاخیر مکروہ ہو کیونکہ اس سے جماعت مین کمی ہو جاتی ہے اور قنیہ مین ہے کہ کراہت تحریمی ہو اور طحطاوی مراقی الفلاح مین لکھتے ہیں والتاخیر الی ما بعد النصف مکروہ

والکراھۃ تحریمیۃ تاخیر نصف شب کے بعد تک مکروہ ہی اور کراہت تحریمی ہی اور قنیہ میں ہی تاخیر العشاء الی مازاد علے نصف اللیل والعصر الی وقت اصفرار الشمس والمغرب الی اشتباک النجوم یکرہ تحریما عشا کی تاخیر آدھی رات سے زائد تک اور عصر کی آفتاب کے زرد ہونے تک اور مغرب کی ستارون کے روشن ہونے تک مکروہ تحریمی ہی - لیکن اعادہ میں اُسکے متعلق تمام فقہانے کلیہ قاعدہ لکھا ہی کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تعاد وجوبا جو نماز بکراہت تحریمی ادا کی جائے اُسکو دہرانا واجب ہی اور خیر الدین رملی حواشی بحر الرائق مین اور ابن عابدین رد المحتار مین اسکی تصریح کرتے ہین کہ اعادہ کا وجوب بقاے وقت کے ساتھ خاص نہین ہی بل ھی واجبۃ فی الوقت وبعدہ علے الاصح بلکہ اعادہ واجب ہے وقت مین اور بعد وقت کے بھی بروایت اصح اور یہ ظاہر ہی کہ عشا کی اس نماز کا رات مین اعادہ کرنا جو نصف شب کے بعد پڑھی گئی ہی بیکار ہی کیونکہ یہ بھی اُسی پہلی نماز کیطرح مکروہ تحریمی ہو جائے گی - لہذا مصلی کو چاہیے کہ طلوع صبح صادق کے بعد اسکو دہرائے اور اگر اُس عشا کی نماز کا اعادہ نہ کیا جو آدھی رات کے بعد پڑھی تو اُتنا گناہگار ہوگا جتنا واجب کے ترک سے ہوتا **سوال** جولاہون مین جو نکاح ثانی بھی کرتے ہین اگر عالم باعمل ہو تو اُسکی امامت جائز ہے یا نہین اور نکاح ثانی کرنے والون کو رذیل کہنے اور اُن سے مراعات اسلامی ترک کرنے والے کیسے ہین - **جواب** فقہاے حنفیہ اس بات پر متفق ہین کہ امامت کے لیے عالم باعمل جو فواحش ظاہرہ سے بچتا ہو افضل ہو لیس جولاہہ کی امامت جو عالم باعمل ہے افضل اور احق ہی اور نکاح ثانی مسنون ہی اسکو بُرا جاننے والا اور نکاح ثانی کرنے والون سے مراعات اسلامی ترک کرنے والا گنہگار ہوگا بلکہ من حیث شرعی ہونے کے کسی امر شرعی کو جو شخص بُرا جانتے اُسکے کفر کا خوف ہی **سوال** بکرنے زید کو ہمیشہ اپنے ساتھ سفر مین رکھنے کے لیے نوکر رکھا پس زید ایسی سفر کی حالت مین قصر کرے یا نہین اور ایسے نوکر کا قیاس اہل اخبیہ پر ہو سکتا ہی یا نہین **جواب** صورت مذکورہ مین زید قصر کرے جبتک کہ بکر اقامت نہ کرے پھر اگر کسی جگہ بکرنے اقامت کی نیت کر لی تو زید بھی اُسکی تبعیت مین مقیم ہو جائیگا کیونکہ صورت مسئولہ مین زید اجیر ہے اور اجیر کو فقہانے توابع مین شمار کیا ہی اور زید کا قیاس مردمان صحرائی پر نہین ہو سکتا کیونکہ اخبیہ سے وہ جنپر قصر واجب نہین وہ لوگ مراد ہین جو صحرا کے سوا کوئی دوسرا وطن اصلی رکھتے ہی نہون بحر الرائق مین ہی ظاھر کلام البدائع ان اھل الاخبیۃ لا یحتاجون الی نیۃ الاقامۃ فالمفاز لھم کالامصار والاقامۃ اصل و السفر عارض وھم لا ینوون سفرا وانما ینتقلون من ماء الی ماء ومن مرعی الی مرعی ظاہر کلام بدایع یہ ہی کہ جنگلی آدمیون کو نیت اقامت کی ضرورت نہین ہی کیونکہ جنگل ہی اُنکا گھر ہی جیسے کہ شہر اور اقامت اصل ہی اور سفر عارضی

اور وہ نیت سفر نہین کرتے بلکہ ایک پانی سے دوسرے پانی اور ایک چراگاہ سے دوسرے چراگاہ تک جاتے رہتے ہین بلکہ زید کا قیاس ملاح پر کرنا چاہیے جو وطن اصلی رکھنے کے ساتھ ہمیشہ سفر مین رہتا ہی زاہدی شرح قدوری مین لکھتے ہین الملاح مسافر الا عند الحسن حسن کے سوا سبکے نزدیک ملاح مسافر ہو پس جبکہ ملاح پر قصر واجب ہی تو زید پر بھی قصر واجب ہوگا **سوال** شیعون کی مسجد مین سنیون کو نماز پڑھنا درست ہی یا نہین **جواب** درست ہے

سوال زید مغرب یا عشا کا امام ہوا اور عمرو اور خالد وغیرہ مقتدی ہوے زید نے پہلی رکعت مین سورۂ فاتحہ کے بعد الم تر کیف اور دوسری رکعت مین سورۂ فاتحہ کے بعد الم ترکیف پڑھی پس نماز ہوئی یا نہین اور یون پڑھنا جائز ہی یا نہین اور فجر کی فرض پڑھنے کے بعد ایک شخص نے فجر کی سنتین پڑھین تو اُسکی نماز فرض ادا ہوئی یا نہین۔ **جواب** صورت اول مین اگر عمداً اسطرح پڑھا ہی تو نماز مکروہ ہوگی اور اگر عمداً نہین پڑھا تو مکروہ نہوگی خلاصہ مین ہے الجمع بین سورتین بینہما سورۃ واحدۃ فی رکعتین یکرہ وان کانت السورۃ طویلۃ لا یکرہ کما اذا کانت بینہما سورتان قصیرتان وان قرأ فی رکعۃ واحدۃ سورۃ وفی اخری سورۃ اخری فوق تلک السورۃ فہو مکروہ الا اذا وقع من غیر قصد دو رکعتون مین دو ایسی سورتین پڑھنا جنکے بیچ مین کوئی ایک سورت ہو مکروہ ہی اور اگر سورت بڑی ہی تو مکروہ نہین ہی جیسا کہ درمیان مین دو چھوٹی سورتین ہون اور اگر ایک رکعت مین ایک سورت پڑھی دوسری رکعت مین اُسکی قبل کی کوئی سورت پڑھی تو نماز مکروہ ہوگی لیکن اگر قصداً ایسا نہوا ہو تو مکروہ نہوگی اور فرض فجر کے بعد سنت کا ادا کرنیسے نماز فرض مین کچھ فتور نہین آتا **سوال** فرض جمعہ کے بعد چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھنا جائز ہے یا نہین اور اسکا ثبوت صحابہ اور تابعی اور تبع تابعی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے یا نہین **جواب** سلف سے جمعہ کے بعد ادائے ظہر منقول نہین ہی مگر اکثر فقہاے متاخرین نے ادائے ظہر کو احوط لکھا ہی اس لیے کہ تعدد جمعہ مین علما کا اختلاف ہی اور مصر کی تعریف مین بھی جو وجوب جمعہ کے شرائط مین سے ہی اختلاف واقع ہی پس ادائے ظہر مین احتیاط ہے اور یہ فرضیت جمعہ کو منافی نہین ہی اگرچہ مفتی بہ یہی قول ہی کہ ایک شہر مین تعدد جمعہ جائز ہی لیکن اگر ادائے ظہر احتیاطی کے وقت ادائے جمعہ یا اُس کی فرضیت مین شک پیدا ہو تو شک دفع کرے اور ظہر احتیاطی نہ پڑھے **سوال** اگر کسی حافظ نے عشرۂ اولی رمضان مین ایک کلام مجید کسی مسجد مین ختم کر کے ایسی دوسری مسجد مین جہان پہلے عشرے مین قرآن شریف نہین ہوا دوسرا قرآن شریف شروع کیا تو سنت موکدہ ان مقتدیون کی اس امام کے پیچھے جو سنت موکدہ ادا کر کے اب نفل ادا کر رہا ہی ادا ہوگی یا نہین۔ هو الموفق ان مقتدیون کا ختم ادا ہو جائیگا واللہ اعلم بالصواب کتبہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم۔ هو المصوب فقہا اس امر مین مختلف ہین کہ ایک ختم کے بعد آیا تراویح سنت رہتی ہی یا نہین

بعض کے نزدیک سنت نہین رہتی کیونکہ تراویح کی مشروعیت ختم کلام اللہ ہی کے لیے ہے لیکن مفتی بہ در مختار و محققین کا یہ ہے کہ تراویح الگ سنت ہے اور ختم الگ کوئی ایک دوسری کا تابع نہین پس ختم کلام اللہ کے بعد بھی تراویح سنت باقی رہیگی پس سوال مذکورہ مین قول اول کے موافق مقتدیون کے ذمے سے ختم ساقط نہوگا بلکہ انکو ایسے امام کی اقتدا جائز نہین خزانۃ الروایہ مین ہے فی السغناقی امام ختم فی التراویح مرۃ ثم ثانیا بغیر ھذا القوم لا یخرج ھذا القوم الثانی عن السنیۃ لان الامام خرج من السنیۃ فصار لہ نفلا فیہ ویکون ثواب صلوۃ النفل ولا یدرکون ثواب صلوۃ التراویح وفی رسالۃ مولانا صدر الدین احسام فی مسائل التراویح فان قلت ما تقول فی امام ختم فی التراویح ثم شرع فی الختم ثانیا ھل یجوز الاقتداء لمن لم یسمع الختم ولو اقتدی بہ ھل یکون ھذا الختم محسوبا قلت کانت ھذہ المسألۃ دائرۃ فی مجلس اساتذۃ الدھلی زمانا طویلا فقال بعضھم لا یجوز لانہ بناء القوی علی الضعیف اذ ھذا التراویح للمقتدی سنۃ موکدۃ ولم یبق فی حق الامام سنۃ موکدۃ بل صار فی حقہ تطوعا والسنۃ اقوی حالا منہ وقاسوہ علی اقتداء المفترض بالمتنفل وقال بعضھم یجوز وقد وری بعض اھل العلم من کنز الفتاوی رجل ام قوما فی التراویح وختم فیھا ثم ام قوما اخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولھم ثواب الختم وھذا الکتاب غیر مشھور بین العلماء فلا وثوق بہ مع انہ لا یفھم منہ سقوط سنۃ الختم سغناقی مین ہے کہ ایک امام نے ایک قرآن شریف تراویح مین ایک قوم کے ساتھ ختم کیا اور پھر دوسرا دوسری قوم کے ساتھ تو اس دوسری قوم کے ذمے سے سنت ساقط نہوگی کیونکہ امام کا دوبارہ ختم قرآن سنت نہین ہے تو اُسکے لیے یہ نفل ہوگا پس مقتدی نفل کا ثواب پائینگے تراویح کا نہ پائینگے اور رسالہ مولانا صدر الدین حسام مین مسائل تراویح مین ہے کہ اگر کوئی سوال کرے ایک امام کے متعلق جسنے ایک قرآن شریف تراویح مین ختم کیا اور پھر دوسرا شروع کیا تو اسکی اقتدا ان لوگونکو جائز ہے جنھون نے ختم نہین سنا ہے اور اگر وہ لوگ اقتدا کرین تو یہ ختم محسوب ہوگا یا نہین تو مین کہونگا کہ یہ مسئلہ اساتذہ دہلی کی مجلس مین ایک عرصے تک زیر بحث رہا بعض نے کہا کہ اقتدا درست نہین کیونکہ اس مین قوی کی بنا ضعیف پر لازم آئیگی کیونکہ مقتدی کی تراویح سنت مؤکدہ ہے اور امام کی سنت موکدہ نہین بلکہ نفل ہے اور نفل سے سنت زائد قوی ہے اور انھون نے اس صورت کا قیاس کیا ہے اُس صورت پر جسمین فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے اور بعضون نے کہا جائز ہے اور بعضون نے کنز الفتاوی سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے تراویح مین ایک قوم کی امامت کی اور اُس مین قرآن شریف ختم کیا پھر دوسری قوم کی امامت کی تو اُس امام کو فضیلت کا ثواب ملیگا اور ان مقتدیونکو ختم کا اور یہ کتاب علما مین مشہور نہین ہے اسی لیے قابل اعتماد نہین علاوہ برین اس سے سنت ختم کا ادا ہوجانا ثابت بھی نہین ہوتا ہے۔ اور دوسرے قول کے موافق اگرچہ تراویح مقتدیون کے ذمے سے ساقط ہوجائیگی

کیونکہ سنت تراویح میں امام و مقتدی دونوں برابر ہیں مگر سقوط ختم میں مشکل ہے کیونکہ ضعف نماز امام کو اگرچہ دو ہی ایک رکن میں ہو تھا مانع اقتدا لکھتے ہیں جیسا کہ درمختار وغیرہ میں مذکور ہے اما اقتداء المسافر بالمقیم فیصح فی الوقت دینم لا بعدہ فی ما یتغیر لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق العقدۃ لو اقتدی فی الاولیین او القراءۃ لو اقتدی فی الاخریین مسافر کا مقیم کی اقتدا کرنا وقت کے اندر صحیح ہے اور وقت کے بعد نہیں کیونکہ قعدہ میں فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کا مقتدی ہو جائیگا اگر اول کی دونوں رکعتوں میں اقتدا کی ہے اور قرأت میں اگر آخر کی دونوں رکعتوں میں اقتدا کی ہے۔ اس صورت میں باوجودیکہ امام اور مقتدی دونوں نے فرض کا تحریمہ باندھا ہے اجزای نماز امام کے ایک جزو کے ضعف کی وجہ سے فساد اقتدا کا حکم دیا گیا ہے اسی لیے صورت سوال میں بھی مقتدیوں کے عدم سقوط ختم کا حکم دیا جائیگا اور سغناقی کی عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے پس جب اُس کے سقوط ختم اور عدم سقوط میں اختلاف واقع ہوا تو امام کو چاہیے کہ ختم ثانی کو سنت تراویح اپنے اوپر نذر کرکے اختیار کرے اور کہے للہ علی ان اختم القران فی صلوۃ التراویح خدا کی راہ میں لیے اوپر واجب ہے کہ میں ایک قرآن نماز تراویح میں ختم کروں۔ تاکہ امام کا ختم واجب اور مقتدیوں کی اقتدا درست ہو جاوے اور اسکی تفصیل خزانۃ الروایۃ میں مذکور ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** جس شخص نے فرض تنہا اور تراویح جماعت کے ساتھ پڑھی ہے وہ وتر جماعت کے ساتھ ادا کرے یا تنہا **جواب** قنیہ میں عین الائمہ کرابیسی اور تاتارخانیہ میں علی بن احمد سے مرقوم ہے کہ جسنے عشا جماعت کے ساتھ نہیں ادا کی ہے وہ وتر بھی جماعت کے ساتھ نہ ادا کرے اور غنیہ وغیرہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے لیکن کوئی قوی وجہ عدم جواز کی معلوم نہیں ہوتی بلکہ جواز کی وجہ پائی جاتی ہے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں ہے واذا لم یصل الفرض مع الامام فعن عین الائمۃ الکرابیسی انہ لا یتبعہ فی الوتر ولا فی التراویح وکذا اذا لم یتابعہ فی التراویح لا یتابعہ فی الوتر وعن ابی یوسف اذا صلے مع الامام شیئا من التراویح یصلے معہ الوتر وکذا اذا لم یدرک شیئا وکذا اذا صلے التراویح مع غیرہ لہ ان یصلے الوتر معہ وھو الصحیح ذکرہ ابو اللیث انتہی وفی مختصرہ واذا لم یصل الفرض مع الامام قیل لا یتبعہ فی التراویح ولا فی الوتر وکذا اذا لم یصل معہ التراویح لا یتبعہ فی الوتر والصحیح انہ یجوز ان یتبعہ فی ذلک کلہ اور جب فرض امام کے ساتھ نہیں پڑھی تو عین الائمہ کرابیسی نقل کرتے ہیں کہ تراویح اور وتر کسی میں اُسکی اقتدا نکرے اور ایسا ہی اگر تراویح اُسکے ساتھ نہ پڑھے تو وتر میں اُسکی اقتدا نکرے اور امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر اُسکے ساتھ تراویح کی چند رکعتیں پڑھلی ہیں تو وتر بھی اسکے ساتھ پڑھ سکتا ہے اور یہی حکم ہے جب امام کے ساتھ اُس نے

کچھ نہ پڑھا ہو اور یہی حکم ہی جب تراویح دوسرے کے ساتھ پڑھی ہو تو وہ وتر اس امام کے ساتھ پڑھ سکتا ہی اور یہی صحیح ہی ایسا ہی ابو اللیث نے ذکر کیا ہے اور مختصر نیۃ المصلی مین ہی کہ جب فرض امام کے ساتھ نہین پڑھے تو تراویح اور وتر مین اسکی اقتدا نہ کرے اور جب اُسکے ساتھ تراویح نہ پڑھی تو وتر مین اُسکی اتباع نہ کرے اور صحیح یہ ہے کہ ان سب صورتون مین اُسکی اتباع جائز ہی واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفرلہ اللہ العلی الرب الحکیم **سوال** (۱) اصول و فقہ کی محققین مین سے کون مواظبت صحابہ کی موکدیت کا قائل ہی اور کس کتاب مین ہی (۲) کس حدیث سے مواظبت خلفاے راشدین بیس رکعت تراویح پر ثابت ہی **جواب** (۱) جو مشہور ہی وہ السنۃ ما واظب علیہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی لیکن مدققین نے او الخلفا کا لفظ زائد کرکے اس کی صراحت کی ہی کہ جس طرح تارک سنت نبوی پر عتاب ہوگا اُسیطرح تارک سنت خلفاے راشدین پر عتاب ہوگا بدر الدین عینی بنایہ شرح ہدایہ مین لکھتے ہین سیرۃ العمرین لاشک فی ان فی فعلہا ثواب وفی ترکہا عقاب لانا امرنا بالاقتداء بہما لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اقتدوا باللذین بعدی ابی بکر وعمر فاذا کان الاقتداء بہما مامورا بہ یکون واجبا وتارک الواجب یستحق العقاب والعتاب اس مین شک نہین کہ افعال حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا کرنا ثواب سے خالی نہین بلکہ اس کے ترک مین عذاب ہی کیونکہ ہمین ان دونون حضرات کی اقتدا کا حکم دیا گیا ہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اقتدا کرو ان دو آدمیونکی جو میرے بعد ہین یعنے ابو بکرؓ اور عمرؓ پس اُنکی اقتدا مامور بہ اور واجب ہی اور واجب کا ترک کرنے والا عقاب اور عتاب کا مستحق ہی اور محقق کمال الدین بن ہمام تحریر الاصول مین لکھتے ہین قسم الحنفیۃ العزیمۃ الی فرض ما قطع بلزومہ وواجب ما ظن وسنۃ الطریقۃ الدینیۃ منہ علیہ الصلوٰۃ والسلام او الخلفاء الراشدین او بعدہما اور حنفیہ نے عزیمت کی تقسیم اُس فرض کے جانب کی ہی جسکے لزوم کا یقین ہو اور اُس واجب کے جانب جس مین شک ہو اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین وغیرہ کی دینی سنت کے جانب اور مولانا عبد العلی بحر العلوم شرح تحریر مین لکھتے ہین ینبغی ان یراد اعم من ان یکون طریقۃ دینیۃ مستمرۃ فی الدین منہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم بان باشرہ اولا بان استمر الناس علیہا باذنہ او باذن الخلفاء چاہیے کہ عام مراد لیجاے خواہ دینی طریقہ ہو جسپر حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات کے دین مین عملدرآمد رہا ہو آپنے خود اُسپر عمل فرمایا ہو یا نہین بلکہ لوگ آپ کے یا خلفا کے حکم سے اُس کی پابند رہے ہون اور علامہ عبد العزیز بخاری کشف اصول بزدوی مین لکھتے ہین اما التراویح فی رمضان فانہا سنۃ الصحابۃ فانہ لم یواظب علیہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بل واظب علیہا الصحابۃ وہذا مما یندب الی تحصیلہ ویلام علی ترکہ ولکنہ دون

ما واظب علیہ الرسول صلے اللہ علیہ وسلم فان سنۃ النبی قوی من سنۃ الصحابۃ ھذا عندنا واصحاب الشافعی یقولون السنۃ ما واظب علیہ النبی علیہ السلام فاما النفل الذی واظب علیہ الصحابۃ فلیس بسنۃ وھو علی اصلہم مستقیم فانہم لا یرون اقوال الصحابۃ حجۃ وعندنا اقوالہم حجۃ فیکون افعالہم سنۃ لانہا طریقۃ امرنا باحیائہا لقولہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ولقولہ علیہ الصلوۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین اور تراویح رمضان تو صحابہ کی سنت ہے کیونکہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثناء نے اسکی پابندی نہیں فرمائی بلکہ صحابہ نے ایسا کیا اور سنت اُن چیزوں میں سے ہے جسکے کرنے پر تعریف اور نہ کرنے پر ملامت کیجائے گی لیکن اسکا مرتبہ اس سے کم ہے جس پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو کیونکہ سنت نبوی سنت صحابہ سے زیادہ قوی ہے یہ ہمارا خیال ہے اگر شافعیہ کے نزدیک سنت وہ ہے جسکی نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے پابندی کی ہو لیکن نفل جسکی صحابہ پابندی کریں سنت نہیں ہے اور یہ راے مذہب شافعیہ پر درست ہے کیونکہ وہ اقوال صحابہ کو حجت نہیں مانتے اور ہمارے نزدیک اُنکے اقوال حجت ہیں تو اُن کے افعال بھی سنت ہونگے کیونکہ ہمیں اس طریقے کے احیا کا حکم ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھی خصلتیں ہیں اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تمکو میری اور خلفاے راشدین کی سنت کی اتباع ضروری ہے تبیین شرح حسامی میں ہے اعلم ان السنۃ فی اللغۃ ھے الطریقۃ حسنۃ کانت او سیئۃ یدل علیہ قولہ علیہ السلام من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بہا الی یوم القیامۃ ومن سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بہا الی یوم القیامۃ وفی عرف الشرع یراد بہا طریقۃ الدین اما للرسول او للصحابۃ حتی یقال سنۃ الرسول او سنۃ الخلفاء الراشدین فلا یختص مطلق السنۃ بسنۃ الرسول خلافا للشافعی وقال القاضی ابو زید یحتمل انہ لم یبلغہ استعمال السلف اطلاق السنۃ علی طریقۃ العمرین والصحابۃ لانہ کان بعد ابی حنیفۃ بقرن او بقرنین وحکمہا ان یطالب المرء باقامتہا ویعاقب علی ترکہا لانہ لا یخلو اما ان تکون طریقۃ للرسول او طریقۃ للصحابۃ وکل واحدۃ من الطریقتین امرنا باحیائہا ونہینا عن اماتتہا جاننا چاہیے کہ لغت میں سنت کے معنے طریقے کے ہیں چاہے اچھا ہو یا برا حضور سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات نے فرمایا ہے جسنے کوئی عمدہ طریقہ نکالا تو اُسے اسکا اور قیامت تک جو لوگ اُسپر عمل کریں گے انکا ثواب ملیگا اور جس نے کوئی برا طریقہ نکالا اُسپر اسکا اور قیامت تک جو لوگ اُسپر عمل کریں گے انکا گناہ ہوگا اور اصطلاح شرع میں سنت طریقۂ دین کو کہتے ہیں خواہ صحابہ کا ہو یا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا یہانتک کہا جاتا ہے کہ یہ رسول کی سنت ہے اور یہ صحابہ کی سنت ہے پس سنت رسول کیساتھ

خاص نہوگی اور اس بین امام شافعی کو اختلاف ہی اور قاضی ابو زید نے کہا ہی احتمال یہ ہے کہ امام شافعی کو سلف کے اطلاق سنت کی طریقۂ عمرین وصحابہ پر خبر نہ پہونچی ہو کیونکہ وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ایک یا دو قرن بعد تھے سنت کا حکم یہ ہی کہ اُسکے کرنیکا مطالبہ کیا جائے اور نہ کرنے پر عتاب ہو کیونکہ وہ یا تو طریقۂ رسول ہے یا طریقۂ صحابہ اور ہمین دونون کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور اہانت کی ممانعت کی گئی ہی اور علامہ فصیح الدین شرح وقایہ مین لکھتے ہین السنۃ الطریقۃ المسلوکۃ فی الدین بلا وجوب ولا افتراض وفسرها بعضهم بما واظب مع الترک احیانا وذکر فی المحیط السنۃ سنتان سنۃ النبی صلے اللہ علیہ وسلم وسنۃ اصحابہ فسنۃ الرسول هی الطریقۃ التی واظب علیها کرکعتی الفجر وسنۃ الصحابۃ الطریقۃ التی واظبوا علیها سنت وہ طریقہ ہی جسپر بلا کسی وجوب وفرضیت کے حکم کے عملدرآمد ہا ہو اور بعضون نے اسکی تعریف یہ کی ہے جسپر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو اور کبھی احیاناً ترک بھی کر دیا ہو محیط مین ہی کہ سنتین دو طرح کی ہین ایک نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت دوسری اُن کے اصحاب کی سنت آپکی سنت وہ ہی جسپر آپ نے مواظبت فرمائی ہی جیسے فجر کی دو سنتین اور صحابہ کی سنت وہ ہے جسپر انھون نے مواظبت فرمائی ہو طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھتے ہین السنۃ عند الحنفیۃ ما فعلہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم او صحبہ بعدہ قال فی السراج ما فعلہ النبی او واحد من الصحابۃ فان سنۃ اصحابہ امر علیہ السلام باتباعها بقولہ علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین وقولہ اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم حنفیہ کے نزدیک سنت وہ ہے جسے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے یا آپ کے بعد آپ کے اصحاب نے کیا ہی سراج وہاج مین ہی کہ سنت وہ ہی جسے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو یا آپ کے اصحاب مین سے کسی نے کیا ہو کیونکہ حضور روحی فداہ نے ہمین سنت اصحاب کی اتباع کا حکم دیا ہی آپ فرماتے ہین تمپر میری اور خلفاے راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہی اور حضور روحی فداہ نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستارون کے مانند ہین جسکی اقتدا کروگے ہدایت پاجاؤگے علامہ عبد العزیز بخاری صاحب کشف تحقیق منتخب حسامی مین لکھتے ہین ذکر ابو الیسر اما حکم السنۃ فهو ان کل فعل واظب علیہ رسول اللہ علیہ السلام مثل التشهد فی الصلوات والسنن الرواتب یندب الی تحصیلہ ویلام علی ترکہ مع لحوق اثم یسیر وکل فعل لم یواظب علیہ بل ترکہ فی بعض الاحوال کالطهارۃ لکل صلوۃ وتکرار الغسل فی اعضاء الوضوء والترتیب فی الوضوء فانہ یندب الی تحصیلہ ولا یلام علی ترکہ واما التراویح فی رمضان فانها سنۃ الصحابۃ اذ لم یواظب علیها رسول اللہ بل واظب علیہ الصحابۃ وهی مما یندب الی تحصیلہ ویلام علی ترکہ لکنها دون ما واظب علیہ الرسول فان سنۃ النبی اقوی من سنۃ الصحابۃ قال ابو الیسر وهذا عندنا وعند اصحاب

الشافعی یقولون السنة نفل واظب علیه الرسول فاما النفل الذی واظب علیه الصحابة فلیس بسنة
وهی علی اصلهم فانهم لا یرون اقوال الصحابة حجة فلا یرون افعالهم ایضا سنة وعندنا اقوالهم حجة فیکون
افعالهم سنة وذکر غیره انه لا خلاف فی ان السنة هی الطریقة المسلوکة فی الدین سواء کان للنبی صلی الله
علیه وسلم او لغیره من اعلام الدین ولکن الخلاف فی ان اطلاق لفظ السنة یقع علی سنة رسول الله او
یحتمل سنته وسنة غیره علی ما عرف انتھے ابوالیسر نے کہا ہے کہ سنت کا تو یہ حکم ہے کہ وہ ہر فعل جسپر نبی اکرم صلے اللہ علیہ
وسلم نے مواظبت فرمائی مثلاً نماز مین تشہد اُسکی تحصیل کی جانب توجہ دلائی جائے گی اور ترک پر ملامت کیجائے گی
اور تھوڑا گناہ بھی ہوگا اور جس فعل پر آپنے مواظبت نہین فرمائی بلکہ بعض وقات ترک کر دیا ہے جیسے ہر نماز کے لیے
طہارت اور اعضاے وضو کو مکرر دھونا اور وضو مین ترتیب پس لوگون کو اُسکے کرنے کی ترغیب دیجائے گی اور نہ
کرنے پر ملامت نہوگی لیکن رمضان کی تراویح تو صحابہ کی سنت ہے کیونکہ حضور سرور انبیا علیہ التحیة والثنا نے اسکی
پابندی نہین فرمائی بلکہ صحابہ نے پابندی فرمائی ہے اور یہ اُن چیزون مین سے ہے جنکے کرنے کی ترغیب دیجائے گی
اور ترک پر ملامت کی جائیگی لیکن اسکا مرتبہ اُس سے کم ہے جسپر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی
ہے کیونکہ سنت نبی سنت صحابہ سے زائد قوی ہے ابوالیسر نے کہا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک ہے لیکن امام شافعی کہتے ہین
کہ سنت ایک نفل ہے جسکی سرور کائنات علیہ التحیة والصلوٰة نے پابندی فرمائی لیکن نفل جسکی صحابہ نے پابندی
فرمائی وہ اُن کے قاعدے کے موافق سنت نہین ہے کیونکہ وہ اقوال صحابہ کو حجت نہین مانتے پس اُن کے فعل
بھی حجت نہین اور ہم اُنکے اقوال کو حجت مانتے ہین تو اُنکے افعال بھی سنت ہونگے اور دوسرے لوگون نے
لکھا ہے کہ اس مین کچھ اختلاف نہین کہ سنت وہ طریقہ ہے جسپر دین مین پابندی کی جائے خواہ وہ نبی اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہو یا بزرگان دین مین سے کسی اور کا لیکن اختلاف لفظ سنت کے اطلاق مین ہے کہ آیا
صرف سنت رسول اللہ ہی اس سے مراد ہوتی ہے یا سنت غیر کا بھی احتمال ہوتا ہے جیسا کہ معلوم ہوا اور علامہ ابن کمال
پاشا نے ایضاح شرح اصلاح مین لکھا ہے السنة ما واظب علیه النبی علیه الصلوٰة والسلام علی وجه العبادة مع الترك
فی الجملة هذا هو المشهور فی حده المسطور فی الکتب وفیه قصور لان ما واظب علیه الخلفاء الراشدون ایضا من
السنة الا یری الی ما قال صاحب الهدایة فی التراویح والاصح انها سنة لانه واظب علیه الخلفاء الراشدون
والدلیل علی انها سنة قوله علیه السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی انتهی سنت وہ ہے
جسکی پابندی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق عبادت کی ہو اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیا ہو یہی اسکی مشہور تعریف ہے

جو کتابوں میں تحریر ہے اور یہ ناقص ہی کیونکہ جسکی خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم نے پابندی فرمائی ہو وہ بھی سنت ہی کیا تم نے صاحب ہدایہ کا یہ قول نہیں دیکھا کہ صحیح یہ ہے کہ تراویح سنت ہی کیونکہ خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم نے اسکی پابندی فرمائی ہی اور اسپر دلیل حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا قول ہی کہ آپ نے فرمایا تمپر میری اور میری بعد خلفاے راشدین کی سنت کی پیروی ضروری ہی۔ ایسا ہی نہر الفائق وغیرہ میں ہی ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ محققین کے نزدیک سنت خلفا کا تارک بھی عتاب کا مستحق ہوتا ہی اور سنت موکدہ جسطرح مواظبت رسول کیوجہ سے ہوتی ہی اسیطرح مواظبت خلفا کی وجہ سے بھی ہوتی ہے (مسئلہ) مواظبت نبوی جو سنت اور موکدیت کا سبب ہی دو قسم پر ہی ایک یہ کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کسی فعل کے ارتکاب پر مداومت فرمائیں جیسے جماعت اور سنن رواتب وغیرہ دوسری یہ کہ حضور روحی فداہ نے کسی کام کے لیے ہمیشہ حکم فرمایا ہو اور ہمیشہ ترغیب دی ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اذان کو ہر جگہ کے علما سنت موکدہ لکھتے ہیں باوجودیکہ حضور نے خود ایکبار بھی اذان نہیں کہی اسیطرح مواظبت خلفا بھی دو قسم پر ہی ایک مواظبت فعلی دوسری مواظبت امری تشریعی اور ان چار قسموں میں سے ہر ایک کا تارک ملامت عتاب کا مستوجب ہوتا ہی چنانچہ شرح تحریر میں بحر العلوم کی تحریر سے واضح ہی اور جمہور اصولیین نے اگرچہ اسکی صراحت نہیں کی ہی مگر اکثر مقام پر ان حضرات کے کلام سے یہ تفصیل سمجھی جاتی ہے اس تمہید کے بعد جاننا چاہیے کہ خلفا سے بیس رکعت تراویح کے مواظبت پر کوئی صریح حدیث نہیں پائی گئی لیکن فقہا اور اصولیین کے ایک بڑے گروہ نے اسکی تصریح کی ہی یہانتک کہ ابن الہمام نے بھی صاحب ہدایہ کے اس قول کی شرح میں والاصح انہا سنۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین اوالاصح یہ ہی کہ یہ مواظبت خلفاے راشدین کی وجہ سنت ہے) لکھا ہی فیہ تغلیب اذلم یرو مبیکلہم بل عمر وعثمان وعلی انتھے اسمین غلبہ کی جانب اشارہ ہی کیونکہ سب نے پابندی نہیں فرمائی بلکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے پابندی فرمائی ہی اور دوسری جگہ لکھے ہیں عن ابی یوسف ان امکنہ اداؤھا فی بیتہ مع مراعات سنۃ القراءۃ یصلیھا فی بیتہ لقولہ علیہ السلام بالصلوۃ فی بیوتکم وجوابہ ان قیام رمضان مستثنی من ذلک لما تقدم من فعلہ علیہ السلام والعذر فی ترکہ وفعل الخلفاء الراشدین امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ سنت قرأت کو باقی رکھکر گھر میں پڑھ سکے تو پڑھے کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے گھروں میں نماز پڑھنے کو فرمایا ہی اور جواب یہ ہی کہ قیام رمضان اس سے مستثنے ہی جیسا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل اور بعذر ترک اور خلفاے راشدین کے فعل سے معلوم ہو لیکن بیس رکعت پر خلفا کی مواظبت تشریعی روایات عدیدہ سے ثابت ہے اور اسی قدر اسکے سنت موکدہ ہونے

کے لیے اور اُسکے تارک کے مستحق ملامت ہونے کے لیے کافی ہے فروی البیہقی فی کتاب المعرفۃ عن السائب بن زید قال کنا نقوم فی زمان عمر بعشرین رکعۃ والوتر وروی مالک عن یزید بن رومان قال کان الناس تقومون فی رمضان فی زمان عمر بثلث وعشرین رکعۃ وروی البیہقی باسناد صحیح انہم کانوا یقیمون علی عہد عمر بعشرین رکعۃ وعلی عہد عثمان و علی مثلہ وروی اصحاب السنن عن عبد الرحمن قال خرجت مع عمر فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر واللہ انی لا اراک لو جمعت ہولاء علی قاری واحد لکان امثل فجمعہم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت مع لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ قارئہم فقال عمر نعمت البدعۃ ہذہ بیہقی نے کتاب المعرفہ میں سائب بن زید سے روایت کی ہو کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعت اور وتر پڑھا کرتے تھے اور مالک نے یزید بن رومان سے روایت کی ہو کہ رمضان میں لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تیئیس رکعتیں پڑھتے تھے اور بیہقی نے سند صحیح سے روایت کی ہو کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ایسا ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور ایسا ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور صحاح سنن نے عبد الرحمن سے روایت کی ہو کہ میں رمضان کے مہینے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں گیا تو میں نے لوگوں کو دیکھا کہ متفرق ٹکڑے ہیں کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو اور کسی کے پیچھے ایک آدمی پڑھ رہا ہو اور کسی کے پیچھے ایک قبیلے کا قبیلہ پڑھ رہا ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم اگر میں ان سب کو ایک قاری کے پیچھے جمع کردوں تو زائد بہتر ہوگا پس آپنے سب کو ابی بن کعب کا مقتدی بنا دیا پھر میں دوسری رات کو آیا تو میں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک ہی قاری کی قرأت پر نماز پڑھ رہے ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بدعت بہتر ہے بدعت ہو۔ علامہ زرقانی شرح موطا میں لکھتے ہیں قال ابن عبد البر فیہ ان عمر کان لا یصلی معہم اما لشغلہ بامور الناس واما لانفرادہ بنفسہ فی الصلوۃ ابن عبد البر نے کہا ہو اس میں یہ ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے تھے یا تو اسوجہ سے کہ وہ لوگوں کے کاموں میں مصروف ہوتے تھے یا اس وجہ سے کہ وہ اکیلے پڑھ لیتے تھے۔ اور عینی شرح ہدایہ میں ہے فی المغنی عن علی انہ امر رجلا ان یصلی بہم فی رمضان بعشرین رکعۃ والوتر مغنی میں ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہو کہ انھوں نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ رمضان میں اُنکے ساتھ بیس رکعتیں اور وتر پڑھے ان روایتوں سے صاف ظاہر ہو کہ زمانہ خلفاء ثلثہ میں ان حضرات کے اذن اور ترغیب اور رضا سے بیس رکعت تراویح پر مداومت تھی پس یہاں سے دو مقدمے پیدا ہوئے عشرین رکعۃ مما واظب علیہا الخلفاء والوتر لکا ورضاء وکل ما واظب علیہ الخلفاء فہو سنۃ موکدۃ

بیس رکعتین ایسی ہین جن پر خلفا نے مواظبت کی انکو مشروع کرکے یا اُنپر رضامندی ظاہر کرکے اور جس چیز پر خلفا مواظبت کرین وہ سنت موکدہ ہی۔ اور ان دونون کی ترتیب سے یہ نتیجہ نکلا عشرون رکعة فی التراویح سنة موکدة ویقتضی تارک السنة الموکدة معاتب وملام تراویح مین بیس رکعتین سنت موکدہ اور اسکے ساتھ یہ بھی ملاو کہ سنت موکدہ کا تارک معاتب ہے اور اُسے ملامت کی جائے گی نتیجہ یہ نکلے گا تارک عشرین رکعة معاتب بیس رکعتون کا ترک کرنے والا معاتب ہی۔ **سوال** زید اور بکر جو دونون علم اور سن مین مساوی ہین ایک مسجد مین آئے ہر ایک دوسرے سے امامت کرنے کو کہتا ہی اور وہ اپنا عذر پیش کرکے امامت کرنے سے انکار کرتا تھا بالآخر زید نے بکر سے کہا کہ اچھا ہم دونون الگ الگ نماز پڑھین بکر نے اس پر راضی ہوکر نماز کی نیت باندہ لی زید نے فوراً اسکی اقتدا کر لی پس دونون کی نماز صحیح ہوئی یا نہین اور ایسی اقتدا شرعاً جائز ہی یا نہین **جواب** باوجود قابلیت کے امامت کو دوسرے پر ڈھالنا مکروہ اور قیامت کی علامتون مین سے ہی قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان من اشراط الساعة ان یتدافع اہل المسجد لایجدون اماما یصلے بھم رواہ ابوداؤد وغیرہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ علامات قیامت مین سے یہ ہی کہ امامون مین تدافع ہو اور اہل مسجد کو کوئی امام نہ ملے جسکے ساتھ وہ نماز پڑھین اسکو ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہی۔ زید اور بکر کو امامت کا ایک دوسرے پر ٹالنا جائز نہین مگر زید کی اقتدا بکر کے ساتھ صحیح ہے اور دونون کی نماز ہوگئی

سوال زید برملا بیان کرتا ہے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت مین دعاے قنوت پڑھنے سے پہلے رفع یدین کرنا و تکبیر کہنا جو مروج ہی بدعت سیئہ ہے کیونکہ حدیث سے ثابت نہین پس زید کا یہ کہنا صحیح ہو یا نہین اور درصورة عدم صحت کے صورت مذکورہ مین رفع یدین کرنا اور تکبیر کہنا سنت موکدہ ہی یا واجب یا مستحب **جواب** قنوت کے وقت تکبیر کہنا اور رفع یدین کرنا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین اور صاحب ہدایہ نے دلیل رفع یدین مین لکھا ہی لقولہ علیہ الصلوة والسلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن تکبیرة الافتتاح وتکبیر القنوت وتکبیر العیدین وذکر الاربع فی الحج کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات والتحیات نے فرمایا ہے کہ ہاتھ نہین اٹھائے جاتے مگر سات مواقع پر تکبیر افتتاح مین تکبیر قنوت مین تکبیر عیدین مین اور چار مرتبہ حج مین علامہ بدرالدین عینی شرح ہدایہ مین بعد ذکر تخریج اس حدیث کے لکھتے ہین فانظر الی روایاتھم ہل تجد فیہا ذکر رفع الیدین عند القنوت وانما یوجد ہذا عند اصحابنا فی کتبھم ومنھم المصنف انتہے کلامہ فی ملتقی صفة الصلوة تم انکی روایتون پر نظر ڈالو اور دیکھو کہ کیا کوئی حدیث قنوت کے وقت رفع یدین کے بارہ مین

آئی ہی البتہ یہ ہمارے اصحاب کے پاس انکی کتابون مین ملیگی اور انہین مین سے مصنف بھی ہین اور باب الوتر
مین لکھتے ہین قد ذکرنا فی باب الصلوۃ انہ لیس فی الحدیث ذکر القنوت فی ما رواہ البخاری والبزار
والطبرانی واما ذکر تکبیر الافتتاح وقع فی باب صفۃ الصلوۃ من المصنف وھو الغریب یعنی باب الصلوۃ
مین ذکر کیا ہے کہ حدیث مین بخاری اور بزار اور طبرانی کی روایات سے تو قنوت کا ذکر نہین اور مصنف نے
جو تکبیر افتتاح کا تذکرہ باب صفۃ الصلوۃ مین کیا ہے وہ عجیب ہے۔ اور ملا معین لکھتے ہین قولھم بوجوب
التکبیر قبل قنوت الوتر انی لم اجد لہ حدیثا مرفوعا فضلا عن ان اجد ما یدل علی استمرارہ عن النبی
صلے اللہ علیہ وسلم ومواظبتہ علیہ حتی یتم القول بوجوبہ منہم ومع ھذا اعمل بہ واواظب علیہ من
غیر ترک لحسن الظن بالامام ابی حنیفۃ ولکن لا اعتقد وجوبہ وقول ابی حنیفۃ بوجوب رفع الیدین عند
تکبیر القنوت لم یثبت فی ذلک عندی اثر صحیح عن تابعی جلیل فضلا عن صحابی فضلا عن فضل من حدث
صحیح وحالی فیہ کحالی فی التکبیر اعمل بہ ولا اعتقد وجوبہ کل ذلک لامر حسن ظنی بابی حنیفۃ بل ومع
علماء مذھبہ قبل قنوت کے وجوب تکبیر کے قائل ہوجانے پر مجھے کوئی مرفوع حدیث تک نہین ملتی چہ جائیکہ ایسی
حدیث جو استمرار اور مواظبت نبوی پر دلالت کرے تاکہ انکا قول وجوب صحیح ہو باوجود اسکے مین بھی اسپر
عمل اور مواظبت کرتا ہون امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے حسن ظن کی وجہ سے لیکن اسکے وجوب کا اعتقاد نہین
رکھتا اور امام ابوحنیفہ رح کے قول وجوب رفع یدین قبل قنوت مین کسی تابعی جلیل القدر سے بھی کوئی اثر نہین ثابت
ہو صحابہ کا تذکرہ تو بعد کو ہی اور حدیث صحیح تو اسکے بھی بعد ہے اور اسمین بھی میرا حال تکبیر قنوت کا ایسا ہی کہ عمل
تو کرتا ہون لیکن وجوب کا اعتقاد نہین رکھتا اور اس سب کی وجہ امام ابوحنیفہؒ اور انکے مذہب کے علما کے
ساتھ حسن ظن ہی۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ رفع یدین اور تکبیر صحابہ اور تابعین سے بھی ثابت نہین حالانکہ امام
محمد کتاب الآثار مین فرماتے ہین عن ابی حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم النخعی ان القنوت فی الوتر واجب فی
شہر رمضان وغیرہ قبل الرکوع واذا اردت ان تقنت فکبر امام ابوحنیفہ نے حماد سے اور انھون نے ابراہیم نخعی
سے روایت کی ہی کہ ماہ رمضان اور دوسرے مہینون کی وترون مین قنوت رکوع کے قبل واجب ہی اور جب
تم دعاے قنوت پڑھنے کا ارادہ کرو تو تکبیر کہو۔ اور غایۃ البیان مین ہی روی الطحاوی فی شرح الآثار مسندا الی
النخعی قال ترفع الایدی فی سبعۃ مواطن فی افتتاح الصلوۃ وفی التکبیر للقنوت فی الوتر وفی العیدین و
عند استلام الحجر وعلی الصفا والمروۃ وعرفات وعند المقامین عند الجمرتین ذکرہ فی باب رفع الیدین

عند رویۃ البیت طحاوی نے شرح آثار مین نخعی سے مسنداً روایت کی ہو کہ سات جگہ ہاتھ اُٹھائے جاتے ہین۔ افتتاح صلوۃ مین تکبیر قنوت وتر مین عیدین مین حجر اسود کے چومتے وقت صفا اور مروہ اور عرفات پر دونون مقامون مین کنکریان مارتے وقت اسکو باب رفع الیدین عند رویۃ البیت مین ذکر کیا ہی اور عینی شرح ہدایہ مین لکھتے ہین نقل عن المزنی انہ قال زاد ابو حنیفۃ تکبیرۃ فی القنوت لم تثبت فی السنۃ ولا دل علیہ قیاس وقال ابو نصر الاقطع ھذا اخطاء منہ فان ذالک روی عن علی وابن عمر والبراء بن عازب والقیاس یدل علیہ ایضا وقال ابن قدامۃ فی المغنی روی عن عمرؓ انہ کان اذا فرغ من القراۃ فی الوتر کبر مزنی نے کہاہے کہ تکبیر قنوت کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے زائد کیا ہے نہ سنت اسپر دلالت کرتی ہو نہ قیاس سے یہ ثابت ہو اور ابو نصر اقطع نے کہا ہو کہ یہ مزنی کی غلطی ہو کیونکہ روایات حضرت علی و ابن عمر و براء بن عازب کے موجود ہین اور قیاس بھی اسپر دلالت کرتا ہے اور ابن قدامہ نے مغنی مین کہا ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب وہ قرأت سے فارغ ہوتے تو تکبیر فرماتے۔ اور ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین لکھتے ہین رفع تکبیر القنوت مروی عن عمر وعلی وابن مسعود وابن عباس وابن عمر والبراء بن عازب ذکرہ الاثرم والبیہقی فی سننہ الکبری رفع تکبیر قنوت کی روایت حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہو اسے اثرم اور بیہقی نے اپنی کتاب سنن کبری مین لکھا ہو۔ الحاصل رفع یدین اور تکبیر وقت قنوت اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہین مگر جبکہ بعض صحابہ اور بعض تابعین سے اسکا ثبوت ابن قدامہ اور عینی اور حلبی وغیرہ کی تحریرون کے موافق ہوا تو یہ امور بدعت سیئہ کیونکر ہون گے البتہ وجوب تکبیر و رفع یدین کا ثبوت جیساکہ علمای حنفیہ لکھتے ہین البتہ مشکل ہے کیونکہ وجوب کی کوئی دلیل نہین ہو غایۃ ما فی الباب یہ ہو کہ اگر بہ نیت اقتداے صحابہ و تابعین کے تکبیر کہے اور رفع یدین کرے تو ثواب پایگا اور اگر نہ کرے تو معاتب نہوگا سوال کیا عیدین کے بعد چار رکعت نماز مکانیر آگے اسطرح پڑھنا چاہیے کہ پہلی رکعت مین سورۂ فاتحہ کے بعد سبح اسم اور دوسری مین والشمس اور تیسری مین والضحی اور چوتھی مین قل ہو اللہ پڑھے اسکو ابن جوزی نے سلمان فارسی سے مرفوعا کتاب النور مین ذکر کیا ہو اور طحاوی مسعودیہ سے نقل کرتے ہین کہ جو شخص چار رکعت عیدین مین عیدگاہ سے واپس آکر سورۂ اعلی و شمس اور لیل اور ضحے کے ساتھ اور ایک روایت کے موافق چوتھی رکعت مین تین بار سورۂ اخلاص کے ساتھ پڑھے اسکو تمام روئیدگی عالم کے برابر ثواب دیا جائیگا یہ مفتاح الصلوۃ مین ہے جواب جو حدیث

مفتاح الصلوٰۃ سے نقل ہوئی ہی وہ موضوع ہی اور قاضی شوکانی فوائد مجموعہ مین لکھتے ہین حدیث من صلی یوم الفطر بعد ما یصلی عیدہ اربع رکعات یرکع فی کل رکعۃ بفاتحۃ الکتاب وسبح اسم وفی الثانیۃ والشمس وفی الثالثۃ والضحیٰ وفی الرابعۃ قل ھو اللہ احد فکانما قرأ کل کتاب انزلہ اللہ علی انبیائہ الخ وھو موضوع جس شخص نے یوم فطر کو عید کی نماز کے بعد چار رکعتین پڑھین اور ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ پڑھی اور پہلی رکعت مین سبح اسم اور دوسری مین والشمس اور تیسری مین والضحیٰ اور چوتھی مین قل ھو اللہ پڑھی تو گویا اس نے وہ سب کتابین پڑھ لین جنکو خدا نے اپنے انبیا پر نازل کیا ہی الخ اور یہ حدیث موضوع ہی۔ اور صاحب رسالۂ فضل لیلۃ شعبان نے لکھا ہی حدیث من صلی یوم الفطر بعد ما یصلی اربع رکعات وذکر بہا ثوابا عظیما فی مسندہ جماعۃ لا یعرفون بل لا یحل ذکرہ فی الکتب کما قالہ ابن حبان بل ترجی السیوطی فیہا انہ الذی وضعہ من صلی یوم الفطر بعد ما یصلی اربع رکعات والی حدیث اور اس مصلی کے لیے ثواب عظیم کا تذکرہ ایک غیر معروف جماعت نے اپنی مسند مین کیا ہی اسکا ذکر کتابون مین نادرست ہی جیسا کہ ابن حبان نے کہا ہی بلکہ سیوطی کا خیال یہ ہی کہ اس حدیث کا واضع وہی ہے۔ جبکہ اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت ہو گیا تو اسکا غیر مسنون ہونا بھی ضروری ہوا اور جو کتب صحاح ستہ مین ہے یہ ہی عن ابن عباس ان رسول اللہ خرج فی یوم عید فصلی بھم العید لم یصل قبلہا ولا بعدھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن تشریف لائے اور لوگون نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپنے اسکے قبل یا اسکے بعد کوئی نماز نہین پڑھی اور ابن ماجہ کی روایت سے عید کی نماز کے بعد بلا قید سورہ دو رکعتین ثابت ہوتی ہین عن ابی سعید قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یصلی قبل العید شیئا فاذا رجع الی منزلہ صلی رکعتین اور ابی سعید سے روایت ہی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نماز عید کے پہلے کچھ نہین پڑھتے تھے اور جب گھر واپس تشریف لاتے تو دو رکعتین ادا فرماتے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] الجواب صحیح نمقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفر لہ اللہ الرحیم ابن مولانا علی محمد المرحوم۔ نماز ہذا دونون عیدون مین مستحب ہی مطابق عبارت مذکورۂ مفتاح اور اس عبارت کنز العباد فی شرح الاوراد کے قال المجتہد ادرکت الصلحاء والعباد یصلون فی المصلی بعد صلوٰۃ العید اربع رکعات وتلک بالاسناد عندی عن سلمان الفارسی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی اربع رکعات یوم الفطر والاضحی بعد ما صلی الامام صلوٰۃ العید یقرأ فی اول

الرکعۃ سبح اسم ربک الاعلی یعنی بعد الفاتحۃ فکانما قرأ کل کتاب نزلہ اللہ علی نبیائہ وفی الرکعۃ الثانیۃ والشمس
وضحٰہا فلہ من الثواب مثل ما طلعت الشمس من مطلعہا الی مغربہا وفی الرکعۃ الثالثۃ والضحی فلہ من الثواب
کانما اشبع جمیع الیتامی واردلہم وادہنہم والبسہم ثیابا نظیفا وفی الرکعۃ الرابعۃ قل ہو اللہ احد غفر
اللہ لہ ذنوبہ خمسین سنۃ مقبلۃ وخمسین سنۃ مدبرۃ حجت نے کہا ہے کہ مین نے صلحا و عباد کو مصلے پر صلوٰۃ عید
کے بعد چار رکعتین پڑھتے دیکھا ہے اور یہ حدیث میرے نزدیک باسناد صحیح سلمان فارسی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے چار رکعتین عید فطر و عید اضحی کے دن نماز عید کے بعد پڑھین اور پہلی رکعت مین
سورۂ فاتحہ کے بعد سبح اسم ربک الاعلی پڑھی تو گویا اُس نے وہ سب کتابین پڑھ لین جو خدا نے اپنے انبیا کو دی
کی ہین اور دوسری رکعت مین والشمس وضحٰہا پڑھی تو اُسے اتنا ثواب ملیگا جتنا کہ آفتاب اپنے مطلع سے مغرب
تک طلوع ہوتا ہے اور تیسری رکعت مین والضحی پڑھی تو گویا اُس نے یتامی کے پیٹ بھر دیے اور اُنکے تیل
لگایا اور اُنھین عمدہ کپڑے پہنائے اور چوتھی رکعت مین قل ہو اللہ پڑھی تو خدا اُسکے پچاس برس کے اگلے
اور پچاس برس کے پچھلے گناہ بخشدیتا ہے۔ لیکن صاحب فوائد مجموعہ اسی حدیث کو موضوع لکھتے ہین البتہ
ابن ماجہ کی روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے عیدین کی نماز کے بعد مکان واپس
آکر دو رکعتین بلا قید سورہ پڑھی ہین اور فتاوی عالمگیری مین ہے المستحب ان یصلی اربعا بعد الرجوع الی منزلہ
کذا فی الزاد انتہی مستحب یہ ہے کہ گھر پر لوٹ آنے کے بعد چار رکعتین پڑھے ایسا ہی زاد مین ہے اور جامع الرموز
مین ہے الا ان مشائخنا قالوا المستحب ان یصلی اربعا فی بیتہ کیلا یظن ظان انہ سنۃ کما فی المضمرات مگر ہمارے
مشائخ کہتے ہین کہ گھر مین چار رکعتین پڑھے تاکہ کوئی شخص یہ گمان نکرے کہ وہ سنت ہین جیساکہ مضمرات مین ہے
واللہ علیم حررہ ابوالاحیا محمد نعیم غفر لہ اللہ العلی الرب الحکیم مترجم کہتا ہے مین نے اپنے پیران سلسلہ کو دیکھا
ہے کہ وہ یہ چار رکعتین مسجد سے واپس آکر مکان مین پڑھتے اور اُسکے مستحب ہونے کے قائل تھے مگر اس کثیر ثواب کا
ذکر نہین کرتے تھے اور حضرت سلمان فارسی کے قول سے بھی یہ ثابت نہین ہوتا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
نے یہ نماز مصلی مین پڑھنے کا حکم دیا ہے یا مکان پر پس اس نماز کا مکان ہی مین پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ عیدگاہ مین
پڑھی جائے کیونکہ عیدگاہ مین پڑھنے سے لوگ یہ ضرور سمجھینگے کہ یہ نماز مسنون ہے واللہ اعلم انتہی سوال
حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور اصحاب اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین
بعد نماز عیدین کے دعا مانگتے تھے یا بعد خطبہ کے اور کھڑے ہو کر مانگتے تھے یا بیٹھ کر اور ہاتھ اُٹھا کر مانگتے تھے

بے ہاتھ اٹھائے ہوئے **جواب** روایات حدیث سے اسیقدر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز عید سے فراغت کرکے خطبہ پڑھتے تھے اور اُسکے بعد معاودت فرماتے تھے اور بعد نماز یا بعد خطبے کے دعا مانگنا آپ سے ثابت نہیں اور اسی طرح صحابۂ کرام اور تابعین عظام سے اسکا ثبوت نظر سے نہیں گذرا **سوال** عورت کی آواز نماز میں ستر ہے یا نہیں اور نماز میں عورت کو سینے پر ہاتھ باندھنا سنت ہے یا سینہ اور ناف کے نیچے بھی اور عورت کو قعدۂ اولی اور جلسۂ اخیرہ مثل مرد کے سنت ہے یا تورک اور عورت کو سجدہ میں اعضا کا کشادہ رکھنا مثل مرد کے سنت ہے یا بالعکس اور اگر عورت نے قعدہ میں دونوں جلسے مثل مرد کے کیے اور تورک نہ کیا اور سجدہ میں مرد کیطرح اعضا کو پھیلائے رکھا پس ترک سنت کیا یا اُسکے نماز فاسد ہوئی اور اگر عورتیں جمع ہوکر عورت ہی کو امام کرکے نماز پڑھنا چاہیں تو امام کہاں پر ہونا چاہیے اور یہ جماعت جائز ہے یا مکروہ صحابیہ میں سے کسی نے عورتوں کو جمع کرکے خود امامت کی ہے یا نہیں حدیث مراسیل ابوداؤد کی مروی ہے یا نہیں **جواب** عورت کی آواز کے ستر ہونے میں فقہا کا اختلاف ہے صاحب محیط اور صاحب کافی اور قاضی خان نے اسکی تصریح کی ہے کہ صوت المرأۃ عورۃ عورت کی آواز ستر ہے اور عورت کی اذان کے عدم جواز کو سند میں پیش کیا ہے اور صاحب بحر اور اشباہ اور صاحب نہر اور در مختار نے کہا ہے کہ عورت کی آواز ستر نہیں ہے اور نوازل ابو اللیث میں ہے نغمۃ المرأۃ عورۃ عورت کا نغمہ ستر ہے اور صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں وعلی ہذا لو قیل بانہا اذا جہرت بالقراءۃ فی الصلوۃ فسدت صلوتہا کان متجہا اور اس بنا پر اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ جب نماز میں وہ قرأت جہر یہ کرے تو اسکی نماز فاسد ہوگی۔ اور حق اس باب میں یہ ہے کہ مطلق عورت کی آواز ستر نہیں ہے البتہ رفع صوت مع بلندی آواز وغیرہ ستر ہے شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں لکھتے ہیں تقدم فی الاذان انہ صوتہا عورۃ ولیس المراد مجرد کلامہا بل مایحصل من تلیینہ وتمطیطہ ولا یحل لہ سماعہا باب اذان سے معلوم ہوچکا ہے کہ عورت کی آواز ستر ہے اس سے محض آواز مطلب نہیں ہے بلکہ آواز کے باریک کرنے اور گھٹانے بڑھانے سے جو حالت حاصل ہو اور مرد کو اسکا سننا جائز نہیں ہے۔ اور ابو العباس قرطبی کتاب السماع میں لکھتے ہیں لا یظن من لا فطنۃ عندہ انا اذا قلنا صوت المرأۃ عورۃ انا نرید بذلک کلامہا لان ذلک لیس بصحیح فانا نجیز الکلام مع الاجانب ومحاورتہن عند الحاجۃ الی ذلک ولا نجیز لہن رفع صوتہن ولا تمطیطہا ولا تقطیعہا لما فی ذلک من استمالۃ الرجال الیہن وتحریک الشہوات ومن ہذا لم یجز ان تؤذن المرأۃ تاکہ لوگوں کو یہ شبہہ نہو کہ ہمنے جو کہا ہے کہ عورت کی آواز ستر ہے تو اس سے مراد گفتگو ہے کیونکہ صحیح نہیں ہے ہمارے نزدیک

ضرورت کے وقت اغیار کے پاس جانا اور اُن سے باتین کرنا جائز ہی البتہ آواز کے بڑھانے گھٹانے اور اُسے سریلے اور سُر پر لانا ممنوع ہی کیونکہ اس صورت مین مردون کی طبیعتین اُنکی طرف مائل ہونگی اور قوت شہوانیہ کو ہیجان ہوگا اسی لیے عورت کا اذان دینا جائز نہین ہی۔ اور اکثر حنفیہ کے نزدیک عورتون کی جماعت مکروہ ہی۔ مگر کوئی معتد بہ دلیل کراہت پر پائی نہین جاتی اور جو دلیلین فقہا نے کراہت پر قائم کی ہین وہ مخدوش ہین چنانچہ فتح القدیر اور بنایہ شرح ہدایہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اور اخبار و آثار سے اُس جماعت کی مشروعیت ثابت ہی جس مین عورتین ہی عورتین ہون سنن ابو داؤد کی طویل حدیث مین ہے وکانت ای ام ورقۃ قد قرأت القرآن فاستاذنت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان تتخذ فی دارھا موذنا فاذن لھا وامرھا ان تؤم اھل دارھا اور ام ورقہ نے قرآن شریف پڑھا تھا اسی لیے اُنھون نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر مین ایک موذن مقرر کرنے کی اجازت چاہی پس آپ نے اجازت دی اور حکم فرمایا کہ تم اپنے گھر والون کی امامت کیا کرو۔ اور محمد بن حسن نے کتاب الآثار مین لکھا ہی اخبرنا ابو حنیفۃ نا حماد عن ابراھیم عن عائشۃ انھا کانت تؤم النساء فی شھر رمضان فتقوم وسطھن خبر دی ہمکو امام ابو حنیفہ نے اُنکو حماد نے بروایت ابراہیم کہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ وہ ماہ رمضان مین عورتون کی امامت کرتی تھین اور بیچ مین کھڑی ہوتی تھین اور ابن حجر عسقلانی تخریج احادیث شرح رافعی مین لکھتے ہین اخرجہ ابن ابی شیبۃ ثم الحاکم من طریق ابن ابی لیلی عن عطاء عن عائشۃ انھا کانت تؤم النساء فتقوم معھن فی الصف واخرجہ الشافعی وابن ابی شیبۃ وعبد الرزاق عن ام سلمۃ انھا امت النساء فقامت وسطھن ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بسند حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہی کہ وہ عورتون کی امامت کرتین اور اُنکے ساتھ صف مین کھڑی ہوتین اور شافعی اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے ام سلمہ سے روایت کی ہی کہ انھون نے عورتون کی امامت کی اور وسط مین کھڑی ہوئین۔ اور مستدرک حاکم مین مروی ہے ان عائشۃ کانت تؤذن وتقیم وتؤم النساء فتقوم وسطھن حضرت عائشہؓ اذان دیتین اور اقامت کہتین اور عورتون کی امامت کرتین اور وسط مین کھڑی ہوتین۔ ان روایتون سے معلوم ہوا کہ جو عورت عورتون کی امام ہو تو بیچ مین کھڑی ہو مردون کے امام کی طرح آگے نہ کھڑی ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب عورت امام ہوسکتی ہی تو اسکو قرأت اور تکبیر بالجہر بھی کرنا مشروع ہی کیونکہ بغیر اسکے اقتدا نہین ہوسکتی اور عورتونکی آواز اگرچہ بعضون کے نزدیک ستر ہی لیکن وہ مردون کے حق مین ہے نہ عورتون کے حق مین اور نماز مین عورتون کو سینے پر ہاتھ باندھنا

مسنون ہی ملا محمد قائم سندی فوز الکرام مین لکھتے ہین لما تبیین ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثبت عنہ الامران وضع الیدین علی نصف و تحت السرة وکذا عن الصحابة والتابعین واجمعوا علی وسعہا والاصل فی اعمال النبی صلے اللہ علیہ وسلم التعبد والتعلیم والموافقة بین الرجال والنساء الا فیما استثنیت وروی ابو داؤد فی مراسیلہ عن یزید بن ابی حبیب ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة لیست فی ذلک کالرجل قال البیہقی هو احسن من موصولین فی هذا الباب واستنبط المجتہدون منہ ان امرہ بضم اللحم لکونہ استر لہن مع اختیارہم علمائنا فی حق الرجال الوضع تحت السرة وحق المرأة الوضع علی الصدر لانہ استر لها جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیة والثنا سے ہاتھ کا سینے پر اور زیر ناف رکھنا دونون ثابت ہین اور ایسا ہی صحابہ اور تابعین سے مروی ہی اور ان سب کا اسکی عمومیت پر اجماع تھا اور افعال نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اصل غرض عبادت اور تعلیم ہی اور مردون اور عورتون کے احکام چند مستثنے چیزون کے سوا اور سب مین ایک ہی ہین اور مراسیل ابی داؤد مین یزید بن حبیب سے مروی ہی کہ حضور سرور کائنات علیہ التحیة والصلوات کا گذر دو عورتون پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھین پس آپ نے اُن سے کہا کہ تم جب سجدہ کرو تو اپنے گوشت کے بعض حصے کو زمین سے ملاؤ بیہقی نے کہا ہے کہ یہ مرسل حدیث اس باب کی دو موصول حدیثون سے زائد بہتر ہے اور مجتہدین نے اُس سے یہ اخذ کیا ہی کہ آپ کا یہ حکم اسی لیے تھا کہ ایسی صورت عورتون کے لیے زائد ساتر ہے اور ہمارے علما کے نزدیک مرد کو ہاتھ ناف کے نیچے اور عورت کو سینے پر باندھنا چاہیے کیونکہ یہ صورت عورت کے لیے زائد ساتر ہی اور حافظ ابن حجر تخریج احادیث رافعی مین لکھتے ہین روی ابو داؤد فی المراسیل عن یزید بن حبیب ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة فی ذلک لیست کالرجل ورواه البیہقی من طریقین موصولین لکن فی کل منہما متروک ثم مراسیل ابو داؤد مین یزید بن حبیب سے مروی ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر دو عورتون پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھین تو آپ نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کے کچھ حصے کو زمین سے ملا دو کیونکہ اس معاملہ مین عورت اور مرد کا حکم ایک نہین ہے بیہقی نے اسکو دو موصول طریقون سے روایت کیا ہی مگر ان دونون مین متروک لوگ ہین اور شمس الدین سخاوی نے فتح المغیث مین لکھا ہی المرسل بالمسند یعتضد ویصیر دلیلا نرجح بہا المجتہد عند معارضة خبر لیس لہ الا طریق مسند لذا یکون المسند حسنا فیرتقی المرسل بہ لکن هذا انما یتاتی اذا کان المسند بمفرده لا یصلح

للحجیۃ اما اذا کان مما یفتقر الی اعتضاد فلا اذ کل منہما اعتضد بالاخر وصار بہ حجۃ قال شیخنا رحمہ فیکون اعتضادہ بھذا المسند کاعتضادہ بمرسل اخر لاشتراکھما فی عدم الصلاحیۃ للحجیۃ ولکن قد اجیب بان القوۃ انما حصلت من ھیأۃ الاجتماع اذ بانضمام احدھما الی الاخر قوی الظن بان لہ اصلا مرسل کو مسند سے قوت حاصل ہوتی ہے اور وہ ایک مستقل دلیل ہوتی ہے اور صرف مسند حدیث کے مقابلہ مین اُسے ترجیح ہے اور بعض وقت حدیث مسند حسن ہوتی ہے تو اُسکی وجہ سے حدیث مرسل کا مرتبہ بڑھجاتا ہے مگر یہ اسوقت جبکہ حدیث مسند تنہا حجت ہوسکتی ہو ورنہ اگر اُسے خود دوسری کی احتیاج ہو تو نہین کیونکہ اس صورت مین دونون مین سے ہر ایک دوسری کی مدد پر حجت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہمارے شیخ نے کہا ہے کہ ایسی حالت مین حدیث مرسل کو اس حدیث سے ویسی تقویت ہوگی جیسی کسی دوسری مرسل حدیث سے ہوتی ہے کیونکہ دونون حدیثین حجت نہ ہوسکنے مین مشترک ہین لیکن بعض نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ تقویت دونون کے اجتماع سے حاصل ہوجاے گی کیونکہ جب ایک سے دو حدیثین ہوئین تو یہ خیال ہوگا کہ اسکی کچھ نہ کچھ اصل ہے اور عورت کو قعدہ مین تورک مسنون اور اگر مرد کے مثل قعدہ کیا تو بھی نماز صحیح ہوجائیگی حصفکی لکھتے ہین ابو حنیفۃ عن نافع عن ابن عمر انہ سئل کیف کان النساء یصلین علی عہد رسول اللہ قال کن یتربعن ثم امرھن ان یحتفزن امام ابوحنیفہ نافع سے وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہین کہ اُن سے پوچھا گیا کہ زمانہ نبوی مین عورتین نماز مین کسطرح بیٹھتی تھین تو آپنے کہا پہلے چوزانو بیٹھتی تھین پھر آپنے احتفاز (اعضا کو ملانا) کا حکم دیا۔ اور صحیح بخاری مین ہے کانت ام الدرداء تجلس فی صلوتھا جلسۃ الرجل وکانت فقیہۃ ام درداء نماز مین مردون کی طرح بیٹھتی تھین حالانکہ وہ فقیہہ تھین اور عینی شرح ہدایہ مین لکھتے ہین ان کانت امرأۃ جلست علی الیتہا الیسری لان مراعاۃ الستر بہا اولی وکانت ام الدرداء تجلس جلسۃ الرجل وھو قول النخعی ومالک وکانت صفیۃ ونساء ابن عمر تجلس متربعات لان ذلک استر لھن اگر کوئی عورت بغرض ستر اپنی بائین پنڈلی پر بیٹھے تو یہ اسکی لیے زائد اچھا ہے اور ام درداء مردون کی طرح بیٹھتی تھین اور یہ نخعی کا قول ہے اور صفیہ اور ابن عمر کی بیبیان چوزانو بیٹھتی تھین کیونکہ یہ صورت زائد ساتر تھی

سوال ان مسائل مین علماے دین کیا فرماتے ہین (۱) محراب مین امام کا قیام کرنا جسطرح کتب فقہ مین لکھا ہے سنت ہے یا مستحب یا مباح (۲) ایک مسجد مین کئی محرابین بنانا جائز ہے یا نہین اور محرابون کے بنانے کی ابتدا زمانہ نبوی مین ہوئی یا زمانہ خلفا مین تاتارخانیہ اور جامع الرموز اور صلوۃ مسعودی اور در مختار اور عالمگیری وغیرہ مین ہے کہ محرابون کا بنانا صحابہ اور تابعین سے صادر ہوا ہے اور جذب القلوب اور سفر السعادت مین ہے کہ زمانہ نبوی مین محرابین نتھین اور فتح القدیر اور کبیری مین ہے فانہ بنی فی المساجد المحاریب من لدن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ولو لم تبین کان السنتان یتقدم فی محاذات ذلک المکان حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین مساجد
مین محرابین بنائی جاتی تھین اگرچہ اسکی تصریح نہین ہی لیکن سنت یہ ہی کہ اُس جگہ کے محاذات مین کھڑا ہو اور رد المختار
مین فوق بیت کے تحت مین لکھا ہے ای وضع اعد للسنن والنوافل بان یتخذ لہ محراب وینظف ویطیب کما امر بہ
صلے اللہ علیہ وسلم فھذا امندوب جو طریقہ سنن ونوافل کے لیے مقرر کیا گیا باین طور کہ محراب بنائی جائے اور صفائی
اور پاکی کا خیال رکھا جاے جیسا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے سو یہ مستحسن ہے اور غرائب مین ہی وبہ
امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم اصحابہ لیتخذ وا فی منازلھم محاریب لصلوتھم اور اسیکا حضور سرور کائنات علیہ افضل
الصلوۃ واکمل التحیات نے اپنے اصحاب کو حکم دیا ہی کہ وہ نماز کے لیے اپنے مکانات مین محرابین بنالین۔ پس محقق ان
اقوال مین کیا ہی جواب محرابون مین فقہا کی عبارتین مختلف ہین بعض اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ انکا وجود زمانۂ
نبوی مین تھا اور بعض اسپر دلالت کرتی ہین کہ محرابون کی بنا محدث ہے اور جو کچھ کتب احادیث سے ظاہر ہوتا ہی یہ ہی
کہ جسطرح اب محرابین بنتی ہین یون زمانۂ نبوی مین نہ تھین بلکہ انکی اصل نصاری سے ہے اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ
علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور اس قطع کی محرابین تابعین کے زمانے مین حادث ہوئین اور ایک جماعت صحابہ
نے اسکی مخالفت کی علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور مین زیر آیۂ کریمہ فنادتہ الملائکۃ وھو قائم یصلی فی
المحراب تحریر فرماتے ہین اخرج الطبرانی والبیہقی فی سننہ عن ابن عمران النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال اتقوا ھذہ
المذابح یعنی المحاریب واخرج ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن موسی الجھنی قال قال رسول اللہ لا تزال امتی بخیر
مالم یتخذوا فی مساجدھم مذابح کمذابح النصاری واخرج ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن ابی مسعود قال اتقوا
ھذہ المحاریب واخرج ابن ابی شیبۃ عن عبید بن ابی الجعد قال کان اصحاب محمد یقولون ان من اشراط
الساعۃ ان تتخذ المذابح فی المسجد یعنی الطاقات واخرج ابن ابی شیبۃ عن ابی ذر قال ان من اشراط الساعۃ
ان تتخذ المذابح فی المساجد واخرج عن کعب انہ کرہ المذبح فی المسجد طبرانی اور بیہقی نے اپنے سنن مین ابن عمر رض
سے نقل کیا ہی کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ان مذبحون یعنے محرابون سے بچو اور مصنف ابن ابی شیبہ
مین موسی جہنی سے مروی ہی کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہی میری امت جبتک اپنی مسجدون
مین نصاری کے مذبحون کی طرح مذبح نہ بنائے گی اچھی رہے گی اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ابی مسعود سے مروی ہے کہ
حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے فرمایا ہی ان محرابون سے بچو اور ابن ابی شیبہ نے عبید بن ابو الجعد سے روایت
کی ہے کہ صحابہ فرماتے تھے آثار قیامت سے یہ ہی کہ مسجدون مین مذبح یعنے طاق بنائے جائیں اور ابن ابی شیبہ نے ابی ذر سے

روایت کی ہو کہ آثار قیامت سے یہ ہو کہ مسجدون مین مذبح بنائے جائین اور کعب سے مروی ہے کہ مسجد مین مذبح کا بنانا مکروہ ہو
اور سیوطی کتاب الوسائل مین لکھتے ہین۔ اول من احدث المحراب المجوف عمر بن عبد العزیز حین بنی المسجد
النبوی ذکرہ الواقدی عن محمد بن ہلال پہلے وہ شخص جنھون نے جوف دار محراب بنائی عمر بن عبد العزیز ہین
جبکہ اُنھون نے مسجد نبوی کی تعمیر کرائی اسکو واقدی نے محمد بن ہلال سے نقل کیا ہو اور بھی سیوطی نے اعلام الاریب
مین لکھا ہو ان قوما خفی علیہم کون المحراب فی المساجد بدعۃ وظنوا انہ کان فی مسجد النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی
زمنہ ولم یکن قط فی زمانہ ولا فی زمان الخلفاء فمن بعدھم الی المائۃ الاولی وانما حدث فی اول المائۃ الثانیۃ
مع ورود الحدیث بالنہی عن اتخاذہ وانہ من شان الکنائس وان اتخاذہ فی المسجد من اشراط الساعۃ کچھ
لوگون کو مسجد مین محراب کے بدعت ہونے کا علم نہین ہوا اور اُنکا خیال ہو کہ زمانۂ نبوی مین مسجد نبوی مین محراب تھی
حالانکہ حضور کے زمانے مین ہرگز محراب نہ تھی اور نہ خلفا کے زمانے مین تھی اور نہ اُنکے بعد پہلی صدی مین یہ دوسری
صدی کے شروع مین ایجاد ہوئی ہو حالانکہ اس سے ممانعت کی حدیث موجود ہو اور یہ گرجون کا طریقہ ہو اور اُس کا
مسجد مین ہونا علامات قیامت سے ہو۔ پس سیوطی نے اس رسالہ مین اخبار اور آثار کا ذکر مع سند کیا ہو منجملہ اُنکے وہ
اخبار ہین جو درمنثور سے منقول ہین اور منجملہ اُنکے یہ قول ابن مسعود کا ہو انما کانت المحاریب للکنائس فلا تتشبہوا
باہل الکتاب یعنی انہ کرہ الصلوۃ فی الطاق اخرجہ البزار فی مسندہ برجال ثقات محرابین وہ ہین جو گرجون
مین ہوا کرتی ہین۔ تم اہل کتاب کی مشابہت نہ کرو یعنے طاق مین نماز مکروہ ہو اسکو بزار نے اپنی مسند مین ثقہ لوگون
سے نقل کیا ہو پس متعدد محرابین بنانا بدرجہ اولی ناجائز ہوا اور جب حرمین شریفین مین متعدد محرابین بنائی
گئین تو اُس زمانے کے علما نے منع کیا مگر بادشاہون نے اُنکی نہ سنی ملا باقر آگاہ ایقاظ النیام مین لکھتے ہین جسکا
ترجمہ یہ ہو سلف صالح مین جماعت کی تکرار اور محرابین بنانا نہ تھا اور یہ تکرار جماعت حوادث زمانہ سے ہو اور ۷۳ھ ہجری
مین یہ محرابین مکہ معظمہ مین جاری ہوئی ہین جماعت ثانیہ کا احداث مکہ معظمہ مین ۵۶ھ ہجری مین ہوا اور محراب ثانی کا حدوث
۹۱ھ مین ہوا انتہی جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ تعدد محاریب بلکہ نفس احداث محراب عصر نبوی وعصر صحابہ مین نہ تھا پس
ضروری ہوا کہ اس مین قیام سنت نہو گا اسی لیے اکثر فقہا اسکو لفظ لاباس بہ سے یاد کرتے ہین یعنے اسکا ترک کرنا
اولی ہو البتہ صف پر امام کا تقدم اور اسکا ممتاز ہونا سنت ہو جو احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت ہو سوال علمائے
دین ان مسائل مین کیا فرماتے ہین ۱۔ سورہ صاد کا سجدہ شافعیہ کے نزدیک واجب ہو یا نہین اور اُنکے نزدیک
سجدہ حالت نماز مین درست ہو یا نہین ۲۔ تراویح مین اگر امام شافعی ہو اور مقتدی حنفی تو اسپر صاد کا سجدہ واجب

ہوگا یا نہین اور اگر مقتدی پر واجب ہوگا تو وہ اُسے حالت نماز مین یا خارج نماز مین ادا کرسکتا ہی یا نہین اور اگر ادا نہین کرسکتا تو اُس کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے یا باقی رہتا ہے اور حالت اقتدا مین اگر ضمن رکوع وسجود صلوۃ مین نیت کرے تو ادا ہوسکتا ہے یا نہین سٹ تراویح مین اگر امام شافعی ہو تو اس لیے کہ صاد کا سجدہ اچھی طرح ادا کرلیا جائے اگر ایک ترویحہ کا امام حنفی شخص ہوجائے اور سجدہ صاد کا رکوع پڑھکے سجدہ کرے اور شافعی اُسکی اقتدا کرے تو جائز ہی یا نہین اور تعدد امام سے تراویح مین کچھ خلل ہوتا ہے یا نہین اور ایک ترویحہ مین حنفی کے امام ہونے سے شافعیہ کی تحقیر لازم آتی ہے یا نہین **جواب** سا سورہ صاد کا سجدہ شافعیہ کے نزدیک واجب نہین بلکہ خارج نماز مین مستحب ہی اور حالت نماز مین حرام بلکہ مفسد صلوۃ ہی بشرطیکہ سجدہ کرنے والا حکم حرمت سے واقف ہو اور پھر عمداً سجدہ کری علامہ عسقلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مین لکھتے ہین یستحب السجود بص فی غیر الصلوۃ ویحرم فیہا فان سجد فیہا عامدا عالما بتحریمہا بطلت صلوتہ بخلاف ما اذا سجدہا سہوا او جہلا لعذرہ سورہ صاد کا سجدہ غیر نماز مین مستحب اور نماز مین حرام ہی پس اگر کسی نے اُسکی حرمت سے واقف ہونے پر بھی نماز مین سجدہ کیا تو اُسکی نماز باطل ہوجائیگی اور اگر کسی ناواقف نے سہوا سجدہ کرلیا تو اُسکی نماز عذر کے وجہ سے باطل نہوگی سٹ وجوب سجدہ تلاوت کے تین سبب ہین جیسا کہ غنیۃ المستملی مین ہے یجب علی التالی وعلی السامع وعلی المؤتم تلاوۃ امامہ وان لم یسمعہا لوجوب المتابعۃ علیہ تلاوت کرنے والے اور سننے والے اور مقتدی پر اگرچہ اُس نے آیت سجدہ نہ سنی ہو سجدہ متابعت امام کیوجہ سے واجب ہوتا ہے اور وجوب سجدہ مین بوجہ سماع کے مذہب سامع کا معتبر ہی نہ مذہب تالی کا جیسا کہ بحر الرائق مین ہی فی التجنیس التالی او السامع ینظر کل واحد منہما الی اعتقاد نفسہ کالسجدۃ الثانیۃ فی سورۃ الحج لیس بموضع السجدۃ عندنا وعند الشافعی ہو موضع السجدۃ لان السامع لیس بتابع للتالی تخفیفا حتی یلزمہ العمل برأیہ لانہ لا شرکۃ بینہما تجنیس مین ہی کہ پڑھنے والا اور سننے والا دونون اپنے اعتقاد پر نظر کرکے عمل کرین جیسا کہ سورہ حج کے دوسرے سجدے مین جو ہمارے نزدیک محل سجدہ نہین ہی اور امام شافعی کے نزدیک ہے کیونکہ سننے والا پڑھنے والیکا تابع نہین ہی یہان تک کہ اُسے پڑھنے والے کی رائے کی اتباع ضروری ہو کیونکہ ان دونون مین شرکت نہین ہے بنا علیہ جب مقتدی حنفی نے آیت سجدہ صاد کی امام شافعی سے سنی سجدہ اُسپر واجب ہوگیا نہ امام پر جیسا کہ حج کے سجدہ ثانیہ مین امر بالعکس ہی لیکن اس واجب کے مقتدی کے ادا کرنے کی کوئی صورت نہین ہی نہ نماز مین اور نہ خارج نماز مین لیکن نماز مین پس اس وجہ سے کہ مخالفت لازم آتی ہی اور مقتدی کو امام کی متابعت ضروری ہی اسی وجہ سے جب امام حنفی ہو اور وہ باوجود وجوب سجدہ کے اُسپر اور اُسکے مقتدی پر کسی وجہ سے سجدہ نہ کرے تو مقتدی کو بھی لازم نہیں

کہ سجدہ نکرے پس جب شافعی امام جسپر سجدہ واجب ہی نہین سجدہ نکرے تو مقتدی بدرجۂ اولی سجدہ نہین کرسکتا غنیۃ
المستملی مین ہے لولم یسجد الامام لا یسجدون سہو لانہ مامور بالمتابعۃ وعدم المخالفۃ اگر امام نے سجدہ نہین کیا تو مقتدی
بھی سجدہ نکرین کیونکہ انھین اتباع اور عدم مخالفت کا حکم ہے اور بھی اسی مین ہو فی نظم الزندویسی خمسۃ اشیاء
اذا لم یفعلها الامام لا یفعلها القوم القنوت وتکبیرات العیدین والقعدۃ الاولی وسجود التلاوۃ وسجود السہو
نظم زندویسی مین ہو کہ پانچ چیزین ہین جنھین جب امام نہ کرے تو مقتدی بھی نہ کرے قنوت تکبیرات عیدین قاعدۂ اولی
سجدۂ تلاوت سجدۂ سہو اور بھی اسی مین ہے الاصل فیہ وجوب متابعۃ الامام فی الواجبات فعلا وکذا ترکا ان کانت
فعلیۃ او قولیۃ یلزم من فعلها المخالفۃ فی الفعل اسکی اصل واجبات مین اتباع امام کی فعلا وترکا واجب ہوتی
جاہے واجب فعلی ہو یا ایسا قولی ہو جسکے کرنے سے فعلا امام کی مخالفت لازم آئے اور سجدۂ صلوتیہ خارج نماز مین ادا
نہین ہوسکتا بحر الرائق مین ہو ولم یقض الصلوتیۃ خارجها لان السجدۃ المتلوۃ فی الصلوۃ افضل من غیرها فلم
یجز اداؤها خارج الصلوۃ لان الکامل لا یتادی بالناقص اور سجدۂ تلاوت صلوتی نماز کے بعد ادا نہوگا کیونکہ وہ سجدہ
جو نماز مین پڑھا گیا دوسرے سے افضل ہو پس خارج نماز مین اسکا ادا کرنا جائز نہوگا کیونکہ کامل ناقص سے ادا نہین
ہوسکتا اور درمختار مین ہے ومتابعۃ الامام یعنی فی المجتهد فیہ لا فی المقطوع بنسخہ او بعدم سنیتہ کقنوت فجر اور
امام کی متابعت ضروری ہو یعنے امور اجتہادی مین نہ اُن مین جنکے نسخ کا تیقن ہو یا سنت نہونے کا تیقن ہو جیسے قنوت
فجر اور ظاہر ہو کہ سجدہ سورۂ صاد کا مجتہد فیہ ہو جیسا کہ اس عبارت رد المحتار سے واضح ہو المراد بالمجتهد فیہ ما کان
مبنیا علی دلیل معتبر شرعا بحیث یسوغ للمجتهد بسببہ مخالفۃ غیرہ مجتہد فیہ سے وہ امور مراد ہین جو کسی شرعی معتبر دلیل
سے ثابت ہون جنکے بدولت مجتہد دوسرون کی مخالفت کرسکے۔ پس اس مین بھی متابعت امام شافعی کی ضروری ہے
جیسا کہ سجدۂ ثانیہ حج مین متابعت امام شافعی کی ضروری ہو حواشی طحطاوی للدر المختار مین ہے قولہ للمتابعۃ ظاهرہ
انہ یجب علیہ متابعۃ الشافعی فی سجود الثانیۃ من سورۃ الحج لوجود الشرکۃ بخلاف خارج الصلوۃ بظاہر
اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی حنفی پر سورۂ حج کے دوسرے سجدے مین شافعی کی اقتدا واجب ہو شرکت کی وجہ سے
برخلاف خارج نماز کے جب یہ معلوم ہوا کہ مقتدی حنفی سجدہ کو نہ خارج نماز ادا کرسکتا ہی نہ نماز مین متابعت امام کی وجہ سے
پس بالضرورۃ یہ سجدہ مقتدی سے ساقط ہو جائیگا باقی رہا رکوع یا سجود نماز کے ضمن مین اسکا ادا ہونا پس حنفیہ
کے نزدیک سجدۂ تلاوت رکوع مین نیت کے ساتھ اور سجدہ مین بغیر نیت کے اور بعض کے نزدیک بشرط نیت کے
ادا ہوجاتا ہے بشرطیکہ رکوع اور سجود بعد قراءت آیت سجدہ کے فی الفور ہو اور تین یا چار آیت کا فصل نہو بحر الرائق

میں ہے ولو لم یرکع حتی طالت القراءۃ ثم رکع ونواہ عن السجدۃ وکذا السجدۃ الصلوتیۃ لا ینوب عنہا اذا طالت القراءۃ واذا لم تطل القراءۃ لا یحتاج الرکوع والسجود فی اقامتہا عن سجود التلاوۃ الی النیۃ ومن المشایخ من قال یحتاج الی النیۃ واکثر المشایخ لم یقدروا طول القراءۃ لشئ وبعضہم قالوا ان قراءۃ آیۃ او اثنتین لم تطل وان قرا ثلاثا طالت والظاہر ان الثلث لا یعدم الفور اگر رکوع نہیں کیا یہاں تک کہ قرأت طویل ہوگئی تو سجدہ نہ جائز ہوگا اگرچہ نیت کرے (یعنے رکوع میں سجدہ تلاوت کے ادا کرنے کی) اور ایسا ہی نماز کا سجدہ قائم مقام نہو سکے گا اگر قرأت طویل ہو اور اگر قرأت طویل نہو تو رکوع یا سجود کے قائم مقام سجدہ تلاوت کرنے کے لیے نیت کی ضرورت نہیں ہے اور بعضے مشائخ نے کہا ہے کہ نیت کی احتیاج ہے اور اکثر مشائخ نے طول قرأت کی کوئی مقدار نہیں بیان کی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ایک یا دو آیتوں کے پڑھنے سے طول نہیں ہوتا اور اگر تین پڑھیں تو طول ہوگیا اور ظاہر یہ ہے کہ تین کے پڑھنے سے بھی فور یعنی عدم طول معدوم نہیں ہوتا ہے اور بحر الرائق میں شرح قول کنز ولم یقض الصلوتیۃ خارجہا میں ہے ومحل سقوطہا ما اذا لم یرکع للصلوۃ ولم یسجد صلوتیۃ اما اذا رکع او سجد صلوتیۃ فانہ ینوب عنہا اذا کان علی الفور محل سجدہ جبھی ساقط ہوتا ہے جب نماز کا رکوع نہیں کیا یا سجدہ صلوتی ادا نہیں کیا اور اگر رکوع یا سجدہ صلوتی فورًا ادا کر لیا ہے تو وہ قائم مقام ہو جائیگا۔ اور رد المحتار میں ہے لو نواہا الامام فی رکوعہ ولم ینوہا المؤتم لم یجزہ ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدۃ ولو ترکہا فسدت صلوتہ کذا فی القنیۃ وینبغی حملہ علی الجہریۃ نعم لو رکع وسجد لہا فورًا ناب بلا نیۃ اگر امام نے سجدہ کی نیت رکوع میں کر لی ہے اور مقتدی نے نہیں کی تو مقتدی کے لیے امام کی نیت کافی نہیں ہے اور وہ سجدہ کرے جب امام سلام پھیرے اور قعدہ کا اعادہ کرے اور اگر اسے ترک کر دیا تو نماز فاسد ہوگی یہ امر قنیہ میں ہے ہاں اگر رکوع کیا اور پھر فورًا ہی سجدہ کیا تو وہ بلا نیت کافی ہوگا۔ اور حاشی الطحاوی میں ہے قولہ نعم استدراک علی قولہ لم یجزہ یعنی ان عدم الاجزاء للمؤتم فیما اذا نواہا الامام فی الرکوع اما اذا لم ینوہا فیہ بان نواہا فی السجود او لم ینوہا اصلا فلا شئ علی المؤتم نواہا او لم ینوہا شیخ اسکا قول نعم لم یجزہ سے مطلب یہ ہے کہ مقتدی کیطرف سے نیت امام کا ناکافی ہونا اسی وقت ہے جب امام رکوع میں نیت کرے اور اگر رکوع میں نیت نہیں کی یعنے سجدہ میں نیت کی یا نیت ہی نہیں کی تو مقتدی کے لیے کچھ حرج نہیں چاہے اس نے نیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور رد المحتار میں ہے قولہ نعم لو رکع وسجد لہا ای للصلوۃ فورًا وان لم ینو والظاہر ان المقصود بہذا الاستدراک التنبیہ علی انہ ینبغی للامام ان لا ینویہا فی الرکوع لانہ اذا لم ینوہا فی الرکوع ونواہا فی السجود او لم ینوہا اصلا لا شئ علی المؤتم لان السجود ہو الاصل فیہا یعنی اگر فورًا اسی نماز کا سجدہ و رکوع کر لیا تو کافی ہے گو نیت نہ کی ہو اور بظاہر اس استدراک

کا مقصد اس امر پر تنبیہ کرنا ہی کہ امام کو رکوع مین نیت نہ کرنا چاہیے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کریگا تو یا سجدے مین نیت کریگا یا نیت ہی نہ کریگا بہر حال مقتدی پر کچھ نہ واجب ہوگا کیونکہ اصل سجدہ ہی ہی۔ ان عبارتون سے یہ معلوم ہوا کہ اگر امام فی الفور بغیر فصل طویل رکوع و سجدہٗ صلوتیہ کرے اور نیت ادائے رکوع و سجود کی کرے نہ سجدہٗ تلاوت کی تو اس صورت مین بھی مقتد یکا سجدہٗ تلاوت سجدہٗ صلوتیہ کے ضمن مین ادا ہو جائیگا نیت کرین یا نہ کرین اسی لیے شافعی امام کو بہتر ہے کہ بعد قرأۃ آیت سجدہٗ صاد کے دو تین آیت پڑھکے رکوع اور سجدہ نماز بدون نیت سجدہٗ تلاوت کرے تاکہ مقتدیون سے سجدہٗ بت خود بخود ادا ہو جائے کیونکہ اگر سجدہٗ تلاوت کی نیت کرے گا تو اس کے مذہب کے موافق فساد ہوگا اور اگر فصل طویل کے بعد رکوع اور سجدہ کریگا تو مقتدی حنفی سے سجدہٗ تلاوت فوت ہو جائیگا اور اس صورت مین کہ دو تین آیت کے بعد رکوع اور سجدہ نہ کرے نہ بقصد سجدہٗ تلاوت بلکہ بقصد اتمام رکعت کسی مذہب والیکا نقصان نہوگا دستہ تراویح دو امام سے بھی پڑھنا درست ہی لیکن اولی یہ ہی کہ ایک ایک ترویحہ سے کم نہ ادا کرے فتاوی قاسم بن قطلوبغا حنفی مین ہی اذا اصلی الترویحۃ الواحدۃ امامان کل واحد منہما بتسلیمۃ اختلف المشائخ فیہ قال بعضہم لا باس بہ والصحیح انہ لا یستحب ذلک ولکن کل ترویحۃ یودیہا امام واحد وعلیہ عمل اہل الحرمین وغیرہم ویکون تبدیل الامام بمنزلۃ الانتظار جبکہ ایک ترویحہ دو امامون نے ایک ہی تسلیمہ سے پڑھایا تو مشائخ کا اس مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک کچھ حرج نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ مستحب نہین ہے بلکہ ایک ترویحہ کو ایک ہی امام پڑھائے اور اسپر اہل حرمین کا عمل ہی اور تبدیل امام بمنزلہ انتظار کے ہے پس اگر بقدر ترویحہ سجدہٗ صاد کے امام حنفی کیا جاوے تو بہتر ہی کہ تراویح کے ادا مین خلل نہوگا اور حنفیون سے سجدہ بھی ادا ہو جائیگا اور شافعی کی نماز اور اقتدا مین بھی کچھ فتور نہوگا اور یہ خیال کرنا کہ اس مین شافعیہ کی تحقیر ہی از قبیل وساوس ہی **سوال** ایک حافظ نے دس دن مین پہلا قرآن شریف ایک مسجد مین ایک قوم کے ساتھ پھر دوسرا قرآن شریف دوسری مسجد مین دوسری قوم کے ساتھ پڑھا تو آیا تراویح سنت بختم مذکورہ ان دونون کے لیے ادا ہوگی یا نہین اور ثواب پائین گے یا نہین - **جواب** ادا ہوگی خزانۃ الروایات مین ہی قد روی بعض اہل العلم عن کنز الفتاوی رجل ام قوما فی التراویح وختم فیہا ثم ام قوما آخرین لہ ثواب الفضیلۃ ولہم ثواب الختم بعض اہل علم نے کنز الفتاوی سے نقل کیا ہی کہ ایک شخص جسنے تراویح مین ایک جماعت کی امامت کی اور قرآن ختم کیا پھر دوسرے کی امامت کی تو اس شخص کو فضیلت کا ثواب ملیگا اور ان لوگون کو ختم کا **سوال** نفل نماز بعد دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے اکثر عوام پڑھتے ہین آیا اسکی اصل سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہی یا نہین اور اسکا پڑھنا ثواب ہی یا عذاب

جواب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھ کے پڑھنا ثابت ہو جیسا کہ صحیح مسلم مین مروی ہے سألت عائشۃ عن صلوۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقالت کان یصلے ثلث عشرۃ رکعات ثم یصلے ثمان رکعات ثم یوتر ثم یصلے رکعتین وھو جالس فاذا اراد ان یرکع قام فرکع ثم یصلے رکعتین بین الندا والاقامۃ من صلوۃ الصبح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو انھون نے فرمایا کہ تیرہ رکعتین پڑھتے پھر آٹھ پڑھتے پھر وتر پڑھتے پھر دو رکعتین بیٹھکر پڑھتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہو جاتے اور رکوع فرماتے پھر دو رکعتین ندا و اقامت نماز صبح کے درمیان پڑھتے نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین الصواب ان ھاتین الرکعتین فعلھما رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعد الوتر جالسا لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر و بیان جواز النفل جالسا ولم یواظب علی ذلک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مرات قلیلۃ صحیح یہ ہے کہ ان دونون رکعتون کو حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے وتر کے بعد بیٹھکر اس غرض سے پڑھا ہے کہ یہ معلوم ہو جاے کہ وتر کے بعد نماز جائز ہو اور نفل بیٹھکر پڑھنا جائز ہے اور اسپر آپنے مواظبت نہین فرمائی بلکہ ایک یا دو مرتبہ اسپر عمل کیا اور چند مرتبہ ترک کیا۔ اور بعد دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشا کے آپ کا دو رکعت نفل پڑھنا ابتک نظر سے نہین گذرا لیکن جو شخص بقصد ثواب بدون اعتقاد سنیت پڑھے گا وہ ثواب پائیگا کیونکہ حدیث مین ہو الصلوۃ خیر موضوع فمن شاء فلیقلل ومن شاء فلیکثر نماز اچھا کام ہو جو چاہے اس مین کمی کرے اور جو چاہے زیادتی کرے البتہ ان اوقات مین دو رکعت نفل کھڑے ہوکے پڑھنا چاہیے نہ بیٹھکے کیونکہ صحیح مسلم اور موطاء مالک وغیرہ کتب معتبرہ مین مروی ہو صلوۃ الرجل قاعدا نصف صلوتہ قائما بیٹھکر نماز پڑھنا کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا آدھا مرتبہ رکھتا ہو **سوال** علما اس مسئلہ مین کیا فرماتے ہین کہ تمام احناف کی کتابون مین مذکور ہو کہ سنت فجر کی قضا اسیوقت پڑھی جائے گی جب فجر فرض بھی قضا ہو جائے اور اگر اکیلی سنتین نہ پڑھ سکے تو بالاجماع طلوع آفتاب کے قبل اُسکی قضا نہین کی جاسکتی کیونکہ صبح کے بعد طلوع شمس کے قبل نفل مکروہ ہو اسکی دلیل مین یہ حدیث پیش کی جاسکتی ہو لا صلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس ولا صلوۃ بعد العصر حتی تغرب الشمس رواہ ابو داؤد قبل طلوع آفتاب کے نماز صبح کے بعد کوئی نماز درست نہین ہے اور نہ عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے کوئی نماز درست ہے اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے مگر قیس عمر کی یہ حدیث اس کے معارض ہے رای رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رجلا یصلے بعد صلوۃ الصبح رکعتین فقال صلوۃ الصبح رکعتین فقال الرجل انی لم اکن صلیت الرکعتین اللتین قبلھما فصلیتھما الآن فسکت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رواہ ابو داؤد

حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز صبح کے بعد دو رکعتین پڑھ رہا ہی تو آپنے فرمایا کہ نماز صبح کی دو رکعتین ہین اُس شخص نے کہا کہ مین نے نماز صبح کے پہلے کی دو رکعتین نہین پڑھی تھین اُنھین اب پڑھ رہا تھا آپ نے اسپر سکوت فرمایا اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہی ان دو حدیثون مین موافقت کیونکر ہو سکتی ہی **جواب** اس مین شک نہین کہ وہ تمام حدیثین جو طلوع شمس کے قبل نماز صبح کے بعد اور غروب شمس کے قبل نماز عصر کے بعد نفلون کی ممانعت کے بارہ مین آئی ہین بالکل صحیح ہین جیسا کہ صحیحین وغیرہ مین ہی اور اسی طرح وہ حدیث بھی جس سے نماز فجر کے بعد قبل طلوع شمس سنت فجر کا ادا کرنا ثابت ہوتا ہے قابل احتجاج ہے مگر چونکہ احناف نے یہ اصول مقرر کر لیا ہے کہ جب کسی چیز کے متعلق حلت اور حرمت کی دو نصین موجود ہون تو نص حرمت کو ترجیح دیجائے گی قول فعل و تقریر دونون پر مقدم ہی لہذا ہمارے ائمہ نے نہی کی قولی احادیث پر جو نص حرمت ہین عمل کر کے ممانعت کا حکم دیدیا عینی نے بنایہ شرح ہدایہ مین دو متعارض حدیثون کو ذکر کر کے کہا ہی ان المبیح والحاظر اذا تعارضا جعل الحاظر متاخرا مباح کرنے اور منع کرنیوالی دو حدیثین جب جمع ہو جائین تو منع کرنے والی حدیث متاخر ہوگی علاوہ برین احادیث نہی بکثرت ہین **سوال** مصر کی صحیح تعریف کیا ہی اگر یہ ہے کہ اس جگہ کے رہنے والون سے اکبر مساجد بھر جائے تو رہنے والون مین بعض لوگ ایسے ہین جنپر جمعہ واجب نہین جیسے لڑکے عورتین اندھے کفار وغیرہ تو ان لوگون کا اعتبار ہوگا یا نہین **جواب** مصر کی تعریف مین فقہا کا اختلاف ہی اور مختار اکثر فقہا کا اور جمہور متاخرین کے نزدیک مصر کی مفتی بہ تعریف یہی ہے کہ اس جگہ کے رہنے والون کو اکبر مساجد اُس جگہ کی کافی نہو اور مراد اُن لوگون سے وہ لوگ ہین جنپر جمعہ فرض ہی اور لڑکے وغیرہ جو جمعہ کے مکلف نہین ہین خارج از بحث ہین برجندی شرح مختصر وقایہ مین لکھتے ہین وما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ مصر وھذا التفسیر مروی عن ابی یوسف والمراد باھلھم الذین یجب علیھم الجمعة وعنہ ایضا کل موضع فیہ یسکن عشرة الاف رجل وعنہ ایضا ان کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وھو اختیار الکرخی کذا فی الھدایة ثم الظاھر ان المراد باکبر المساجد ھو المسجد الجامع لکن فی الخزانة ان احسن ما قیل فی الباب انھم اذا کانوا بحال لو اجتمعوا فی اکبر مساجدھم لا یسعھم حتی احتاجوا الی بناء المسجد الجامع فھذا صریح فی ان المراد باکبر المساجد غیر المسجد الجامع وقد صرح فی فتاوی الزاھدی من ان المراد باکبر المساجد اکبر المساجد للصلوات الخمس وقال بعضھم ھو ان یعیش کل محترف بحرفتہ من سنة الی سنة من غیر ان یحتاج الی حرفة اخری وقال بعضھم ھو ان یکون بحال لو قصدھم عدو یمکنھم دفعہ وقال بعضھم ھو ان یولد فیہ کل یوم ویموت فیہ انسان وقال بعضھم ھو ان لا یعرف عدد اھلہ الا بکلفة ومشقة جہان

کی سب سے بڑی مسجد مین تمام لوگ نہ آسکین وہ مصر ہی اور یہ تفسیر امام ابو یوسف سے مروی ہی اور اہل سے وہ لوگ مراد ہین جنپر نماز جمعہ فرض ہی اور انھین سے یہ بھی مروی ہی کہ مصر وہ ہی جہان دس ہزار آدمی ہون اور انہین سے یہ بھی مروی ہی کہ ہر وہ جگہ جہان امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ کرین اور حدود قائم کرین مصر ہی اور امام کرخی نے اسی کو اختیار کیا ہی ایسا ہی ایضاح مین ہی ظاہر یہ ہی کہ اکبر مساجد سے مراد جامع مسجد ہی لیکن خزانہ مین ہی کہ اس بات مین سب سے بہتر رائے یہ ہی کہ جس جگہ اتنے لوگ ہون کہ اگر وہ سب مجتمع ہون تو وہان کی بڑی سے بڑی مسجد مین نہ سما سکین اور انھین ایک مسجد جامع بنانے کی ضرورت پڑے تو وہ مصر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبر مساجد سے مراد مسجد غیر جامع ہے اور فتاوی زاہدی مین اسکی تصحیح ہی کہ اکبر مساجد سے مراد پنجوقتہ نماز کی مسجد ہی اور بعضون کے نزدیک مصر وہ ہی جہان ہر پیشہ والا سالہا سال بسر کرتا ہے بغیر اسکے کہ وہ کسی دوسرے پیشہ کو اختیار کرے اور بعضون کے نزدیک مصر وہ جگہ ہے جہان کے رہنے والون کی اتنی تعداد ہو کہ اگر اُنپر کوئی دشمن حملہ کرے تو وہ اُسکو دفع کر سکین اور بعضون نے کہا ہے کہ مصر وہ ہے جہان روزانہ کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی مرے اور بعضون کے نزدیک مصر وہ ہی جہان کے رہنے والون کی تعداد بآسانی نہ معلوم ہو سکے اور تنویر الابصار اور در مختار مین ہی ہو ما لا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بہا وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء مصر وہ ہی جہان کی سب سے بڑی مسجد مین مکلفین جمعہ نہ سما سکین اور اسی پر اکثر فقہا کا فتوی ہی اور رد المحتار مین ہی قولہ المکلفین بہا احترز بہ عن اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمسافرین عن القہستانی قولہ وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء وقال ابو شجاع ہذا احسن ما قیل فیہ وفی الولوالجیۃ وہو صحیح۔ بحر۔ وعلیہ مشی فی الوقایۃ وفی متن المختار وشرحہ وقدمہ فی متن الدرر علی القول الاخر وظاہرہ ترجیحہ وایدہ صدر الشریعۃ بقولہ لظہور التوانی فی احکام الشرع سیما فی اقامۃ الحدود فی الامصار قولہ المکلفین بہا سے معذور خارج ہو گئے مثلاً عورت بچے اور مسافر (منقول از قہستانی) قولہ وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء۔ ابو شجاع نے کہا ہی کہ یہی سب سے زائد درست ہے اور ولوالجیہ مین ہی کہ یہی صحیح ہی (بحر) اور اسی پر صاحب وقایہ وماتن وشارح مختار چلے ہین اور درر مین اسے دوسرے قول پر مقدم کیا ہی اور اس سے مقصد بظاہر صرف ترجیح معلوم ہوتا ہے اور اسکی تائید صدر الشریعہ نے اپنے اس قول سے کی ہے کہ شہرون مین احکام شرع کا پورا ہونا خاصکر اقامت حدود ظاہر ہے اور بحر الرائق مین ہی فی المجتبی عن ابی یوسف انہ اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدہم للصلوات الخمس لم یسعہم وعلیہ الفتوی لاکثر الفقہاء وقال ابو شجاع ہذا احسن ما قیل مجتبی مین امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ جب لوگ سب سے بڑی مسجد مین پنجوقتہ نمازون کے لیے جمع ہون تو مسجد اتنی وسعت نہ رکھے اور اسپر اکثر فقہا کا فتوی ہی اور ابو شجاع نے کہا ہے کہ یہ سب سے زیادہ اچھا ہی

سوال زید اپنی زوجہ کو نماز پنجگانہ ادا کرنے کا حکم کرتا ہے مگر وہ نہیں مانتی اسوجہ سے زید زوجہ سے ناراض ہے معلوم ہونا چاہیے کہ شرعاً اُس سے صحبت ترک کرے یا مارے یا طلاق دے **جواب** تنبیہ اور زجر کی نیت سے ہمخوابی ترک کرنا اور تنبیہاً اُسکو مارنا بھی درست ہی مگر نہ اتنا مارنا کہ اُسکو زائد تکلیف ہو اور طلاق دیدینا بھی درست ہی ضروری نہیں اور اگر وہ عورت کسی طرح نہ مانے تو اُسکو اپنی زوجیت مین باقی رکھنا ممنوع نہیں ہی کیونکہ ذمہ شوہر کا نصیحت کی وجہ سے پاک ہوگیا عدم قبول نصیحت کا وبال عورت پر ہوگا اشباہ مین ہی للزوج ان یضرب زوجتہ علی ترك الزینة بعد طلبہا وعلی عدم اجابتہا الی فراشہ وھی طاھرۃ من الحیض والنفاس وعلی خروجہا من منزلہ بغیر حق وعلی ترك الصلوۃ فی روایۃ شوہر کو اسکا حق ہی کہ اپنی بی بی کو حکم دینے سے کے بعد بھی زینت کے ترک کرنے پر یا حالت طہارت مین انکار فراش پر یا بلا حق گھر سے باہر جانے پر یا دبروایتے) ترک صلوۃ پر مارے حموی حواشی اشباہ مین علی ترك الصلوۃ فی روایۃ کے تحت مین لکھتے ہین مشی علیہ فی الکنز تبعا للکشوری وفی النہایۃ تبعا لما فی الحاکم انہ لا یجوز لہ لان المنفعۃ لا تعود الیہ بل الیہا اسی پر کنز مین حکم دیا گیا ہی اکثر لوگون کی اتباع مین اور نہایہ مین حاکم کی اتباع مین لکھا ہی کہ یہ ناجائز ہی کیونکہ نفع زوجہ ہی کو حاصل ہوگا نہ شوہر کو۔ اور خزانۃ الروایۃ مین ہی فی الخانیۃ لہ ان یضربہا علی اربعۃ منہا ترك الزینۃ اذا اراد الزوج الزینۃ والثانیۃ ترك الغسل من الحیض والنفاس والجنابۃ والثالثۃ ترك الصلوۃ والرابعۃ الخروج من منزلہ بغیر اذنہ بعد ایفاء المھر وفی القنیۃ رجل لہ امرأۃ فاسقۃ لا تنزجر بالزجر لا یجب علیہ تطلیقہا وفی الخانیۃ رجل لہ امرأۃ لا تصلی کان لہ ان یطلق خانیہ مین ہی کہ شوہر کو ان چار باتون پر زوجہ کے مارنے کا حق ہے (۱) زوج زینت کا حکم دے اور وہ زینت نہ کرے (۲) حیض اور نفاس اور جنابت کے بعد نہ نہلئے (۳) نماز ترک کرے (۴) بعد ادائے مہر بلا اجازت شوہر گھر سے نکلے قنیہ مین ہی کہ اگر کسی شخص کی بی بی فاسقہ ہی اور وہ باوجود زجر کے بھی رفسق سے) باز نہین آتی تو اسپر طلاق دینا واجب نہین ہی اور خانیہ مین ہی کہ اگر کسی کی عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو اُسے طلاق دیدینا چاہیے **سوال** ایک قصبہ مین چند آدمی آمین بالجہر کہتے ہین اور نہ کہنے والے کو بُرا بھلا کہتے ہین بلکہ آمین بالجہر کہنے والے بعض بعض جاہل آمین بالجہر نہ کہنے والے کو کافر بھی کہتے ہین اور کلمات ناشائستہ کے وجہ سے ایک جاہل نے آمین بالجہر کہنے والے اور رفع یدین کرنے والے کو مارا اور قبل مارنے کے بہت فساد تھا بعد مارنے کے کل فساد دفع ہوگیا تو اس صورت مین وہ مارنے والا گنہگار ہوگا یا نہین **جواب** آمین بالجہر نہ کہنے والے کو بُرا کہنے والا اور آمین بالجہر کہنے والے کو مارنے والا دونون گنہگار ہوے دونون پر توبہ لازم ہے فان اختلاف الائمۃ رحمۃ ولیس علی تبع احدھم کا تابعین کان فقہ اختلاف ایک رحمت ہی اور انمین سے کسی کے تبع پر کوئی الزام نہین

سوال وتر کی نماز کے بعد یہ دو سجدے جو اکثر لوگ کرتے ہین اور اس مین سبوح قدوس ربنا و رب الملائکة والروح پڑھتے ہین یہ مکروہ ہین یا مباح اور اسکی فضیلت مین بعض کتب فقہ مین جو ایک حدیث بروایت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا مذکور ہے صحیح ہی یا موضوع **جواب** یہ دو سجدے وتر کے بعد بے اصل ہین اور حدیث فاطمہ جو مشہور ہی موضوع ہی۔ درمختار مین ہی سجدة الشکر مستحبة بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوة لان الجہلة یعتقد و نہا سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیہ مکروہ سجدۂ شکر مستحب ہی اور اسی پر فتوی ہی لیکن نماز کے بعد مکروہ ہی کیونکہ جاہل یہ خیال کرتے ہین کہ سنت ہی یا واجب اور ہر مباح جو سنت یا واجب سمجھا جانے لگے مکروہ ہی اور رد المحتار مین ہی قال فی شرح المنیة واما ما ذکر فی المضمرات ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمة ما من مومن ولا مومنة یسجد سجدتین الی اخرہ فحدیث موضوع باطل لا اصل لہ شرح منیہ مین ہی کہ جو مضمرات مین ہی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا نہین ہی کوئی مومن یا مومنہ جو دو سجدے کرے آہ یہ حدیث موضوع ہی باطل ہی اسکی کچھ اصل نہین ہی اور بھی اسی مین ہے قال فی شرح المنیة عن شرح القدوری الزاہدی ما یفعل عقیب الصلوة فمکروہ لان الجہال یعتقدو نہا سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ شرح منیہ مین شرح قدوری زاہدی سے منقول ہی جو نماز کے بعد کیا جائے وہ مکروہ ہی کیونکہ جاہل اسے سنت یا واجب سمجھتے ہین اور ہر مباح جو اس مرتبہ تک پہونچ جاے مکروہ ہو جاتا ہی

سوال ایک شہر مین لوگون نے ۲۹ ذیقعدہ کو چاند بقرعید کا دیکھنا شروع کیا اور مطلع بھی صاف تھا اس شہر والون کو چاند نہ دکھائی دیا اور اس شہر مین دوسرے شہر سے دو شخص آئے جو نہایت ثقہ اور پرہیزگار تھے ان دونون نے شہادةً ایک مفتی کے پاس یہ بیان کیا کہ ہمنے اپنی آنکھون سے چاند دیکھا ہی بتاریخ ۲۹ ذیقعدہ کو فلان شہر مین بعد ادائے شہادت کے ایک کا یہ بیان ہی کہ ہمنے فلان شہر مین ایک دو منزلہ مکان پر نماز پڑھی اور وہان قریب سو دو سو آدمیون کے نمازی جمع تھے سبھون نے چاند دیکھا اور دوسرے کا بیان ہی کہ ہم اپنے چند ساتھیون کے ساتھ ریل سے اتر کر ایک میدان مین جاتے تھے عین مغرب کے وقت ہم سب نے چاند دیکھا اس کے بعد ایک دوسرے قصبہ سے ڈاک پر خط آیا اس مین بھی لکھا تھا کہ یہان ۲۹ ذیقعدہ کو بہت لوگون نے چاند دیکھا اور بھی چند جگہون سے خبر آئی لیکن مفتی مذکور نے گواہون کی گواہی قبول کر کے نماز بقرعید کی پڑھی اب بعض لوگ کہتے ہین کہ نماز کسی کی نہین ہوئی اور مفتی حنفی کے مذہب سے خارج ہو گیا **جواب** نماز صورت مذکورہ مین درست ہوئی اور مفتی مذہب حنفی سے خارج نہین ہوا

سوال علمائے مسائل مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص امام ہوتا ہے اور سلام کے بعد یہ دعا جو خاص اپنے نفس کیواسطے ہے پڑھتا ہے رب انت ولیی فی الدنیا والآخرة والحقنی بالصالحین اللہم اشرح لی صدری ویسر لی امری الی آخرہ کی

آمین کہتے ہیں پس امام کا یہ فعل بُرا ہی یا نہیں اور وہ خائن ہی یا امانت دار اور لا یؤم عبد قوما الحدیث کے تحت مین داخل ہو سکتا ہی یا نہیں ۲ دوسرا شخص امام ہوتا ہے اور وہ بعد سلام کے اسی دعا کو بلفظ جمع تلفظ کرتا ہے پس دوسرا امام قابل ملامت ہی یا قابل مدح اور خائن ہی یا امانت دار اور ایسے امام کو قرآن کا اصلاح دینے والا کہین گے یا کیا ۳ حدیث لا یؤم عبد قوما جو ترمذی مین بروایت ثوبان منقول ہی وہ موضوع ہی یا حسن اور اس حدیث کا محل یہ دعا جو بعد تسلیم کے مانگتے ہین ہو سکتا ہی یا نہیں اور یہ حدیث اُن حدیثون کی جن مین حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بوقت امامت نماز مین بلفظ مفرد دعا منقول ہی متعارض اور مخالف ہوتی ہی یا نہیں اگر ہوتی ہی تو اسکی تطبیق ایک شخص یون نقل کرتا ہے کہ حدیث ثوبان مین جو تخصیص کی ممانعت ہی وہ خارج صلوۃ بعد تسلیم مراد ہی کیونکہ سب مقتدی امام کو اپنی طرف سے طلب خیر کے لیے نائب کرتے ہین اور خود فقط آمین کہتے ہین اور وہ اس صورت خاص مین خیانت کرکے محض اپنی بھلائی چاہتا ہی تو خائن ہوا اور نماز کے اندر تو امام و مقتدی دونون دعا مانگتے ہین تو امام اُنکا نائب نہ ٹھہرا لہذا خائن بھی نہوگا یہ صحیح ہے یا نہیں **جواب** چونکہ اکثر ادعیۂ صلوۃ جو حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہین بلفظ مفرد وارد ہین اور حدیث ثوبان عدم جواز یا کراہت پر دال ہی بحالت امامت اس لیے علما کی رائین اس باب مین مختلف ہوگئین بعض نے حدیث ثوبان کو موضوع کہا ہی اور مطلقا افراد کو جائز رکھا ہی لیکن یہ قول محض غلط ہی حدیث مذکور جامع ترمذی وغیرہ مین موجود ہی اور اسکے موضوع ہونے پر کوئی قوی دلیل نہین ہی اور مجرد تعارض سے باوجود امکان جمع کے کسی حدیث کو موضوع کہنا درست نہین ہی اور بعض نے مطلقاً ادعیۂ صلوۃ مین افراد کو موضوع لکھا ہی اور بعض محدثین نے یہ تحریر کیا ہی کہ حدیث ثوبان سے وہ دعا مراد ہے جو بلفظ جمع وارد ہی اور جو دعا بلفظ مفرد وارد ہی وہ اس سے خارج ہی اور اکثر محدثین کی یہ رائے ہے کہ تخصیص اس دعا مین ممنوع ہے جسکے ساتھ امام متفرد ہو اور مقتدی آمین کہتا ہو جیسے دعاے قنوت صبح اور سوا اسکے اور ادعیہ مین کہ امام و مقتدی دونون کو جائز ہین تخصیص منع نہین ہی فاضل یمنی بہجۃ المحافل مین لکھتے ہین جمع الادعیۃ المرویۃ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رویت بلفظ التوحید قال الشیخ مشائخنا المجد الشیرازی فان قیل ورد مرفوعا لا یؤم عبد قوما فیخص بدعوۃ دونھم فان فعل ذلک فقد خانھم ثم نقل عن ابن خزیمۃ ان ھذا الحدیث موضوع وقال بعض العلماء ان ثبت ھذا الحدیث فیکون المراد دعاء ورد بلفظ الجمع قلت وظھر لی واللہ اعلم ان کل دعاء یدعوا بہ الامام والماموم یکون بلفظ الافراد وکل دعاء یومن فیہ الماموم لدعاء امامہ یکون بلفظ الجمع فان افرد وقع فی النھی وھذا ادنی مما ذکر القاضی لان الحدیث الذی نقل عن ابن خزیمۃ وضعہ اخرجہ ابو داؤد والترمذی تمام دعائین جو حضور سرورعالم صلے اللہ

علیہ وسلم سے مروی ہین اُن مین واحد کے الفاظ ہین شیخ المشائخ مجد شیرازی نے کہا ہی کہ یہ حدیث جو مرفوعًا مروی ہے
اُنکے رو سے شخص کسی قوم کی امامت نہ کرے جو ہر دعا صرف اپنے ہی لیے کرے اور اگر کسی نے ایسا کیا تو اُس نے اُن لوگون سے
خیانت کی، ابن خزیمہ سے منقول ہی کہ موضوع ہے اور بعض علما نے کہا ہی کہ اگر یہ حدیث ثابت بھی ہو تو اس سے مراد
وہ دعا ہو گی جو بلفظ جمع وارد ہوئی ہی مین کہتا ہون کہ میرے سمجھ مین یہ آتا ہے کہ ہر دعا جو امام یا مقتدی کرے لفظ
واحد سے ہونا چاہیے اور ہر وہ دعا جو امام کرے اور مقتدی اُس مین آمین کہے لفظ جمع سے ہونا چاہیے اور اگر امام اُسے
بلفظ واحد کریگا تو اُس نہی کی تحت مین آجائیگا اور یہ ثانی پہلے قول سے زائد بہتر ہی کیونکہ جس حدیث کا موضوع ہونا
ابن خزیمہ سے منقول ہی اُسے ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہی اور سراج الدین بن الملقن شرح سنن ابن ماجہ مین
لکھتے ہین اما التخصیص بالدعاء فمقتضی کلام النووی فی الاذکار اطرادہ فی سائر ادعیۃ الصلوۃ وبہ صرح الغزالی
فی الاحیاء ونقل ابن المنذر فی الاشراق عن الشافعی والصواب ان ما امر الامام والماموم بقولہ یقولہ الامام بصیغۃ
الافراد وما امر الامام بقولہ کالقنوت یاتی بہ بلفظ الجمع مگر مسئلہ تخصیص امام بدعا تو اسکے متعلق اذکار مین نووی کے
کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم نماز کی تمام دعاؤن کو شامل ہے اور غزالی نے احیاء العلوم مین اسکی تصریح کی ہی اور ابن منذر
نے اشراق مین امام شافعی سے یہی نقل کیا ہی اور صحیح یہ ہی کہ جس دعا کے پڑھنے کا حکم امام اور مقتدی دونون کو ہی اُمین
صیغہ واحد لائے اور جسکے پڑھنے کا حکم صرف امام کو ہی جیسے قنوت اُس مین صیغہ جمع لائے اور ابن القیم زاد المعاد مین
لکھتے ہین المحفوظ فی ادعیتہ صلے اللہ علیہ وسلم کلہا بلفظ الافراد کقولہ رب اغفر لی وارحمنی ومنہا قولہ فی دعاء
الاستفتاح اللہم اغسلنی من خطایای اللہم باعد بینی وبین خطایای وروی الامام احمد واہل السنن من حدیث
الثوبان مرفوعا لا یؤم عبد قوما فیخص نفسہ بدعوۃ قال ابن خزیمۃ فی صحیحہ وقد ذکر حدیث اللہم باعد بینی
فی ہذہ دلیل علی رد الحدیث الموضوع لا یؤم عبد قوما الحدیث وسمعت شیخ الاسلام ابن تیمیۃ یقول ہذہ
الحدیث عندی فی الدعاء الذی یدعو بہ الامام لنفسہ وللمامومین کدعاء القنوت وغیرہ حضور سرور عالم صلے اللہ
علیہ وسلم کی تمام دعاؤن مین لفظ مفرد منقول ہی جیسے رب اغفر لی وارحمنی اور جیسے دعاے استفتاح مین اللہم اغسلنی
من خطایای اللہم باعد بینی وبین خطایای اور امام احمد اور اہل سنت نے مرفوعًا بروایت ثوبان بیان کیا ہی کہ کسی قوم
کی امامت ایسا شخص نہ کرے جو صرف اپنے ہی لیے دعا کرے صحیح ابن خزیمہ مین ہے کہ اللہم باعد بینی وبین خطایای سے حدیث
موضوع لا یؤم عبد قوما الحدیث کی رد ہو جاتی ہی اور مین نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنا ہی کہ میرے نزدیک یہ حدیث
صرف اُس دعا کے بارے مین ہی جس مین امام کو اپنے ساتھ مقتدی کے لیے بھی دعا کرنا چاہیے جیسے دعاے قنوت وغیرہ

اور شمس الدین جزری مؤلف حصن حصین مفتاح حصن حصین مین لکھتے ہین ھو من المنہیات لحدیث ثوبان والمعنی ان امامھم فی الدعاء کالقنوت وغیرہ لایخص فانہ اذا دعاھم یؤمنون ویخص نفسہ بالدعاء وھم لایعلمون فتکون خیانة لھم واما اذا دعا فی السجود لنفسہ مثلا او بین السجدتین او التشھد وھو امام فلیس بخیانة لان کل واحد من المامومین ینبغی ان یدعو لنفسہ یہ حدیث ثوبان سے منہی عنہ ہی اور مطلب یہ ہی کہ امام قنوت وغیرہ کی ایسی دعاؤن مین تخصیص نہ کرے کیونکہ جب وہ دعا کرے گا مقتدی آمین کہینگے پس اگر اسنے صرف اپنے ہی لیے دعا کی ہو اور مقتدی اس سے لاعلم ہین تو خیانت لازم آئی البتہ اگر سجدہ مین یا دونون سجدون کے بیچ مین یا تشہد مین اپنے لیے دعا کی تو بحالت امامت بھی خیانت نہین ہی کیونکہ ان مواقع پر مقتدیون مین سے ہر ایک کو اپنے لیے دعا کرنا چاہیے پس اکثر فقہا نے ان دونون حدیثون مین جو توافق کیا ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ بعد نماز کے جب امام دعا مانگے تو مقتدی آمین کہین اسکو تخصیص نہ چاہیے بلکہ تعمیم چاہیے اور جو امام ربنا اتنا فی الدنیا والآخرة پڑھتا ہو وہ قرآن کا بدلنے والا ٹھہرے گا کیونکہ ادعیہ قرآنیہ جب بطور دعا کے تلاوت کیے جائین تو وہ قرآنیت سے خارج ہو جاتے ہین اشباہ والنظائر مین ہی القرآن یخرج عن القرآنیة بقصد الثناء قرآن کی کسی آیت سے اگر دعا مقصود ہو تو وہ قرآن نہین رہتی پس انکی تبدیل قرآن کی تبدیل نہو گی اور حدیث ثوبان کو خاص دعا بعد الصلوة پر محمول کرنا نہین صحیح ہی اسوجہ سے کہ یہ طریقہ جو فی زماننا مروج ہی کہ امام سلام کے بعد رفع یدین کے ساتھ دعا مانگتا ہی اور مقتدی آمین کہتے ہین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین نتھا جیسا کہ ابن القیم نے زاد المعاد مین اسکی تصریح کی ہی بلکہ اولی یہی ہی کہ حدیث ثوبان عام سمجھی جائے اس دعا مین جس مین امام منفرد ہو اور مقتدی آمین گو ہون اور یہ صورت بھی افراد عام مین داخل کیجائے **سوال** ایک گاؤن مین ایک پرانی زمانے کی مسجد ہی جس مین پنجگانہ اور جمعہ ہوتا تھا اب دوسرے شخص نے پچاس ہاتھ کے فاصلے پر بلا ضرورت دوسری مسجد بنائی ہی اس صورت مین حق کس مسجد کا ادا کیا جائے **جواب** نماز دونون مسجدون مین جائز ہی لیکن افضل قدیم مسجد ہی در مختار مین ہی افضل المساجد مکة ثم المدینة ثم القدس ثم قبا ثم الاقدم ثم الاعظم ثم الاقرب افضل مساجد مکہ پھر مدینہ پھر بیت المقدس پھر قبا ہے پھر جو زائد قدیم ہو پھر جو زائد بڑی ہو پھر جو زائد قریب ہو اور شرح منیہ مین ہی ذکر فی الخانیة ومنیة المفتی وغیرھما ان الاقدم افضل فان استویا فی القدم فالاقرب خانیہ اور منیة المفتی مین ہی کہ قدیم جو زائد افضل ہی اور اگر دو مسجدین قدیم ہونے مین مساوی ہون تو جو قریب ہو وہ زائد افضل ہی **سوال** مقتدی حنفیہ ہون اور امام پیچھے نماز پڑھتا ہو درست ہی یا نہین **جواب** درست ہی حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین لکھتے ہین وہ

الشافعی عن ابراهیم بن محمد حدثنی صالح مولی التوامة انه رای ابا هریرة یصلی فوق ظهر الی المسجد بصلوة الامام فی المسجد. رواه البیهقی شافعی نے ابراہیم بن محمد سے بروایت صالح مولی توامہ روایت کیا ہی کہ اُنھون نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مسجد کی چھت پر نماز پڑھتے دیکھا بحالیکہ وہ جس امام کی اقتدا کر رہے تھے وہ مسجد کے اندر تھا۔ اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے **سوال** تسلیم صلوۃ مین وبرکاتہ کی زیادتی مین اختلاف ہی بعض اسے بدعت کہتے ہین اور بعض استحسان کے قائل ہین جیسا کہ درمختار مین لکھا ہی وجعله النووی بدعة ورده الحلبی وفی الحاوی انه حسن نووی نے اسے بدعت ٹھہرایا ہی اور حلبی نے اسکی تردید کی ہی اور حاوی نے اسے حسن لکھا ہی۔ اس باب مین قول مختار کیا ہی **جواب** قول مختار اس باب مین اسکی زیادتی ہی اور بدعت والا قول غیر معتبر ہی صاحب ردالمحتار نے قوله ورده الحلبی کی تحت مین لکھا ہی۔ یعنی المحقق ابن امیر حاج فی الحلیة شرح المنیة حیث قال بعد نقله قول النووی انه بدعة مانصه لکنه یتعقب فی هذا بانها جاءت فی سنن ابی داؤد من حدیث وائل بن حجر باسناد صحیح وفی صحیح ابن حبان من حدیث عبد الله ابن مسعود ثم قال اللهم الا ان یجاب بشذوذها وان صح مخرجها کما مشی علیه النووی فی الاذکار وفیه تامل یعنے محقق ابن امیر حاج نے حلیہ شرح منیہ مین اسکی تردید کی ہی کیونکہ نووی کے قول انه بدعة کے نقل کرنے کے بعد جو اُنھون نے کہا ہی اسکی تصریح یہ ہی کہ اس قول کی تردید یون کی جاتی ہی کہ یہ حدیث سنن ابوداؤد مین بروایت وائل بن حجر باسناد صحیح اور صحیح ابن حبان مین بروایت عبد اللہ بن مسعود مروی ہے ہان جوابًا یہ کہا جاسکتا ہی کہ یہ شاذ ہے گو کہ اسکا مخرج صحیح ہی جیسا کہ نووی نے اذکار مین اسکی تصریح کی ہی لیکن یہ امر قابل غور ہی۔ اور حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین لکھتے ہین وقع فی صحیح ابن حبان من حدیث ابن مسعود زیادة وبرکاته وهی عند ابن ماجة وابی داؤد ایضا من حدیث وائل فیتعجب من قول ابن الصلاح حیث یقول ان هذه الزیادة لیست فی شیء من کتب الحدیث الا فی روایة وائل صحیح ابن حبان مین حدیث عبد اللہ بن مسعود سے وبرکاته کی زیادتی ثابت ہی اور یہ ابن ماجہ اور ابی داؤد کے نزدیک بھی حدیث وائل سے ثابت ہی تو اب ابن صلاح کا یہ قول تعجب انگیز ہی کہ یہ زیادتی بجز روایت وائل کے کسی دوسری حدیث سے ثابت نہین۔ **سوال** ایک شخص نے ایک مسجد مین نماز عشا و تراویح و وتر کی امامت کی پھر دوسرے مسجد مین جاکر ایک یا دو ترویحون مین انکے لوگون کی امامت کی اس خیال پر کہ تراویح اور دوسری سنتون اور نفلون کا حکم ایک ہی ہی جیسا کہ محمد ہاشم ٹھٹھوی کی بیاض مین بیت وا متانة الروایات سے منقول ہی وصح اقتداء بهم لان السنة والتطوع فی حکم واحد اور اُنکی اقتدا صحیح ہی کیونکہ سنت اور نفل ایک ہی حکم مین ہی اور اسکی دلیل مین وہ یہ امر پیش کرتا ہے کہ تراویح اور دوسری سنتون مین جمہور اور علامہ شلخ

کے نزدیک نفلون کی طرح مطلق نیت کافی ہی اسکے علاوہ وہ اسی بیاض کی ایک دوسری روایت جو شرح شرعۃ الاسلام
سے منقول ہی پیش کرتا ہی اُسکا ترجمہ یہ ہی جب حلال اور حرام جمع ہوتے ہین تو حرام غالب ہوتا ہی اور یہ ضابطہ معاملات
مین ہی مگر عبادات جیسے نماز روزہ وغیرہ مین علمانے کہا ہی اگر عدم جواز کی روایت نہو اور جواز کی ایک روایت ہی تو
مفتی کو چاہیے کہ جواز پر فتوی دے ۔ اور کہتا ہی کہ کمال الدین بن ہمام نے کہا ہی ان نفس النیۃ یحصل بنفس الفعل
علی الوجہ الذی فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام وھو علیہ السلام لم یکن ینوی السنۃ بل الصلوۃ للہ تعالی علم ان وصف
السنیۃ ثبت بعد فعلہ علی ذلک الوجہ تسمیۃ منا لفعلہ لانہ وصف یتوقف حصولہ علی النیۃ نیت صرف اُس طریقہ پر
عمل کرنے سے حاصل ہو جاتی ہی جس طریقہ پر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس فعل کو کیا ہی اور یہ معلوم ہے
کہ آپ سنت کی نیت نہین کرتے تھے بلکہ صرف خدا کے لیے نماز کی نیت کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ اسطرح پر نیت
اسوقت سے ثابت ہوئی ہی جب سے کہ ہمنے آپکے فعل کا نام سنت رکھ لیا ہی نہ یہ کہ سنت ایک ایسا وصف ہی جو بغیر
نیت کے ثابت ہی نہو تو اب ایسی صورت مین اس قوم کی اقتدا اور اُس شخص کی امامت مکروہ ہی یا نہین اور بنا
قوی علی الضعیف لازم آتی ہی یا نہین نیت سنت موکدہ مین تعیین بہتر ہی یا اطلاق اور اس امامت اور اقتدا کے
نہ صحیح ہونے کی وجہ صرف مخالفت سلف ہی جیسا کہ فتاوی ہندیہ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہی ولو صلی التراویح
مقتدیا بمن یصلی مکتوبۃ او وترا او نافلۃ الاصح انہ لا یصح الاقتداء بہ لانہ مکروہ ومخالف لعمل السلف اگر تراویح
مین اُس شخص کی اقتدا کی جو فرض یا وتر یا نفل پڑھ رہا ہی تو صحیح یہ ہی کہ یہ اقتدا نادرست ہی کیونکہ مکروہ اور مخالف
عمل سلف ہی یا اسکے سوا اور بھی کوئی وجہ ہی جواب فقہائے حنفیہ اس باب کے دو امرون مین اختلاف رکھتے ہین
اول نیت تراویح مین ۔ اس مین ایک مذہب تو وہ ہی جو ظاہر الروایۃ مین ہے کہ تراویح اور تمام سنتون مین
محض نماز کی نیت کافی ہی جیسا کہ تجنیس اور ذخیرہ مین ہی اور صاحب ہدایہ نے مختارات النوازل اور ہدایہ مین
اسکی تصحیح کی ہی اور فتح القدیر مین امام ابن ہمام نے اسکو اختیار کیا ہی اور اسکی خوب تحقیق کی ہے برہان شرح
مواہب الرحمن مین طرابلسی نے اسکی اتباع کی ہی اور جامع مضمرات مین اسکی تصحیح کی ہی اور درمختار مین اسکو قابل اعتماد لکھا ہی
اور خزانۃ الفتاوی اور منیۃ المصلی مین اسے مذہب مختار بتایا ہی اور دوسرا یہ کہ تراویح اور سنتون مین متابعت رسول
اور ادائے سنت کی نیت ضروری ہی اور بعض مفتیون نے اسکی تصحیح کی ہی جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہی قال
بعضہم یجوز اداء السنن بنیۃ الصلوۃ او التطوع وقال بعضہم لا یجوز وھو الصحیح بعضون کے نزدیک مطلق نماز یا
نفل کی نیت سے سنتون کا ادا کرنا جائز ہی اور بعضون کے نزدیک نہین اور یہی مذہب صحیح ہی اور بزازیہ مین ہے

ان نوی فی التراویح مطلق الصلوۃ والنفل فالصحیح انہ لا یجوز لانہا سنۃ مخصوصۃ فیراعی صفۃ الخاصۃ للخروج عن العہدۃ واکثر المتاخرین علی ان التراویح والسنن تتادی بمطلق النیۃ اگر تراویح مین مطلق نماز یا نفل کی نیت کی تو صحیح عدم جواز ہی کیونکہ تراویح ایک خاص سنت ہی تو اُسکی اس خاص صفت کا لحاظ کیا جائے گا تاکہ وہ ذمہ سے ادا ہو اور اکثر متاخرین کا خیال یہ ہی کہ تراویح اور سنن مطلق نیت سے ادا ہوسکتی ہین اور ظہیریہ وغیرہ مین بھی ایسا ہی ہے تو اب اس مسئلہ مین مذہب مرجح و صحیح مین اختلاف ہوگیا اس لیے صاحب منیہ اور صاحب ظہیریہ اور ابن ہمام اور انکے شاگرد قاسم بن قطلوبغا وغیرہ نے کہا ہی کہ احتیاط یہ ہی کہ محض نیت پر اکتفا نہ کرے دوم تراویح پڑھنے والے کی نفل پڑھنے والے اور دوبارہ تراویح پڑھنے والے کی اقتدا کے بارے مین تو بعض اسے جائز کہتے ہین اور بعضے ناجائز قاضی خان نے کہا ہی صحیح یہ ہی کہ ناجائز ہی اور صدر شہید نے اپنی کتاب واقعات مین لکھا ہی امام یصلی التراویح فی مسجدین علے الکمال لا یجوز ایک امام جو دو مسجدون مین پوری پوری تراویح پڑھتا ہی اُسکی امامت نادرست ہی اور قاسم بن قطلوبغا نے اپنے فتاوی مین لکھا ہی اذا صلے التراویح مقتدیا بمن یصلی المکتوبۃ او الوتر او نافلۃ غیر التراویح اختلف المشائخ فیہ منہم من بنی ہذا علے الاختلاف فی النیۃ فمن قال من المشائخ ان التراویح لا یتادی بمطلق النیۃ حتی ینویہا قال ہہنا لا تصح لانہا لا تتادی الا بنیتہا فلا تتادی الا بنیۃ الامام وہی بخلاف نیتہ ومن قال من المشائخ انہا تتادی بمطلق النیۃ ینبغی ان یقول ہہنا یصح والاصح انہ لا یصح وہو مکروہ اگر کسی نے تراویح پڑھی اور اُس شخص کی اقتدا کی جو فرض یا وتر یا کوئی اور نفل تراویح کے سوا پڑھ رہا ہی تو مشائخ کا اس بارے مین اختلاف ہے بعضون نے اس کو اختلاف نیت پر مبنی کیا ہی پس ان مین سے جو کہتے ہین کہ تراویح مطلق نیت سے ادا نہین ہوتی وہ کہتے ہین کہ یہ صورت ناجائز ہی کیونکہ ادائے تراویح کے لیے نیت تراویح کی ضرورت ہی اور مقتدی کی نیت مین امام کی نیت ہی اور امام کی نیت تراویح کی نیت کے خلاف ہی اور جو کہتے ہین کہ تراویح مطلق نیت سے ادا ہوجاتی ہی اُنکے خیال مین اس صورت کو درست ہونا چاہیے اور اصح یہ ہی کہ یہ صورت درست نہین بلکہ مکروہ ہی اور جامع مضمرات شرح مختصر قدوری مین ہی فی الکبری قوم صلوا التراویح ثم ارادوا ان یصلوہا بعد ذلک یصلون فرادی لانہ تطوع وصلوۃ التطوع بجماعۃ لیست بمستحبۃ کبری مین ہی کہ ایک گروہ نے تراویح پڑھی اور پھر دوبارہ تراویح پڑھنے کا قصد کیا تو انکو علحدہ علحدہ پڑھنا چاہیے کیونکہ یہ نفل ہی اور نفل مین جماعت مستحب نہین ہی اور خزانۃ الروایات مین رسالہ صدر الدین حسام نہالی سے نقل کیا ہے ہذہ التراویح للمقتدی سنۃ موکدۃ ولم یبق للامام سنۃ موکدۃ بل صار تطوعا فی حقہ والسنۃ اقوی حالا من التطوع وقاسوہ علے اقتداء المفترض

بالمتنفل فیجوز وروایۃ المضمرات قوم صلوا التراویح ثم ارادوا والخ وروایۃ نصاب الفقہ او صلی الامام التراویح فی مسجدین علی الکمال لا یجوز لمان یفعل لان التراویح سنۃ والسنن لا یتکرر فی الوقت الواحد فاذا فعل ذلک لا یکون سنۃ والفتوی علی ذلک وقال بعضھم یجوز لانہ اقتداء المتنفل بالمتنفل وکل سنۃ فھی نفل بالحقیقۃ

یہ تراویح مقتدی کے لیے سنت موکدہ ہی اور امام کے لیے سنت موکدہ نہین رہی بلکہ نفل ہو گئی اور سنت نفل سے زائد قوی ہی اور اس کا قیاس اُس صورت پر کیا گیا ہی جس مین فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے اور مضمرات کی روایت سے اسکی تائید ہوتی ہی جو پہلے ذکر ہوئی اور نصاب الفقہ کی اس روایت سے کہ اگر امام نے دو مسجدون مین پوری پوری نماز پڑھی تو یہ ناجائز ہی کیونکہ تراویح سنت ہی اور ایک ہی وقت مین سنت کی تکرار نادرست ہی پس اگر اس نے تکرار کی تو دوسری تراویح سنت نہو گی اور اسی پر فتوی ہی اور بعضون کے نزدیک یہ جائز ہی کیونکہ اس مین نفل پڑھنے والے نے نفل پڑھنے والے کی اقتدا کی اور ہر سنت حقیقۃ نفل ہی۔ اور اختلاف اول پر ایک غائر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہی کہ تراویح اور دوسری سنتین اور نفلین مطلق نیت اور نیت نفل سے پوری ہو جاتی ہین جیسا کہ ابن ہمام نے اسکی تحقیق کی ہی اور اختلاف ثانی پر غائر نظر ڈالنے سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اگر تراویح پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے تو تراویح ادا ہو جائیگی لیکن خالی از کراہت نہین کیونکہ اس مین سلف کی مخالفت ہی پس ایسی صورت مین بہتر ہی کہ امام جتنا حصہ تراویح کہ دوسری جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہتا ہی اُسکی نذر مان لے اور اسطرح اسے اپنے اوپر واجب کر لے تاکہ بناء القوی علی الضعیف کے شبہہ سے محفوظ ہو جائے **سوال** اگر کوئی شخص فرض کی ہر رکعت مین سورہ فاتحہ کے بعد اور ضم سورہ کو پہلے یا فاتحہ اور ضم سورہ کے بعد قل ہو اللہ پڑھتا ہی تو اسکی نماز بلا کراہت درست ہے یا بکراہت **جواب** اُسکی نماز بلا کراہت درست ہی ترمذی اور بزار اور بخاری نے اپنی صحیح مین حضرت انس سے روایت کی ہی کان رجل من الانصار یؤمھم فی مسجد قباء وکان یقرأ لھم فی الصلوۃ مما یقرء بہ وکلما افتتح سورۃ افتتح بقل ھو اللہ احد حتی یفرغ منہا ثم یقرأ سورۃ اخری معہا وکان یصنع ذلک فی کل رکعۃ فکلمہ اصحابہ فقالوا انک تفتتح بھذہ السورۃ ثم لا تری انھا تجزئک حتی تقرأ باخری فاما ان تقرأ بھا واما ان تدعھا وتقرأ باخری فقال ما انا بتارکھا ان احببتم ان اؤمکم بذلک فعلت وان کرھتم ترکتکم وکانوا یرون انہ من افضلھم وکرھوا ان یؤمھم غیرہ فلما اتاھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبروہ الخبر فقال یا فلان ما یمنعک ان تفعل ما یامرک بہ اصحابک وما یحملک علی لزوم ھذہ السورۃ فی کل سورۃ فقال انی احبھا فقال حبک ایاھا ادخلک الجنۃ انصار مین سے ایک صاحب جو مسجد قبا کے امام تھے جب امامت کرتے تو نماز مین جو کچھ پڑھا جاتا ہے

پڑھتے مگر جب سورت شروع کرتے تو اُسکے قبل قل ہو اللہ پڑھتے اور اسکے ختم کرنے کے بعد دوسری سورت پڑھتے اور وہ ایسا ہر رکعت مین کیا کرتے تو اُن کے اصحاب نے کہا کہ تم ہمیشہ اس سورت سے شروع کرتے ہو اور کبھی تنہا اس سورت کو کافی نہین سمجھتے بلکہ اُسکے ساتھ دوسری سورت بھی ملایا کرتے ہو پس یا تو اس سورت کا پڑھنا چھوڑ دو یا اسکے ساتھ دوسری سورت نہ ملاؤ تو اُنھون نے کہا مین اسے نہ چھوڑونگا اگر تم ایسی ہی صورت مین میری امامت کو پسند کرو تو مین تمھاری امامت کرونگا ورنہ نہین وہ لوگ چونکہ اُنھین کو سب سے افضل سمجھتے تھے اور اُنکے ہوتے ہوے دوسرے کو امام بنانا پسند نہین کرتے تھے اس لیے جب حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوے تو حضور سے یہ واقعہ عرض کیا آپنے فرمایا اے فلان تم اپنے اصحاب کے کہنے پر کیون عمل نہین کرتے اور ہر سورت کے قبل اس سورت کو کیون پڑھا کرتے ہو اُنھون نے جواب دیا کہ مجھے یہ سورت اچھی معلوم ہوتی ہے آپ نے فرمایا یہ اچھا معلوم ہونا ہی تمکو جنت مین داخل کرادیگا پس اس حدیث سے اس فعل پر حضور کا سکوت ثابت ہوا اور رفع کراہت مین اتنا ہی کافی ہے کیونکہ اگر مکروہ ہوتا تو حضور اُن صحابی کی توجیہ پر التفات نہ کرکے ضرور ممانعت فرماتے مگر چونکہ یہ طریقہ حضور اور جمہور صحابہ کے غالب طریقہ کے خلاف ہے اس لیے اسکا ترک اولی ہے فتح القدیر مین ہے لو جمع بین سورتین فی رکعۃ لا ینبغی ان یفعل و لو فعل لا باس یہ ایک رکعت مین دو سورتون کو جمع نہ کرنا چاہیئے اور اگر ایسا کر لیا تو کچھ حرج بھی نہین ہے **سوال** جماعت مین شریک ہونے کی وجہ سے اگر فجر کی سنتین ترک کردین پس طلوع آفتاب سے پہلے انکا ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے یا نہین۔ **جواب** قیس کی اس حدیث سے عدم کراہت ثابت ہے خرج النبی صلے اللہ علیہ وسلم فاقیمت الصلوۃ فصلیت معہ الصبح ثم انصرف النبی صلے اللہ علیہ وسلم فوجدنی اصلی فقال مھلا یا قیس اصلاتان قلت انی لم اکن رکعت رکعتی الفجر قال فلا اذن حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور نماز قائم کی گئی تو مین نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر حضور لوٹے اور مجھے نماز پڑھتے ہوے پایا۔ تو فرمایا رکو اے قیس کیا تم دو نمازین پڑھو گے مین نے عرض کیا کہ نہین مین نے فجر کی دو رکعتین نہین پڑھی تھین آپ نے فرمایا پس اس صورت مین کوئی ممانعت نہین ہے لیکن حنفیہ اصولی تقریر کی وجہ سے کراہت کا حکم دیتے ہین عینی عمدۃ القاری مین لکھتے ہین قلت استقرت القاعدۃ ان المبیح والحاظر اذا تعارضا جعل الحاظر متاخرا وقد ورد النہی فی احادیث کثیرۃ مین کہتا ہون کہ یہ قاعدہ مقرر ہوگیا ہے کہ جب اباحت و خطر مین تعارض ہو تو دلیل خطر کو متاخر مانتے ہین اور نہی بہت سے احادیث مین وارد ہے **سوال** نفل نماز جو دو رکعت سے زائد ایک سلام سے ہو اسکی درمیانی قعدہ مین صرف التحیات پڑھے یا درود بھی۔ **جواب** اسمین فقہا کا اختلاف ہے

بعضون کے نزدیک صرف التحیات اور بعض کے نزدیک درود بھی پڑھے مگر جمعہ اور ظہر کی سنتون مین متاخرین کے نزدیک قول ثانی مختار ہو درمختار مین ہے ولا یصلی علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی القعدۃ الاولی فی الاربع قبل الظہر والجمعۃ وبعدھا وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی ویستفتح فیتعوذ فی القیام ولو نذرا لان کل شفع صلوۃ علیحدۃ وقیل لایاتی فی الکل وصححہ فی القنیۃ اور قعدہ اول مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پہ چار رکعت والی نماز مین ظہر اور جمعہ کی قبل وبعد صلوۃ نہ بھیجے اور باقی چار رکعتون والی نمازون مین صلوۃ بھیجے اور قیام مین اعوذ باللہ پڑھے گو کہ نماز نذر ہو کیونکہ ہر شفعہ علیحدہ نماز ہو بعضون کے نزدیک یہ حکم ہر جگہ درست نہین اور قنیہ مین اسکی تصحیح کی ہو **سوال** اگر مقتدی کو سہو ہوا تو اُسپر اعادہ صلوۃ لازم ہے یا متابعتِ امام کی وجہ سے سہو اُس سے مرفوع ہو **جواب** نہر الفائق مین قواعد مقررہ کے مطابق اعادہ کا حکم دیا ہے لیکن جو حدیث اس باب مین مستند ہو وہ عفو اور رفع سہو اور کفایت صلوۃ امام پر دلالت کرتی ہو **سوال** ہندوستان مین جہان نصاری کی حکومت ہو جمعہ کی نماز واجب ہو یا نہین اور اگر جمعہ پڑھے تو بعد اُسکے چار رکعت ظہر احتیاطی پڑھے یا نہین اور اگر پڑھے تو تنہا پڑھے یا بجماعت جو سنت مؤکدہ ہو **جواب** بلاد ہند جو نصاری کے قبضے مین ہین دار الاسلام ہین اور دار الاسلام کے دار الحرب ہوجانے کے شروط اُنمین موجود نہین ہین کیونکہ گو اُنمین کفار کا قانون جاری ہو مگر اصول وارکان اسلام بھی جاری ہین اور حکام بعض امور مین علما کی رائے پر فیصلہ کرتے ہین نہاریہ مین ہو قال السید الامام والبلاد التی فی ایدی الکفرۃ الیوم لاشک انہا بلاد الاسلام بعد ایصالہا ببلاد الحرب وان لم یظہروا فیہا احکام الکفرۃ بل القضاۃ مسلمون واما البلاد التی علیہا والٍ مسلم من جہتہم فیجوز بہا اقامۃ الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاۃ وتزویج الایامی والارامل واما البلاد التی علیہا ولاۃ کفار فیجوز فیہا اقامۃ الجمع والاعیاد والقاضی قاضیا من المسلمین وقد تقرر ان ببقاء شیء من العلۃ یبقی الحکم وقد حکمنا بلاخلاف بان ھذہ البلاد قبل استیلاء التتار کانت من دیار الاسلام وبعد استیلائہم اعلان الاذان والجمع والجماعات والحکم بمقتضی الشرع والفتوی والتدریس شایع بلانکیر من ملوکہم فالحکم بانہا من دار الحرب لاجہۃ لہ الی الدراسۃ واللہ اعلم واعلان بیع الخمور واخذ الضرائب والمکسوس والحکم من النقض برسم التتار کاعلان بنی قریظۃ لطلب الطاغوت ومع ذلک کانت بلدۃ اسلام بلاریب وذکر الحلوانی انما تصیر دار الحرب باجراء احکام الکفر وان لایحکم فیہا بحکم من احکام الاسلام وان یتصل بدار الحرب وان لایبقی فیہا مسلم ولا ذمی امنا بالامان الاول فاذا وجدت الشرائط کلہا صارت دار حرب وعند تعارض الادلۃ والشرائط یبقی ما کان ویترجح جانب الاسلام احتیاطا سید امام نے کہا ہی

کہ وہ شہر جو آجکل کافرون کے قبضے مین ہین گو وہ بلاد حرب سے ملحق ہین اور انمین احکام کفرہ ظاہر نہین ہین بلکہ قاضی
مسلمان ہین بلاشک بلاد اسلام ہین اور وہ شہر جن پر کافرون کی طرف سے مسلمان والی ہین اونمین جمعہ اور عید کی
نماز پڑھنا اور خراج لینا اور قاضیون کی تقلید کرنا اور رانڈ بیواؤن کی شادی کرنا جائز ہی اور وہ شہر جن پر کافر والی
ہین اُن مین بھی جمعہ اور عید کی نماز جائز ہی اور وہان بھی مسلمانون کی طرف سے جو قاضی بنایا جائے وہ قاضی ہی
اور یہ معلوم ہو کہ اگر علت باقی رہے تو حکم باقی رہتا ہی اور بلا اختلاف حکم ہمنے دیا ہے کہ یہ بلاد قبل استیلاے تاتار دیار
اسلام تھے اور بعد استیلا اعلان اذان وجمعہ وجماعات اور شرع کے موافق احکام اور فتوی اور تدریس شایع رہے
اور اُنکے بادشاہون مین سے کسی کو اس سے کچھ تعرض نہین ہوا تو اسکے دار الحرب ہونے کا حکم درایۃ اور روایۃ
کچھ حقیقت نہین رکھتا اور علی الاعلان شراب کے بکنے اور ٹکس لینا اور رسوم تاتار کے بدولت دار الاسلام نہ رہنے کا
حکم کرنا صحیح نہین کیونکہ ویسا ہی ہی جیسے بنی قریظہ علی الاعلان باطل پرستی کرتے تھے اور پھر بھی مدینہ دار الاسلام رہا
حلوانی نے کہا ہی کہ ہر جگہ اجراے احکام کفر اور عدم اجراے احکام اسلام واتصال دار الحرب اور کسی مسلمان اور
ذمی آمن بامان اول کے باقی نہ رہنے سے دار الحرب ہو جاتی ہی تو جب یہ تمام شرائط پائے جائینگے وہ مقام
دار الحرب ہو جائیگا اور ادلہ وشرائط کے تعارض کی صورت مین علی حالہ باقی رہے گا البتہ احتیاطا جانب اسلام کو ترجیح
دیجائے گی۔ اور قاضی محمد اعلی تھانوی رسالہ احکام الاراضی مین لکھتے ہین الحق ان ما فی ایدی الکفار من بلاد
المسلمین فھو دار الاسلام بلاشک لانھا غیر متاصلۃ ببلادھم ولانھم لم یظھروا فیھا احکامھم صحیح یہ ہے کہ
مسلمانون کے جو بلاد کافرون کے قبضے مین ہین وہ بلاشک دار الاسلام ہین کیونکہ وہ اُنکے بلاد اصلی نہین ہین
اور اُس مین انھون نے اپنے احکام ظاہر نہین کیے ہین اور خزانۃ المفتیین مین ہی دار الاسلام لاتصیر دار حرب
الا باجراء احکام الشرک فیھا وان یکون متصلا بدار الحرب لایکون بینھا وبین دار الحرب مصر اٰخر للمسلمین وان
لایبقے فیھا مسلم ولا ذمی بالامان الاول فما لم توجد ھذہ الشرائط الثلثۃ لاتصیر دار حرب ومعنی قولنا ان
لایبقے فیھا مسلما وذمی امنا بالامان الاول ان لایبقے فیھا مسلم او ذمی آمنا علے نفسہ الا بامان المشرکین و
قالا اذا اجروا فیھا احکام الشرک فانھا تصیر دار الحرب سواء کانت متصلۃ بدار الحرب اولم تکن بقی مسلم او ذمی
بالامان الاول اولم یبق ودار الاسلام لاتصیر دار الحرب اذا بقی شئ من احکام الاسلام وان زال غلبۃ اھل الاسلام و
ودار الحرب یصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیھا وان بقی فیھا کافر اصلے ولم یکن متصلۃ بدار الاسلام کذا فی
شرح سیر الاصل وفی سیر الاصل لابی الیسر ان دار الاسلام لایصیر دار حرب مالم تبطل بہ جمیع ما صارت بہ

دار الاسلام لان الحکم اذا ثبت لعلۃ فما بقی شئ من العلۃ یبقی الحکم ببقائہ وفی المنشور دار الاسلام انما صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقی علقۃ من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا مگر احکام شرک کے اجراء اور دار الحرب کے متصل ہونے اور اُسکے اور دار الحرب کے درمیان مسلمانون کے کسی شہر کے باقی نرہنے اور کسی مسلمان یا ذمی آمن بامان اول کے باقی نرہنے سے پس جب تک یہ شرائط نہ پاے جائین گو دار السلام دار الحرب نہوگا اور ہمارے قول ان لا یبقی فیہا مسلما او ذمی آمنا بالامان الاول کا مطلب یہ ہی کہ اُس مین کوئی مسلم اور ذمی بلا امان مشرکین باقی نرہا ہو اور صاحبین کہتے ہین کہ جہان کافر احکام شرک جاری کرین تو وہ مقام دار الحرب ہوجاتا ہی دار الحرب سے متصل ہو یا نہو وہان کوئی مسلم یا ذمی آمن بامان اول موجود ہو یا نہو اور دار السلام دار الحرب نہین ہوتا تاوقتیکہ وہان کچھ حصہ بھی احکام اسلام کا باقی رہے اگرچہ اہل اسلام کا غلبہ جاتا رہے اور دار الحرب صرف احکام اسلام کے جاری ہونے سے دار الاسلام ہوجاتا ہے اگرچہ اُس مین کافر اصلی باقی ہون اور وہ دار الاسلام کے متصل نہو ایسا ہی شرح سیر الاصل مین ہی اور ابو الیسر کی سیر الاصل مین ہی کہ دار الاسلام دار الحرب نہین ہوتا تاوقتیکہ تمام امور جن سے وہ دار الاسلام بنا تھا زائل نہوجائین کیونکہ جب کوئی حکم کسی علت سے ثابت ہوتا ہی تو جبتک کچھ حصہ بھی علت کا باقی رہتا ہی حکم باقی رہتا ہی اور منشور مین ہی کہ دار الاسلام اجراے احکام اسلام کے بدولت دار الاسلام رہتا ہی تو جب تک کچھ بھی علاقہ اسلام سے باقی رہے گا جانب اسلام کو ترجیح دیجائے گی۔ عتابی شرح زیادات مین لکھتے ہین دار الاسلام انما تصیر دار الحرب بثلاث شرائط احدہا اجراء احکام الکفر علی سبیل الاشتہار والثانی ان تکون متاخمۃ لدار الحرب ای متصلۃ لا یتخلل بینہما بلدۃ من بلاد المسلمین والثالث ان لا یبقی فیہا مسلما او ذمی آمنا بالامان الاول فشرط ہذہ الشرائط لیکون علما علی تمام القہر والاستیلاء ودار الاسلام یحتاط لاثباتہ والاحتیاط فی اثباتہ لہا ان یکتفی باحدی ہذہ الشرائط لصیرورۃ دار الحرب دار الاسلام والاحتیاط فی ابقائہ لہا ان تشترط ہذہ الشرائط الثلثۃ لصیرورۃ دار الاسلام دار حرب وعندہما یصیر دار الاسلام دار حرب باجراء احکام الکفر فیہا دار الاسلام تین شرطون سے دار الحرب ہوتا ہی اول اجراء احکام کفر بالاعلان دوم دار الحرب سے اسطرح اتصال کہ بیچ مین مسلمانون کا کوئی شہر باقی نرہے سوم کوئی مسلم یا ذمی آمن بامان اول باقی نرہے یہ تینون شرطین اس لیے لگائی گئی ہین کہ کفار کا پورا غلبہ اور قہر و استیلا ثابت ہوجائے اور دار الاسلام کے اثبات مین احتیاط کی جاتی ہی اس لیے دار الحرب سے دار الاسلام ہوجانے کے لیے ان شرطون مین سے کسی ایک کا ہونا کافی ہی اور اسیطرح دار الاسلام کے علی حالہ باقی رکھنے مین بھی احتیاط کی جاتی ہی پس دار الاسلام کے دار الحرب ہونے کیلیے یہ تینون شرطین لگائی گئین اور صاحبین کے نزدیک اجراے احکام کفر ہی سے دار الاسلام دار الحرب ہوجاتا ہی

طحطاوی حواشی درمختار مین قوله باجراء احکام الشرک کے تحت مین لکھتے ہین ای علی سبیل الاشتهار وان لا یحکم فیها بحکم اهل الاسلام هندیة وظاهره انه لو اجریت احکام المسلمین واحکام الشرک لا تکون دار حرب یعنی علی الاعلان اور یہ بھی ضروری ہی کہ وہان احکام اسلام مین سے کوئی حکم بھی جاری نرہا ہو۔ ہندیہ اور ظاہر یہ ہی کہ جہان احکام اسلام اور احکام اہل شرک دونون جاری ہون تو وہ مقام دارالحرب نہین ہی ان عبارتون سے واضح ہی کہ ہندستان جہان ابھی احکام اسلام جاری ہین اور جمعہ جماعت اذان وغیرہ شعائر اسلام کی کفار کی طرف سے ممانعت نہین دارالحرب نہین ہی جبکہ یہ ثابت ہو چکا پس جاننا چاہیے کہ جمعہ کی فرضیت مثل نماز پنجگانہ کی فرضیت کے نصوص سے ثابت ہے کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہین ہی۔ اور یہ جو عوام سمجھتے ہین کہ کتب حنفیہ مین اداے جمعہ کے شرائط مین سلطان مذکور ہی اور وہ یہان مفقود ہی ان اقوال سے دفع ہوتا ہے جامع الرموز مین ہی السلطان ای الخلیفة ای الوالی الذی فوقه وال عادلا کان او جائرا والاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط وهذا اذا امکن استیذانه والا فالسلطان لیس بشرط حتی لو اجتمعوا علی رجل وصلوا جاز کما فی الجلالی اور سلطان سے مراد خلیفہ ہی یعنے وہ والی جسپر کوئی اور والی بھی ہو عادل ہو یا ظالم اور اطلاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام شرط نہین ہی اور یہ اس صورت مین ہے کہ جب اس سے اجازت لینا ممکن ہو ورنہ سلطان شرط نہین ہی حتی کہ اگر سب کسی شخص کے بارے مین متفق ہو جاوین اور اسکے پیچھے نماز پڑھ لین تو نماز جائز ہو گی جیسا کہ جلالی مین ہی۔ اور ردالمحتار مین ہی کہ صاحب معراج الدرایہ نے مبسوط سے نقل کیا ہی البلاد التی فی ایدی الکفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانهم لم یظهروا فیها حکم الکفر بل القضاة والولاة مسلمون یطیعونهم عن ضرورة او بدونها وکل مصر فیه وال من جهتهم یجوز له اقامة الجمع والجماعات والحد وتقلید القضاة فلو کان الولاة کفارا یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین وہ شہر جو کفار کے قبضے مین ہین بلاد اسلام ہین بلاد حرب نہین ہین کیونکہ انھین احکام کفر شائع نہین کیے گئے ہین بلکہ قاضی اور والی مسلم ہین تو بضرورت یا بلاضرورت انکی اطاعت کرتے ہین اور ہر وہ شہر جس مین کافرون کی جانب سے والی ہو اس مین جمعہ جماعت وحد و قاضی کی تقلید جائز ہے پس اگر والی کافر ہون تو بھی مسلمانون کو نماز جمعہ جائز ہے اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی قاضی ہو جائے گا۔ اور حجة الله البالغه مین ہی وان الامر لاحق باقامة الصلوة ای صلوة الجمعة اور اقامت صلوۃ جمعہ کے لیے امرا وحق ہین اور شاہ محمد افضل الہ آبادی اپنے رسالة الاحوطیه مین بزبان فارسی لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی کہ اکثر آیا ہی کہ اگر شہر کا والی مر جاے اور خلیفہ یا کوتوال یا قاضی لوگون کی امامت کرے تو نماز جائز ہے اور اگر انمین سے بھی کوئی نہو اور لوگ کسی ایک شخص پر متفق ہو کر انکی

اقتدا کرین تو بھی جائز ہی اور اوپر گذر چکا ہی کہ سلطان کی ضرورت اقامت جمعہ کے لیے اسوجہ سے ہی کہ رائین مختلف ہین اور وہین سے معلوم ہوتا ہی کہ اگر رایون کا اتفاق ہو تو جائز ہی جیسے کہ ہر نماز مین پس ان احکام سے معلوم ہوا کہ سلطان کی ضرورت اختلاف دور کرنے کے لیے ہوتی ہی اور جب اختلاف نہو تو جمعہ جائز ہی لیکن چار رکعت کا نماز جمعہ کے بعد بنیت آخر ظہر ادا کرنا احتیاط پر مبنی ہی نہ اشتباہ پر گو بعض علما نے اسکے نہ ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہی مگر صحیح یہ ہی کہ احتیاطاً بے جماعت اسکا ادا کرنا مستحسن ہی کیونکہ ظہر کو جمعہ کے دن جماعت سے ادا کرنا ممنوع ہے اور در مختار مین تعدد جمعہ کے اختلاف اور جواز تعدد کی ترجیح کے بعد لکھا ہے وعلی المرجوح فالجمعۃ لمن سبق تحریمۃ وتفسد بالمعیۃ والاشتباہ فیصلی بعدہا آخر ظہر وکل ذلک خلاف المذہب فلا یعول علیہ کما حررہ فی البحر اور بہ مذہب مرجوح جمعہ اُسی کا ہوگا جسکا تحریمہ سابق ہی اور معیت واشتباہ کی صورت مین اُسکے بعد دوسرے نماز ظہر کی پڑھنا چاہیے اور یہ سب مذہب کے خلاف ہی پس اسپر اعتماد نہ کرنا چاہیے جیسا کہ بحر مین تحریر ہی اور رد المحتار مین ہی تفریعہ علی المرجوح یفید انہ علی الراجح من جواز التعدد لایصلیہا بناء علی ماقدمہ عن البحر انہ افتی بذلک مرارا خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ اقول وفیہ نظر بل ہو الاحتیاط بمعنی الخروج عن العہدۃ بیقین لان جواز التعدد وان کان ارجح واقوی دلیلا لکن فیہ شبہۃ قویۃ مرجوح پر اسکی تفریع بتاتی ہی کہ مذہب راجح یعنی جواز تعدد پر نماز ظہر نہ پڑھی جائے جیسا کہ بحر سے نقل کیا گیا ہے کہ صاحب بحر نے اسپر کئی مرتبہ عدم فرضیت جمعہ کے اعتقاد کے خوف سے فتویٰ دیا ہی مین کہتا ہون کہ اس مین نظر ہی بلکہ یقینی طور پر ذمہ سے ساقط ہونے کے معنے مین احتیاط کی صورت یہی ہی کیونکہ جواز تعدد گو دلیل کے اعتبار سے ارجح واقوی ہی لیکن اسمین قوی شبہہ بھی ہی **سوال** چند آدمی دوسرے محلہ کی مسجد مین قرآن سننے اس لیے جاتے ہین کہ محلے کی مسجد مین موذن اور امام مقرر نہین ہے اور یہ لوگ قرآن شریف خود نہین سن سکتے تو جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی **سوال** نماز مین ارسال یدین کی حدیث وارد ہوئی ہی یا نہین **جواب** بعض روایات مین ارسال وارد ہوا ہی طبرانی نے معاذ سے روایت کی ہی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا کان فی الصلوۃ رفع یدیہ قبال اذنیہ فاذا اکبر ارسلہما نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز مین ہوتے تو اپنے دونون ہاتھون کو کانون تک اُٹھاتے اور جب تکبیر فرماتے دونون کو چھوڑ دیتے۔ اور ابن ابی شیبہ نے عمرو بن دینار سے روایت کی ہے قال کان ابن الزبیر اذا صلے ارسل یدیہ جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے اپنے دونون ہاتھون کو چھوڑ دیتے لیکن جمہور کے نزدیک اس ارسال سے وہ ارسال مراد ہی جو قبل وضع اور تکبیر تحریمہ کے بعد کسی قدر ارسال مستحب ہی اور تمام قیام مین صرف ارسال ثابت نہین ہی۔ شیخ دہلوی فتح المنان مین لکھتے ہین مذہب مالک ارسال الیدین وھو

عزیمۃ عندہ والوضع رخصۃ والعجب انہ لا یوجد حدیث یتمسک بہ لا فی جامع الاصول الذی جمع احادیث الکتب ومنہا الموطا ولا فی الجامع الکبیر وجمع الجوامع للسیوطی وقد ادعی احاطۃ الاحادیث وجمعہا من نحو خمسین کتابا لا من روایۃ مالک ولا من روایۃ غیرہ امام مالک کا مذہب ارسال یدین ہی اور یہ اُنکے نزدیک عزیمت ہی اور وضع یدین رخصت اور تعجب ہی کہ کوئی حدیث ایسی موجود نہین جس سے وہ تمسک کرین نہ جامع الاصول مین جس مین تمام کتابون کی حدیثون کو جنمین سے موطا بھی ہے جمع کیا ہی اور نہ جامع کبیر اور سیوطی کی جمع الجوامع مین جسکے متعلق اُنھون نے دعویٰ کیا ہی کہ تمام احادیث اس مین ہین اور جسے اُنھون نے پچاس کتابون سے جمع کیا ہی نہ تو امام مالک ہی کی روایت سے نہ کسی دوسرے کی روایت سے **سوال** جسکے ہاتھ پاؤن اعضاے وضو سے کٹے ہون اُسکی نماز کیونکر درست ہی **جواب** اعضاے وضو مین سے جو عضو کٹا ہوا ہو اُسے دھونا اُسکے ذمے سے ساقط ہی باقی اعضا کو دھو کے نماز پڑھے بحر الرائق مین ہے لو قطعت یدہ او رجلہ فلم یبق من المرفق والکعب شئی سقط الغسل ولو بقی وجب اگر کسی شخص کے ہاتھ یا پاؤن کٹ گئے اور کہنی اور ٹخنے باقی رہے تو اُسکے ذمے سے اُن کا دھونا ساقط ہوگیا اور اگر کچھ باقی ہی تو اُسکا دھونا واجب ہی۔ اور درمختار مین ہی مقطوع الیدین والرجلین اذا کان بوجہہ جراحۃ یصلی بغیر طہارۃ جس کے دونون ہاتھ اور دونون پاؤن کٹے ہوے ہون اور اسکا چہرہ زخمی ہو تو وہ بلا طہارت نماز پڑھے اور حاشیہ درمختار مین قولہ مقطوع الیدین کے تحت مین ہی ای من فوق المرفقین والکعبین والا مسح محل القطع قولہ اذا کان بوجہہ جراحۃ والا مسح علی التراب ان لم یمکن غسلہ یعنی پاؤن ٹخنون کے اور ہاتھ کہنیون کے اوپر تک کٹے ہون ورنہ محل قطع کا مسح کرے اسیطرح اگر چہرہ زخمی نہو تو اُسے مٹی سے چھولے اگر دھونا ممکن نہو۔ **سوال** ہندوستان کی بعض عورتین جب قومہ سے سجدے مین جاتی ہین تو پہلے دونون پاؤن کو داہنے جانب نکالکر بیٹھتی ہین پھر سجدہ کرتی ہین اور سب سجدے اسیطرح کرتی ہین بعض علما اسکا انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ عرب کی عورتین ایسا نہین کرتین بلکہ سجدے مین مردون کی طرح پاؤن کو کھڑا اور انگلیون کو قبلے کی طرف رکھتی ہین اور ہندوستان کی عورتونکا یہ فعل بلا دلیل ہے نہین جو حق ہو بیان فرمائیے **جواب** اصل یہ ہی کہ حدیثون سے عورتون کے لیے اُس صورت کا اختیار کرنا ثابت ہی جو اُنکے لیے ستر ہو حافظ ابن حجر تلخیص الحبیر مین لکھتے ہین اخرج ابو داؤد فی المراسیل عن یزید ابن ابی حبیب ان صلی اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذلک لیست کالرجل ورواہ البیہقی بطریقین موصولین لکن فی کل منہما متروک ابو داؤد نے مراسیل مین یزید بن ابی حبیب سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو عورتون پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھین تو آپنے فرمایا جب

تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کا کچھ حصہ زمین سے ملا دو کیونکہ اس معاملہ مین عورت کا حکم مرد کا ایسا نہین ہی اسکو بیہقی نے دو موصول طریقون سے روایت کیا ہی لیکن دونون مین راوی متروک ہین۔ اور سند الامام شرح مسند الامام مین جو ملا علی قاری کی تصنیف ہی مذکور ہی۔ ابو حنیفہ عن نافع عن ابن عمر انہ سئل کیف کان النساء یصلین علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن ہو بالحاء المہملۃ والفاء والزاء المعجمۃ ای یضممن اعضاءھن بان یتورکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے نافع سے انھون نے ابن عمر سے روایت کی ہو کہ اُن سے پوچھا گیا کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین عورتین کس طرح نماز پڑھتی تھین تو انھون نے جواب دیا وہ پہلے چوزانو بیٹھتی تھین پھر اُنھین احتفاز یعنے تورک کا حکم دیا گیا اور تورک اعضا کے ملانے کو کہتے ہین۔ اسوجہ سے فقہا نے اپنے کتابون مین عورتون کے لیے فروع کثیرہ ذکر کیے ہین جن مین مرد شریک نہین ہین بحر الرائق مین ہے لا تنصب القدمین کما ذکرہ فی المجتبی عورتین پاؤن کھڑا نہ کرین جیسا کہ مجتبی مین ہی اور جامع الرموز مین ہی والمرأۃ تخفض ای توقع الخفض المعہود فلا تنصب اصابع القدمین فلا تقبل ای القبیعین عورت پاؤن کو گرا دے اور پاؤن کی انگلیون کو کھڑا نہ رکھے پس ہندوستان کی عورتونکا پاؤن کو کھڑا نہ کرنا اقوال فقہا کے موافق ہی پس جلوس تورکی دونون قعدہ تشہد مین عورتون کے لیے مسنون ہی جیسا کہ حموی حاشیہ اشباہ مین قولہ وتتورک کے تحت مین لکھتے ہین ای فی حال جلوسہا للتشہد یعنے جب تشہد کے لیے بیٹھے نہ قومہ اور سجدہ مین **سوال** قدوری مین ہی لا تصح الجمعۃ الا فی مصر جامع او فی مصلے المصر ولا تجوز فی القری یعنے جمعہ کی نماز مصر جامع مین یا مصلے مصر کے علاوہ مین اور گاؤن مین صحیح نہین ہوتی۔ کیا یہ صحیح اور حنفیہ کے اصول مقررہ کے موافق ہی اور ہم مقلدین مذہب حنفیہ کو اسپر عمل کرنا لازم ہی یا نہین **جواب** بیشک یہ قول مذہب حنفیہ کے اصول کے مطابق ہی اور فقہائے حنفیہ کا اسپر اتفاق ہی علاء الدین حسکفی در مختار کی شرح مین لکھتے ہین ویشترط لصحتہا سبعۃ اشیاء الاول المصر نماز جمعہ کی سات شرطین ہین جن مین سے پہلے مصر ہی۔ اور کبیری شرح منیۃ المصلی مین ہی اما شروط الاداء فستۃ ایضًا الشرط الاول المصر او فناؤہ فلا تجوز فی القری عندنا وھو مذہب علی بن ابی طالب وحذیفۃ وعطاء والحسن بن ابی الحسن والنخعی ومجاہد وابن سیرین والثوری وسحنون خلافا للائمۃ الثلثۃ لما روی ابن ابی شیبۃ عن علی رضی اللہ عنہ انہ قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ وصححہ ابن حزم فی المحلی وروی مرفوعا وھو ضعیف ولکن الموقوف ومثل ھذا کالمرفوع لانہ من شرط العبادۃ وھی من احکام الوضع ولا مدخل للرای فیہا ادائے جمعہ کی چھ شرطین ہین پہلے شہر یا فنائے شہر پس گاؤن مین ہمارے نزدیک جائز نہین ہی اور یہ مذہب علی بن ابی طالب اور حذیفہ اور عطا اور حسن بن ابی الحسن اور نخعی اور ا

مجاہد اور ابن سیرین اور ثوری اور سحنون کا ہی ائمہ ثلثہ کے خلاف کیونکہ ابن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ انھون نے فرمایا ہی جمعہ اور تشریق اور صلوۃ عید الفطر اور صلوۃ عید الاضحی نہین مگر مصر جامع مین یا بڑے شہر مین اور اسکو ابن حزم نے محلی مین صحیح کیا ہی اور مرفوعاً روایت ہی حالانکہ یہ ضعیف ہے مگر اسمین موقوف مرفوع کے مثل ہی کیونکہ یہ شروط عبادت مین سے ہی اور یہ وضع احکام سے ہی اور اس مین رائے کو دخل نہین ہی اور بھی علامہ شیخ احمد طحطاوی نے مراقی الفلاح شرح نور الایضاح کے حاشیہ مین یون بیان کیا ہی وظاہر ما ذکرہ ان الحدیث مرفوع وھو الذی ذکرہ ابو یوسف فی الاملاء ومحمد فی الاصل ورواہ ابن ابی شیبۃ موقوفا عن علی والموقوف فی مثلہ کالمرفوع قال الکمال وکفی بقول علی قدوۃ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہی یعنی وہ حدیث جسکو امام ابو یوسف نے املا مین اور امام محمد نے اصل مین اور ابن ابی شیبہ نے حضرت علی سے موقوفاً روایت کیا ہی اور اس قسم کے مسائل مین موقوف اور مرفوع کا مرتبہ ایک ہی ہی کمال نے کہا ہی کہ اس مذہب کا مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے اور عینی شرح بخاری مین ہی ثم استدل ابو حنیفۃ بما رواہ عبد الرزاق عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق الا فی مصر جامع وکذا رواہ ابن ابی شیبۃ عن حجاج النخعی وروی ایضا بسند صحیح نا جریر عن منصور الخ وما قال النووی حدیث علی متفق علی ضعفہ فکانہ لم یطلع الا اثر الذی فیہ الحجاج ولم یطلع علی طریق جریر عن منصور فانہ سند صحیح ولو اطلع لم یقل بما قال پھر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اُس حدیث سے دلیل لائے ہین جسکو عبد الرزاق نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہی کہ آپنے فرمایا ہی مصر جامع کے سوا اور کہین نہ جمعہ ہی نہ تشریق ایسی ہی ابن ابی شیبہ نے حجاج ابن نخعی سے روایت کی ہی اور یہی بسند صحیح جریر نے منصور سے روایت کی ہی الخ اور جو نووی نے کہا ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے تو اسکی وجہ یہ ہی کہ اُنھین حجاج والی حدیث کا علم نہین ہے اور جریر نے جو بطریق منصور روایت کی ہی اُسکی اطلاع نہین ہی کیونکہ وہ سند صحیح ہی کہ اگر اُنکو اسکا علم ہوتا تو یہ نہ کہتے بلکہ صحت جمعہ کے لیے مخصوص مکان کا ہونا بالاجماع مراد ہی کیونکہ جمعہ جنگل و میدان مین بالاتفاق جائز نہین ہی اسی لیے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اداے جمعہ صحیح نہین سواے ایسے گاؤن کے جہان چالیس مرد آزاد مکلف بستے ہون اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے اور عبد الوہاب شعرانی میزان مین لکھتے ہین ومن ذلک قول الشافعی لا تصح الجمعۃ الا فی ابنیۃ یستوطنھا من تنعقد بھم الجمعۃ من بلدۃ او قریۃ مع قول بعضھم لا تصح الجمعۃ الا فی قریۃ اتصلت بیوتھا ولھا مسجد وسوق ومع قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالی ان الجمعۃ لا تصح الا فی مصر جامع لھم سلطان

امام شافعیؒ کہتے ہین کہ جمعہ صرف اُسی جگہ درست ہی جہان اتنے آدمی رہتے ہون کہ اُن سے جمعہ منعقد ہو سکے چاہی شہر ہو یا قصبہ اور بعضون کے نزدیک جمعہ اُس قریہ مین جائز ہی جسکی آبادی گنجان ہو اور اُس مین مسجد اور بازار ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک جمعہ اُسی مصر جامع مین درست ہی جہان سلطان ہو۔ اور وجوب جمعہ کی آیت بھی مطلق نہین یعنی ہر جگہ جائز ہونے کو شامل نہین ہی جیسا کہ کبیری مین ہی ان قوله تعالیٰ فاسعوا الی ذکر الله لیس علی اطلاقه اتفاقا اذ لا یجوز فی البراری اجماعا فهم قدروا القریة ونحن قدرنا المصر وهو اولی لحدیث علی رض سیما ولا معارض له اذ لم ینقل عن الصحابة انهم حین فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار وفی مراقی الفلاح ولم ینقل عن الصحابة رضی الله عنهم اجمعین انهم حین فتحوا البلاد واشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی الامصار دون القری ولو کان لنقل ولو احادا فلا بد من الاقامة بمصر وفی حاشیته وکذا لم ینقل انه صلی الله علیه وسلم امر باقامة الجمعة فی قری المدینة علی کثرتها اخذا کا قول فاسعوا الی ذکر الله بالاتفاق مطلق نہین ہی کیونکہ جنگلون مین بالاتفاق جمعہ ناجائز ہی تو دوسرے لوگون نے قریہ کو مقرر کیا ہی اور ہمنے مصر کو اور یہی اولی ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث سے خصوصًا ایسی صورت مین کہ کوئی دوسری حدیث اُسکی معارض موجود نہین کیونکہ صحابہؓ سے منقول نہین ہی کہ جب شہر فتح کیے گئے تو شہرون کے علاوہ اور کہین ممبر بنایا گیا اور جمعہ مقرر کیا گیا مراقی الفلاح مین ہی اور صحابہ سے یہ منقول نہین ہی کہ جب شہر فتح کیے گئے تو شہرون کے سوا قریون مین منبر بنائے گئے یا جمعہ مقرر کیا گیا حتی کہ نقل آحاد تک نہین ہی تو اقامت جمعہ شہر یا اطراف شہر ہی مین ہونا چاہیے اسیطرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول نہین کہ قصبات مدینہ مین باوجود کثرت کے آپنے جمعہ کا حکم فرمایا ہو صاحب طحطاوی اور صاحب رد المحتار نے لکھا ہی قال فی النهر ونها شرائط وجوب واداء منها ما هو فی المصلی ومنها ما هو فی غیره والفرق ان الاداء لا یصح بانتفاء شروطه ویصح بانتفاء شروط الوجوب نہر مین ہی کہ جمعہ کو وجوب اور ادا کے لیے بہت سی شرطین ہین بعضی شرطین نماز پڑھنے والے کے لیے اور بعضی دوسرون کے لیے ہین اور فرق یہ ہی کہ ادا انتفاے شرط ادا سے صحیح نہین ہوتی اور انتفاے شرط وجوب سے صحیح ہوتی ہی وذکر صاحب البنایة تصریحا وتائید القول الماتن هو قوله لا تجوز فی القری وانما ذکره مع انه مستفاد من قوله السابق نفیا لمذهب الشافعی فانه لا یشترط المصر بل یجوز فی کل موضع اقامه سکنته اربعون رجلا احرارا وبه قال احمد وقال مالک تقام باقل من اربعین وصاحب بنایہ نے ماتن کے قول ولا تجوز فی القری کی تائید کرتے ہوسے کہا ہی کہ اس شرط کو ذکر کیا باوجودیکہ یہ کلام سابق سے سمجھی جاتی تھی امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کی نفی کرنے کے لیے کہ وہ مصر کی شرط نہین کرتے بلکہ ہر اُس جگہ جمعہ کو درست ٹھہراتے ہین جہان چالیس آزاد مرد رہتے ہون اور اسی کے قائل امام احمدؒ ہین اور امام مالکؒ کے نزدیک چالیس سے کم مین بھی

نماز درست ہی پس اس عبارت سے قہستانی کی عبارت منافی نہین جو مذکور ہوئی تحت قول ماتن کے وتقع الجمعۃ
فرضا ان صلاھا فاقدھا والکلام یشیر الی انھا تقع فرضا فی القصبات والقریٰ الکبیرۃ التی فیھا اسواق قال
ابو القاسم ھذا بلا خلاف اذا اذن الوالی او القاضی ببناء المسجد الجامع واداء الجمعۃ لان ھذا مجتہد فیہ فاذا
اتصل بہ الحکم صار مجمعا علیہ واذا لم یاذن بذلک لا تصح اقامتہا فیہا وعلیہ یحمل ما فی البحر لا تصح فی قریۃ ولا
مفازۃ لقول علی رضی اللہ عنہ لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع او مدینۃ عظیمۃ ثم قال
فلا تجب علی غیر اہل المصر کذا فی الطحطاوی وفیہ ایضا ذکر المصنف وعبارۃ القہستانی تفید انہ لا بد من الاذن
بالبناء وباداء الجمعۃ ونصبہا اور اگر جمعہ وہ شخص پڑھے جس مین یہ شرائط نہین پائے جاتے ہین تو اُسکی جانب سے
فرض ادا ہوگا اور کلام مین اس جانب اشارہ ہی کہ جمعہ گاؤن اور بڑے قصبون مین جہان بازارین ہین وہان بھی
فرض ہو جاتا ہی ابو القاسم نے کہا ہی کہ اس مین کچھ اختلاف نہین ہی جب والی یا قاضی جامع مسجد بنانے اور جمعہ ادا کرنے
کی اجازت دے کیونکہ مسئلہ اجتہادی ہی تو جب اسکے ساتھ والی کا حکم بھی شامل ہو جائے گا تو متفق علیہ ہو جائیگا اور
اگر اجازت نہ دے تو درست نہین ہی اور اسی پر محمول ہی وہ جو بحر مین ہی کہ قریہ اور جنگل مین نماز جمعہ صحیح نہین ہے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے موافق جمعہ اور تشریق اور صلوٰۃ عید الفطر اور صلوٰۃ عید الاضحیٰ مصر جامع یا
بڑے شہر کے سوا اور کہین درست نہین ہی پس غیر اہل مصر پر واجب نہین ایسا طحطاوی مین ہی اور بھی مصنف
نے اسی مین ذکر کیا ہی کہ قہستانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بنا اور ادا جمعہ اور نصب منبر کی اجازت ضروری
ہی پس جب ادلہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ صاحب قدوری کا قول حنفی مذہب کے مطابق ہی اور جمہور فقہائے محققین
نے اسکی پیروی کی اور اوپر کے طبقے والے مرجحین نے اسکو ترجیح دی بلکہ حنفی مذہب کے کسی فقیہ نے ادائے جمعہ
کے لیے اشتراط مصر کا انکار نہین کیا تو مقلدین کو اس قول پر عمل کرنا لازم ہی رد المحتار مین ہی فعلینا اتباعہم
ویؤیدہ ما قدمہ الشارح فی رسم المفتی واما نحن فعلینا اتباع ما رجحوہ وما صححوہ کما لو افتونا فی حیاتہم الحق احق بالاتباع
پس ہمپر انکی اتباع ضروری ہی اور اسکی تائید رسم المفتی مین شارح کے اس قول سے ہوتی ہی لیکن ہمپر اُسکی اتباع واجب
ہی جسکو انھون نے ترجیح دیدی یا جسکو صحیح لکھدیا جیسا کہ وہ ہمارے لیے اپنی حیات مین فتویٰ دیتے حق اتباع
کا زائد مستحق ہی۔ اور جو مقلد اسکے خلاف کرے وہ جائز نہین۔ درمختار مین ہی۔ واما المقلد فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف
مذھبہ اصلا کما فی القنیۃ قلت ولا سیما فی زماننا مقلد کا حکم اُسکے مذہب کے خلاف نافذ نہوگا جیسا کہ قنیہ مین
ہی مین کہتا ہون کہ خصوصاً ہمارے زمانے مین۔ واللہ اعلم کتبہ الفقیر الحقیر الراجی لطف ربہ الخفی محمد عبد الحی

الحنفی - فی الواقع آیت فرضیت جمعہ بالاجماع مخصص ہی پس تقلید اُسکی بحدیث اولی ہی اور حنفیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث کو کہ مروی ہی مرفوعا وموقوفا والموقوف اصح اور اس باب مین مرفوع کا حکم رکھتی ہی مخصص ٹھہرائی اور مجرد رائے تخصیص نہین کی اور اس مذہب مین کسی طرح مخالفت اصول کی نہین ہی اسکی تفصیل فتح القدیر حاشیہ ہدایہ اور بنایہ شرح ہدایہ وغیرہ مین موجود ہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** جس شخص نے عید کی نماز مین ایک جماعت کی امامت کی وہ دوسری جماعت کی امامت کر سکتا ہے یا نہین وہ دوسری جماعت اُسی دن ہو یا کسی عذر کی وجہ سے دوسرے دن ہو اُسی مسجد مین ہو یا دوسری جگہ اور دوسرے دن عید کی نماز پڑھنا جائز ہی یا نہین خصوصاً اُس حالت مین کہ پہلے اور دوسرے دن کی جماعتون کا امام ایک ہی ہو **جواب** فقہاے حنفیہ کی تقریرون سے ثابت ہوتا ہے کہ عید کی نماز واجب ہی اور انھین کی تقریرون سے یہ بھی ثابت ہی کہ فرض اور واجب ایکبار ادا کرنے کے بعد اگر دوبارہ ادا کیجائے تو نفل ہو جائیگی اور یہ قاعدہ مقرر ہی کہ فرض یا واجب ادا کرنے والے کو متنفل کی اقتدا کرنا ناجائز ہی اور یہ بھی ثابت ہی کہ اداے نفل بجماعت علی سبیل التداعی مکروہ ہی ان تمام باتون کی تفصیل کتب فقہ مین (جیسے درمختار اور اُسکے حواشی و بحر الرائق اور شرح منیہ وغیرہ) موجود ہی - اسلیے جماعت اول کے امام نے جب ایک مرتبہ عید کی نماز ادا کرلی تو اُسکے ذمہ سے وجوب ساقط ہو گیا پس اُسکو دوسری جماعت کی امامت کرنا ناجائز ہی کیونکہ جماعت ثانی کے مقتدی اگر عید کی واجب نماز ادا کرتے ہین تو نفل پڑھنے والے کے پیچھے اُنکی واجب نماز ادا ہو گی اور اگر نفل ادا کر رہے ہین تو اداے نفل بجماعت علی سبیل التداعی لازم آئیگا اور اگر پہلے دن امام نے نفل کی نیت کی تو بھی یہی دو فساد لازم آئینگے اور عید کی نماز دوسرے دن بعذر جائز ہی اگر عید کے دن ادا نہو ئی ہو لیکن دو دن عید کی نماز کا جائز ہونا غیر ثابت ہی **سوال** زید نے محلہ کی مسجد مین عید کی نماز جماعت سے مفتی شرع کے فتوے کی مخالفت کرکے ایک قوم کیساتھ ادا کی پھر دوسرے دن ایک امیر کے مکان مین زید نے لوگون کے اصرار سے دوبارہ عید کی نماز کی امامت کی امام اور مقتدی دونون نے روز اول کی نیت کی ہو یا روز دوم کی یہ امامت جائز ہے یا نہین اور دونون دن کی نماز صحیح ہوئی یا نہین **جواب** درمختار مین ہی ولو کانوا ببلدۃ لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقۃ وافطروا باخبار عدلین مع العلۃ للضرورۃ اور اگر کسی ایسے شہر مین ہون جہان حاکم نہو تو ثقہ کے قول پر روزہ رکھ لین اور دو عادل گواہون کی خبر پر افطار کر لین ضرورت کی وجہ سے اور رد المحتار مین قولہ صاموا کے تحت مین ہے ای افتراضا یعنی فرض روزہ رکھین اور قولہ وافطروا کے تحت

مین لکھتے ہین عبارۃ غیرہ لاباس والظاہر ان المراد بہ الوجوب ایضا دوسرے لوگون کی عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ افطار مین کچھ حرج نہین ہی اور ظاہر یہ ہی کہ اس سے بھی وجوب مراد ہی۔ پس سوال مذکور مین جبکہ مفتی نے افطار کا فتوی دیا تو تمام لوگون پر افطار لازم ہوا اور عید کی نماز کا اُسدن ادا کرنا واجب ہوا پس زید نے اگر پہلے دن مفتی کے فتوی کو نہین مانا اور اپنے اوپر عید کی نماز کو واجب نہ جانکر امامت کی تو مقتدیون کی نماز جو عید کی نماز ادا کرنے والے تھے اُسکی اقتدا کی وجہ سے فاسد ہوئی اور اُسکا وبال امام کی گردن پر ہوا اور اگر پہلے دن عید کی نماز کو اپنے اوپر واجب سمجھکے امامت کی تو دوسرے دن کی امامت فاسد ہوئی **سوال**۔ جو نوافل عشا کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہین اُنکے سوا اور اوقات مین بیٹھکر نوافل پڑھنا احادیث سے ثابت ہی یا نہین **جواب** حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز تہجد کبھی کبھی بیٹھکے پڑھنا ثابت ہی اور وتر کے بعد دو رکعت نفل بیٹھکے پڑھنا ثابت ہی باقی اور نوافل ظہر اور مغرب یا اور اوقات مین بیٹھکے پڑھنا ثابت نہین ہی بلکہ احادیث مین وارد ہی کہ بیٹھکے پڑھنے سے ثواب کم ملتا ہی **سوال**۔ قاعدہ اخیرہ یا اولی مین وقت شہادت کے سبابہ مرفوعہ لا الا اللہ کے بعد حلقہ توڑ کر رکھدے یا مع حلقہ مرفوعہ تا سلام رہنے دے **جواب** اُسی طرح آخر تک حلقہ رہنے دے ملا علی قاری مکی نے رسالہ تزئین العبارۃ مین لکھا ہی الصحیح المختار عند جمہور اصحابنا ان یضع کفیہ علی فخذیہ ثم عند وصولہ الی کلمۃ التوحید یعقد الخنصر والبنصر ویحلق الوسطی والابہام ویشیر بالمسبحۃ رافعا لہا عند النفی وواضعا لہا عند الاثبات ثم یستمر علی ذلک لانہ ثبت العقد عند ذلک بلا خلاف ولم یوجد الامر بتغییرہ فالاصل بقاء الشئ علی ما ہو علیہ واستصحابہ الی آخر امرہ ومالالیہ ہمارے جمہور اصحاب کے نزدیک صحیح اور مختار یہ ہے کہ اپنے دونون ہاتھون کو دونون رانون پر رکھے پھر جب کلمہ توحید پر پہونچے تو چھنگلیا اور اُسکے پاس والی انگلی کو بند کرکے بیچ والی اُنگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور کلمے کی اُنگلی سے اشارہ کرے اس طرح کہ نفی پر اُسے اُٹھائے اور اثبات پر رکھدے اور آخر تک اسی حالت پر رہنے دے کیونکہ تشہد کے وقت اس حالت مین ہونا ثابت ہی اور اُسکے بعد تغییر کا کوئی حکم موجود نہین ہی اور اصل شے کا اپنی حالت پر باقی رہنا اور آخر امر تک اُسی حال پر رہنا ہی **سوال** شہر لکھنؤ کے اطراف جیسے رودولی سدھور ستر کھ امیٹھی وغیرہ مین جو جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہی تو اکثر لوگ بعد نماز فرض جمعہ کے چار رکعت نماز بہ نیت فرض ظہر یا بہ نیت ظہر کے بھی پڑھتے ہین اور جمعہ کا خطبہ زبانی ہاتھ کھول کر پڑھتے ہین اور خطبہ جمعہ کے درمیانی جلسہ مین جو دعا یعنے اللہم طہر قلبی من الشرک والریاء وزین لسانی بالحمد والثناء پڑھی جاتی تھی اب نہین پڑھتے اور ہر نماز کے التحیات مین تشہد پڑھتے وقت داہنے ہاتھ کے کلمے کی اُنگلی اُٹھاتے ہین پس

یہ سب امور جائز ہین یا نہین **جواب** ان قصبات مین بعد اولے فرض جمعہ چار رکعت بہ نیت ظہر احتیاطاً پڑھ لینا اولی ہی ضروری نہین ہی مگر چارون رکعت مین سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورہ پڑھنا چاہیے اور اُسکی نیت یون کرے نویت ان اصلی اٰخر ظہر ادرکت وقتہ ولما اصلہ چار رکعت آخر ظہر کی نیت کرتا ہون مین جسکا وقت مین نے پایا اور اُسے نہین پڑھا۔ اور بہتر ہی کہ بعد چار رکعت سنت جمعہ کے یہ چار رکعت پڑھے پھر دو رکعت سنت جمعہ ادا کرے صغیری شرح منیہ مین ہی الاولی ان یصلے بعد الجمعۃ سنتہا ثم الاربع بھذہ النیۃ ثم رکعتین سنۃ الوقت وینبغی ان یقرأ السورۃ مع الفاتحۃ فی ہذہ الاربع اولی یہ ہی کہ جمعہ کے بعد جمعہ کی سنتین پڑھے پھر اس نیت سے چار رکعتین پڑھے پھر دو رکعتین سنت جمعہ کی پڑھے اور ان چارون مین بھی فاتحہ کے بعد سورت پڑھے اور رد المحتار مین ہی نقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصرا ینبغی لھم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظہر احتیاطا حتی انہ لو لم تقع الجمعۃ موقعہا یخرجون عن عہدۃ فرض الوقت باداء الظہر مقدسی نے محیط سے نقل کیا ہی کہ جس جگہ کے مصر ہونے مین شبہہ ہو وہان جمعہ کے بعد احتیاطاً ظہر کی نیت کر کے چار رکعتین پڑھے تاکہ اگر جمعہ درست نہو تو فرض وقتی سے عہدہ برآ ہوسکے اور قنیہ مین ہے لما ابتلی اہل مرو باقامۃ الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جوازہا امرہم ائمتہم بالاربع بعدہا احتیاطا جب مرو مین دو جگہ جمعہ پڑھا جانے لگا اور علما کو ایک شہر مین دو جگہ جمعہ کے درست ہونے مین کلام تھا تو وہان کے ائمہ نے حکم دیا کہ دونون جمعون کے بعد احتیاطاً چار رکعتین پڑھی جائین ہاتھ باندھکر خطبہ پڑھنے کا کتب معتبرۂ فقہ مین پتہ نہین ہی اور کتب احادیث سے یہ امر ثابت ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہاتھ باندھکر خطبہ نہین پڑھتے تھے سنن ابن ماجہ مین مروی ہی ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا خطب فی الحرب خطب علی قوس واذا خطب فی الجمعۃ خطب علی عصا حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوات جب جنگ مین خطبہ پڑھتے تو کمان پر زور دیکر پڑھتے اور جب جمعہ مین خطبہ پڑھتے تو عصا پر زور دیکر پڑھتے اور زاد المعاد مین ہی انہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعتمد علی قوس قبل ان یتخذ المنبر وکان فی الحرب یعتمد علی قوس وفی الجمعۃ یعتمد علی عصا منبر بنائے جانے کے پہلے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کمان پر زور دیکر کھڑے ہوتے تھے اور یہ آپ حرب مین کرتے تھے اور جمعہ مین عصا پر زور دیکر کھڑے ہوتے تھے جلسہ بین الخطبتین مین اگرچہ آہستہ دعا پڑھنا کوئی دعا ہو یا کوئی ذکر کرنا درست ہی مگر چونکہ اسوقت مین دعا منقول نہین ہی لہذا اس کا ترک اولی ہی شیخ دہلوی سفر السعادت کی فارسی شرح مین لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا دو خطبون کے بیچ مین تھوڑی دیر خاموش بیٹھتے اور اسوقت مین حضور سے کوئی دعا صحت کو نہین پہونچی انتہی پس اگر دعا مانگی بھی تو آہستہ مانگے

اور ہاتھ نہ اُٹھاوے ؎ التحیات مین اشہدان لا الٰہ الا اللہ کے وقت داہنے ہاتھ کے کلمے کی انگلی اُٹھانا چاہیے
اس طرح پر کہ لا الٰہ پر اُٹھائے اور الا اللہ پر رکھدے احادیث اور فقہ سے بھی یہ امر ثابت ہے سوال ؎ باب تحریم بیع
وشرا اور فرضیت سعی الی ذکر اللہ مین جو آیت اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا
البیع سے ثابت ہے حنفیہ کے نزدیک اذان اول معتبر ہے اور شافعیہ کے نزدیک اذان ثانی معتبر ہے حالانکہ اذان اول
مستحدثات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہے اور عہد نبوی اور عہد شیخین مین صرف ایک اذان خطبہ شروع ہونے
کے وقت ہوتی تھی پس اذان اول اس آیت سے کیونکر مراد ہوسکتی ہے کیونکہ نزول آیت کے زمانے مین اس اذان
کا کہین نام ونشان نہ تھا اور اگر دوسری اذان مراد لیجاے پس ترتب سعی وترک بیع وغیرہ کا اس اذان پر کیونکر ہوسکتا
ہے اس لیے کہ اذان کے بعد بلا مہلت خطبہ شروع ہوجاتا ہے پس اگر اس اذان سے وجوب سعی اور حرمت بیع وغیرہ
ہو اور اسکے قبل نہو تو اکثر لوگون سے فوت خطبہ لازم آئیگا ؎ اذان اول جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
احداث کی ہے اسکا کیا حال ہے آیا خاص مدینے مین تھی یا اہل اسلام کے سب شہرون مین ؎ اذان دوم جو خطیب
کے سامنے مسجد مین کہی جاتی ہے اس کی کیا سند ہے ابو داؤد کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ
وسلم کے زمانے مین یہ اذان مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی ۔ جواب ؎ آیت اذا نودی الخ مین نہ اذان اول کا
ذکر ہے نہ اذان ثانی کا بلکہ آیت سے اسی قدر ثابت ہے کہ جب نماز جمعہ کے لیے اذان ہو تو سعی واجب اور بیع وشرا حرام
ہے اور اگرچہ مصداق اس اذان کا زمانۂ نزول آیت مین اذان ثانی تھی لیکن اس سے یہ نہین لازم ہے کہ لفظ نودی
للصلوۃ سے خاص وہی اذان بوقت خاص مراد ہوجاے چونکہ زمانۂ نبوی مین صرف یہی اذان تھی یہ احکام اسی پر
مرتب تھے اور خلافت عثمانی مین جب اذان اول کا احداث ہوا اسپر بھی اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ کا صدق
ہوگیا اور ان احکام کا ترتب بالضرورۃ اسپر ہوگیا اور یہی حنفیہ کا مذہب مختار ہے اور شافعیہ کے نزدیک باین خیال کہ عہد
نبوی مین صرف اذان ثانی تھی ترتب احکام قرآنیہ کا اسی پر ہے لیکن اصل وجوب سعی نفس دخول وقت سے ہے اور اذان
ثانی سے وجوب الادا ہے پس وہ لوگ کہ انکا مکان مسجد سے دور ہے اور بعد اذان ثانی اُنکے پہونچنے مین خطبہ کے کل یا
بعض کا فوت ہوجانا مظنون ہے اُن پر اُسکے قبل سعی وغیرہ واجب ہوگی اور اگر یہ حکم شافعیہ کے نزدیک نہو تو بلا شبہہ
اُنکے قول پر ایراد وارد ہوگا ؎ سب شہرون مین اسپر عمل ہوا جیسا کہ ارشاد الساری مین ہے فثبت الامر علی ذلک
فی جمیع الامصار یعنی تمام شہرون مین اسپر عمل ثابت ہوگیا اور ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین اخذ الناس
بفعلہ فی جمیع البلاد اذ ذاک لکونہ خلیفۃ مطاعا وقیل اول من احدثہ بمکۃ الحجاج وبالبصرۃ زیاد تمام شہرون

لوگون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فعل پر عمل کیا کیونکہ اُسوقت وہی خلیفہ تھے اور اُنکی اطاعت ضروری تھی بعضون نے کہا ہی کہ مکے مین سب سے پہلے اسے حجاج نے اور بصرے مین زیاد نے ایجاد کیا ہے بلا شبہہ ابو داؤد کی روایت سے یہ امر ثابت ہی کہ اذان ثانی خارج مسجد روبرو ے خطیب ہوتی تھی کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد جب حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتے تو آپکے روبرو مسجد کے دروازے پر اذان دیجاتی۔ اور بعض علما لکھتے ہین کہ یہ اذان منارہ پر ہوتی تھی ہر حالت مین خطیب کے پاس نہ تھی مگر ہشام بن عبد الملک کے زمانے سے یہ اذان مسجد مین ہونے لگی ابن حاج مدخل مین لکھتے ہین السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذلک کان علی عہد النبی صلے اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و عمر و صدر من خلافۃ عثمان وکان المؤذن ثلثۃ یوذنون واحد بعد واحد ثم زاد عثمان اذانا اٰخر بالزوراء وھو موضع بالسوق و ابقی الاذان الذی کان علی عہد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم علی منار و الخطیب علی المنبر اذ ذاک ثم انہ لما تولی ھشام بن عبد الملک اخذ الاذان الذی فعلہ عثمان بالزوراء وجعلہ علی المنار وکان المؤذن واحد ایوذن عند الزوال ثم نقل الاذان الذی کان علی المنار عند صعود الامام علی المنبر بین یدیہ وکانوا یوذنون ثلثۃ فجعلھم یوذنون جماعۃ ویستریحون فقد بان ان فعل ذلک فی المسجد بین یدی الخطیب بدعۃ وان اذانھم جماعۃ بدعۃ اخرے فتمسک بعض الناس بھاتین وھما ما احدثہ ھشام بن عبد الملک اذان جمعہ مین سنت یہ ہی کہ جب امام منبر پر چڑھے تو موذن منارہ پر ہو ایسا ہی زمانہ نبوی اور زمانہ شیخین اور شروع خلافت عثمانؓ مین تھا اور موذن تین تھے جو یکے بعد دیگرے اذان دیتے تھے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زوراء مین ایک اور اذان زائد کی اور حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین جو اذان اُسوقت ہوا کرتی تھی جب خطیب منبر پر چڑھتا تھا اسی علی حالہ باقی رہنے دیا پھر جب ہشام بن عبد الملک والی ہوا اُس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی زوراء والی اذان کو منارہ پر دینے کا حکم دیا اور مؤذن ایک کر دیا جو زوال کے وقت اذان دیتا تھا پھر منارہ والی اذان منتقل ہو کر امام کے سامنے دی جانے لگی اور اذان تین آدمی دیا کرتے تھے اب ایک جماعت کی جماعت اذان دینے لگی پس ظاہر ہو گیا کہ اذان کا خطیب کے سامنے ہونا بدعت ہو اور ایک گروہ کا اذان دینا بھی بدعت ہو اور بعض لوگون نے ان دونون سے تمسک کیا ہی حالانکہ یہ دونون ہشام بن عبد الملک کی ایجاد کی ہوئی باتین ہین اور دوسرے موضع مین لکھتے ہین من السنۃ الماضیۃ ان یوذن المؤذن علی المنار فان تعذر فعلے سطح المسجد فان تعذر ذلک فعلی بابہ

سنت ماشیہ یہ ہی کہ موذن منارہ پر اذان دے اور اگر اُس مین دشواری ہو تو مسجد کی چھت پر اور اگر اُس مین بھی دشواری ہو تو مسجد کے دروازے پر **سوال** ضاد مشابہ ظا کے ہی یا نہین اگر ہے تو ضاد کی جگہ ظا د پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہی یا نہین اور اس زمانہ مین اکثر لوگ مشابہ ذا و زے کے پڑھتے ہین - اسکی کوئی دلیل کتب دینیہ مین ہی یا نہین بر تقدیر نہونے کے ضاد کو ذیا زے کے مشابہ پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہی یا نہین **جواب** ماہرین شریعت عزا پر پوشیدہ نہ ہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ظا معجمہ کے ساتھ جملہ کتب تفسیر و فقہ و صرف و تجوید سے ثابت ہوتا ہی شاہ عبد العزیز صاحب فتح العزیز مین وما ہو علے الغیب بضنین کے تحت مین ضاد کا ظا کے ساتھ مشتبہ الصوت ہونا لکھتے ہین اور تفسیر کبیر مین ہی فثبت بما ذکرنا ان المشابہۃ بین الظاء والضاد شدیدۃ وان التمیز عسیر و اذا ثبت ہذا فنقول لو کان ہذا الفرق معتبرا لوقع السوال عنہ فی زمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و فی ازمنۃ الصحابۃ لاسیما عند دخول العجم فی الاسلام فلما لم ینقل وقوع السوال عن ہذہ المسألۃ البتۃ علمنا ان التمیز بین ہذین الحرفین لیس فی محل التکلیف پس ثابت ہو گیا کہ ضاد اور ظا مین بہت مشابہت ہی اور باہم تمیز دشوار ہی اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہین کہ اگر یہ فرق معتبر ہوتا تو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین خصوصا جب عجمی لوگ اسلام لانے لگے تھے یہ سوال اُٹھایا جاتا اور جب اس مسئلہ مین سوال منقول نہین ہی تو معلوم ہوا کہ ان دونون حرفون مین تمیز کرنا محل تکلیف نہین ہی اور بیضاوی شریف کے حاشیہ پر ہی والباعث علی ہذہ الاشارۃ ان اکثر الناس خصوصا العجم کانوا فی الزمان الاول لا یعلمون الفرق بینہما اور اس اشارہ کا سبب یہ ہی کہ اکثر لوگ خصوصاً عجمی اگلے زمانے مین ان دونون کا فرق نہین جانتے تھے اور رضی شرح شافیہ مین ہی وبعض الحروف اذا وقفت علیہا خرج معہا مثل النفخۃ ولم ینضغط ضغط الاول وہی الظاء والذال والضاد والزاء اور بعض حروف ایسے ہین کہ جب تم اُنپر وقف کرو تو پھونک کی ایسی آواز نکلتی ہی اور ویسا جھٹکا نہین پڑتا جیسا کہ ابتدا مین پڑتا ہے اور وہ ظا ـ ضاد ـ ذال ـ زا ہین جہد المقل مین مرقوم ہے الضاد والظاء والذال المعجمات الکل متشارکۃ فی الجہر والرخاوۃ ومتشابہۃ فی السمع والیضا فیہ ویشبہ صوتہا (ای صوت الضاد المعجمۃ) صوت الظاء المعجمۃ بالضرورۃ ضاد ظا و ذال معجمات سب مجہورہ رخوہ ہین اور سماعت مین متشابہ ہین اور ضاد معجمہ کی آواز بالبداہۃ ظا معجمہ کی آواز کے مشابہ ہی اور شرح شاطبی مین مذکور ہی ان ہذہ الثلث (ای الضاد والظاء والذال) متشابہۃ فی السمع والضاد لا تفترق من الظاء الا باختلاف المخرج وزیادۃ الاستطالۃ فی الضاد ولولاہما لکانت احداہما عین الاخری یہ تینون یعنے ضاد اور ظا اور ذال سماعت مین متشابہ ہین اور ضاد کو ظا سے کوئی فرق بجز اختلاف مخرج اور طوالت

کے نہین ہے اور اگر یہ دونون امور نہوتے تو ان مین کچھ فرق باقی نرہتا - اور محمد بن محمد الجزری تمہید فی علم التجوید مین
لکھتے ہین واعلم ان ھذہ الحروف لیس فی الحروف ما یعسر علی اللسان مثلہ والناس یتفاوتون فی النطق بہ فمنھم
من یجعلہ ظاء لانہ یشارک الظاء فی صفاتھا کلھا و یزید علیھا بالاستطالۃ فلولا الاستطالۃ واختلاف المخرجین لکانت
ظاء وھم اکثر الشامیین وبعض اھل المشرق جاننا چاہیے کہ یہ حروف ایسے نہین کہ زبان سے انکا ادا ہونا دشوار ہو البتہ
مختلف لوگ مختلف طریقون پر انھین ادا کرتے ہین بعضے ظاء کی آواز نکالتے ہین کیونکہ وہ تمام صفات مین اُس کے
مساوی ہو البتہ یہ کھینچکر پڑھا جاتا ہو اور ظاء کھینچکر نہین پڑھا جاتا اور اگر یہ نہوتا اور مخرج مختلف نہوتے تو اُس مین
اور ظاء مین کچھ فرق نہوتا اور یہ لوگ اکثر شامی اور بعض اہل مشرق ہین اور رعایہ تصنیف ابو محمد مکی مصنفہ
سنہ ۴۲۰ ہجری مین مذکور ہو کہ ضاد سننے مین ظاء کے مانند ہو اور شیخ جمال حنفی مکی کے فتوی مین ہو کہ ضاد کو ظاء پڑھنا عادت
اکثر اہل عرب کا ہو اور حاشیۂ جہد المقل مین سطور ہو فمنھم من یجعلھا ظاء ھذا الیس بعجب لثبوت التشابہ وعسر
التمیز بینھما وفی التمہید لانہ یشارک الظاء فی صفاتھا کلھا و یزید علیھا بالاستطالۃ بعضے لوگ ضاد کو ظاء پڑھتے
ہین اور یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہو کیونکہ تشابہ موجود ہو اور تمیز دشوار ہو اور تمہید مین ہو کہ یہ اسوجہ سے کہ ضاد تمام
صفات مین ظاء کے مشابہ ہو البتہ اس مین درازی زائد ہو - اور کیمیای سعادت مین ہو اگر ضاد اور زاء کے درمیان
مین فرق نہوسکے تو جائز ہو - حاصل یہ ہو کہ تمام کتب فقہ و تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ ضاد ظاء کے مشابہ ہے
اور کسیقدر ذال اور زاء کے بھی لیکن ظاء کے ساتھ بہت مشابہ ہے کیونکہ ضاد اور ظاء مین صرف ایک صفت کا
فرق ہو یعنے ضاد مستطیل ہو اور ظاء قصیر اگر استطالت ضاد مین نہوتی تو عین ظاء ہو جاتا جیسا کہ تمہید وغیرہ کی
عبارت سے معلوم ہوا بخلاف دال کے کہ ضاد اور دال مین سات صفتون کا فرق ہو ض رخوہ ہے اور دال
شدیدہ ض ساکنہ ہو اور دال قلقلہ ض مطبقہ ہو اور دال منفتحہ ض مستعلیہ ہو اور دال مستفلہ ض مفخمہ ہو اور
دال مرققہ ض مستطیلہ ہو اور دال قصیرہ ض منفوخہ ہو اور دال غیر منفوخہ اور ضاد کا ظاء کے ساتھ مشتبہ الصوت
ہونا انھی کتابون سے ثابت ہو رعایہ جہد المقل منح جزریہ شرح جزریہ دوسری شرح علی قاری کی نشر منہاج طیبۃ النشر تمہید
رسالۂ مولانا عبدالرحیم شیخ فیض شاطبی تفسیر کبیر اتقان کشاف بیضاوی حاشیہ بیضاوی عزیزی حسینی فتاوی قاضی خان
عالمگیری کبیری برہان تجنیس خلاصۃ الفتاوی درمختار طحطاوی شامی خزانۃ المفتیین خزانۃ اکمل حلیہ فتاوی نقشبندیہ
بزازیہ عتابیہ تاتارخانیہ خزانۃ الروایات رسائل الارکان تہذیب ذخیرہ فتح القدیر خیریہ جامع الروایات مفتاح الصلوۃ
محاسن العمل لبیان الجزیل احیاء العلوم کیمیاے سعادت زاد الآخرۃ شافیہ رضی جاربردی فصول اکبری فتاوی برہنہ

رسالۂ نجم الدین مختار الفتاوی سمرقندی قنیہ مجموعۂ سلطانی بغیۃ المرتاد میزان حروف المعجم ذخیرہ کردری۔ و جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ضاد مشابہ ظاء کے ہی تو جملہ کتب فقہیہ کا کلیۃ قاعدہ یہ ہی کہ جن دو حرفون مین بآسانی فرق ممکن ہی اُس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہی اور اگر اُن دونون حرفون مین فرق مشکل ہی تو اکثر کا یہ مذہب ہی کہ نماز فاسد نہین ہوتی اور متاخرین کا یہی مذہب ہی اور یہی معتدل و پسندیدہ ہی اور متقدمین کا یہ مذہب ہی کہ ضاد کو ظاء پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہو جاتی ہی پس بلفظ ولا الضالین کی جگہ ولا الظالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہی اور ظاء پڑھنے سے اکثر کے نزدیک نہین فاسد ہوتی اور اسی پر فتوی ہی پہلے اس قاعدۂ کلیہ کے ثبوت کے لیے فقہ کی چند عبارتین لکھی جاتی ہین اسکے بعد اس ثبوت کی عبارتین لکھی جائینگی کہ دالین پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہی رد المحتار مین ہی وان کان الخطاء بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینہما بلا کلفۃ کالصاد مع الطاء بان قرأ الطالحات مکان الصالحات فاتفقوا علی انہ مفسد وان لم یمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین فاکثرہم علی عدم الفساد لعموم البلوی ہکذا فی فتاوی قاضیخان وفتح القدیر ونہر الفائق جب کسی سے ایسی غلطی ہو جس مین ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے تو اگر وہ دونون حرف ایسے ہین کہ اُن مین فصل بآسانی ممکن ہو جیسے صاد اور طاء کہ صالحات کے جگہ طالحات پڑھ دیا تو بالاتفاق نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بلا مشقت ممکن نہو جیسے ضاد اور ظاء اور صاد اور سین پس اکثر لوگون کے نزدیک عموم بلوی کی وجہ سے نماز نہ فاسد ہوگی ایسا ہی فتاوی قاضیخان اور فتح القدیر اور نہر الفائق مین ہی اور عالمگیری مین ہی وان غیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد صلوتہ عند الکل وان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشایخ قال اکثرہم لا تفسد صلوتہ اور اگر معنون مین تغیر ہو جائے اور دونون حرف ایسے ہون جن مین بلا مشقت فصل ممکن ہو جیسے صاد اور طاء پس صالحات کی جگہ طالحات پڑھ دیا تو نماز فاسد ہو جاے گی اور اگر بلا مشقت ممکن نہو جیسے ضاد اور ظاء اور صاد اور سین اور طاء اور تا تو اس مین مشایخ کا اختلاف ہی اکثرون نے کہا ہی کہ نماز فاسد نہوگی اور خانیہ مین مرقوم ہی الاصل فیما اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینہما بلا مشقۃ تفسد وان لم یکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المہملتین والطاء مع التاء قال اکثرہم لا تفسد جب ایک حرف دوسرے حرف کی جگہ پڑھا اور معنی بدل گئے تو اصل یہ ہے کہ اگر ان دونون مین فصل بلا مشقت ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی اور اگر بلا مشقت ممکن نہو جیسے ضاد اور ظاء اور صاد اور سین اور طاء اور تا تو اکثر کے نزدیک

نماز فاسد نہوگی۔ اب دالین کے پڑھنے سے نماز فاسد ہونے کی دلیل مین عبارتین لکھی جاتی ہین قاضیخان مین
ہی ولو قرأ الضالین بالظاء او بالذال لاتفسد صلوتہ ولو قرء الدالین تفسد اگر ضالین کو ظار یا ذال سے
پڑھا تو نماز فاسد نہوگی اور اگر دالین پڑھا تو فاسد ہوگی او رخلاصۃ الفتاوی مین ہی ولو قرأ الضالین بالظاء
او الذال او بالزاء ای لاتفسد اور اگر ضالین کو ظار اور ذال یا زار سے پڑھا تو نماز فاسد نہوگی۔ مذکورہ بالا
تقریر کا حاصل یہ ہی کہ ضاد کا ظار کے ساتھ مشتبہ الصوت ہونا بلا نزاع ثابت ہی اور جس شخص کو مخرج ضاد کا نہ آئی
وہ ظار پڑھی اور اس سی نماز اکثر کے نزدیک فاسد نہین ہوتی اور ضاد کو مشابہ دال کے پڑھنی پر کوئی دلیل صرف و تجوید اور فقہ اور حدیث
سی ثابت نہین ہوتی بلکہ یہ سب علوم اُسکی غلطی پر دال ہین اور ایک حرف دوسری حرف سی بدلنا اسی سی ہوتا ہی کہ وہ اُسکی مشابہ ہو اور
ظاہر ہی کہ ضاد اور دال مین کچھ مناسبت بھی نہین نہ مخرج مین نہ صفات مین پس مسلمانون کو چاہیے کہ بہت جلد اسکی عامل ہوجائین
اور آپس مین جنگ و جدال جو بالاتفاق حرام ہی نہ کرین واللہ اعلم بالصواب۔ فی الواقع بمذہب مختار جمہور ضاد کی جگہ پر اگر ظار یا
ذال پڑھی تو نماز فاسد نہوگی جیسا کہ فتاوی بزازیہ مین ہی قال غیر المغضوب بالظاء والضالین بالذال والظاء قیل لاتفسد
لعموم البلوی فان العوام لایعرفون مخارج الحروف وکثیر من المشائخ افتوا بہ اگر غیر المغضوب کو ظار سے اور ضالین
کو دال یا ضار سے پڑھا تو بعضون کے نزدیک عموم بلوی کی وجہ سے نماز فاسد نہوگی کیونکہ عوام مخارج حروف سی ناواقف
ہوتے ہین اور بہت سے مشائخ نے اسی پر فتوی دیا ہی اور خزانۃ المفتین مین خلاصۃ الفتاوی سی منقول ہی ان
ذکر حرفا مکان حرف وغیر المعنے فان امکن الفصل کالظاء مکان الصاد تفسد صلوتہ وان کان لایمکن الفصل بین الحرفین
الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد والظاء مع الطاء والصاد مع السین لا الاکثر علی انہ لایفسد اگر کوئی حرف دوسری حرف کی جگہ پر
رکھدیا جسکے بدولت معنی بدل گئی تو اگر انمین فصل ممکن ہو مثلا طار کو صاد کی جگہ پڑھدیا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر بلا مشقت دونون
حرفون مین فصل نہ ممکن ہو جیسے ظار اور ضاد و طار اور تا و صاد اور سین تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہوگی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی
ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی سوال جمعہ اور عیدین کی نماز دیہات مین پڑھنا درست ہی یا نہین
جواب نماز پنجگانہ کی طرح نماز جمعہ بھی فرض ہی جو شرطین انمین ہین اس مین بھی ہین فقط دو خطبون کی زیادتی
ہی شہر ہو یا دیہات ہر جگہ بلا شرط شہر و بادشاہ یا اُسکے نائب کے بغیر کراہت صحیح ہی امام بخاری نے باب الجمعۃ فی القری
والمدن مین روایت کی ہی عن ابن عباس قال ان اول جمعۃ جمعت بعد جمعۃ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین ابن عباس سے مروی ہی کہ پہلا جمعہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کی مسجد کے جمعہ کے بعد پڑھا گیا وہ عبد القیس کی مسجد والا جمعہ تھا جو بحرین کے ایک قریہ جواثی مین واقع

ف ۵ مطبوعہ فتوی کا نام ۲ ۔ ۳ ۔ ۴ ۔ باب ... منتخبی ... فقہ ... گیا ۱۲ مترجم

ہی اور امام بخاری نے روایت کی ہی عن ابن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول کلکم
راع وزاد اللیث قال یونس وکتب زریق بن حکیم الی ابن شہاب وانا معہ یومئذ بوادی القری ہل ترے
ان اجمع وزریق عامل علے ارض یعملہا وفیہا جماعۃ من السودان وغیرہم وزریق علی ایلہ فکتب ابن شہاب
وانا اسمع یامرہ ان یجمع الخ ابن عمرؓ سے مروی ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین ہر ایک نگہبان ہی
اور لیث نے یہ زائد کیا ہی کہ یونس نے کہا ہی کہ زریق بن حکیم نے ابن شہاب کو لکھا اور مین وادی قری مین انکے
ساتھ تھا کہ تم انکے نزدیک وہان جمعہ درست ہے یا نہین اور زریق بھی وہان کے عامل بھی تھے اور وہان سوڈانیون
اور دوسرے لوگون کا ایک گروہ اور خود زریق کے اہل وعیال بھی موجود تھے تو ابن شہاب نے جواباً تحریر کیا کہ جمعہ
پڑھا جائے۔ حاصل ان حدیثون کا یہ ہوا کہ جواثی مین کہ صحابہ نے زمانہ نبوی مین نماز جمعہ پڑھی و تابعیون نے بھی
اور انکے زمانے مین برابر جاری رہی اور بعض نے جو قریہ کو شہر کے معنے مین لیکر جواثی کو شہر لکھا ہی تو وہ قول مردود ہی
کیونکہ جب امام بخاری اور ابوداؤد نے جو افضل و مقدم ہین جواثی کو دیہات لکھا ہی اور اکابر محدثین نے بھی انکے
بعد انکی اتباع کی ہی پھر ان کے مقابلے مین متاخرین کے اقوال کب مسموع ہو سکتے ہین اور اگر متاخرین کے
اقوال صحیح مان لیے جائین تو بھی کچھ خرابی نہین متقدمین اور متاخرین کے اقوال مین مطابقت یون ہوگی کہ
جواثی زمانۂ قدیم صحابہ مین چھوٹی بستی ہو پھر شہر ہو گیا ہو اسی ہندوستان مین دیکھو کہ پہلے جو چھوٹی بستیان
تھین اب شہر ہین اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ایک روایت آئی ہی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بحرین کیطرف
لکھ بھیجا کہ جمعہ ادا کیا کرو جہان ہو اور ابن خزیمہ نے اسکی تصحیح کی ہی اور جس جگہ کا لفظ شہر اور دیہات دونون کو
شامل ہی اور بیہقی نے لیث بن سعد سے روایت کی ہی کہ اہل مصر و سواحل جنمین صحابہ کی جماعت تھی حضرت عمر اور
حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے زمانے مین ان حضرات کے حکم سے جمعہ ادا کیا کرتے تھے اور اس مضمون کی بہت
سی حدیثین آئی ہین اور شاہ ولی اللہ مصفا شرح موطاے مالک مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ
یہ ہی جمعہ کی نماز بڑی جماعت کے ساتھ قریہ اور شہر مین بوقت ظہر دو رکعت ہی انتہی اور جو صاحب ہدایہ نے لکھا ہی
کہ جمعہ مصر جامع یا اُسکے مصلے کے علاوہ مین صحیح نہین ہی اور دیہات مین جائز نہین اس حدیث کی وجہ سے کہ
جمعہ اور تشریق و عیدین غیر مصر جامع مین جائز نہین ہی اور مصر جامع وہ جگہ ہے جہان حاکم ہو اور قاضی جو احکام
جاری کرتا ہو اور حدود قائم رکھتا ہو نیز روایت امام ابو یوسفؒ سے مروی ہی اور انھین سے دوسری روایت مروی
ہی کہ مصر جامع وہ مقام ہی جہان کے رہنے والے اگر جمع ہون تو وہان کی بڑی سے بڑی مسجد مین نہ سما سکین پہلی

روایت کو کرخی نے اور دوسری کو ثلجی نے اختیار کیا ہو اور جو شیخ ابن الہمام فتح القدیر مین لکھتے ہین کہ جمعہ ایسی
جگہ ہو جہان گلیان اور بازار ہو اور اُس مین والی ہو جو مظلومونکا انصاف کرتا ہو اور عالم ہو جسکی طرف شرعی
دشواریون مین لوگ رجوع کرتے ہون تسلیم کے قابل نہین ہوگی وجہون سے ایک تو یہ کہ حدیث لاجمعۃ ولا
تشریق الخ موقوف اور منقطع ہو اور کسی کتاب کی منقطع حدیث حدیث بخاری کی معارض نہین ہو سکتی کیونکہ باتفاق
جمہور محدثین معارضہ مین مساوات شرط ہی دوسرے یہ کہ مصر کی تفسیر درست نہین ہی نہ کرخی کے موافق نہ ثلجی کے
موافق کیونکہ اسعد بن زرارہ نے صحابیون کے ساتھ حضور کے حکم سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری سے پہلے مدینۂ منورہ مین جمعہ کی نماز پڑھی ہو حالانکہ اُسوقت آپکی حکومت مدینہ مین نہ تھی اور حدود و قصاص
بالفعل جاری نہ تھے نہ اسکی قوت رکھتے تھے مسلمان مغلوب تھے نہ وہان کئی مسجدین تھین جو ثلجی کی تفسیر صادق
آئے جیسا کہ تفسیر نیشاپوری وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے اور جب حضور وہان تشریف لائے اور جمعہ کی نماز پہلے مسجد
بنی سالم کی بطن وادی مین پڑھی اُسوقت بھی وہان تسلط تام نہ تھا جو حدود و قصاص کے احکام جاری کر سکین
اور نہ کئی مسجدین تھین جیسا کہ بحر الرائق اور شمنی و شرح نقایہ اور محلی شرح موطا سے مستفاد ہوتا ہو اور نہ تفسیر
صاحب فتح القدیر کی صحیح ہی کیونکہ یزید شقی کے زمانے مین صحابہ جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے حالانکہ اُسوقت انصاف
کا نام نہ تھا صحابہ کا خون بے دریغ ہوتا تھا اقامت حدود کا تو ذکر ہی کیا اور جس زمانے مین حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ محصور تھے اپنی رہائی کی قوت نہین رکھتے تھے حکومت کیسی باوجود اسکے اصحاب نے جمعہ کی نماز پڑھی اسیطرح
کی تقریر مولانا بحر العلوم لکھنوی نے بتفصیل تمام ارکان اربع مین کی ہو اور مصر کی تفسیر مین خوب جرح کی ہو تیسرے
یہ کہ مین اس حدیث کو ندب پر محمول کرتا ہون یعنے بادشاہ اور مصر ہونے کی حالت مین نماز جمعہ عمدہ اور مستحب
ہو گی نہ یہ کہ بغیر ان شرطون کے نماز ادا ہی نہو گی جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہو اور شیخ
عبد الحق محدث دہلوی نے بھی ان شرطون کو اولویت کے شروط سے فتح المنان مین لکھا ہو چوتھے یہ کہ اس حدیث
پر عمل کیونکر ہو سکتا ہو کیونکہ مصر کی تعریف مین اختلاف ہو اور وحی آسمانی آتی نہین شارع سے اسکی تفصیل اور
تعیین پائی نہین جاتی پھر کس تعریف کو ترجیح دیجائے جو معمول بہا ہو سکے۔ پانچوین یہ کہ اگر بادشاہ اور مصر
کا ہونا وجوب ادا کے لیے تسلیم بھی کر لین تو بھی غیر مصر مین یا جہان بادشاہ یا اُسکا نائب نہو جمعہ کا فرض نہونا لازم
نہین آتا بلکہ فرض ہی باقی رہتا ہی کیونکہ کسی ہی شرط وجوب ادا کے فوت ہو جانے سے بسبب عذر کے عین شے کا ساقط ہو جانا
کلیۃً لازم نہین آتا بلکہ عذر کے اندازے سے دیکھو کہ فرائض پنجگانہ کے لیے طہارت اور ستر عورت وغیرہ شرطین

مگر عذر کے وقت یہ شرطین بلکہ اکثر نماز کے ارکان بھی جیسے قیام وغیرہ معذور سے ساقط ہو جاتے ہین حالانکہ نماز اُس سے ساقط نہین
ہوتی یہی حال جمعہ کی نماز کا ہے کہ اگر مصر اور بادشاہ نہو تو وہان کے مسلمان اُن شرطون سے معذور ہین بلکہ جن شرطون مین معذور
نہین ہین اُنکے نہ کرنے سے نماز فاسد ہو جاے گی یا جو شخص مصر مین ہو پھر خاصکر اُس مصر کے متصل کسی گانوٴن مین نماز پڑھے تو اُسکی
نماز صحیح ہوگی غرض ہماری اس تقریر سے یہ ہے کہ جہان ان شرطون کا وجود ہو وہان اُنکی رعایت واجب ہے اور اگر رعایت نہ کریگا تو نماز
فاسد ہوگی اور جہان ان شرطونکا وجود نہو وہان بلا رعایت نماز صحیح ہوگی کیونکہ وہان کے مسلمان معذور ہین اور میری اس تقریر
کی تائید محققین حنفیہ کی تحریر بھی کرتی ہے گو اُنکا عنوان بیان بنظر خوف عوام کالانعام کے اور ہے عالمگیری مین ہے لو تعذر
الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعة جاز کذا فی التہذیب جب امام وقت سے اجازت لینے مین مسلمان
معذور ہون پس جمع ہو کر اور کسی کو اپنا امام بنائین اور وہ امام سب کو جمعہ کی نماز پڑھاوے تو جائز ہے جیسا کہ تہذیب مین ہے اور
بھی عالمگیری مین لکھا ہے بلاد علیہا ولاة کفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة ویصیر القاضی قاضیا لتراضی المسلمین
ویجب علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما کذا فی معراج الدرایة ایسے شہرون مین جہان حاکم کافر ہون مسلمانون کو جائز
ہے کہ وہان جمعہ کی نماز پڑھین اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی قاضی ہو جائیگا اور اُنکو کافر حاکم سے درخواست
کرنا چاہیے کہ اس شہر کے لیے مسلمان والی مقرر کرے ایسا ہی معراج الدرایہ مین ہے اور رد المحتار مین لکھا ہے ولذا
لو مات الوالی او لم یحضر لفتنة ولم یوجد احد ممن لہ حق اقامة الجمعة نصب العامة لہم خطیبا للضرورة
کما سیاتی مع انہ لا امیر ولا قاضی ثمہ اور اسی لیے اگر کسی فساد کی وجہ سے حاکم مرگیا ہو یا حاضر نہوا ہو اور جس شخص
کے لیے اقامت جمعہ کا حق ہے وہ نہ پایا گیا ہو تو مسلمانون کو چاہیے کہ آپس مین مشورہ کر کے کسی کو خطیب مقرر کرین
ضرورت کی وجہ سے حالانکہ اس جگہ امیر اور قاضی نہین ہے ان تمام عبارتون سے معلوم ہوا کہ عذر کے وقت والی
کے اذن سے یا امام معین کے ہونے سے نماز بلا ان شرطون کے صحیح ہے اور شرطین ساقط ہین اور ولایت کفار مین بھی
جمعہ جائز ہے باوجودیکہ نہ وہان امام ہے نہ سلطان پس مسلمانون کو چاہیے کہ بہکانے مین نہ آوین اور نماز جمعہ کو ترک نہ کرین
دیہات اور شہر جہان چاہین جمعہ اور عیدین بلا دغدغہ پڑھا کرین اگرچہ کافرون کے ولایت مین ہون مجمع الفتاوی
مین ہے غلب علی المسلمین ولاة الکفار یجوز للمسلمین اقامة الجمعة والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی ویجب
علیہم ان یلتمسوا والیا مسلما جب کفار مسلمانون پر غالب ہو جائین تو مسلمانون کو جمعہ اور عیدین کا قائم رکھنا
جائز ہے اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی قاضی ہو جاتا ہے اور مسلمانون پر واجب ہے کہ والی مسلم کی درخواست
کرین واللہ اعلم حررہ عبد العزیز | عبد العزیز | جواب ہذا صحیح ہے ہدایہ مین ہے لا یجوز اقامتھا الا للسلطان

اولمن امرہ السلطان لانہ تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعۃ فی التقدم والتقدیم وقد تقع فی غیرہا فلا بد منہ تتمیما لامرہا اقامت جمعہ صرف سلطان یا وہ شخص جسے سلطان نے حکم دیا ہو کر سکتا ہے کیونکہ جمعہ مین بکثرت مجمع ہوتا ہے امامت اور دوسرے امور پر جھگڑا ہوجایا کرتا ہے جسکے دفعیہ کے لیے سلطان کی ضرورت پڑتی ہے محدث دہلوی فتح المنان مین لکھتے ہین ھذہ التقریر الھدایۃ وظاھرہ یفید الاولویۃ والاحتیاط عقلا لا الاشتراط وعدم جواز الصلوۃ بدونہ شرعا یہ ہدایہ کی تقریر ہے اور بظاہر اس سے اولویت اور احتیاط مفہوم ہوتی ہے نہ کہ اشتراط و بغیر سلطان کے شرعًا نماز کا عدم جواز۔ اور مولانا بحر العلوم ارکان اربع مین لکھتے ہین ولم اطلع علی دلیل یفید اشتراط امر السلطان وما فی الھدایۃ لانہا تقام بجماعۃ فعسے ان تقع منازعۃ فی التقدیم والتقدم آہ ھذا رای لا یثبت الاشتراط لاطلاق نصوص وجوب الجمعۃ ثم ھذہ المنازعۃ تندفع باجماع المسلمین علی تقدیم واحد وکما فی جماعۃ الصلوۃ عسے ان تقع المنازعۃ فی تقدیم رجل لکن تندفع باجماع المصلین فکذا فی الجمعۃ ثم الصحابۃ اقاموا الجمعۃ فی زمان فتنۃ بلوی امیر المومنین عثمان وکان ھو اماما حقا محصورا ولم یعلم انہم طلبوا الاذن فی اقامۃ الجمعۃ بل الظاھر عدم الاذن لان ھؤلاء الاشقیاء من اصحاب الشر لم یرضوا ذلک فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروط عندہم بالاذن لعل لھذہ الواقعۃ یرجع المشائخ عن ھذا الشرط فیما تعذر الاستیذان وافتوا بانہ ان تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز کذا فی العالمگیریۃ ناقلا عن التھذیب مجھے کوئی ایسی دلیل نہین ملی جس سے جمعہ مین سلطان کی شرط لگائی جائے اور وہ جو ہدایہ مین ہے کہ جمعہ مین مجمع بہت ہوتا ہے اس لیے جھگڑے کا اندیشہ ہوتا ہے الخ یہ ایک خیال ہے جس سے اشتراط نہین ثابت ہوتا کیونکہ نصوص وجوب جمعہ مطلق ہین علاوہ بریں یہ جھگڑا تو خود مسلمانون کے اجماع سے رفع ہوسکتا ہے جسطرح کہ اور نمازون مین بھی بعض اوقات جھگڑے کا خوف ہوتا ہے لیکن نماز پڑھنے والون کے اجماع سے اُسکا دفعیہ ہوجاتا ہے (یعنی عام لوگ جسے امام بنادین وہی امام ہوجاتا ہے) صحابہ نے فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے مین نماز جمعہ پڑھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امام برحق تھے اور یہ کہین سے ثابت نہین کہ صحابہ نے آپ سے اجازت بھی لی بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجازت نہ لی ہوگی کیونکہ جو اشقیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے گھر کا محاصرہ کیے ہوے تھے اُنھون نے اسکی اجازت نہ دی ہوگی پس معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک اقامت جمعہ مین سلطان کی اجازت شرط نہین ہے اور شاید اسی وجہ سے مشائخ نے اجازت لینے کے دشوار ہونے کی صورت مین اس شرط سے رجوع کیا ہے اور فتویٰ دیا ہے کہ اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو تو لوگ جس شخص پر اتفاق کرلین اُسکی اقتدا کرکے نماز جمعہ پڑھ لین ایسا ہی عالمگیری مین تہذیب سے

نقل کیا ہی جاننا چاہیے کہ حدیث لا جمعۃ ولا تشریق الخ دو وجہون سے قابل احتجاج نہین ہی ایک یہ کہ مرفوع نہین ہے بلکہ موقوف ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر دوسرے یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرنے والا حارث اعور ہے اور وہ کذاب اور واہی ہے جیسا کہ مقدمۂ صحیح مسلم اور میزان الاعتدال وغیرہ مین ہی قال الامام النووی حدیث لا جمعۃ الخ متفق علی ضعفہ امام نووی نے کہا ہی کہ حدیث لا جمعۃ الخ کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہی اور اور عبد الرزاق نے اپنے مصنف مین روایت کی ہی اخبرنا معمر عن ابی اسحق عن الحارث عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع خبر دی ہمکو معمر نے ابی اسحق سے کہ انھون نے حارث سے انھون نے حضرت علی سے روایت کی ہی کہ جمعہ و تشریق نہین ہی مگر مصر جامع مین اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی ہی عن ابی اسحق عن الحارث عن علی قال لا جمعۃ ولا تشریق ولا صلوۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینۃ عظیمۃ ابو اسحق نے حارث سے انھون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہی کہ جمعہ و تشریق اور عیدین کی نمازین جائز نہین ہین مگر مصر جامع یا بڑے شہر مین اور زیلعی تخریج احادیث ہدایہ مین لکھتے ہین وھذا انما یروی عن علی موقوفا فاما النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ لا یروی عنہ فی ذلک شیء انتھی عن الشعبی قال حدثنی الحارث الاعور وکان کذابا یہ حدیث موقوفا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی لیکن خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارہ مین کچھ منقول نہین ہی شعبی نے کہا ہی کہ مجھسے یہ حدیث حارث اعور نے بیان کی جو بڑا جھوٹا تھا صاحب صحیح مسلم نے اپنے مقدمہ مین حارث کو کئی جگہ پر کذاب اور کاذب اور واہی لکھا ہی جو عالم پر مخفی نہین ہی قال ابو داؤد فی المقدمۃ واما ابو اسحق عن الحارث عن علی فلم یسمع ابو اسحق من الحارث الا اربعۃ احادیث لیس فیہا مسند واحد ابو داؤد نے مقدمہ مین لکھا ہی لیکن سند ابو اسحق عن الحارث عن علی تو ابو اسحق نے حارث سے صرف چار حدیثین سنی ہین اور انکی بھی سند ایک نہین ہی واللہ اعلم کتبہ محمد نذیر عفی عنہ صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی ابو الحسنات

سوال ایک شہر کی کئی مسجدون مین نماز جمعہ جائز ہی یا نہین

جواب مفتی بہ قول کے موافق درست ہی در مختار مین ہی وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذھب وعلیہ الفتوی شرح المجمع للعینی وامامۃ فتح القدیر دفعا للحرج نماز جمعہ ایک شہر مین متعدد مقام پر ادا ہو جاوے گی بغیر کسی قید کے مذہب کے موافق اور اسی پر فتوی ہے شرح مجمع عینی اور باب امامت فتح القدیر مین واسطے دفع حرج کے اور شامی لفظ مطلقا کی شرح مین لکھتے ہین سواء کان المصر کبیرا او لا وسواء فصل بین جانبیہ نھر کبیر کبغداد او لا وسواء قطع الجسر او بقی متصلا وسواء کان التعدد فی مسجدین او اکثر برابر ہی کہ شہر بڑا ہو یا چھوٹا اسکے بیچ مین ندی ہو جیسے بغداد یا نہو اسکے بیچ مین کوئی پل ہو یا نہو اور برابر ہی کہ تعدد دو مسجدون مین ہو یا زائد مین اور پھر لکھتے ہین فقد ذکر الامام السرخسی ان الصحیح من مذھب ابی حنیفۃ جواز اقامتھا فی مصر واحد فی مسجدین او اکثر

یعنے امام سرخسی نے ذکر کیا ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب مین صحیح یہی ہے کہ ایک شہر کی دو مسجدون یا دو سے زائد
مین اقامت نماز جمعہ کی جاے اور صاحب طحطاوی لکھتے ہین وذلک لان فی التزام اتحاد الموضع حرجا بینا لاستدعائہ
تطویل المسافۃ علے اکثر الحاضرین ولم یوجد دلیل عدم جواز التعدد بل قضیۃ الضرورۃ عدم اشتراطہ لاسیما
اذا کان مصرا کبیرا کمصرنا کما قالہ الکمال وقد قال اللہ تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا وما جعل علیکم فی الدین
من حرج اور وہ اس لیے کہ ایک جگہ پر جمعہ کو لازم گرداننے مین حرج ظاہر ہو کیونکہ اس مین اکثر حاضرین کو مسافت بعیدہ
طے کرنا پڑیگی اور کوئی دلیل عدم جواز تعدد کی نہین پائی گئی ہو بلکہ ضرورت اسی کو مقتضے ہو کہ ایک مسجد مین نماز پڑھنا
مشروط نہو خصوصاً جبکہ شہر بڑا ہو ہمارے شہر کی طرح جیساکہ کمال نے کہا ہو اور اللہ تعالے نے فرمایا ہو کہ اللہ طاقت
سے زائد کسی کو تکلیف نہین دیتا اور اللہ نے تمپر دین مین کسی طرح کی تنگی اور دشواری نہین کی ہو اور فتاوی عالمگیری
مین ہو تودی الجمعۃ فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ ہو قول ابی حنیفۃ ومحمد وہو الاصح جمعہ کی نماز ایک شہر مین بہت
مقام پر ادا کی جاسکتی ہو اور وہ قول امام ابوحنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کا ہو اور وہ زیادہ تر صحیح ہو اور درمختار مین لکھا ہے
کہ بنابر قول مرجوح جب ایک شہر مین متعدد مقام پر جمعہ ہو تو اُس مسجد کا جمعہ جائز ہوگا جہان تحریمہ آگے ہوا ہو اور
اگر متعدد جگہون مین ایک ہی وقت تحریمہ ہوا ہو جسکے تعین مین اشتباہ ہو تو سبکی نماز فاسد ہو گی اور اُسوقت نماز
جمعہ کے بعد چار رکعت بہ نیت آخر ظہر پڑھنا چاہیے اس قول مین صاحب درمختار فرماتے ہین وکل ذلک خلاف
المذہب فلا یعول علیہ یہ سب باتین بالکل خلاف مذہب ہین لیس ان پر اعتماد نہ کیا جاے اور محشی شامی فیصلیہا بعدہا
آخر ظہر کے تحت مین فرماتے ہین تفریعہ علی المرجوح یفید انہ علے الراجح من جواز التعدد لا یصلیہا بناء علی ما قدمہ
عن البحر من انہ افتی بذلک مرارا خوف اعتقاد عدم فرضیۃ الجمعۃ وقال فی البحر انہ لا احتیاط فی فعلہا لانہ العمل
باقوی الدلیلین قول مرجوح پر شارح کی تفریع اس بات کو مفید ہو کہ قول راجح پر جسکے بموجب متعدد جگہ نماز پڑھنا
جائز ہو چار رکعت بہ نیت آخر ظہر نہ پڑھنا چاہیے جیساکہ شارح نے بحر الرائق مین اسکے قبل نقل کیا ہو کہ چار رکعت بہ نیت
آخر ظہر نہ پڑھنے کا بار ہا فتوی دیا گیا ہو اس خوف کی وجہ سے کہ کہین اسکے وجہ سے عدم فرضیت جمعہ کا اعتقاد نہو جاے
اور صاحب بحر الرائق نے کہا ہو کہ اس چار رکعت کے پڑھنے مین کچھ احتیاط نہین ہو کیونکہ متعدد جگہ مین نماز پڑھنا مذہب
راجح اور مفتی بہ قول کے موافق ہو پس جواز تعدد مین شبہہ نہین اس قول کے بعد محشی شامی نے ایک بڑی عبارت اس
مدعا کے اثبات مین لکھی ہو کہ جہان مصر ہونے مین شک ہو یا جہان متعدد مقامات پہ نماز پڑھی جاتی ہو وہان چار رکعت
نماز بہ نیت آخر ظہر پڑھنا احتیاط ہو مگر اسی قول کے آخر مین مقدسی سے نقل کیا ہو ثم قال وفائدتہ الخروج عن الخلاف

المتوهم او المحقق وان کان الصحیح صحۃ التعدد فهی نفع بلا ضرر یعنے نماز بنیت آخر ظہر کا فائدہ یہ ہی کہ خلاف وہمی یا واقعی مین نہ پڑے اور اگر صحیح جواز تعدد ہی پس یہ چار رکعت بنیت آخر ظہر پڑھنا نفع بلا ضرر ہی اور معلوم ہوا کہ شامی کی غرض اُس طولانی عبارت سے یہ ثابت کرنا ہی کہ چار رکعت آخر ظہر کا پڑھنا احتیاط ہی اور جیسا کہ درمختار کے قول سے ضمنا بتبعیت قول بحر رائق کے اسکا نہ پڑھنا سمجھا جاتا ہی ویسا نہین ہی مگر شامی نے پھر اس قول کے آخر مین یہ لکھدیا ہی کہ اگر چار رکعت بنیت آخر ظہر کا پڑھنا منجر بفساد ہو یعنے اسکے پڑھنے سے عدم فرضیت جمعہ کے اعتقاد کا خوف ہو تو ان رکعتون کو علانیہ نہ پڑھے قال وانما اطلنا فی ذلک لدفع ما یوهمہ کلام الشارح تبعا للبحر من عدم فعلها مطلقا نعم ان ادی الی مفسدۃ لا تفعل جهارا والکلام عند عدمها ولذا قال المقدسی نحن لا نامر بذلک امثال هذہ العوام بل ندل علیہ الخواص ولو بالنسبۃ الیهم ہمنے اس باب مین کلام کو اس وجہ سے طویل کردیا کہ شارح کے کلام سے جو بحر کی تبعیت مین چار رکعت آخر ظہر کا مطلقا نہ پڑھنا سمجھا جاتا ہے وہ مندفع ہوجائے البتہ اگر یہ چار رکعت منجر الی الفساد ہون تو علانیہ نہ پڑھے اور کلام عدم فساد مین ہی اسی لیے مقدسی نے کہا ہی کہ ہم ان چار رکعت کے پڑھنے کا خواص کو حکم کرتے ہین نہ کہ عوام کو واللہ اعلم حررہ محمد عبد اللہ مدرس مدرسۂ ڈھاکہ محمد عبد اللہ

هو المصوب

جواز تعدد جمعہ و عدم جواز تعدد جمعہ مین مجتہدین اور فقہائے معتبرین مین بہت اختلاف ہی اور متاخرین حنفیہ کا فتوی مطلقا جواز تعدد پر ہی مگر پھر بھی اولی اور احوط اُنکے نزدیک یہی ہی کہ جمعہ کی نماز ایک جگہ ادا کی جاے کیونکہ یہ اظہار شوکت اسلام کا باعث ہی حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین محصل الخلاف یرجع الی المنع مطلقا والجواز مطلقا وبعض من اجاز اطلق والبعض قید وکل ذلک منقول عن علماء العراق اما الشافعیۃ فقد نص الامام الشافعی علی ان الجمعۃ لا تقام فی البلدۃ ولو عظم وکثرت مساجدہ واهلہ ثم اخرج بعض اتباعہ الی جواز التعدد للحاجۃ وقال بعض هولاء متی زالت الضرورۃ بالثانیۃ لم تجز الثالثۃ واما الحنفیۃ فالمشهور عن الامام ابی حنیفۃ منع التعدد وروی عنہ جوازہ ثانیا للحاجۃ وعنہ جواز اکثر وقال ابو یوسف لا یجوز الثانی وهو الظاهر المشهور عنهم عدم جواز التعدد وفی روایۃ یجوز بقید الحاجۃ واما الحنابلۃ فالمشهور عنهم جواز التعدد بقید الحاجۃ وفی روایۃ عن احمد منع التعدد وذکر عنہ انہ قال لا اعلم التعدد فی بلاد المسلمین اقیمت بها جمعتان لقلۃ المراعات وفی شرح الهدایۃ واذا تقرر هذا من القرن الثالث ظهر ان خیر القرون لم یقع فی زمانهم التعدد اختلاف کا حاصل یہ ہی کہ بعضے مطلقا ناجائز سمجھتے ہین اور بعضے مطلقا جائز اور بعضے جائز کہنے والے حکم مطلق رکھتے ہین اور بعضے قیدین لگاتے ہین یہ سب علماے عراق سے منقول ہی لیکن شافعیہ پس امام شافعی اس بات پر دلیل لائے ہین کہ

جمعہ متعدد جگہ شہر میں نہ پڑھا جائیگا گو شہر بڑا ہوا اور آبادی زائد ہوا ور مساجد بہت ہوں پھر اُنکے بعض تبعین نے بضرورت جواز تعدد کے جانب رجوع کیا ہو اُنھیں سے بعضوں نے کہا ہو کہ اگر دوسرے جمعہ سے ضرورت دفع ہوجائے تو تیسرے کی ضرورت نہیں لیکن حنفیہ کے نزدیک تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منع تعدد منقول ہو اور بضرورت دو جمعوں کا جائز ہونا بھی منقول ہو اور اُنھیں سے بہت مقام پر جمعہ کا جائز ہونا بھی منقول ہو اور امام ابو یوسف نے کہا ہو کہ دوسرا جمعہ جائز نہیں ہو اور شفیہ کا ظاہر اور مشہور خیال عدم جواز تعدد ہو اور ایک روایت میں بضرورت تعدد جائز ہے اور حنابلہ کے متعلق مشہور یہ ہو کہ وہ بضرورت تعدد کو جائز سمجھتے ہیں اور احمد سے ایک روایت میں تعدد ممنوع ہے اور اُنھیں سے منقول ہو کہ مجھے مسلمانوں کے کسی ایسے شہر کا علم نہیں جس میں متعدد جمعے ہوتے ہوں اور شرح ہدایہ میں ہو کہ جب یہ بات قرن ثالث میں معلوم ہوگئی تو ظاہر ہوگیا کہ خیر القرون میں تعدد نہ تھا اور قہستانی جامع الرموز میں لکھتے ہیں شرط لاداءها ای لوجوب اداء الجمعۃ فی موضع واحد او اکثر علی الخلاف وفی التمرتاشی لایستحب فی موضعین المصر شرطا داء جمعہ ہو یعنے شرط وجوب اداے جمعہ ہو ایک جگہ میں یا مختلف جگہوں میں بربناے اختلاف اور تمرتاشی میں ہو کہ ایک شہر میں دو جگہ نماز جمعہ مستحب نہیں ہو۔ اور قنیہ میں ہو اما من حیث جواز التعدد وعدمہ فالاولی ہو الاحتیاط لان الخلاف فیہ قوی اذ الجمعۃ جامعۃ للجماعات ولم تکن فی زمن السلف الا فی موضع واحد من المصر وکون الصحیح جواز التعدد للضرورۃ للفتوی لایمنع شرعیۃ الاحتیاط للتقوی جواز اور عدم جواز کا لحاظ کرتے ہوے اولی احتیاط ہو کیونکہ اختلاف قوی ہو اس لیے کہ جمعہ جامع جماعات ہو اور زمان سلف میں ایک مصر میں ایک ہی جگہ ہوا کرتا تھا اور بضرورت جواز تعدد کا صحیح ہونا مشروعیت احتیاط کا منافی نہیں ہو واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی۔ واقعی نماز جمعہ ایک شہر کی دو مسجدوں یا اس سے زائد میں درست ہو شرح وقایہ میں کافی اور شرح مجمع البحرین سے نقل کرکے لکھا ہو وتؤدی فی مصر واحد فی موضع قال الامام السرخسی رحمہ اللہ فی المبسوط والصحیح من قول ابی حنیفۃ ومحمد رحمہ اللہ انہ یجوز فی مصر واحد فی موضعین واکثر وبہ ناخذ ایک شہر میں جمعہ متعدد جگہ ادا کیا جاسکتا ہو امام سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا صحیح قول یہ ہو کہ جمعہ ایک شہر میں دو جگہوں اور دو سے زائد جگہوں میں جائز ہو ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں اور جد ابی مولانا بحر العلوم رسائل الارکان میں تحریر فرماتے ہیں ولاجل ان الجمعۃ جامعۃ للجماعات قال الامام ابو یوسف لایجوز تعدد الجمع فی مصر واحد وهو روایۃ عن الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ وبہ قال الشافعی فانہ لو جاز التعدد ولما کان واحد منہا جامعا للجماعات وقال الامام محمد ورواہ عن الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللہ هذه الروایۃ

هي المختارة وعليه الفتوى انه يجوز تعدد الجمعة مطلقا اثنين او اكثر وقولهما الجمعة جامعة الجماعات ان ارادوا للجماعات التي تغير الجمعة فمسلم ولا يلزم منه نفي التعدد وان ارادوا انها جامعة للجماعات كلها باسرها بان لا يصح لها الا جماعة واحدة فهو ممنوع لا بد لاثباته من دليل ولنا ما صح عن امير المومنين علي رضي الله عنه انه امر بتعدد الجمعة وهذا الاثر صحيح صححه ابن تيمية في منهاج السنة ثم فيما ذهب اليه الشافعي حرج عظيم لانه قد يكون طول المصر وعرضه فراسخ لا يستطيع ان يجي من طرف الى المسجد الجامع ثم يبيت باهله الا بحرج عظيم وهو مدفوع في الشرع ولعل لهذا الحرج جوز الامام ابو يوسف تعددها اذا كان في المصر نهر عظيم فحينئذ يجوز التعدد جمعة في مسجد وجمعة في اخرى بينهما نهر فنقول كذا يلزم الحرج اذا كان المصر طويلا وان لم يكن فيه نهر ثم صلوة الجمعة فرض مثل سائر الصلوات فلا يتقيد بالتوحيد ولم يفد اليه دليل سمعي ولا عقلي اور چونکہ جمعہ جامع جماعات ہی اس لیے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہی کہ ایک شہر مین متعدد جمعے ناجائز ہین اور یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی روایت ہی اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہی کیونکہ اگر تعدد جمعہ جائز ہو تو کوئی جمعہ جامع جماعات نہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہی اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ یہی روایت مختار ہی اور اسی پر فتوے ہی کہ مطلقا تعدد جمعہ جائز ہی دو ہون یا اس سے زائد اور جمعہ کے جامع جماعات ہونے سے اگر یہ مراد ہی کہ جمعہ کی علاوہ دوسری جماعتون کا جامع ہی تو یہ مسلم اور اس سے نفی تعدد جمعہ غیر لازم اور اگر یہ مراد ہی کہ جمعہ جمیع جماعات کا جامع ہی کہ اسکی ایک ہی جماعت ہو سکتی ہی تو یہ ممنوع ہی اسکا ثبوت محتاج دلیل ہی ہماری دلیل امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حکم تعدد جمعہ ہی اور یہ اثر صحیح ہی منہاج السنہ مین ابن تیمیہ نے اسکی تصحیح کی ہی اسکے علاوہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب مین ایک بڑی خرابی یہ ہی کہ اگر شہر بڑا اور اسکا طول وعرض کئی فرسخ ہو تو ایک کنارے سے جامع مسجد تک پہونچنا اور پھر شام تک اپنے اہل وعیال مین پہونچ جانا بہت دشوار امر ہوگا حالانکہ شارع دشواریون کا دفعیہ کرتا ہی اور غالبا اسی وجہ سے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے تعدد کو اُس صورت مین جائز رکھا ہی جب شہر مین کوئی بڑی نہر ہو اس صورت مین جمعہ دو ایسی مسجدون مین ہو سکتا ہی جو نہر کے ادہر اودہر ہون ہم کہتے ہین کہ اسیطرح اگر شہر بڑا ہو اور اُس مین نہر نہو تب بھی دشواری ہی اور نماز جمعہ پنجوقتہ نماز کی طرح فرض ہی تو اُسی طرح اس مین بھی عدم تعدد کی قید نہ لگائی جائے گی خصوصا جبکہ عقلی اور نقلی کوئی دلیل اسپر موجود نہین ہے واللہ علیم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ اللہ العلی الرب الحکیم

سوال ایک شہر مین جمعہ کی نماز متعدد مساجد مین ادا کرنا بہتر ہے یا ایک بڑی مسجد مین کہ سب نمازی اُس مین باتفاق تمام اور بلا تکلف جمع ہو سکتے ہین جواب بہتر یہی ہی کہ پورے شہر کے نمازی ایک

گنجائش والی مسجد مین باتفاق جمع ہوکر نماز جمعہ ادا کرین اگرچہ ایک شہر کی کئی مسجدون مین ادائے جمعہ جائز ہو لیکن ایک روایت امام ابوحنیفہ و امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ سے ایک شہر کی متعدد مسجدون مین نماز جمعہ کا ناجائز ہونے کی بھی آئی ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہو اور امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ سے بھی ایک شہر کی متعدد مساجد مین نماز جمعہ کے عدم جواز کی روایت ہو ایسی حالت مین اختلاف علماسے بچنا اور اتفاقی صورت کو اختیار کرنا بہت بہتر ہو اس مسئلہ خاص مین اتفاق کی صورت یون ممکن ہو کہ تمام مسلمانان شہر باتفاق ایک مسجد مین جمعہ کی نماز ادا کرین اور متعدد مساجد مین نماز پڑھنا شبہہ سے خالی نہین اور ہر مسلمان کو شبہہ سے بچنا ضروری ہو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین کو پاک کیا اختلاف مجتہدین کی سند کے لیے کتب معتبرہ کی عبارت نقل کی جاتی ہو فتاوی شامی مین ہو لان جواز التعدد وان کان ارجح واقوی دلیلا لکن فیه شبهة قویة لان خلافه مروی عن ابی حنیفة ایضا رحمه الله واختاره الطحاوی والتمرتاشی وصاحب المختار وجعله العتابی الاظهر وهو مذهب الشافعیؒ والمشهور عن مالکؒ واحدی الروایتین عن احمد کما ذکره المقدسی فی رسالته نور الشمعة فی ظهر الجمعة بل قال السبکی من الشافعیة انه قول اکثر العلماء ولا یحفظ عن صحابی ولا تابعی تجویز تعددها وقد علمت قول البدائع انه ظاهر الروایة وفی شرح المنیة عن جوامع الفقه انه اظهر الروایتین عن الامام قال فی النهر وفی الحاوی القدسی وعلیه الفتوی وفی التکملة للرازی وبه ناخذ فهو حینئذ قول معتمد فی المذهب لا قول ضعیف ولذا قال فی شرح المنیة الاولی هو الاحتیاط لان الخلاف فی جواز التعدد وعدمه قوی وکون الصحیح الجواز للضرورة للفتوی لا یمنع شرعیة الاحتیاط للتقوی قلت علی انه لو سلم ضعفه فالخروج عن خلافه اولی فکیف مع خلاف هؤلاء الائمة وفی الحدیث المتفق علیه فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه وفی القنیة لما ابتلی اهل مرو باقامة الجمعتین فیها مع اختلاف العلماء فی جوازها امر ائمتهم بالاربع بعدها حتما احتیاطا وفی العینی شرح الهدایة وفی جوامع الفقه عن ابی حنیفة رحمه الله روایتان والاظهر عنه عدم الجواز فی الموضعین فان فعلوا فالجمعة للاولین وان وقعا معا وجهلت فسدتا وفی فتاوی قاضی خان ویجوز الجمعة فی الموضعین فی مصر واحد فی قول ابی حنیفة وابی یوسف ولا یجوز فی ثلث مواضع وهکذا روی عن محمد کیونکہ نماز جمعہ کا متفرق جگہون مین جائز ہونا اگرچہ قوی دلیل کی وجہ سے ہو لیکن اس جواز مین قوی شبہہ ہو اس لیے کہ امام صاحب سے ایک شہر کی متفرق مسجدون مین جمعہ کی نماز کا ناجائز ہونا مروی ہو اور طحاوی اور تمرتاشی اور صاحب مختار نے اس عدم جواز کی روایت کو جو امام صاحب سے مروی ہو پسند کیا ہو اور صاحب عتابی نے اسے بہت ظاہر ٹھہرایا ہو اور عدم جواز

تعدد جمعہ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی مذہب ہی اور امام مالک رحمہ اللہ سے بھی یہی مشہور ہی اور امام احمد حنبل رحمہ اللہ سے
بھی اسی طرح کی ایک روایت مروی ہی جیسا کہ مقدسی نے نور الشمعہ فی ظہر الجمعہ مین ذکر کیا ہی بلکہ سبکی نے جو شافعی
المذہب ہین کہا ہی عدم جواز تعدد جمعہ اکثر علما کا قول ہی اور کسی صحابی اور تابعی سے ایک شہر مین تعدد جمعہ ثابت
نہین ہوتا بیشک صاحب بدائع کا قول یعنے عدم جواز نماز جمعہ امکنۂ متعددہ مین ظاہر الروایۃ ہی اور شرح منیہ مین جامع
الفقہ سے منقول ہی عدم جواز کی روایت امام صاحب سے بہت ظاہر ہی یعنے امام صاحب سے دو روایتین ہین ایک
جواز کی ایک عدم جواز کی ظاہر تر روایت عدم جواز کی ہی اور یہی حاوی قدسی نے کہا ہی کہ فتوی عدم جواز پر ہی اور
تکملہ رازی مین کہا ہی کہ اس عدم جواز کو ہم لوگ اختیار کرتے ہین پس یہ عدم جواز قول معتمد مذہب مین ہی نہ قول
ضعیف اسی واسطے شرح منیہ مین کہا ہے کہ احتیاط بہتر ہے کیونکہ اختلاف جواز تعدد اور عدم جواز
مین قوی ہے اور جواز تعدد کا ضرورت فتوی کے لیے صحیح ہونا احتیاط تقوی کی مشروعیت کو منع نہین کرتا
اگر عدم جواز کا ضعف مان بھی لیا جائے تو اختلاف سے نکلنا بہتر ہے چہ جائیکہ مذہب مجتہدین کے خلاف ہو اور
متفق علیہ حدیث مین وارد ہی کہ جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین کو بچا لیا اور فتاوی قنیہ مین ہی کہ
جب اہل مرو مبتلا ہوگئے ساتھ اقامت نماز جمعہ کے دو جگہ مین تو اماموں نے حکم کیا کہ چار رکعت ظہر جمعہ کے بعد احتیاطاً
پڑھین اور عینی شرح ہدایہ مین جوامع الفقہ سے منقول ہی کہ امام صاحب سے دو روایتین آئی ہین ظاہر تر روایت
عدم جواز کی ہی دو جگہ مین اور اگر مصلیون نے جمعہ کی نماز دو جگہ پڑھی تو اگر دونون جگہون کے مصلیون نے
ایک ہی وقت نماز پڑھی یا یہ معلوم نہین ہوا کہ کس نے پہلے پڑھی تو سب کا جمعہ فاسد ہو جائیگا اور فتاوی
قاضی خان مین ہی کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے ایک قول مین نماز جمعہ ایک شہر کے دو جگہون
مین جائز ہی اور تین جگہون مین جائز نہین ہی اور اسیطرح پر امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہی پس معلوم ہوا کہ اس
مسئلہ مین ایمہ اربعہ اور علما کا اختلاف ہی اور جواز تعدد جمعہ مین شبہہ باقی ہی پس اگر ایک جگہ جامع مسجد مین باتفاق
تمام اہل شہر نماز جمعہ پڑھین تو اس مین بہت سی خوبیان ہین اور یہ کہنا کہ جب فلان شخص جامع مسجد مین جائیگا
تو مین بھی جاؤنگا نہ چاہیے۔ واللہ اعلم حررہ الفقیر الی الرحمۃ والغفران محمد نعمان عفی عنہ اللہ المنان اس فتوی
کا حکم اس شہر ڈھاکہ کے لیے مخصوص نہین ہی بلکہ ہر شہر کے مسلمانون کو چاہیے کہ اس فتوی پر عمل کرین اور اپنے
شہر کی بڑی مسجد مین جمع ہو کر جمعہ کی نماز ادا کرین واللہ اعلم بالصواب محمد عفی عنہ۔ فی الواقع اگرچہ بحسب اختیار
اکثر متاخرین تعدد جمعہ جائز ہی مگر اولی یہی ہی کہ ایک مقام پر اجتماع اہل اسلام ہو کر جمعہ ادا کرے اور اسوجہ سے کہ

تعدد جمعہ کے جواز اور عدم جواز مین قدما سے خلاف مذکور ہی جیسا کہ عبارات سابقہ سے واضح ہوا اور ایسے موقع مین خلاف اور احتیاط کی رعایت مستحب ہی کتب فقہیہ مثل غنیہ شرح منیہ وغیرہ مین ہی تستحب رعایۃ مواضع الخلاف مواضع خلاف کی رعایت مستحب ہی۔ ثانیا اسوجہ سے کہ عدم تعدد مین قرون ثلثہ کے طریقے کی موافقت ہوتی ہی ابن حجر عسقلانی رسالہ تعدد جمعہ مین لکھتے ہین ذکر الاثرم عن احمد انہ قال لا اعلم بلدا من بلاد المسلمین اقیمت فیہ الجمعتان الا اثقر بھذا واحد من القرن الثالث ظہر ان خیر القرون لم یقع فی زمانھم التعدد اثرم نے احمد سے نقل کیا ہی کہ انھون نے کہا مین نے مسلمانون کا کوئی ایسا شہر نہین دیکھا جس مین دو جمعے ہوتے ہون اور جب یہ بات ثابت ہوگئی اور احمد قرن ثالث مین تھے تو معلوم ہوا کہ خیر القرون مین تعدد نتھا پس جو شخص رفع تعدد اور تقرر توحد کا باعث ہوگا وہ ثواب عظیم پائیگا اور جو شخص توحد سے انکار کریگا وہ محروم رہیگا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبد الحی ابو الحسنات) **سوال** عامہ کتب فقہ مین لا یرفع بوجھہ او الی وجھہ شئ یسجد علیہ باب صلوۃ مریض مین مرقوم ہی اور رفع کے معنے مین اختلاف ہوا ہی بعض کہتے ہین کہ اٹھایا نہ جائے اور بعض کہتے ہین کہ کوئی چیز اونچی نہ کی جائے پس اسکا اصلی منشا کیا ہی **جواب** فقہا کی مراد اس سے ہی کہ مصلے کے منھ کی طرف کوئی چیز جسپر وہ سجدہ کرے اٹھائی نہ جائے چاہے اٹھانے والا مصلی ہو یا کوئی دوسرا شخص یہ مطلب نہین ہی کہ کوئی چیز بلند نہ کی جائے کہ بظاہر اسکا حاصل سوا اسکے کچھ نہین ہی کہ کوئی چیز مرتفع زمین پر نہ رکھی جائے گو یہ مراد نوعی ظاہر ہی محتاج بیان نہین مگر چونکہ سوال کیا گیا ہی اسکے وجوہ لکھنا ضروری ہین پس ہم کہتے ہین کہ یہ امر چند وجوہ سے ثابت ہی اول یہ کہ سید احمد طحطاوی حاشیہ در مختار مین لکھتے ہین۔ قولہ لا یرفع الی وجھہ شئیا کعود ووسادۃ وفیہ اشارۃ الی انہ لو سجد علی موضوع علی الارض من غیر رفع لا یکرہ کما فی القہستانی قولہ الا ان یجد حجم قوۃ الارض الاولی حذف حجم کما فعلہ فی شرح الملتقی ثم ان ھذا الاستثناء لم یصادف محلا لانہ اذا رفع الیہ شئ او رفع ھو لا یاتی ان یجد قوۃ الارض مثلا لکڑی اور تکیہ اور اس مین اس جانب اشارہ ہی کہ اگر سجدہ کیا کسی ایسی چیز پر جو زمین پر رکھی ہوئی ہی بغیر اٹھائے ہوے تو نماز مکروہ نہین جیسا کہ قہستانی مین ہی قولہ ان یجد حجم قوۃ الارض اولی یہ تھا کہ لفظ حجم کو حذف کر دیتا جیسا کہ شرح ملتقی الابحر مین ہی پھر یہ کہ استثنا اپنے محل پر نہین ہی (یعنے درست نہین ہی) کیونکہ جب اسکے جانب کوئی چیز اٹھائی جاے یا وہ خود اٹھائے تو یہ صورت مذکورہ حاصل نہین ہوتی۔ اور سید محمد امین حاشیہ در مختار مین لکھتے ہین اقول ھذا المحمول علے ما اذا کان یحمل الی وجھہ شیئا یسجد علیہ بخلاف ما اذا کان موضوعا علے الارض یدل علیہ ما فی الذخیرۃ حیث نقل عن الاصل الکراھۃ فی الاول ثم

قال فان كانت الوسادة موضوعة على الارض وكان يسجد عليها جازت صلوته فقد صح ان ام سلمة كانت تسجد على مرفقة موضوعة بين يديها لعلة كانت بها ولم يمنعها رسول الله صلى الله عليه وسلم من ذلك اه (قوله الا ان يجد قوة الارض) هذا الاستثناء مبنى على ان قوله ولا يرفع الخ شامل لما اذا كان موضوعا على الارض وهو خلاف المتبادر بل المتبادر كون المرفوع محمولا بيده او يد غيره وعليه فالاستثناء منقطع لاختصاص ذلك بالموضوع على الارض مین کہتا ہون کہ یہ محمول ہو اس صورت پر جسمین اُسکے چہرے کے جانب کوئی چیز اُٹھائی جائے جسپر وہ سجدہ کرے برخلاف اُس صورت کے جسمین کوئی چیز زمین پر رکھی ہو جیسا کہ عبارت ذخیرہ اسپر دلالت کرتی ہو کیونکہ اُس نے صورت اولی مین کراہت نقل کرنے کے بعد کہا ہو کہ اگر تکیہ زمین پر رکھا ہوا ور وہ اُسپر سجدہ کرے تو نماز جائز ہوگی اور یہ بات صحیح ہو کہ ام سلمہ بیماری کی وجہ سے سجدہ کرتی تھین اپنے تکیہ پر جو اُنکے سامنے رکھا تھا اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس سے منع نہین فرمایا الخ قولہ الا ان یجد قوۃ الارض یہ استثنا اسپر مبنی ہو کہ قول مصنف ولا یرفع الخ اُس صورت کو بھی شامل ہو جسمین وہ چیز زمین پر رکھی ہو اور یہ خلاف متبادر ہو بلکہ متبادر مرفوع کا ہاتھ پر رکھکر خود یا دوسرے کا اُٹھائے ہوئے ہونا ہو پس استثنائے منقطع ہو کیونکہ یہ خاص ہے موضوع علی الارض کے ساتھ دوسرے یہ کہ اثر عبد اللہ بن مسعود واثر ابن عمر جو اس مطلوب پر دلالت کرتی ہین اسی پر دال ہین طحطاوی لکھتے ہین روی ان عبد الله بن مسعود رضی الله عنهما دخل على اخيه يعوده فوجده يصلى ويرفع اليه عود فيسجد عليه فنزع ذلك من يد من كان في يده وقال هذا شیء عرض لكم به الشيطان أدم لسجودك وروى ان ابن عمر رضی الله عنهما رأى ذلك من مريض فقال اتتخذون مع الله الهة مروی ہو کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اپنے بھائی کی عیادت کو گئے اُنھون نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہین اور اُنکی جانب ایک لکڑی اُٹھائی گئی ہو جسپر وہ سجدہ کرتے ہین پس آپنے جس شخص کے ہاتھ مین وہ تھی اُس سے چھین لی اور کہا کہ یہ ایک ایسی چیز ہو جسے شیطان نے تمھارے سجدہ کرنے کے لیے پیش کیا ہو مروی ہو کہ حضرت ابن عمر نے ایک مریض کو اس حالت مین دیکھا پس آپنے کہا کہ کیا تم عبادت مین خدا کے ساتھ دوسرون کو شریک کرتے ہو۔ تیسرے یہ کہ بر تقدیر ارادۂ معنی دوم فقط ذکر وجہ لغو ہوتا ہو جو سمجھدارون پر پوشیدہ نہین ہو چوتھے یہ کہ بر تقدیر ارادۂ معنی دوم احق عبارت یہ تھی لا یوضع شیٔ مرتفع یسجد علیہ کما ہو الظاہر کوئی اونچی چیز نہ رکھی جائے جسپر وہ سجدہ کرے جیسا کہ ظاہر ہو پانچوین یہ کہ بعض کتب فقہ مین یہ مسئلہ اس عبارت کے ساتھ مرقوم ہو ولا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ ما ینصب شیئا اور بر تقدیر معنے دوم اسکا استبعاد خود ہی ظاہر ہے چھٹے یہ کہ مرتفع چیز پر جو زمین پر رکھی ہو سجدہ بشروط معتبرۂ فقہا بلا کراہت جائز ہے اور بر تقدیر ارادۂ معنی دوم کراہت

لازم آتی ہی ساتوین یہ کہ رفع شے بسوی وجہ ایک مسئلہ ہی اور زمین پر رکھی ہوئی اونچی چیز پر سجدہ کرنا دوسرا مسئلہ ہی طحطاوی کہتے ہین انما ھو استثناء من مسئلۃ اخری وھو انہ اذا سجد المریض علی شئی موضوع علی الارض صح علی انہ سجود ان وجد قوۃ الارض وکان ارتفاعہ اقل من نصف ذراع والا فھو ایماء قالہ الحلبی یہ ایک دوسرے مسئلے سے استثنا ہی اور وہ یہ ہی کہ جب مریض ایسی چیز پر سجدہ کرے جو زمین پر رکھی ہوئی ہو تو صحیح ہی اس بنا پر کہ وہ سجدہ ہی ایسی چیز پر جو زمین کی قوت مین ہی اور اسکا ارتفاع نصف ذراع سے کم ہونا چاہیے ورنہ وہ اشارے سے سجدہ ہو جائیگا ایسا ہی حلبی ذکر کیا ہی۔ اور بر تقدیر ارادہ معنی دوم اتحاد مسئلتین متغایرتین کا لازم آتا ہے آٹھوین یہ کہ رفع بمعنے وضع شئے مرتفع دیکھا نہین گیا اور جو اسے جائز سمجھتا ہو اُسے ایسی دلیلین پیش کرنا چاہیین جن سے یہ امر ثابت ہو واللہ اعلم وعلمہ اتم کتبہ محمد بشیر عفی عنہ **محمد بشیر العمری** جواب صحیح ہے اور اسکی تائید منیہ اور غنیہ کی عبارت بھی کرتی ہی لا یرفع الی وجہہ شیئا یسجد علیہ ولو کانت الوسادۃ علی الارض فسجد علیہا جازت لکن ان کان یجد قوۃ الارض یکون صلوۃ بالرکوع والسجود والا فبالایماء مریض کے جانب کوئی ایسی چیز بلند نہ کی جاے جسپر وہ سجدہ کرے اور اگر تکیہ زمین پر رکھا ہو اُسپر وہ سجدہ کرے تو یہ جائز ہے لیکن اگر وہ چیز ایسی ہوگی جو زمین کی قوت مین ہی تو یہ نماز برکوع وسجود ہوگی ورنہ نماز باشارہ ہوگی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی **سوال** مملکت نصاری مین اگر کسی جگہ جسکی ابنیہ مناسب دو چند سہ چند ہون باوجود عدم تعدد مساجد کے مسلمین متفق ہو کر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کرکے نماز جمعہ ادا کر لیوین تو موافق مذہب حضرت امام اعظمؒ کے صحیح ہوگا یا غیر صحیح اور درصورت صحت کے ظہر احتیاطی کا پڑھنا کیسا ہی دوسرے وہ لوگ بسبب اس جمعہ پڑھنے کے مستحق ثواب ہین یا مبتدع اور آثم ہین مثل مرتکب کبائر زنا وغیرہ کے تیسرے ہجو کے اشعار جن مین جمعہ اور جمعہ پڑھنے والون کے حق مین سب اور دشنام ہون دف پر گانے والون کا کیا حکم ہی اور اُس مجلس مین بیٹھنے والے اور سننے والے کیسے ہین **جواب** ایسے مقام مین جسکے ابنیہ مناسب زیادہ ہون اور وہان کی بڑی مسجد وہان کے لوگون کو وسعت نہ کرتی جمعہ کا ادا کرنا فرض ہی گو سلطان یا نائب سلطان نہو اور ایسے مقام مین جمعہ کے منع کرنے والے گنہگار ہین اور اشعار ہجو کا پڑھنا اور سننا حرام ہی فتاوی عالمگیری مین ہی لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز کذا فی التہذیب اگر امام سے اجازت دشوار ہو تو لوگ ایک شخص پر اتفاق کرکے اُسکے پیچھے نماز جمعہ پڑھ لین درست ہوگی جیسا کہ تہذیب مین ہی اور یہی اُسی مین ہی بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ فیہا ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین کذا فی معراج

الدرایۃ وہ شہر جنپر کافر والی ہین مسلمانون کو انمین جمعہ پڑھنا جائز ہو اور مسلمانون کی رضامندی سے قاضی قاضی ہوجائیگا جیساکہ معراج الدرایہ مین ہو اور رد المختار مین ہو لوامات الوالی ولم یحضر لفتنۃ اولم یوجد احد ممن لہ حق التقدم فی اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لھم خطیبا للضرورۃ مع انہ لا امیر ثمہ ولا قاضی اگر والی مرگیا یا فتنے کی وجہ سے نہ آسکا یا کوئی ایسا شخص نہ پایا گیا جسے جمعہ کی نماز پڑھانے مین تقدم کا حق حاصل ہو تو عوام ضرورت کی وجہ سے ایک خطیب مقرر کرلین حالانکہ وہان امیر اور قاضی موجود نہین ہین۔ اور مجمع الفتاوی مین ہو غلب علی المسلمین ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ والاعیاد اگر مسلمانون پر کافر حکام غالب آجائین تو مسلمانون کو جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا جائز ہو۔ اور رسائل الارکان مین ہو لم اطلع علی دلیل یفید اشتراط السلطان وما فی الھدایۃ لانھا تقام بجمع عظیم فعسی ان تقع المنازعۃ فی التقدیم والتقدم الخ ھذا لا یثبت الاشتراط لاطلاق نصوص وجوب الجمعۃ ثم ھذہ المنازعۃ تندفع باجماع المسلمین علی تقدیم واحد کما فی جماعۃ الصلوۃ عسی ان تقع المنازعۃ فی تقدیم رجل لکن تندفع باجماع المسلمین فکذا فی الجمعۃ ثم الصحابۃ اقاموا الجمعۃ فی زمان فتنۃ بلوۃ عثمان رضی اللہ عنہ وکان ھو اماما حقا محصورا ولم یعلم انھم طلبوا الاذن فی اقامۃ الجمعۃ بل الظاھر عدم الاذن لان ھولاء الاشقیاء من اھل الشر لم یرخصوا فی ذلک فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروطۃ عندھم بالاذن ولعل لھذہ الواقعۃ رجع المشائخ عن ھذا الشرط فیما تعذر وافتوا بانہ ان تعذر الاستیذان فاجمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز مجھے سلطان کے شرط لگانے کی کوئی دلیل نہین ملی اور جو ہدایہ مین ہو کہ جمعہ مین مجمع بہت ہوتا ہو اسوجہ سے جھگڑے کا خدشہ ہوتا ہو الخ تو اس سے اشتراط نہین ثابت ہوسکتا کیونکہ نصوص وجوب جمعہ مطلق ہین علاوہ برین یہ جھگڑا مسلمانون کے کسی ایک شخص پر اتفاق کرلینے سے مرتفع ہوسکتا ہو جیساکہ پنجوقتہ نماز کی جماعت مین امامت کے متعلق جھگڑے کا اندیشہ ہوتا ہو لیکن نمازیون کے اتفاق سے اُسکا دفعیہ ہوجاتا ہے اسی طرح جمعہ مین بھی صحابہ نے فتنہ حضرت عثمانؓ کے زمانے مین نماز جمعہ پڑھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امام برحق محصور تھے اور یہ کہین سے ثابت نہین کہ صحابہ نے آپ سے اجازت بھی لی بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجازت نہ لی ہوگی کیونکہ جو اشقیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیے ہوے تھے اُنھون نے اسکی اجازت نہ دی ہوگی پس معلوم ہوا کہ صحابہ کے نزدیک اقامت جمعہ مین سلطان کی اجازت شرط نہین ہو اور شاید اسی وجہ سے مشائخ نے اجازت لینے کے دشوار ہونے کے صورت مین اس شرط سے رجوع کیا ہو اور فتوی دیا ہو کہ اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو تو لوگ جس شخص پر اتفاق کرلین اُسکی اقتدا کرکے جمعہ کی نماز پڑھ لین **سوال** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ حضور سرور عالم

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرک الصبح ومن ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر جس نے طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی اُس نے فجر کی نماز پالی اور جس نے غروب آفتاب سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی اُس نے عصر کی نماز پالی + موطا امام مالک ادراک کے معنی کسی چیز تک پہونچ جانے کے ہین تو بظاہر اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ایک ہی رکعت پر اکتفا کرے حالانکہ یہ بالاجماع مراد نہین ہی جمہور نے اس کا یہ مطلب لیا ہی کہ اُس نے وقت کو پالیا اور جب اُسنے ایک رکعت پڑھی تو اُسکی نماز کامل ہو گئی اور بیہقی نے کہا ہی من ادرک رکعۃ من الصبح قبل ان تطلع الشمس فلیصل الیہا اخری جسنے طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پالی اُسے چاہیے کہ دوسری رکعت بھی پڑھ لی اور یہ حدیثین طحاوی کی رد ہے کیونکہ انھون نے اس مسئلہ کی تخصیص احتلام صبی طہارت حائضہ اور اسلام کافر وغیرہ کے ساتھ کی ہی اس سے اُنکا مقصد اپنے مذہب کی تائید ہی کہ جو شخص نماز فجر پڑھ رہا ہو اور آفتاب طلوع ہو گیا تو اُسکی نماز فاسد ہو گئی کیونکہ طلوع شمس کے وقت نماز نہ پڑھنے کے متعلق حدیثین موجود ہین اور یہ دعوی کہ حدیث سابق اس حدیث کی ناسخ ہی محتاج دلیل ہی کیونکہ محض احتمال سے نسخ ثابت نہین ہوتا اور دونون حدیثون مین جمع ممکن ہی اس طرح پر کہ احادیث نہی کو نوافل کے ساتھ خاص کر دین اور تخصیص بلاشک دعوی نسخ سے اولی ہی ابن عبد البر نے کہا ہی لا وجہ لدعوی نسخ حدیث الباب لانہ لم یثبت فیہ تعارض بحیث لا یمکن الجمع ولا تقدیم حدیث النہی عن الصلوۃ عند طلوع الشمس وعند غروبہا علیہ لانہ یحمل علی التطوع کوئی وجہ نہین ہی کہ اس باب مین نسخ حدیث کا دعوی کیا جاے کیونکہ تعارض ثابت نہین ہی اس لیے کہ حدیث نہی کو نفل پر محمول کر کے جمع ممکن ہی اور پھر یہ بھی ثابت نہین کہ حدیث نہی مقدم ہی سیوطی نے کہا ہی وجواب الشیخ اکمل الدین فی شرح المشارق عن الحنفیۃ بحمل الحدیث علی ان المراد فقد ادرک ثواب کل الصلوۃ باعتبار نیتہ لا باعتبار عملہ وان معنی قولہ فلیتم صلوتہ فلیات بہا علی وجہ التمام فی وقت اخر بعید یردہ بقیۃ طرق الحدیث حنفیہ کے جانب سے شرح مشارق مین شیخ اکمل الدین نے جو یہ جواب دیا ہی کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہی کہ اُس شخص نے پوری نماز کا ثواب پالیا نیت کی وجہ سے نہ عمل کی وجہ سے اور فلیتم صلوتہ کے معنی یہ ہین کہ اس نماز کو دوسرے وقت پوری طرح پڑھ لے تو وہ بعید ہی حدیث کا باقی حصہ خود ہی اُسکی تردید کرتا ہی اور شیخ محدث دہلوی اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی اصول فقہ مین مقرر ہی کہ جب دو آیتین ایک دوسرے کے معارض ہون تو حدیث کی جانب رجوع کرین اور جب دو حدیثون مین تعارض ہو تو قیاس کے جانب رجوع کرین قیاس ترجیح دیتا ہی اس حدیث کو نماز عصر مین اور احادیث نہی کو نماز فجر مین کیونکہ فجر کی نماز کا پورا وقت کامل

ہی اور اُس مین نقصان نہین ہی پس واجب ہوگی بصفت کمال اور چونکہ طلوع آفتاب کی وجہ سے نقصان طاری ہوا اُس طرح نماز ادا نہین ہوئی جسطرح واجب ہوئی تھی پس غروب کی وجہ سے جو نقصان طاری ہوا ہی اُس سے نماز فاسد نہوگی اور جس طرح واجب ہوئی تھی اُسیطرح ادا ہوگی اب سوال یہ ہی کہ آپ زرقانی اور شیخ عبدالحق کے قولون میں سے کسپر فتوی دیتے ہین **جواب** قابل اعتماد اور درست زرقانی کا قول ہی **سوال** ملک نصاری مین نماز جمعہ کے بعد چار رکعتین آخری ظہر کی پڑھنا چاہیین یا نہین **جواب** ہان احتیاطا پڑھ لینا چاہیے واجب نہین ہے اس سے یہ سمجھنا غلط ہی کہ سلطان کے نہونے کی وجہ سے ان ممالک مین نماز جمعہ کے صحیح ہونے مین شک ہی عالمگیری مین تہذیب سے نقل کیا ہی لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بھم الجمعۃ جاز اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو تو لوگون کو ایک شخص پر اجماع کرکے اُسکے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیے جمعہ درست ہو جائیگا۔ اور اسی مین معراج الدرایہ سے نقل کیا ہی بلاد علیہا ولاۃ کفار یجوز للمسلمین اقامۃ الجمعۃ فیہا وہ شہر جن مین کافر والی ہین مسلمانون کو اُس مین جمعہ پڑھنا جائز ہے اور رد المحتار مین ہی ولذا لومات الوالی اولم یحضر لفتنۃ ولم یوجد احد ممن لہ حق اقامۃ الجمعۃ نصب العامۃ لہم خطیبا للضرورۃ کما سیاتی مع انہ لا امیر ولا قاضی ثمہ اسی لیے اگر والی مرجاے یا فتنہ کی وجہ سے نہ آسکے اور کوئی ایسا شخص موجود نہو جو اقامت جمعہ کا زیادہ مستحق ہو تو عوام کو بضرورت ایک خطیب منتخب کر لینا چاہیے جیسا کہ آئے گا باوجودیکہ امیر اور قاضی نہین ہی۔ اور شیخ دہلوی فتح المنان مین لکھتے ہین قال فی الہدایۃ لایجوز اقامتہا الا للسلطان اولمن امرہ لانہا تقام بجمع عظیم وقد تقع المنازعۃ فی التقدم والتقدیم فلابد منہ تتمیما لامرہ وظاہرہ یفید للاولویۃ والاحتیاط عقلا لا الاشتراط وعدم جواز الصلوۃ بدونہ شرعا ہدایہ مین کہا ہی کہ اقامت جمعہ کا حق صرف سلطان کو ہی یا اُس شخص کو ہی جسے سلطان نے حکم دیا ہو کیونکہ جمعہ مین مجمع بہت ہوتا ہے اس لیے امامت اور دوسرے امور مین جھگڑے کا اندیشہ ہوتا ہی تو اب سلطان کی ضرورت ہی تاکہ جھگڑے کو ختم کردے اس سے بظاہر صرف احتیاط اور اولویت حاصل ہوتی ہی نہ کہ اشتراط اور بدون سلطان نماز کا ناجائز ہونا۔ رسائل الارکان مین ہی ولم اطلع علی دلیل یفید اشتراط امر السلطان وما فی الہدایۃ لانہا تقام بجماعۃ فعسے ان یقع منازعۃ فی التقدم والتقدیم لان کل انسان یطلب لنفسہ رتبۃ فلابد من امر السلطان لیندفع ہذہ المنازعۃ فہذا رای لایثبت الاشتراط المبطل لاطلاق نصوص وجوب الجمعۃ علی من عدا المستثنیین ثم ہذہ المنازعۃ تندفع باجماع المصلین علی تقدیم واحد ثم الصحابۃ اقاموا الجمعۃ فی زمان فتنۃ بلوی امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ وکان اماما محصورا ولم یعلم انہم طلبوا الاذن فی اقامۃ الجمعۃ بل الظاہر عدم الاذن لان ہولاء الاشقیا

لم یرخصوا ذلک فعلم ان اقامۃ الجمعۃ غیر مشروطۃ عندہم بالاذن ولعل لہذہ الواقعۃ رجع المشائخ عن ہذا الشرط فیما اذا تعذر الاستیذان وافتوا بانہ ان تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز مجھکو کوئی ایسی دلیل نہین ملی جسکے بنا پر حکم سلطان کی شرط لگائی جائے اور جو ہدایہ مین ہو کہ جمعہ مین مجمع کثیر ہوتا ہو اس لیے امامت وغیرہ مین جھگڑے کا اندیشہ ہی ہوتا ہے کیونکہ ہر شخص رتبہ حاصل کرنیکا خواہان ہوتا ہو تو حکم سلطان ضروری ہو تا کہ جھگڑا دفع ہو جائے یہ ایک راے ہو جس سے امر سلطان کا شرط ہونا کہ بدون اُسکے نماز جمعہ باطل ہو ثابت نہین ہوتا کیونکہ وجوب جمعہ کے نصوص مطلق ہین پھر یہ جھگڑا نماز پڑھنے والون کے اجماع سے دفع ہو سکتا ہو فتنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مین صحابہ نے نماز جمعہ پڑھی تھی حضرت عثمان امام برحق تھے اور اُسوقت محصور تھے اور یہ امر معلوم نہین کہ اُنھون نے اقامت جمعہ کی اجازت لی تھی بلکہ ظاہر یہ ہو کہ اجازت نہین لی تھی کیونکہ اُن اشقیا نے اسکی اجازت نہ دی ہوگی تو معلوم ہوا کہ اُنکے نزدیک اقامت جمعہ مین اجازت شرط نہین ہو اور شاید اسی واقعے کے بدولت مشائخ نے اجازت کے دشوار ہونے کی صورت مین اس شرط سے رجوع کیا ہو اور اسپر فتوی دیا ہو کہ اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو تو لوگ ایک شخص پر اجماع کر کے اُسکے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لین درست ہوگی یہ عبارتین اسپر شاہد ہین کہ سلطان کی شرط امر استحسانی ہو وجوبی نہین اور اگر سلطان نہو تو بھی اقامت جمعہ جائز ہو بلکہ ظہر احتیاطی کے پڑھنے کی وجہ یہ ہو کہ تعریف مصر اور تعدد جمعہ مین اختلاف ہوگیا ہو محیط مین ہو کل موضع وقع الشک فی کونہ مصرا ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعۃ اربعا بنیۃ الظہر احتیاطا جس مقام کے شہر ہونے مین شک ہو وہان جمعہ کے بعد بہ نیت ظہر احتیاطا لوگون کو چاہیے کہ چار رکعتین پڑھ لین۔ اور قنیہ مین ہو لما ابتلی اہل مرو باقامۃ الجمعتین فیہا مع اختلاف العلماء فی جوازہما امرائمتہم بالاربع احتیاطا جب مرو مین دو جمعے ہونے لگے اور علما کو اسکے جواز مین اختلاف تھا تو ائمہ مرو نے احتیاطا چار رکعتین پڑھنے کا حکم دیا **سوال** اذان کا قولاً و فعلاً جواب دینا دونون واجب ہین یا پہلا واجب اور دوسرا مستحب یا بالعکس۔ **جواب** اول واجب ہو بر قول اصح اور بعضے زبان سے جواب دینے کو مستحب کہتے ہین جیسا کہ مین نے سعایہ مین اسکو بسط سے لکھا ہو اور غنیۃ المستملی مین ہو اما الاجابۃ فظاہر الخلاصۃ و فتاوی قاضی خان والتحفۃ وجوبہا وقال الحلوائی الاجابۃ بالقدم فلو اجاب بلسانہ ولم یمش الی المسجد لا یکون مجیبا ولو کان فی المسجد لیس علیہ ان یجیب باللسان وحاصلہ نفی وجوب الاجابۃ باللسان وبہ صرح جماعۃ انہا مستحبۃ خلاصہ اور فتاوی قاضی خان اور تحفہ کی ظاہر عبارت سے اذان اول کی اجابت واجب ثابت ہوتی ہو اور حلوائی نے کہا ہو کہ اپنے پاؤن سے جواب دینا چاہیے پس اگر زبان سے جواب دیا اور مسجد کی طرف روانہ نہوا تو گویا اُس نے

اذان کا جواب نہین دیا اور جو مسجد مین موجود ہو اُسے زبان سے جواب دینے کی ضرورت نہین ہے حاصل یہ ہے
کہ زبان سے جواب دینا واجب نہین ہو اور ایک جماعت نے اسکی تصریح کی ہو کہ یہ مستحب ہو اور رد المحتار مین ہے
ما قاله الحلوانی مبنی علی ما کان فی زمان السلف من الصلوة بجماعة مرة واحدة وعدم تکرارها کما هو فی زمن النبی
صلے اللہ علیہ وسلم والخلفاء وقد علمت ان تکرارها مکروه فی ظاهر الروایة الا فی روایة عن الامام ورواية عن
ابی یوسف وسیاتی ان الراجح عند اهل المذهب وجوب الجماعة وانه یاثم بتفویتها اتفاقا فحینئذ یجب السعی بالقدم
لا لان حقه الاداء فی اول الوقت فی المسجد بل لاقامة الجماعة والا لزم فوتها او تکرارها فی المسجد وکلاهما مکروه
فلذلک قال بوجوب اجابة القدم لا یقال یمکن ان یجمع اهله فی بیته لانا نقول مذهب الحلوائی مبنی علی انه لا ینال
بذلک ثواب الجماعة وانه یکون بدعة ومکروها نعم الصحیح انه لا تکره تکرار الجماعة اذا لم تکن علی الهیئة الاولی
والاصح انه لو جمع باهله لا یکره وینال بذلک فضیلة الجماعة لکن جماعة المسجد افضل اگلے زمانے مین یہ رائج تھا
کہ نماز جماعت ایک ہی بار ہوتی تھی جیسا کہ زمانۂ نبوی اور زمانۂ خلفا مین تھا اور یہ معلوم ہو کہ تکرار جماعت
مکروہ ہو ظاہر الروایت مین البتہ امام صاحب و امام ابو یوسف رحمہما اللہ کی ایک روایت مین جائز ہو اور عنقریب یہ معلوم ہوگا کہ
جماعت واجب ہو اور فوت جماعت سے بالاتفاق آدمی گنہگار رہتا ہو اس صورت مین سعی بالقدم واجب ہو نہ اسوجہ سے کہ نماز
مسجد مین اول وقت مین ادا کرنا چاہیے بلکہ جماعت قائم کرنے کے لیے کیونکہ اگر سعی بالقدم نہ کریگا تو جماعت جاتی رہیگی یا تکرار جماعت
لازم آئے گی اور دونون مکروہ ہین اسی لیے حلوائی نے اجابت بالقدم کو واجب کہا ہو اور اگر یہ اعتراض کیا گیا ہو کہ ممکن ہو کہ گھر کے
لوگون کو جمع کر کے وہ گھر ہی مین نماز پڑھ لے تو اُسکا جواب یہ ہو کہ مبنی مذہب حلوائی کا ثواب جماعت سے محروم رہتا ہو اور یہ صورت
بدعت ہو یا مکروہ ہو ہان صحیح یہ ہو کہ تکرار جماعت مکروہ نہین جبکہ پہلی جماعت کی ہیئت پر نہو اور اصح یہ ہو کہ اگر اپنے گھر کے لوگونکو جمع کر کے
نماز پڑھ لے تو یہ بھی مکروہ نہین ہو اور فضیلت جماعت اس سے بھی حاصل ہو جائیگی لیکن جماعت مسجد افضل ہو پس اس سے ظاہر ہو گیا کہ اجابت
بالقدم اور سعی الی المسجد کی وجوب کے بدلے صحیح کوئی وجہ نہین ہو مگر ترک سعی سے جماعت فوت ہوتی ہو اور اجابت
لسانی اس حدیث سے ثابت ہو کہ واجب ہو اذا سمعتم النداء فقولوا مثل ما یقول المؤذن جب اذان کی
آواز سنو تو وہی کہو جو موذن کہہ رہا ہو **سوال** ایک حافظ کا داہنا ہاتھ کہنی کے پاس سے کٹا ہے تو اُسکے پیچھے
نماز مکروہ ہوگی یا نہین اگر مقتدی علم مین یعنے مسئلہ وغیرہ جاننے مین اُس سے کم یا زیادہ یا برابر ہے تو ان حالتون
مین کب نماز مکروہ نہوگی اگر ایک شخص حافظ نہین ہو مگر مسئلہ مین آگاہی رکھتا ہو بلکہ اُس حافظ کے برابر جانتا ہو تو ایسی حالت مین اگر وہ
اُس حافظ کے پیچھے نماز پڑھے تو مکروہ ہے یا نہین **جواب** مکروہ نہین ہو **سوال** بعض لوگ کہتے ہین کہ اگر مخاطبین بھی ہون

کہ سب عربی نہ سمجھ سکتے ہوں یا بعض نہ سمجھ سکتے ہوں تو خطیب کو عربی خطبہ کا ترجمہ کردینا چاہیے کیونکہ خطبہ کا مقصد تذکیر و ابلاغ ہی نہ صرف سنا دینا پس اگر مطلب نہ سمجھا گیا تو یہ فائدے کیونکر حاصل ہونگے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین چونکہ عرب تھے وہ سب عربی سمجھتے تھے اس لیے اُن کو عجمیوں کیطرح ترجمہ کی احتیاج نہ تھی اور اب اگر ترجمہ نہو تو خطبہ بیکار ہوا جاتا ہی اور اسکا عدم او وجود برابر ہوا جاتا ہی لہذا ترجمہ فرض ہی خطبہ بغیر اسکے درست نہیں ہی اب علمائے دین کی خدمت مین سوال یہ ہی کہ قائل کا یہ قول درست ہی یا نہین **جواب** اللہ تعالے فرماتا ہے ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ پس جو شخص قرب الٰہی کے لیے خدا کی نہ مشروع کی ہوئی بات ایجاد کرے اُس نے ایسے امر کو مشروع کیا جسکی اجازت خدا نے نہیں دی اور اس سے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے مجمعوں اور جمعوں کے خطبوں مین ڈرایا ہی صحیح مسلم مین جابر سے مروی ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا خطب احمرت عیناہ وعلا صوتہ واشتد غضبہ حتی کانہ منذر جیش یقول صبحکم ومساکم ویقول بعثت انا والساعۃ کھاتین ویقرن بین اصبعیہ السبابۃ والوسطے ویقول امابعد فان خیر الحدیث کتاب اللہ وخیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ وفی روایۃ النسائی وکل ضلالۃ فی النار حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا جب خطبہ پڑھتے آپکی آنکھین سرخ ہوجاتین آواز تیز ہوجاتی اور غصہ زائد ہوجاتا ایسا معلوم ہوتا کہ آپ کسی لشکر کو ڈرا رہے ہین پھر فرماتے تم بچے رہیں صبح وشام کرو اور سکتے کہین اور قیامت دونوں ان دونوں انگلیوں کی طرح قریب قریب بھیجے گئے ہین اور کلمہ کی اور بیچ والی انگلیوں کو ملا لیتے اور فرماتے کہ بہترین گفتگو خدا کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمدؐ کی ہدایت ہے اور بدترین امور نئی باتین ہین اور نئی بات گمراہی ہے اور نسائی کی روایت مین ہی اور ہر گمراہی آگ مین ہے اور یہی صحیح مسلم مین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی کہ حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو رد وفی لفظ الصحیحین من احدث فی امرنا مالیس منہ فھو رد وفی الحدیث الصحیح الذی رواہ اھل السنن عن عرباض بن ساریۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال من یعیش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل بدعۃ ضلالۃ جسنے کوئی ایسا کام کیا جسکا ہمنے حکم نہیں دیا تو وہ مردود ہے اور صحیحین مین ہی جس نے ہمارے حکم مین کچھ زیادتی کی وہ مردود ہوا اہل سنن نے ایک حدیث عرباض ابن ساریہ سے روایت کی ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی تم مین سے جو کوئی میرے بعد

زندہ رہے گا وہ عنقریب سخت اختلافات دیکھے گا اُسوقت تمھیں میری اور خلفاے راشدین کی سنت پر عمل کرنا چاہیے اُس سے تمسک کرنا چاہیے اور اُسے آ گے کے دانتون سے مضبوط پکڑنا چاہیے اور نئی باتون سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ہر نئی بات گمراہی ہے یہ ایک کلیہ قاعدہ ہے جسے سنت اور اجماع اور خود قرآن نے ثابت کیا ہے یہ بھی واضح رہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کا ارشاد وکل بدعۃ ضلالۃ کلیہ ہے جو عام ہے اور اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ حضور کا مقصد بھی تعمیم ہے جس سے عدول کر کے اس حدیث مین کسی قسم کی تخصیص نا روا ہے اس حدیث سے بدعات سیئہ و حسنہ سب کا ضلالت ہونا ثابت ہوتا ہے پھر اس مین تخصیص بلکہ بدعات حسنہ بدعت ہی سے خارج کر دی گئین اور اس طرح حدیث کی عمومیت محفوظ رکھی گئی باقی رہی وہ بدعت جسکے حسن ہونے مین شک ہو پس اگر حسن ثابت ہو جاے تو وہ بدعت نہین ہے ورنہ اس کلیہ مین داخل ہے اور ضلالت ہے عنقریب اسکی تفصیل کلام حضرت عمر نعمت البدعۃ ھذہ کے معنے کے بیان مین آ ئیگی اصل یہ ہے کہ خلق کے اعمال دو طرح کے ہین ایک عبادات جو دینی ہین دوسرے عادات جو دنیاوی زندگی کے لیے ضروری ہین پس عبادات مین تو جو کچھ خدا نے مشروع کیا ہے اُس سے زائد غیر مشروع ہے اور عادات مین جس سے خدا نے منع فرمایا ہے اُسکے علاوہ کسی اور چیز کو ممنوع نہ کرنا چاہیے اور یہی امام مالک اور دوسرے ائمہ کے مذاہب کا مبنیٰ ہے اور بدعت کا حمل منہی عنہ پر کرنا اس حدیث کو بیکار کر دیتا ہے اور لفظ بدعت مع اپنے معنے کے بے اثر ہوا جاتا ہے اور نصوص کو بیکار کر دینا تحریف و الحاد ہے تاویل نہین ہے اور اسکا قائل تاویل کرنا نہین چاہتا بلکہ دھوکا دینا چاہتا ہے کیونکہ بدعت اور نہی خاص مین عموم و خصوص من وجہ ہے کیونکہ ہر بدعت منہی عنہ بنہی خاص نہین ہے اور ہر منہی عنہ بنہی خاص بدعت نہین ہے تو اب ایک بول کر دوسرا مراد لینا دھوکا نہین تو اور کیا ہے یہ ویسا ہی ہے جیسے اسود کہین اور فرس مراد لین یا بالعکس تو معلوم ہوا کہ یہ تاویل قطعاً فاسد ہے اسپر حدیث کو محمول کرنا ناجائز ہے اور صحیح حدیث مین ہے کل امر لیس علیہ امرنا فھو رد اگر اسکو شکل کا کبریٰ بنا کر یون کہو ھذا امر لیس علیہ امر النبی صلعم وکل امر لیس علیہ امرہ فھو رد تو نتیجہ یہی نکلے گا ھذا امر رد پس معلوم ہوا کہ کوئی فعل و قول و اعتقاد جو مشروع نہین ہے مردود ہے جامع ترمذی مین ہے قال اسحٰق فی التثویب غیر ھذا قال ھو شئی احدثہ الناس بعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم اذا اذن المؤذن فاستبطأ القوم قال بین الاذان والاقامۃ قد قامت الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح وھذا الذی قال اسحٰق ھو التثویب الذی کرھہ اھل العلم والذی احدثوہ بعد النبی صلے اللہ علیہ وسلم وروی عن مجاھد قال دخلت مع عبد اللہ بن عمر مسجدا وقد اذن فیہ ونحن نرید ان نصلی فیہ فثوب المؤذن فخرج عبد اللہ بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند ھذا المتبدع

ولم يصل فيه وانما كره عبد الله بن عمر التثويب الذي احدثه الناس بعد النبي صلى الله عليه وسلم وفيه سمعت
عبد الرحمن بن مهدي يقول لو افتتح الرجل الصلوة بتعيين اسم من اسماء الله تعالى ولم يكبر لم يجزه الى ان قال
انما الامر على وجهها انتهى قال مالك لا يصلح آخر هذه الامة الا ما اصلح اولها وفي السنن الدارمي اخبرنا الحكم بن
المبارك اخبرنا عمرو بن يحيى قال سمعت ابي يحدث عن ابيه قال كنا نجلس على باب عبد الله بن مسعود قبل
صلوة الغداة فاذا خرج مشينا معه الى المسجد فجاءنا ابو موسى الاشعري فقال اخرج اليكم ابو عبد الرحمن بعد قلنا
لا فجلس معنا حتى خرج فلما خرج قمنا اليه جميعا فقال له ابو موسى يا ابا عبد الرحمن اني رأيت في المسجد آنفا امرا انكرته
ولم ار والحمد لله الا خيرا قال فما هو ان عشت ستراه قال رأيت في المسجد قوما حلقا جلوسا ينتظرون الصلوة
في كل حلقة رجل وفي ايديهم حصى فيقول كبروا مائة فيكبرون مائة فيقول هللوا مائة فيهللون مائة ويقول سبحوا مائة
فيسبحون مائة قال فماذا قلت لهم قال ما قلت لهم شيئا انتظار رأيك قال فلا امرتهم ان يعدوا سيآتهم
وضمنت لهم ان لا يضيع من حسناتهم شئ ثم مضى ومضينا معه حتى اتى حلقة من تلك الحلق فوقف عليهم
فقال ما هذا الذي اراكم تصنعون قال يا ابا عبد الرحمن حصاء نعد به التكبير والتهليل والتسبيح قال
فعدوا سيآتكم فانا ضامن ان لا يضيع من حسناتكم شئ ويحكم يا امة محمد صلى الله عليه وسلم ما اسرع
هلكتكم هؤلاء اصحاب نبيكم متوافرون وهذه ثيابه لم تبل وآنيته لم تكسر والذي نفسي بيده انكم لعلى ملة
هي اهدى ملة محمد او مفتتحي باب ضلالة قالوا والله يا ابا عبد الرحمن ما اردنا الا الخير قال وكم من مريد
الخير لم يصبه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حدثنا ان قوما يقرءون القرآن لا يجاوز تراقيهم وايم الله ما
ادري لعل اكثرهم منكم ثم تولى عنهم فقال عمرو بن سلمة رأينا عامة اولئك الحلق يطاعنونا يوم النهروان
مع الخوارج اسحق نے کہا کہ تثویب ایک شئ ہے جسے لوگوں نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد کیا
ہو اور وہ یہی کہ جب مؤذن اذان دیچکے تو لوگ چپکے چپکے چلیں اور اذان واقامت کے درمیان قد قامت
الصلوة حی علی الفلاح کہیں اور یہ جسے اسحق نے تثویب کہا ہو اور جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
کے بعد ایجاد کی گئی ہے اہل علم کے نزدیک مکروہ ہے مجاہد سے روایت ہو کہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
کے ہمراہ ایک مسجد میں گیا وہاں اذان ہو چکی تھی ہمنے نماز شروع کرنے کا قصد کیا تو دیکھا کہ مؤذن تثویب کر رہا
ہے پس عبد اللہ بن عمر مسجد سے نکل آئے اور مجھ سے کہا کہ اس مبتدع کے پاس سے چلے آؤ اور اس مسجد میں
نماز نہیں پڑھی عبد اللہ بن عمر تثویب کو جو حضور روحی فداہ کے بعد ایجاد کی گئی ہو مکروہ جانتے تھے میں نے عبد الرحمن

ابن مہدی سے اسکے بارے مین سنا ہی کہ وہ کہتے تھے اگر کسی شخص نے خدا کا کوئی اور نام لیکر نماز شروع کر دی اور تکبیر
نہ کہی تو یہ ناکافی ہی یہان تک کہ اُنھون نے یہ کہا کہ حکم اسی طریقہ پر ہے انتہی مالک رحمہ اللہ نے کہا ہی اس امت
کی آخری اصلاح اُس سے ہوگی جس سے ابتدائی اصلاح ہوئی سنن دارمی مین ہی خبر دی ہمکو حکم بن مبارک نے
اُنکو عمرو بن یحیی نے کہا عمرو بن یحیی نے مین نے اپنے باپ سے سنا وہ اپنے باپ سے روایت کرکے کہتے تھے کہ ہم ابن مسعود
کے دروازے پر بیٹھے تھے وہ گھر سے نکلے اور ہم اُنکے ساتھ مسجد کو چلے تب ابو موسیٰ اشعری ہمارے پاس آئے
اور ہم سے پوچھا کیا ابو عبد الرحمن تمھارے پاس آئے تھے ہمنے کہا نہین وہ بھی ہمارے ساتھ بیٹھ گئے کہ اتنے
مین ابو عبد الرحمن آگئے اور ہم سب اُنکے پاس چلے گئے اور ابو موسیٰ نے اُن سے کہا اے ابو عبد الرحمن مینے
مسجد مین ابھی ایک بُری بات دیکھی حالانکہ بحمد اللہ ابھی تک مین نے کوئی بُری بات نہین دیکھی تھی ابو عبد الرحمن
نے پوچھا وہ بات کیا ہی اگر تم زندہ رہوگے تو عنقریب اور بُری باتون کو دیکھوگے اُنھون نے کہا مین نے مسجد مین
ایک گروہ کو دیکھا جو حلقہ باندھے بیٹھا نماز کا انتظار کر رہا تھا سب کے ہاتھون مین سنگریزے تھے اور ہر حلقہ کے
بیچ مین ایک آدمی تھا جو کہتا تھا سو مرتبہ تکبیر کہو سب سو مرتبہ تکبیر کہتے پھر وہ کہتا سو مرتبہ تہلیل کہو وہ سب سو مرتبہ
تہلیل کہتے پھر وہ کہتا سو مرتبہ تسبیح کہو اور وہ لوگ ایسا ہی کرتے ابو عبد الرحمن نے کہا کہ پھر تم نے اُن سے کیا کہا
ابو موسیٰ اشعری نے جواب دیا کہ مین نے اُن سے کچھ نہین کہا مین تو تمھارے انتظار مین تھا ابو عبد الرحمن نے کہا
کہ تمھین اُن سے کہنا چاہیے تھا کہ بجاے اسکے وہ اپنی بدیان شمار کرین اور مین اسکا ضامن ہون کہ اُنکی نیکیان
کم نہونگی پھر وہ چلے اور ہم سب اُنکے ہمراہ ہوے یہان تک کہ وہ ایک حلقے کے پاس پہونچے وہان کھڑے ہوے
اور کہا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو جواب ملا کہ اے ابو عبد الرحمن یہ کنکریان ہین جن سے ہم تکبیر و تہلیل و تسبیح کو گنتے ہین
اُنھون نے کہا بجاے اسکے تم اپنے گناہون کو گنو مین ذمہ داری کرتا ہون کہ تمھاری نیکیان کم نہونگی اے امت محمد
(روحی فداہ) یہ بڑے افسوس کی بات ہی کہ تم اسقدر جلد ہلاک ہوگئے حالانکہ ابھی بہت سے صحابی موجود ہین اور
حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے ابھی تک بوسیدہ نہین ہوے اور آپ کے برتن بھی ابھی تک نہین
ٹوٹے ہین بخدا تم ملت احمدی محمدی پر ہو جو دافع ضلالت ہو اُنھون نے کہا اے ابو عبد الرحمن ہمارا مقصد نیک
ہی اُنھون نے کہا کہ بسا اوقات آدمی نیکی کا قصد کرتا ہی اور اُس تک نہین پہونچ سکتا حضور سرور عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ایک قوم ایسی ہوگی جو قرآن پڑھے گی اور قرآن اُنکے حلقون کے نیچے نہ اُترے گا
میرے خیال مین تم مین کے اکثر اُنھین مین سے ہین پھر وہان سے واپس چلے آئے تو عمر بن سلمہ نے کہا کہ ہمنے

ان حلقون کے اکثر لوگون کو یوم نہروان مین خوارج کے ساتھ ہم لوگون سے نیزہ بازی کرتے دیکھا ہو انتہی اور کلیہ قاعدہ یہ ہو کہ بعد کو جو امور نکالے گئے ہین اُنکی مصلحت اور سبب کیا ہو اگر کوئی ایسا امر ہو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین موجود تھا اُسپر کچھ زیادتی نہین کی گئی ہے یا کوئی ایسا امر ہے جیسے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے کیا پھر کسی علت سے چھوڑ دیا جو حضور کی وفات کے بعد زائل ہو گئی تو ایسے عمل کی ایجاد جائز سمجھی جائے گی اور اگر اُس امر کے ایجاد کی کوئی مصلحت اور سبب نہین ہے یا ایسا سبب جو حضور سرور کائنات علیہ التحیۃ والصلوۃ کے زمانے مین موجود نہ تھا یا موجود تھا لیکن پھر بھی آپ نے اُس امر کو نہین نکالا تو ایسے کام مین کوئی حسن نہین ہے بلکہ وہ بدعت اور ضلالت ہو اُس کے لیے کسی نہی کی ضرورت نہین ہے اور اگر ایسے امر مین مصلحت ظاہر ہو لیکن خرابی غیر معلوم ہو تو کہا جائے گا کہ اس مین لوگون کا نفع بھی ہے اور نقصان بھی لیکن نقصان زائد ہو ورنہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اُسکو ضرور کرتے اور جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ترک کیا تو اُسکا ترک ہی سنت ہو اُسکے مقابلے مین کوئی قیاس قابل سماعت نہین ہو اب تراویح اُس قسم مین داخل ہو جیسے آپنے ایک مانع کے بدولت ترک فرمایا تھا جو آپکی وفات سے زائل ہو گیا کیونکہ لوگ مسجد مین اُسوقت الگ الگ نماز پڑھا کرتے تھے اور چوتھی یا تیسری رات کو آپنے فرمایا کہ مین اس خیال سے نہین آیا کہ مبادا یہ تمپر فرض ہو جائے تو اب تم لوگ گھر ہی مین پڑھ لیا کرو کیونکہ فرض کے علاوہ اور نمازین گھر ہی مین افضل ہین تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح جمع ہو کر تراویح نہ پڑھنے کی علت خوف فرضیت کو بتایا ہو جو آپ کی وفات کے بعد معدوم ہو گیا تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کو ہیئت موجودہ پر کر دیا تو اب یہ بدعت محض لغت کے اعتبار سے ہوئی کیونکہ لغت مین ہر نئی بات بدعت ہو اور شرعا بدعت نہین ہوئی کیونکہ سنت سے اُسکا عمل صالح ہونا ظاہر اور معارض بعد وفات زائل ہے اور کلام رسول اور کلام فاروق مین کوئی معارضہ نہین اور حضرت فاروق رضؓ نے بھی اسے باعتبار لغت ہی کے بدعت فرمایا ہو کیونکہ شرعا بدعت وہی ہے جسپر کوئی شرعی دلیل موجود نہو تو جس فعل کے استحباب پر یا بعد وفات ایجاب پر یا مطلقا ایجاب پر دلیل موجود ہو مگر عمل بعد وفات ہی ہو مثلا کتاب صدقہ جیسے حضرت ابو بکر رضؓ نے ایجاد کیا تو جب بعد وفات اسپر عمل کیا گیا تو باعتبار لغت اسے بدعت کہ سکتے ہین لیکن یہ شرعا بدعت نہین کیونکہ کتاب یا سنت اسپر دال ہو تو باعتبار لغت بدعت شرعی بدعت سے عام ہو اور یہ ظاہر ہو کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے قول کل بدعۃ ضلالۃ مین بدعت سے مطلقا امر جدید مراد نہین ہو ورنہ اسلام بلکہ ہر دین جدید ہو اسیطرح جمع قرآن کہ اُسکے لیے بھی تا حیات نبوی مانع موجود تھا کیونکہ وحی برابر نازل ہوتی تھی

تھی تغیر و تبدل ممکن تھا پس اگر قرآن جمع کر لیا جاتا تو پھر تغیر و تبدل دشوار ہو جاتا اور قرآن غلط رہجاتا لیکن حضور کی وفات کے بعد جب زیادتی و کمی سے اطمینان ہو گیا تب قرآن جمع کر لیا گیا تو حقیقۃً یہ سنت پر عمل ہی گو لغۃً اسے بدعت کہہ سکتے ہین باقی رہی عیدین کی اذان تو اسکا سبب و مقتضی گو حضورؐ کے زمانے مین موجود تھا کیونکہ اس مین ذکر خداوندی ہی امر خیر کے جانب بلانا اسکی مصلحت ہی تو یہ آیات واذکروا اللہ کثیرا ور من احسن قولا ممن دعا الی اللہ کے تحت مین داخل ہی اور اسکا قیاس جمعہ کی اذان پر بھی کیا جا سکتا ہے تاہم باوجود اسکے چونکہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے جمعہ مین اذان دلوائی لیکن عیدین مین ایسا نہین کیا اسی لیے عیدین مین اسکا ترک کرنا ہی سنت ہی اور اس مین زیادتی کرنا ویسا ہی ہے جیسے نماز و روزہ مین کچھ زیادتی کرنا اور جو کچھ مصلحتین اور دلیلین پیش کیجائین گی وہ زمانہ نبوی مین بھی موجود تھین مگر باوجود اسکے آپ نے اس فعل کو اختیار نہین کیا اس لیے جب بعض امرا نے عیدین مین اذان دلوائی تو لوگون نے اسی بُرا سمجھا اور بدعت کہا اور عیدین کے قبل خطبہ پڑھنا بھی ایک بدعت ہے جسکا سبب و مقتضی بھی زمانہ نبوی مین موجود نہ تھا بعض امرا نے اسی ایجاد کیا اور جب یہ بدعت بتایا گیا تو یہ عذر پیش کیا کہ لوگ خطبہ سننے کے قبل ہی جانا شروع کر دیتے ہین اور زمانہ نبوی مین ایسا نہین ہوتا تھا اسکا جواب اس امیر کو یہ دیا گیا کہ اسکا باعث تمھاری ہی زیادتی ہی کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کو خطبے کا منشا تبلیغ و ہدایت و نفع مومنین ہوا کرتا تھا اور تمھارا منشا اپنی ریاست کا اظہار ہوتا ہی اگر تم بھی صلاح دین کا قصد کرو تو ایسا نہ ہو پس اب تم اپنے ایک گناہ کے بدولت دوسرے گناہ کو کسطرح درست سمجھ لیتے ہو اسکا دفعیہ تو یون ہو سکتا ہے کہ تم توبہ کرو اور سنت رسول کی اتباع کرو اور اگر پھر بھی حالت درست نہو تو تم اپنے افعال کے ذمہ دار رہو دوسرون سے تم سے کیا علاقہ قرآن مین ہے علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم الآیۃ یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا الآیۃ اسی طرح عیدین اور جمعہ کے خطبون کے متعلق اس تجویز کا حال ہے کہ دوسرے زبانون مین ہو یا ترجمہ دوسری زبانون مین ہو اور اسکے متعلق یہ عذر کیا جاتا ہی کہ مخاطبین زبان عربی سے ناواقف ہوتے ہین عجمی زائد ہو گئے ہین لیکن دیکھنا یہ ہی کہ اسکا باعث کیا ہے ہم تعلیم عربی یعنے اُس زبان سے غافل ہو گئے ہین جس مین خدا کا قرآن نازل ہوا تو اب ہم اپنی ہی غلطی کی وجہ سے بدعت مین مبتلا ہو رہے ہین صحابہ کو باوجودیکہ تذکیر و تبلیغ کے ضروریات بہت تھے اور فتح بلاد فارس کے بعد اُنکے یہان بھی عجمیون کی تعداد بڑھ گئی تھی لیکن غیر زبان عربی مین کبھی خطبہ یا اُسکا ترجمہ ثابت نہین ہوا۔ اور اگر یہ مصلحت مان لی جائے تو لازم آئیگا کہ صحابہؓ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا تو تبلیغ کے طریقون سے ناواقف تھے یا اسلام کچھ لوگون سے چھپانا چاہتے تھے یا تبلیغ و تذکیر مین

ایاما وشہورا یسمونہا باسماء لا نعرف فکرہ ذلک اشد الکراہیۃ وروی عن مجاہد حدیثا انہ کرہ ان یقال احد ماروی ما قلت فان کان اسم رجل اسمیہ بہ فکرہم وجہ ذلک کراہۃ ان یتعود الرجل النطق بغیر العربیۃ فان لسان العربیۃ شعائر الاسلام واہلہ ولغات من شعائر الامم التی بہا یتمیزون میں نے امام احمد سے کہا کہ پارسیوں کے مہینوں کے نام مجھے معلوم نہیں ہیں انکو میری یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور انھوں نے مجاہد سے ایک حدیث روایت کی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم عربی کے سوا دوسری زبان کے الفاظ کو برا جانتے حتی کہ اگر کسی کا نام ہوتا تو بھی آپ پسند نہ فرماتے کیونکہ زبان عربی شعائر اسلام سے ہو اس لیے کہ قوم کی زبان اُسکے شعائر میں سے ہوا کرتی ہو اس لیے بہت سے فقہا نماز کی دعاؤں اور اذکار کو بھی دوسری زبانوں میں نادرست سمجھتے ہیں اذکار صلوۃ کی دو قسمیں ہیں (۱) قرآن یہ تو غیر عربی میں پڑھا ہی نہیں جا سکتا بلکہ بعضوں کے نزدیک تو کسی سورہ کا ترجمہ کرنا بھی نادرست ہو اوسا امام ابوحنیفہ اور اُنکے اصحاب رضی اللہ عنہم میں اس مسئلہ میں اختلاف ہو اگر پڑھنے والا عربی پر قادر نہو اصحاب احمد کے نزدیک وہ بھی ترجمہ نہیں کر سکتا اور یہی مالک اور اسحق کا مذہب ہو اوسا امام ابویوسف اور امام محمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک ترجمہ کر سکتا ہو (۲) اذکار امام مالک اور اسحق اور بعض اصحاب شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک ترجمہ نہیں کر سکتا اور خود امام شافعی رحمہ اللہ کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر عربی میں اذکار مکروہ ہیں ناجائز نہیں اور بعض اصحاب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ حکم جب ہے کہ عربی نہ جانتا ہو مجھے گمان ہو کہ احمد سے فارسی میں نماز کی دعا کی متعلق پوچھا گیا تو اُنھوں نے اُسے برا جانا اور کہا کہ بری زبان ہو سلفی نے باسناد صحیح محمد بن عبداللہ بن حکم سے روایت کی ہو کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا یسمی اللہ الطالبین من فضلہ فی الشراء والبیع تجارا الی قولہ والسماء سرب اسم من اسماء العجم فلا نحب ان یسمی رجل یعرف العربیۃ تاجرا الا تاجرا ولا ینطق بالعربیۃ فیسمی شیئا بالعجمیۃ وذلک ان اللسان الذی اختارہ اللہ عز وجل لسان العرب اللہ نے اُن لوگوں کا نام جو بیع و شرا میں اُسکے فضل کے طالب ہوتے ہیں تاجر رکھا یہاں تک کہ آگے چلکر کہتے ہیں اور سرب آسمان کا عجمی زبان میں نام ہو پس ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ کوئی عربی جاننے والا آدمی تاجر کو کسی دوسرے نام سے پکارے اور عربی لفظ کا استعمال نکرے بلکہ کوئی عجمی لفظ بولے اور یہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے عربی ہی زبان کو اختیار کیا ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعی عربی جاننے والے شخص کے لیے دوسری زبان میں نام رکھنا برا سمجھتے تھے اور اسی طرح عربی زبان میں دوسری زبانیں ملا کر بولنا اور یہ جو ائمہ نے کہا ہو صحابہ اور تابعین سے ثابت ہو اور ابو بریدہ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضرت عمرؓ نے ما یعلم الرجل بالفارسیۃ الا خب ولا خب الا نقصت مروتہ آدمی فارسی سے صرف مکر سیکھتا ہو اور مکر سے مروت کم ہو جاتی

ہی اور اُنھون نے کہا ہی حدثنا وکیع عن ثور عن عطاء قال لا تعلموا رطانۃ الاعاجم حدیث بیان کی ہم سے وکیع نے اُن سے ثور نے اُن سے عطا نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عجمیون کی گفتگو نہ سیکھو۔ اور اُنھون نے کہا ہی حدثنا اسمٰعیل بن علیۃ عن داؤد بن ابی ھند ان محمد بن سعید بن ابی وقاص سمع قوما یتکلمون بالفارسیۃ فقال ما بال المجوسیۃ حدیث بیان کی ہم سے اسمٰعیل بن علیہ نے بروایت داؤد بن ابی ہند کہ محمد بن سعید بن ابی وقاص نے ایک قوم کو فارسی مین باتین کرتے دیکھکر فرمایا کہ مجوسیون کا بعد کو کیا حال ہوگا (یعنے بُرا حال ہوگا) وقد روی السلفی من حدیث سعید بن علاء البزدعی حدثنا اسحٰق بن ابراھیم البلخی حدثنا عمر بن ھارون البلخی حدثنا اسامۃ بن زید عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من یحسن ان یتکلم بالعربیۃ فلا یتکلم بالعجمیۃ فانہ یورث النفاق ورواہ ایضا باسناد اخر معروف الی ابی سھل محمود بن عمر العکبری حدثنا محمد بن الحسن بن محمد المقری حدثنا محمد بن الخلیل البلخی حدثنا اسحٰق بن ابراھیم المروزی حدثنا عمر بن ھارون عن اسامۃ بن زید عن نافع عن ابن عمر عن عمر قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کان یحسن ان یتکلم بالعربیۃ فلا یتکلم بالفارسیۃ فانہ یورث النفاق سلفی نے سعید بن علاء البزدعی کی حدیث سے روایت کی ہی حدیث بیان کی ہم سے اسحٰق بن ابراہیم بلخی نے اُن سے عمر ہارون بلخی نے اُن سے اسامہ بن زید نے اُن سے نافع نے اُن سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم نے کہا حضرت ابن عمرؓ نے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص بخوبی عربی بول سکتا ہو اُسے عجمی زبان مین بات نہ کرنا چاہیے کیونکہ اُس سے نفاق پیدا ہوتا ہی اسی حدیث کو اُنھون نے دوسرے اسناد سے یون روایت کیا ہے حدثنا الخ اور یہ کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کلام کے مشابہ ہی لیکن اُسکا مرفوع ہونا البتہ کھٹکتا ہی اور صحابہ کے ایک گروہ سے منقول ہی کہ ہم دو چار فارسی الفاظ بول لیتے تھے لیکن عربی کے سوا دوسری زبان مین گفتگو کے عادی نہ تھے کہ عجمی زبان کسی کی گھر ملو یا بازاری زبان نہ تھی اور نہ امرا اور اہل دیوان کی زبان تھی اور نہ احباب کی گفتگو ون مین عجمی زبان سے کام لیا جاتا تھا کیونکہ یہ سب امور بلاشبہ مکروہ ہین اس لیے کہ اس مین عجمیون سے تشبہ ہی جو مکروہ ہی اس لیے اگلے مسلمانون نے جب شام و مصر مین (یہان کے لوگون کی زبان رومی تھی) اور عراق و خراسان مین (یہان کے لوگون کی زبان فارسی تھی) اور ارض مغرب مین (یہان کے لوگون کی زبان بربری تھی) سکونت اختیار کی تو اُن لوگون کو عربی کا عادی بنا یا حتی کہ مسلمان اور کافر سب کی زبان عربی ہی ہو گئی

پہلے زمانے مین خراسان کا بھی یہی حال تھا لیکن بعد کو تساہل کیا گیا جسکا نتیجہ یہ ہو کہ آج خراسان کی زبان فارسی ہو اور یہ مکروہ ہو بہتر یہ ہو کہ عربی ہی مین سب گفتگو کے عادی کیے جائین اُسکا طریقہ یہ ہو کہ لڑکون کو مکتبون اور گھرون مین عربی سکھائی جائے کیونکہ اس سے شعار اسلام ظاہر ہوتا ہے اور اس کے بدولت مسلمانون کو کتاب و سنت کے معانی سمجھنے مین آسانی ہوتی ہو اور جب کوئی شخص ایک زبان کا عادی ہو جاتا ہو تو پھر دوسری زبان بولنا دشوار ہو جاتا ہے جاننا چاہیے کہ زبان عقل و عادت اور دین پر بھی قوی اثر کرتی ہو عربی زبان کے بولنے مین مسلمانون کے ابتدائی زمانے کی مشابہت ہو یعنے صحابہ اور تابعین کے زمانے کے اور اُنکی مشابہت سے عقل اور دین مین زیادتی ہوتی ہو علاوہ برین خود لغت عربی دین مین سے ہو اور اُسکا سیکھنا واجب ہو کیونکہ کتاب و سنت کا حکم بغیر عربی لغت کے جانے ہوئے سمجھ مین نہین آسکتا اور یہ واجب ہو اور جس کے بغیر واجب نہ تمام ہو وہ بھی واجب ہو تو زبان عربی کا سیکھنا بھی واجب ہو اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کی ہو حدثنا عیسے بن یونس عن ثور عن عمر عن عمر بن یزید قال کتب عمر الی ابو موسیٰ اما بعد فتفقهوا فی السنة وتفقهوا فی العربية واعربوا القران فانه عربی وفی حديث اٰخر عن عمرؓ قال تعلموا العربية فانها من دينكم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ کو لکھا کہ سنت اور عربی زبان اور اعراب قرآن دیکھو کیونکہ یہ بھی عربی ہی مین غور کرو اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے عربی سیکھو کیونکہ وہ تمھارے امور دینیہ سے ہو۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ دین مین یا اقوال ہین یا اعمال اقوال کا فقہ عربی سے سمجھے جاتے ہین اور اعمال کا فقہ سنت سے ہو روی ابو داؤد من حديث محمد بن اسحٰق عن داؤد بن حصين عن عبد الرحمٰن بن ابی عقبة وكان مولى من اهل فارس قال شهدت مع رسول الله صلے الله عليه وسلم احدا فضربت رجلا من المشركين فقلت خذ هذا وانا الغلام الفارسی فالتفت الی فقال هلا قلت خذها منی وانا الغلام الانصاری ابو داؤد نے روایت کی ہو کہ ابن ابی عقبہ جو ایک فارسی غلام تھے کہتے ہین کہ مین جنگ احد مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا جب مین ایک کافر مشرک کے پاس پہونچا تو مین نے اُس سے کہا یہ لے اور مین فارسی غلام ہون تو حضورؐ میری طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ تمنے یہ کیون نہین کہا کہ مین ایک انصاری غلام ہون۔ اب دیکھنا چاہیے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیة والثنا نے انصار کے جانب انتساب کو پسند کیا حالانکہ یہ انتساب ولا تھا بمقابلہ فارس کے جانب انتساب کے جو انتساب حقیقی تھا اس سے معلوم ہوتا ہو کہ آپ کو کس قدر عربیت مین غلو تھا انتہٰی هذا ما اخذ نا ملتقطا من کتاب اقتضاء صراط المستقيم للشيخ ابن تيمية مختصرا پس جب صحابہ عادۃً بھی زبانون مین گفتگو کو

اسقدر نا پسند فرماتے ہین تو شعائر دین مثلا اذان وغیرہ مین کس طرح پسند فرما سکتے ہین اب خطبہ و تلبیہ جسکا منشا تذکیر و تبلیغ اور ترغیب و ترہیب ہی اگر عجمی آج نہین سمجھتے تو اُس زمانہ مین بھی نہین سمجھتے تھے اور ترجمہ کبھی نہین کیا جاتا تھا اور نہ عجمی لوگ یونہیں اُنکی مرضی پر آزاد چھوڑ دیے جاتے تھے بلکہ اُنکو عربی سیکھنے کی عادت ڈالی جاتی تھی لیظہرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون کی اتباع بہرحال بہتر ہے والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اور عربی و عجمی کو ملا دینے مین ایک اور یہ بھی خرابی ہے کہ خطبہ طویل ہو جائیگا جس سے حضورؐ نے منع فرمایا ہی اور اسکے بدولت لوگ گھبرا جائین گے اور دوسری باتون مین مشغول ہو جائین گے جسپر حضورؐ نے اس قدر ناراضگی ظاہر کی ہی کہ اتنی اور کسی دوسرے امر پر نہین ظاہر کی مسلم نے عمار سے روایت کی ہے سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یقول ان طول صلوۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلوۃ واقصروا الخطبہ مین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہی کہ نماز مین طوالت اور خطبہ مین اختصار آدمی کی سمجھداری کی دلیل ہی پس نماز مین طوالت اور خطبہ مین اختصار کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کا حکم ہے جسکی مخالفت باوجود علم کے مومن کی شان نہین ہی۔ مالک نے یحیی بن سعید سے روایت کی ہے ان عبد اللہ بن مسعود قال لانسان انک فی زمان کثیر فقہاؤہ قلیل قراؤہ تحفظ فیہ حدود القرآن ویضیع حروفہ قلیل من یسأل کثیر من یعطی یطیلون فیہ الصلوۃ ویقصرون الخطبۃ یبتدون اعمالہم قبل اہوائہم وسیاتی علی الناس زمان قلیل فقہاؤہ کثیر قراؤہ یحفظ فیہ حروف القرآن وتضیع حدودہ کثیر من یسأل قلیل من یعطے یطیلون فیہ الخطبہ ویقصرون الصلوۃ یبتدون فیہا اہوائہم قبل اعمالہم قولہ یقصرون الخطبۃ قال ابو عمر کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یامر بذلک (ای بقصر الخطبۃ) ویفعلہ وکان یخطب بکلمات قلیلۃ طیبۃ وکرہ التشدق والموعظ انما المعتبر ما حفظ وذلک لایکون الامع القلۃ وقال ابن مسعود یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السامۃ والیبان فی اہل الزمان علی صحۃ معنے ہذا الحدیث کالبرہان عبد اللہ بن مسعود نے ایک شخص سے کہا تم ایسے زمانے مین ہو جس مین فقہا بہت قرا کم ہین اور حدود قرآن کی حفاظت کی جاتی ہے حروف قرآن کا لحاظ نہین کیا جاتا سوال کرنے والے کم ہین دینے والے بہت ہین نماز طویل ہوتی ہی اور خطبہ مختصر پہلے کام کیا جاتا ہی پھر اپنی خواہشین پوری کی جاتی ہین عنقریب ایک زمانہ ایسا آئیگا جس مین فقہا کم اور قرا بہت ہون گے حروف قرآن کی تو حفاظت کی جائے گی مگر حدود قرآن ضایع کیے جائین گے مانگنے والے بہت دینے والے کم ہونگے خطبے بڑے بڑے ہونگے اور نماز مختصر اپنی خواہشین پہلے پوری کی جائین گی اور اعمال بعد کو

یقصرون الخطبۃ کے تحت مین حضرت ابو عمرؓ نے کہا ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم قصر خطبہ کا حکم دیتے اور خود بھی ایسا ہی کرتے کہ بہت کم اور صاف الفاظ مین خطبہ پڑھتے اور کھینچے جانے کو بُرا سمجھتے کیونکہ نصیحت وہی ہو جو یاد رہے پس جب تک مختصر نہو گی یاد کیسے رہے گی ابن مسعودؓ نے کہا ہی کہ آپ ہمکو نصیحت بہت مختصر الفاظ مین کرتے کہ مبادا دشوار ہو جائے زمانے کی حالت خود ہی اسکی تصدیق کرتی ہی۔ یہان پر ہم ضروری سمجھتے ہین کہ ابن حاج مالکی کے قول کو بھی نقل کر دین وہ کہتے ہین وینبغی بل یتعین ان لا ینبغی الختمۃ بلسان العجم لان اللہ عزوجل انزلہ بلسان عربی ولم ینزلہ بلسان العجم ولقد سری ھذا البعض الناس فی ھذا الزمان حتے انھم لیعدون قرأۃ القرآن بالعجمیۃ وینسخ الختمۃ بہا من الفضیلۃ وبعضھم یجمع فی الختمۃ الواحدۃ بین کتبہا باللسان العربی واللسان العجمی فیکتب الآیتین والثلث باللسان العربی ثم یکتبہا بعدھا باللسان العجمی وھذا مخالف لما اجمع علیہ الصدر الاول والسلف الصالح والعلماء واذا کان ذلک کذلک فتعین علیہ ان لا یعرج علی قول من اجاز ذلک فلیحذر ذلک۔ یہ ضروری ہی کہ قرآن عجمی زبان مین نہ لکھا جائے کیونکہ خدا نے عربی ہی مین نازل کیا ہی اور اس زمانے مین بعض لوگون نے اسکی مخالفت کی ہے حتی کہ اُن کے خیال مین قرآن عجمی زبان مین پڑھنا اور لکھنا ہی افضل ہی اور بعضے لوگ کتابت اور رکن یعنی قرأت کو ایک ساتھ جمع کر دیتے ہین پس دو یا تین آیتین عربی مین لکھکے باقی عجمی زبان مین لکھتے ہین اور یہ اجماع قرن اول اور سلف صالح اور علما کے خلاف ہی پس جو لوگ اسے جائز سمجھتے ہین اُنکے قول پر اعتماد نہ چاہیے واللہ اعلم۔ ما احسن ہذا الجواب القرین بالصواب واقعی خطبہ کا دوسری زبان مین پڑھنا کل ہو یا بعض مکروہ اور خلاف سنت ہی کیونکہ قرن اول مین ایسا ثابت نہین ہی باوجودیکہ ضرورت اُسوقت بھی تھی خصوصا جب ممالک فتح ہوے اور اسلام دوسری جگہون مین پھیل گیا اور حاضرین کے نہ سمجھنے سے خطبہ مین تغییر نہین ثابت ہوتی بلکہ تعلم زبان عربی کا ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے اور جو لوگ نہ سیکھ سکین اُنکے لیے خاموش بیٹھنا اور سننا ہی کافی ہی اس کی زائد تفصیل میرے رسالہ آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس مین مذکور ہے جسے ضرورت ہو اُسکا مطالعہ کرے واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبد الحی **سوال** خطبہ عربی زبان مین پڑھنا چاہیے یا فارسی اُردو وغیرہ مین تاکہ سامعین جو عربی سے واقف نہین اُسکا مطلب سمجھ لین اور اگر کچھ عربی اور کچھ غیر عربی یا عربی پڑھکے اُس کا ترجمہ فارسی یا اُردو مین کرے تو درست ہو یا نہین **جواب** خطبہ عربی مین پڑھنا سنت موکدہ ہی اسکو غیر عربی مین پڑھنا یا فارسی اُردو وغیرہ اسکے ساتھ خلط کرنا نظم ہو یا نثر مکروہ ہی اور عوام کی تفہیم کے واسطے وعظ مقرر ہی خطبہ کا طریقہ ماثورہ

سے بدلنے کی کوئی ضرورت نہین تفصیل اس مسئلہ کی میرے رسالہ آکام النفائس مین موجود ہی جسکو شوق ہو اُسکا
مطالعہ کرے **اعتراض اول** مولوی صاحب آپ فرماتے ہین کہ اُردو خطبہ پڑھنا مکروہ ہی معلوم نہین کہ یہ کہان اور
کس مقام مین لکھا ہی شرح وقایہ عربی اور کنز فارسی مین تو صاف لکھا ہی کہ درست ہی کیونکہ اسمین اختلاف ہو سکے
علاوہ مفتی میان جان احمد صاحب اپنے فتوے مین فرماتے ہین کہ بیشک اُردو خطبہ پڑھنا درست ہی بالاتفاق اب
اس صورت مین مولویصاحب آپ فرمائیے کہ کس کو یقین جانین کیونکہ ایک تو پڑھنے کا اور ایک نہ پڑھنے کا حکم
دیتا ہی **اعتراض دوم** جب لوگ عربی زبان سے واقف نہون تو ہندی زبان مین جیسے مسلمانی زبان کہتے ہین
خطبہ پڑھنا کیون درست نہین اگر خطبہ زبان اُردو مین خواہ نظم خواہ نثر خواہ فارسی مین پڑھنا درست نہوتا تو اس
آیت کا نزول کیون ہوتا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ اسکو کسی دلیل قوی اور کتب معتبرہ مع نشان صفحہ
سے ثابت فرمائیے **اعتراض سوم** خطبہ سے مقصد اصلی کیا ہی اور خطبہ کس واسطے مقرر کیا گیا ہی اگر خطبہ پڑھنے سے
یہ مقصد ہی کہ اُس سے احکام دینی معلوم ہون تو بیشک اُردو مین پڑھنا درست ہی کیونکہ زبان عربی مین پڑھنے
سے یہ مقصد حاصل نہین ہوتا **ھو المصوب جواب اعتراض اول** تمام کتب فقہ مین خطبہ پڑھنا بزبان
غیر عربی فارسی ہو یا اُردو جائز لکھا ہی بعضون نے اسکو متفق علیہ امام ابو حنیفہ و صاحبین رحمہم اللہ کا لکھا ہی اور بعضون نے
عاجز عن العربیہ کے حق مین جواز اتفاقاً اور قادر علی العربیہ کے حق مین جواز صرف امام اعظم کے نزدیک لکھا ہے
لیکن اس حکم مین اور کراہت مین کچھ منافات نہین ہے صدہا جگہ فقہا یجوز و یصح لکھتے ہین اور غرض اُن کی
نفس اجزاء و کفایت و جواز بالمعنے الاعم ہوتی ہی نہ اباحت مطلقہ خالیہ عن الکراہتہ چند عبارات بطور نمونہ پیش
کیے جاتے ہین جن سے معلوم ہو جائیگا کہ فقہا کا صرف کسی فعل کو درست یا صحیح لکھدینا اُسکی کراہت کی نفی نہین
کرتا عبد النبی بن ملا عبد القدوس گنگوہی رسالہ صلوٰۃ مسعودی میں بحث تکبیر بالفارسیہ مین لکھتے ہین لم یثبت دلیل
قاطع علی اشتراط العربیۃ فی التکبیر اذ المقصود الاصلی من التکبیر ھو التعظیم و ھو یحصل بای لغۃ کان و مع ھذا
ذکر السغناقی انہ یجوز و یکرہ عند ابی حنیفۃ کوئی دلیل قطعی تکبیر کے عربی مین مشروط ہونے پر دلالت نہین کرتی
کیونکہ تکبیر سے مقصود اصلی تعظیم ہے اور وہ ہر زبان مین حاصل ہو سکتی ہے باوجود اس کے سغناقی نے
لکھا ہے کہ یہ جائز ہی اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے ۔ اور محمد امین شامی رد المحتار
بحث دعاء بغیر العربیہ مین لکھتے ہین لا یبعد ان یکون الدعاء بالفارسیۃ مکروھا تحریما
فی الصلوۃ و تنزیھا خارجھا فلیتامل و لیراجع فان الظاھر ان الصحۃ عند الامام لا تنفی الکراھۃ عند کا کچھ

بعید نہین کہ دعا بزبان فارسی نماز مین مکروہ تحریمی ہو اور خارج نماز مین مکروہ تنزیہی ہو کیونکہ ظاہر یہ ہی کہ صحت منافی کراہت نہین ہی اور درمختار کتاب البیوع مین ہی وکرہ تحریما مع الصحۃ البیع عند الاذان الاول اذان اول کے وقت بیع مکروہ تحریمی ہی باوجودیکہ صحیح ہی اور حموی حاشیہ اشباہ والنظائر کتاب الشرکۃ مین شرکت مع الکفار کی تفصیل کے تحت مین لکھتے ہین قال فی البدائع یکرہ للمسلمان یشارک الذمی ولو شارکہ شرکۃ عنان جاز کما لو وکلہ انتھے وقولہ جاز ای صح مع الکراھۃ بدائع مین ہی کہ مسلمان کے لیے یہ مکروہ ہی کہ وہ ذمی کے ساتھ شرکت کرے البتہ اگر شرکت عنان کرے تو جائز ہی جیسا کہ اُسے وکیل بنانا جائز ہی یعنے بکراہت درست ہی اور رسالہ آداب المفتیین مین مرقوم ہی قد یقال الجائز ویراد بہ جواز نفس الفعل لا صحۃ الفعل کبھی جائز بول کر اُس سے مراد جواز نفس فعل لیتے ہین نہ کہ صحت فعل اور بھی دوسرے مقام مین ہی فی النہایۃ الکراھۃ یطلق علی الجائز وغیرہ وفی النہایۃ فی کتاب الطلاق الاباحۃ والجواز شیئان مختلفان الا تری ان ضد الاباحۃ الکراھۃ وضد الجواز الحرمۃ فبضد تتبین الاشیاء وینفک احدھما عن الاخر الا تری ان البیع وقت النداء جائز ولیس بمباح وذلک لان الاباحۃ لما کانت عبارۃ عن عدم الکراھۃ احتمل ان یکون الشئ جائزا مع الکراھۃ التی ھی ضد الاباحۃ وھذا کثیر النظیر فان جمیع صور النھی من الافعال الشرعیۃ کذلک کالصوم یوم النحر وغیرہ وفی خزانۃ المفتیین طرح القلۃ مباح و لکن یکرہ من طریق الادب نہایہ مین ہی کہ کراہت کا اطلاق جائز وغیر جائز سب پر ہوتا ہی اور اسی کے کتاب الطلاق مین ہی کہ اباحت وجواز دو مختلف چیزین ہین ضد اباحت کراہت ہی اور ضد جواز حرمت اور اشیا اپنے اضداد سے جانے جاتے ہین اور انھین کے بدولت وہ دوسری اشیا سے متمایز ہوتے ہین بیع وقت ندا جائز تو ہی مگر مباح نہین ہی کیونکہ اباحت عدم کراہت کو کہتے ہین اس لیے احتمال ہی کہ کوئی چیز جائز تو ہو مگر بکراہت جو اباحت کی ضد ہی اور اسکی مثالین بہت ہین کیونکہ افعال شرعیہ سے جہان کہین نہی ہی ایسی ہی ہے مثلا یوم نحر کا روزہ اور خزانۃ المفتیین مین ہی کہ جوین کا پھینکنا مباح ہی لیکن مکروہ ہی بطریق ادب۔ اور بھی دوسرے مقام مین ہی قد یطلق الجائز علی النافذ لا ضد الحرمۃ جائز کا اطلاق بعض وقات نافذ پر ہوتا ہی نہ کہ ضد حرمت پر۔ ان عبارات سادہ ایسے ہی اور عبارات فقہیہ سے صاحب علم وسیع وفہم صحیح پر مخفی نرہے گا کہ کتب فقہ مین کسی فعل پر یجوز یا یصح موجود ہونے سے اسکی کراہت تحریمیہ کی نفی نہین ثابت ہوتی ہی پس اس بیان سے خوب واضح ہو گیا کہ خطبۂ غیر عربیہ کی کراہت کا حکم مخالف اقوال فقہا کے کسی طرح سے نہین کیونکہ انکی مراد حکم جواز وصحت سے اس بحث مین صرف اسیقدر ہی کہ خطبہ جو نماز جمعہ کے واسطے شرط ہی وہ زبان عربی کے ساتھ مقید نہین غیر عربی مین اگر پڑھے گا تو نفس اداے شرط کے واسطے کافی ہو جائیگا اور اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ

غیر عربی مین پڑھنا بالکلیہ مباح ہی کراہت سے منزہ ہی اور کراہت کی وجہ ظاہر ہی کہ مواظبت نبویہ وصحابہ کے خلاف ہی پس اُسکے خلاف سنت و بدعت ہونے مین کسکو شک ہے اور خلاف سنت موکدہ اور بدعت ضالہ کا مکروہ تحریمی ہونا اصول فقہ مین مقرر ہی اگر یہ شبہ ہو کہ زمان نبوی و زمانہ صحابہ مین تبدیل خطبہ کی ضرورت نہ تھی اس لیے کہ اہل اسلام عرب تھے تو اُسکا دفعیہ یہ ہی کہ بلاد عجم صحابہ کے زمانہ مین فتح ہوے یہان تک کہ شہر کابل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مین مفتوح ہو گیا تھا جیساکہ سنن ابوداؤد وغیرہ مین اسکی روایت موجود ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ ان بلاد مین صدہا بلکہ ہزارہا عجمی وہ تھے جو زبان عربی نہین سمجھتے تھے پس باوجود اسکے صحابہ کا خطبہ عربی زبان سے نہ بدلنا اس امر پر مستحکم دلیل ہی کہ عربی مین خطبہ پڑھنا سنت موکدہ ہی اور غیر عربی مین بدعت اور خلاف سنت ہی (**جواب اعتراض دوم**) وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ کو مانحن فیہ سے کچھ تعلق نہین ہے کیونکہ اس آیت کا مفاد اسیقدر ہی کہ ہر رسول پر جو کتاب نازل ہوئی وہ اُسی کی قوم کی زبان مین نازل ہوئی گو حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہی اور تمام انس وجن آپ کی امت مین داخل ہین مگر آپ کی قوم عرب ہی اسی لیے کلام اللہ بھی عربی مین نازل ہوا تفسیر بیضاوی مین ہی وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ الا بلغۃ قومہ الذی ہو منہم وبعث فیہم لیبین لہم ما امروا بہ فیفقہوہ عنہ بیسیر وسرعۃ ثم ینقلوہ ویترجموہ الی غیرہم فانہم اولی الناس لیہ بان یدعوہم واحق بان ینذرہم ولذلک امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بانذار عشیرتہ اولا ولو نزل علی من بعث الی امم مختلفۃ کتب علی السنتہم استنقل ذلک بنوع من الاعجاز ولکن ادی ذلک الی اختلاف الکلمۃ واضاعۃ فضل الاجتہاد فی تعلم الالفاظ ومعانیہا والعلوم المنشعبۃ منہا خدا نے جو رسول نازل کیا وہ اُس قوم کی زبان جاننے والا ہوتا تھا جسکا وہ فرد تھا اور جسکے جانب وہ بھیجا گیا کہ اُنسے احکام خداوندی بتاے تاکہ وہ اُن لوگون کو بآسانی سمجھا سکے اور پھر وہ لوگ نقل و ترجمہ کرکے دوسرون تک پہونچا سکین کیونکہ ہر رسول کی قوم اسکی زائد مستحق ہی کہ وہ رسول اُنھین ڈرائے اور اُنھین خدا کی طرف بلائے اسی واسطے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو پہلے اپنے خاندان کو ڈرانے کا حکم دیا گیا اور جو نبی امم مختلفہ کی جانب مبعوث ہوا گر اُسپر کتب مختلفہ نازل ہون جو بطریق اعجاز بھیل جائین تو اس مین اختلاف کلمہ لازم آتا ہی اور الفاظ ومعانی کے سیکھنے مین کوشش کی فضیلت ہاتھ سے جاتی ہے اور تفسیر ابن کثیر مین ہی قد قیل فی ہذہ الآیۃ اشکال لان النبی صلے اللہ علیہ وسلم ارسل الی الناس جمیعا بل الی الجن والانس ولغاتہم متباینۃ والسنتہم مختلفۃ واجیب بانہ وان کان مرسلا الی الثقلین لکا مرلکن لما کان قومہ العرب وکان اخص بہ واقرب الیہ کان ارسالہ بلسانہم اولی من

ارسالہ بلسان غیرھم وھم یبینونہ لمن کان علی غیر لسانھم و یوضحونہ کہا گیا ہے کہ اس آیت مین اشکال ہے کیونکہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا تمام لوگون کے جانب بھیجے گئے ہین بلکہ جن و انس سبکے جانب اور اُنکے لغات والسنہ مختلف ہین اسکا جواب یہ ہے کہ آپ اگرچہ سب کے جانب مرسل ہین لیکن چونکہ آپ کی قوم عرب تھی اُسکو آپکے ساتھ خاص خصوصیت اور قربت حاصل تھی لہذا آپ کا ارسال اُنھین کی زبان مین اولی تھا بنسبت دوسری زبانون مین ارسال کے پھر عرب لوگ دوسری زبان والون سے اُسکو بیان کردین گے اور اُسکی وضاحت کر دینگے اور اسی طرح تفاسیر معتبرہ مین موجود ہے اور اگر قوم سے اس آیت مین مطلق امت مراد لی جاے جیساکہ بعض مفسرین کی راے ہے پس باوجود اسکے کہ وہ قول ضعیف ہے اگر اس سے ثابت ہوگا تو اسیقدر ثابت ہوگا کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کو ہر زبان پر قدرت تھی اور ہر گروہ کو آپ اُسکی زبان مین سمجھا سکتے تھے اور اس سے یہ ثابت نہین ہوتا ہے کہ جواز کار و شعائر اسلام کہ منجملہ اُسکے خطبہ بھی ہے زبان عربی مین منقول ہوئی اُسکی تغییر اور لوگونکو جائز ہو اور اگر ایسے ہی تغییر کا جواز ہو تو پہلے قرآن کی تغییر لازم ہوگی اس لیے کہ مقصود اُسکے انزال سے ہدایت عامہ ہے پس لازم آتا ہے کہ اُسکا ترجمہ پڑھنا نماز مین درست ہوجائے (جواب اعتراض سوم) مقصود اصلی خطبہ جمعہ وغیرہ سے نفس ذکر الٰہی ہے نہ تعلیم احکام دینیہ اسوجہ سے کہ قرآن پاک مین ارشاد ہوتا ہے اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ جب جمعہ کی نماز کی اذان دیجاے تو ذکر الٰہی کی طرف کوشش کرو اور ہدایہ اور درمختار بلکہ فقہ کی تمام کتابون مین ہے و کفت تحمیدۃ او تھلیلۃ او تسبیحۃ اور ایک تحمید یا تہلیل یا تسبیح کافی ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام اعظم کے نزدیک اگر خطبہ مین صرف سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ وغیرہ پر کفایت کرے گا کافی ہوگا مگر کراہت لازم ہوگی اور صاحبین کے نزدیک ذکر طویل ضروری ہے جسکو اسکی تفصیل دیکھنے کا شوق ہو وہ درمختار اور ہدایہ اور اُسکے حواشی کا مطالعہ کرے پس اگر مقصود اصلی خطبہ سے تعلیم احکام دینیہ و تبیین احکام شرعیہ ہوتا تو صرف ادنی ذکر یا مجرد ذکر طویل سے کیونکر خطبہ ادا ہوجاتا اور اللہ تعالی صرف الی ذکر اللہ کے لفظ پر کیون کفایت فرماتا اچھی طرح ظاہر ہے کہ اگر کوئی واعظ اور ناصح بغرض وعظ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر منبر پر چڑھے اور صرف ذکر کرکے اتر آئے کوئی اُسکو واعظ نہ کہے گا اور اُسکے ذکر و فکر کو اگرچہ طویل ہو کوئی شخص وعظ نہ سمجھے گا اور اسی وجہ سے فقہا خطبہ مین تعلیم احکام دینیہ کو مندوب لکھتے ہین جیسے ذکر خلفاے راشدین و دعاے تقبت صحابہ وغیرہ کو نہ شرط خطبہ خلاصہ یہ ہے کہ مقصود اصلی جہان تعلیم احکام ہو وہان معلم کو زبان متعلمین مین تعلیم کرنا درست ہوگا اور خطبہ کا اصل مقصود ذکر ہے اور وہ زمان آنحضرت و صحابہ و تابعین وغیرہم مین زبان

عربی ثابت ہو اور باوجود ضرورت واحتیاج کے کسی سے اسکی تغییر منقول نہین ہو پس خطبہ پڑھنا غیر عربی مین بالضرورت بدعت وخلاف سنت متوکدہ ومکروہ ہوگا اور جو شخص اسکے عدم کراہت کا مدعی ہو اُسپر لازم ہو کہ کوئی دلیل معتد بہ اسکی بیان کرے اور استناد اُسکا فقہا کے قول یجوز یا یصح وغیرہ سے محض لغو ہو **سوال** خطبہ جمعہ اُردو یا فارسی نظم خواہ نثر مین پڑھنا درست ہو یا نہین **جواب** خطبہ جمعہ اُردو زبان مین نثر ہو خواہ نظم اور اسی طرح فارسی زبان مین بھی نثر ہو یا نظم اور اسی قیاس پر جو خطبہ کہ کچھ عبارت اُسکی لغت عربی مین ہو اور کچھ زبان فارسی یا اُردو وغیرہا مین نظم ہو یا نثر مکروہ بکراہت تحریمی ہے کیونکہ سنت ہدی کو مخالف ہو اس لیے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علی الدوام خطبہ عربی زبان مین پڑھا ہو اور اُسوقت مین کسی سے غیر عربی زبان مین خطبہ پڑھنا منقول نہین ہو جیساکہ آکام النفائس فی اداء الاذکار بلسان الفارس مین مذکور ہو اور اُسکی یہ عبارت ہو الکراھۃ انما ھی لمخالفۃ السنۃ لان النبی صلے اللہ علیہ وسلم واصحابہ قد خطبوا دائما بالعربیۃ ولم ینقل عن احد منہم انہم خطبوا خطبۃ ولو خطبۃ غیر الجمعۃ بغیر العربیۃ کراہت صرف مخالفت سنت کی وجہ سے ہو کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ عربی ہی زبان مین خطبہ پڑھا ہو اور کبھی کسی سے کوئی خطبہ بھی وہ غیر جمعہ ہی کا کیون نہو غیر عربی مین ثابت نہین ہو۔ اور پوشیدہ نرہے کہ باعث احداث خطبۂ غیر عربیہ کا نہین ہو مگر عجمیون کا عبارات عربیہ کو نہ سمجھنا حالانکہ یہ امر قرون ثلثہ مین بھی موجود تھا اسواسطے کہ جب اطراف مختلفہ مین بلاد وامصار مفتوح ہوے اور فارس اور حبش اور روم کے اکثر لوگ مشرف باسلام ہوے وہ لوگ مجالس شعائر اسلام مین مثل جمعہ وعید وغیرہا کے حاضر ہوتے تھے اور ظاہر ہے کہ اُن لوگون کو بوجہ عدم وقوف لغت عرب کے شعور فہم عبارات عربیہ کا نتھا با اینہمہ کسی نے برعایت فہم اشخاص عجمیہ کے غیر زبان عربی مین خطبہ نہین پڑھا باوجودیکہ تعلیم وتفہیم کہ خطبا وعلما کی شان سے ہو اسکی مقتضی تھی جبکہ ایسا نہین ہوا تو خطبۂ غیر عربیہ کے مکروہ ہونے مین جو ضلالت ادنی کا مرتبہ ہو کچھ شک نہین رہا جیساکہ اسی کتاب مین مذکور ہو الخطبۃ بالفارسیۃ التی احدثوھا واعتقدوھا وحسنوھا لیس الباعث الیہا الا عدم فہم العجم اللغۃ العربیۃ وھذا الباعث قد کان موجودا فی عصر خیر البریۃ وان کان فیہ اشتباہ فلا اشتباہ فی عصر الصحابۃ والتابعین ومن تبعہم من الائمۃ المجتہدین حیث فتحت الامصار الشاسعۃ والدیار الواسعۃ واسلم اکثر الحبش والروم والعجم وغیرہم من الاعجام وحضروا مجالس الجمع والاعیاد وغیرھا من شعائر الاسلام وقد کان اکثرھم لا یعرفون اللغۃ العربیۃ ومع ذلک لم یخطب احد منہم بغیر العربیۃ ولما ثبت وجود الباعث فی تلک الازمنۃ وفقدان المانع والتکاسل

وغیرہ معلوم بالقواعد المبرھنۃ لم یبق الا الکراھۃ التی ھی ادنی درجات الضلالۃ اور فارسی مین جو خطبہ ایجاد کیا گیا ہی اور مستحسن سمجھا جاتا ہی اُسکا سبب صرف یہی ہی کہ عجمی لوگ عربی نہین سمجھتے اور یہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین بھی تھا ورنہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے زمانے مین تو ضرور ہی تھا جب دور دور کے ممالک فتح ہوے اور روم وعجم کے اکثر لشکر ایمان لائے اور جمعون اور عیدون کے خطبون مین حاضر ہونے لگے اکثر لغت عربی سے ناواقف تھے پھر بھی خطبہ غیر عربی مین نہوا اور جب سبب زمانہ صحابہ مین ثابت اور موانع مفقود پھر بھی عمل مین ثابت تو یہ فعل ادنیٰ درجات ضلالت پہ مانا جاے گا اور مکروہ کہلاے گا۔ علاوہ برین بعض روایات مین یہ تو البتہ وارد ہوا ہی کہ بعض اعیاد مین جبکہ جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوے اور آپکو یہ گمان ہوا کہ دور بیٹھنے کے سبب سے عورتون کے کان تک خطبہ کی آواز نہین پہونچی تو آپنے اُن کے پاس آکر خطبہ پڑھا اور انھین وعظ اور نصیحت فرمائی لیکن یہ کسی روایت مین بروایت افراد بھی وارد نہین ہوا کہ غیر عرب جو مجالس خطب نبویہ مین حاضر ہوتے تھے اُنکی تفہیم کے لیے آپنے علٰحدہ مجلس منعقد فرماکر غیر زبان عربی مین خطبہ پڑھا ہو اور اُن لوگون کو اُنکی زبان مین وعظ ونصیحت فرمائی ہو اگر یہ کہا جاے کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سواے لغت عربی کے اور لغات سے ماہر نہ تھے ورنہ آپ بغرض تفہیم عجم غیر زبان عربی مین بھی خطبہ پڑھتے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ بعض صحابہ مثلاً زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بلاشبہ عجمی رومی حبشی وغیرہ زبانون سے آگاہ تھے اُنھین حضور حکم دیتے کہ وہ غیر زبان عربی مین خطبہ پڑھتے اور اُن کو وعظ ونصیحت کرتے الحاصل قرون مشہود لہا بالخیر مین تفہیم غیر عرب کے لیے اُنکی زبان مین خطبہ پڑھنے کی ضرورت تھی پھر بھی کسی نے نہین پڑھا یہ اردو اور فارسی وغیرہ زبانون مین خطبہ کے مکروہ اور بدعت ہونے کی بہت بڑی دلیل ہے چنانچہ اُسی کتاب مین مرقوم ہے وقد ورد ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم لما فرغ من الخطبۃ فی بعض الاعیاد وظن انھا لم تصل الی آذان النساء ابعد ھن حضرھن ووعظھن وخطبھن ولم یرد ولو من روایۃ الافراد انہ عقد لمن لم یکن یفھم العربی مجلسا علی حدۃ ووعظھم وخطبھم بلغۃ غیر عربیۃ ولا یتوھم انہ لم یکن النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعلم اللغۃ العجمیۃ وغیرھا من اللغات الغیر العربیۃ ولو کان علمہا الخطب بھا لانا نقول بعد تسلیم ذلک ان بعض الصحابۃ کزید بن ثابت قد کان یعلم اللسان العجمی والرومی والحبشی وغیرھا من الالسنۃ کما صرح بہ فی الاعلام بسیرۃ النبی علیہ الصلوۃ والسلام وغیرہ من کتب الاعلام فلم لم یامرہ النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بان یخطبھم ویعظھم بالسنتھم وبالجملۃ فالاحتیاج الی الخطبۃ بغیر العربیۃ لتفھیم اصحاب العجمیۃ کان موجودا فی القرون الثلثۃ ومع ذلک

فلم یرو احد ذلک من احد فی تلک الازمنۃ وھذا اول دلیل علی الکراھۃ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ جب عید کے خطبہ سے فارغ ہوے تو آپ کو خیال ہوا کہ عورتین چونکہ دور تھین اس وجہ سے وہ نہین سن سکین لہذا آپنے اُنکو بلایا اور خطبہ پڑھا اور کسی حدیث آحاد تک سے یہ ثابت نہین ہی کہ آپ نے اُن لوگون کے لیے کوئی علیحدہ مجلس منعقد کی ہو جو عربی نہین سمجھتے تھے اور غیر عربی زبان مین خطبہ پڑھا ہوا ور یہ خیال کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا خود ہی عجمی زبانین نہین جانتے تھے تو پھر دوسرا خطبہ کیونکر پڑھتے اور اگر جانتے ہوتے تو آپ ایسا ہی کرتے محض لغو ہے کیونکہ بعض صحابہ مثلا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فارسی رومی حبشی وغیرہ زبانین جانتے تھے جیسا کہ الاعلام بسیرۃ النبی علیہ السلام وغیرہ مین ہے حالانکہ آپ نے اُنکو بھی حکم نہین دیا کہ عجمیون کے زبان مین اُنکے سامنے خطبہ پڑھین الحاصل غیر عربی مین خطبہ کی احتیاج قرون ثلثہ مین بھی تھی مگر کسی زمانہ مین ایسا ثابت نہین ہوا اور یہی کراہت کی پہلی دلیل ہی۔ اور تقریر بطریق حل یہ ہی کہ جس طرح خطبہ تعلیم سامعین کے لیے موضوع ہی اور خطبا و علما مامور بالتفہیم ہین اسیطرح جہلا بھی منجانب شرع مامور بطلب علم ہین اور تحصیل علم اُنپر فرض ہی جیسا کہ حدیث شریف مین جسکو ابن عدی اور بیہقی نے حضرت انس اور خطیب نے حضرت امام حسین اور طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہی وارد ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اور جبکہ ہماری شریعت کا بیان عربی زبان مین ہی بنا برین اہل اسلام پر بقدر حاجت اس زبان کا سیکھنا لازم اور واجب ہی کیونکہ جس چیز پر شی واجب کا امتثال موقوف ہی وہ چیز موقوف علیہ بھی واجب ہی اب اگر مسلمین حاضرین بوجہ عدم تعلم زبان عربی وفقدان تحصیل علم باوجود واجب اور فرض ہونے کے خطبۂ عربیہ کو نہ سمجھین تو اسکے نہ سمجھنے کا الزام اُنھین پر ہی نہ خطبہ پڑھنے والون پر یہ بات لازم نہین کہ زبان عربی کو بدل کر اُس زبان مین خطبہ پڑھین جسکو جہلا سمجھتے ہون چنانچہ اُسی کتاب مین ہی والحل فی ھذا المقام وبہ یتم الالزام انہ کما وضعت الخطبۃ للتعلیم وامر الخطباء والعلماء بالتفھیم کذلک امر الجاھلون بطلب العلم حیث قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم طلب العلم فریضۃ علے کل مسلم اخرجہ ابن عدی والبیہقی من حدیث انس والخطیب من حدیث الحسین بن علی والطبرانی من حدیث ابن عباس ولما کانت اکثر شریعتنا بالعربیۃ یلزم علی الناس ان یتعلموا اللسان العربی بقدر ما ینتفع بہ الحاجۃ فان ما لم یتم الواجب الا بہ واجب فاذا لم یفھم الحاضرون الخطبۃ العربیۃ فالزام عدم الفھم عائد الیھم لا الی الخطباء ولا یلزم ان یغیروا اللسان العربی ویخطبوا بلسان یفھمہ الجھلاء اصل یہ ہی کہ جسطرح خطبہ کی وضع تعلیم کے لیے کی گئی ہی اور خطیبون اور علما کو سمجھانے کا حکم دیا گیا ہی اُسی طرح جاہلون کو

بھی طلب علم کا حکم دیا گیا ہو کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو طلب علم ہر مسلمان پر فرض ہے اور جبکہ ہمارے اکثر شریعت عربی مین ہو تو لوگون پر فرض ہو کہ بقدر ضرورت عربی سیکھین کیونکہ جس چیز کے بغیر واجب نہ تمام ہو وہ واجب ہو تو اب خطبہ عربی کے نہ سمجھنے کا الزام خطیبون پر عائد نہین ہوسکتا بلکہ اس کے ملزم وہ لوگ خود ہی ہین پس خطیبون کو زبان عربی کے تغیر کی ضرورت نہین ہو اور نہ خطبہ کو ایسی زبان مین بیان کرنے کی جسے جہلا سمجھ سکین۔ اگر کوئی کہے کہ جب خطبہ غیر عربی مین پڑھنا مکروہ ہوا تو قول فقہا یجوز الخطبۃ بالفارسیۃ کے کیا معنے ہین تو اسکے جواب مین کہنا چاہیے کہ قول مذکور مین مطلق جواز ذکر کیا گیا ہو اور وہ عام ہے جواز بلاکراہت و جواز مع الکراہت کو اسی لیے قول مسطور مستلزم جواز بلاکراہت کو نہین ہوسکتا پس خطبہ غیر عربی کا مکروہ ہونا قول فقہا کے منافی نہین ہے ہان اگر کلام مذکور مقید بقید عدم کراہت ہوتا یعنی یون کہا جاتا کہ یجوز الخطبۃ بالفارسیۃ بلاکراھۃ بلاکراہت خطبہ کا فارسی مین پڑھنا جائز ہے۔ تو البتہ منافی ہوتا اور اگر زیادہ تحقیق سننا ہو تو بگوش ہوش سننا چاہیے کہ خطبہ جمعہ مین دو اعتبار ہین اور ہر ایک کے لیے جداگانہ وصف ہے ایک یہ کہ خطبہ نماز جمعہ کی شرط ہو یعنے نماز جمعہ بدون اسکے صحیح نہین دوسرے یہ کہ وہ فی نفسہا عبادت ہو دو وجہ سے (۱) خطبہ خدا کا ذکر ہو اس لیے کہ آیۂ کریمہ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع مین ذکر اللہ سے خطبہ مراد ہی جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا ہو (۲) خطبہ نماز کے قائم مقام ہو اسی وجہ سے سلام اور کلام وغیرہ سب خطبہ کے وقت ممنوع ہو اس تمہید کے بعد معلوم کرنا چاہیے کہ جواز خطبہ غیر عربیہ جو کلام فقہا سے مستفاد ہو اُس سے مراد یہ ہو کہ خطبۂ مذکورہ بلحاظ اعتبار اول کے شرط کے ادا ہونے مین کفایت کرتا ہے یعنے خطبہ جو نماز جمعہ کی شرط ہے جب غیر عربی مین پڑھا گیا شرط پائی گئی اور نماز جمعہ صحیح ہوئی کیونکہ نماز جمعہ کی شرط مطلق ذکر ہو کسی زبان اور محاورہ کی اُس مین قید نہین ہو یہ ہر خطبۂ مذکورہ سے حاصل ہو لیکن بلحاظ اعتبار دوم کے بدعت اور مکروہ ہو کیونکہ جو عبادت جس ہیئت کے ساتھ سنت سے ثابت ہو اُسکو اُسی ہیئت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے اُس ہیئت کے خلاف اُسکا ادا کرنا بدعت اور مکروہ ہو اور مخفی نہ ہو کہ تضمین اشعار فارسیہ یا ہندیہ کا خطبہ عربیہ مین مکروہ ہونا اور اُس خطبہ کا جسکی کچھ عبارت عربی اور کچھ فارسی یا اُردو یا اور کوئی زبان ہو مکروہ ہونا بیان ماسبق سے ظاہر ہے اسی کتاب مین ہو وھذا نصہ وتحقیقہ ان فی الخطبۃ جہتین الاولی کونہا شرطا لصلوۃ الجمعۃ والثانیۃ کونہا فی نفسہا عبادۃ ولکل منہما وصف علی حدۃ فمعنی قولہم یجوز الخطبۃ بالفارسیۃ انہا تکفی لتادیۃ الشرط وصحۃ صلوۃ الجمعۃ وھو لا یستلزم ان یخلو من البدعۃ والکراھۃ من حیث الجہۃ الثانیۃ وسئلت ایضا عما عادۃ

اکثر خطباء زماننا من قراءۃ الخطبۃ بالعربیۃ وتضمینہا ببعض الاشعار الفارسیۃ او الہندیۃ ہل یجوز ذلک فاجبت بان قرأۃ الاشعار فیہا ان کان بالغناء الممنوع عنہ فی الشریعۃ فلا ریب فی کراہتہا وان کان بالعربیۃ وان لم یکن بالغناء فالکراہۃ لکونہا مخالفا للسنۃ داخلا فی اصناف البدعۃ وکذا قراءۃ بعض الخطبۃ بالعربیۃ وبعضہا بالفارسیۃ لا تخلو عن الکراہۃ للتقریرات السابقۃ فلیحفظ ہذا کلہ فان الناس عنہ غافلون یرتکبون امرا فظیعا ویحسبون انہم یحسنون اور تحقیق یہ ہی کہ خطبہ مین دو جہتین ہین ایک یہ کہ وہ نماز جمعہ کی شرط ہو دوسرے یہ کہ وہ خود عبادت ہی اور ہر ایک کی علحدہ اوصاف ہین پس یہ جو کہا گیا ہو کہ خطبہ فارسی مین جائز ہو تو اسکا مطلب یہ ہو کہ نماز جمعہ کی درستی اور شرط کے ادا کرنے کے لیے یہ کافی ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ بدعت بھی نہ ہے اور کراہت دوسری جہت کے اعتبار سے ہے اور یہی مجھ سی پوچھا گیا اُس کے متعلق جو اس زمانے کے اکثر خطیبون کی عادت ہی کہ خطبہ تو عربی مین پڑھتے ہین مگر بیچ بیچ مین فارسی یا اُردو اشعار بھی پڑھ دیتے ہین تو مین نے جواب دیا کہ اشعار اگر گا کر پڑھے جائین تو بیشک اس مین کراہت ہی چاہے عربی ہی مین کیون نہون ورنہ یہ چونکہ مخالف سنت اور اصناف بدعت مین داخل ہی لہذا مکروہ ہی اسی طرح بعض خطبہ عربی مین پڑھنا اور بعض فارسی مین بھی کراہت سے خالی نہین ہے واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ قاضی شیخ احمد غفر لہ اللہ الصمد [قاضی شیخ احمد]

ہو العزیز العلیم قد اصاب من اجاب واللہ سبحانہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب حررہ محمد عامل [محمد عامل]

ہو العلیم خطبہ جمعہ کا غیر زبان عربی مین فارسی ہو یا اُردو وغیرہا معذور کو بالاتفاق جائز ہو اور غیر معذور کو بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک جائز ہو اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک جائز نہین اور درصورت جواز غیر معذور کے لیے مکروہ تنزیہی خلاف سنت متواترہ زائدہ اور خلاف طریقۂ سلف صالحین ہو فی السراجیۃ ولو خطب بالفارسیۃ یجوز وفی الہدایۃ والتشہد والخطبۃ علی ہذا الاختلاف وفی النہایۃ فعندہ یجوز بالفارسیۃ وعندہما لا یجوز الا بالعربیۃ وفی الدر المختار کما صح لو شرع بغیر عربیۃ ای لسان کان (الی ان قال) شرط عجزہ وعلی ہذا الاختلاف الخطبۃ وجمیع اذکار الصلوۃ وفی الطحطاوی قولہ وشرط عجزہ الخ المعتمد قولہ انتہی وفی آکام النفائس فی ذکر اللہ علیہ نعم لا شبہۃ فی حرمۃ الاعجمیۃ المجہول مدلولہا والاعجمیۃ التی ینافی تعظیم الرب مدلولہا واما غیرہا فیکرہ تحریما فی الصلوۃ وتنزیہا خارج الصلوۃ لکن یشترط ان یکون قادرا علی العربیۃ قدرۃ کاملۃ والا فلا وایضا فیہ وفی جامع المضمرات والمجتبیٰ وغیرہا ان الخطبۃ علی الاختلاف یعنی انہ یجوز عند ابی حنیفۃ بغیر العربیۃ للقادر والعاجز کلیہما وعندہما لا لاحدہما ودلیل قولہ ہو اطلاق قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی

ذکر اللہ فان المراد بذکر اللہ ہو الخطبۃ علی ما ذکرہ اہل التفسیر وہو مطلق غیر مقید بالعربی فیکون کالتذکیر فی انہ لا یشترط فیہ خصوصیۃ لسان دون لسان ویجاب من قبلہما ان الخطبۃ تشابہ الصلوۃ بل کانہا قائمۃ مقام الصلوۃ فکما ان اذکار الصلوۃ لا یجوز لغیر العاجز بغیر العربیۃ کذلک لا تجوز الخطبۃ الا بالعربیۃ انتہی اقول ہذا الجواب سخیف جدا فانہ لا یستلزم من مشابہۃ الخطبۃ الصلوۃ ان یکون الخطبۃ کالصلوۃ فی جمیع الاحکام کیف ولا یشترط فیہا الطہارۃ والاستقبال وغیرہما بخلاف الصلوۃ ولیست المشابہۃ بینہما الا فی ایجاب الانصات والاستماع وترک ما یشتغل عنہا عند قراتہا فقط علی ان اذکار الصلوۃ ایضا تجوز عند الامام بغیر العربیۃ کما نقلناہ عن الدر المختار سراجیہ میں ہو اور اگر فارسی میں خطبہ پڑھا تو جائز ہو اور ہدایہ میں ہو اور تشہد اور خطبہ میں اختلاف ہو اور نہایہ میں ہو کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک فارسی میں خطبہ جائز ہو اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک صرف عربی میں جائز ہے درمختار میں ہو جیسا کہ اگر عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں مشروع ہوتا اور آگے چلکر کہتے ہیں کہ صاحبین نے جواز میں عجز کی شرط لگائی ہو اور ایسا ہی خطبہ اور تمام اذکار میں اختلاف ہو اور طحطاوی میں تحت قول د شرطا عجزہ یہ ہو کہ قابل اعتماد امام صاحب کا قول ہو اور آکام النفائس ذکر الدعا میں ہو بیشک وہ عجمی الفاظ حرام ہیں جنکا مطلب معلوم نہیں یا جنکا مطلب تعظیم الٰہی کے منافی ہو باقی رہے دوسری الفاظ تو وہ نماز میں مکروہ تحریمی ہیں اور غیر نماز میں مکروہ تنزیہی ہیں بشرطیکہ متکلم عربی پر قدرت کاملہ رکھتا ہو ورنہ نہیں اور اسی میں ہو جامع المضمرات اور مجتبی وغیرہ میں ہو کہ خطبہ میں اختلاف ہو یعنے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غیر عربی میں قادر اور عاجز سب کے لیے جائز ہو اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک صرف عاجز کیلیے امام صاحبؒ کی دلیل یا ایہا الذین آمنوا الآیۃ کا اطلاق ہو کیونکہ اس میں ذکر اللہ سے مراد خطبہ ہو اور یہاں مطلق چھوڑا گیا ہو عربی کی قید نہیں لگائی گئی ہو پس اسکی وہی حالت ہوگی جو ذکر کی ہو کہ کسی زبان کے ساتھ مخصوص نہیں ہو صاحبین اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ خطبہ نماز کے مشابہ ہو بلکہ قائم مقام نماز ہے پس جیسا کہ غیر عاجز کے لیے اذکار غیر عربی میں درست نہیں ہیں اسیطرح خطبہ بھی انتہی میں کہتا ہوں کہ یہ جواب کمزور ہے کیونکہ خطبہ کے مشابہ نماز ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تمام امور میں نماز ہی کا ایسا ہو نماز میں طہارت و استقبال قبلہ شرط ہو اور خطبہ میں نہیں بلکہ مشابہت صرف سننے اور خاموش بیٹھے رہنے اور ان امور کے ترک کر دینے میں ہے جو نماز پڑھتے وقت نہیں کیے جاتے ہیں علاوہ برین اذکار صلوۃ بھی امام صاحب کے نزدیک غیر عربی میں جائز ہیں جیسا کہ ہم نے درمختار سے نقل کیا ہو۔ اور غیر لسان عربیہ میں احیانا خطبہ پڑھنا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ

رضی اللہ عنہم سے ثابت نہین لیکن قرأت خطبۂ عربیہ پر یہ مواظبت بطور عادت اور بضرورت لسان اور حاجت تفہیم وتذکیر سامعین خطبہ بھی دوسرے احکام دین کے تعلیم وتذکیر کی طرح کر سوا عربی کے دوسری زبان مین ثابت نہین اور اسی طرح اشعار عربی یا فارسی وغیرہما کا خطبہ مین پڑھنا مکروہ تنزیہی خلاف سنت زائدہ ہی لیس اولی یہی ہے کہ غیر زبان عربی مین خطبہ نہ پڑھے تاکہ مخالفت سنت اور خلاف ائمہ سے محفوظ رہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم حررہ محمد عبد الغفار لکھنوی [محمد عبد الغفار] ھو المصوب قاضی شیخ احمد صاحب کا جواب نہایت صحیح اور درست ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

سوال نماز پنجوقتہ کے بعد جو دعائین احادیث مین آئی ہین اُنکے سوا اور دعائین جو کسی کو یاد ہون خواہ اپنی زبان مین خواہ دوسری زبان مین ہون یا جو درود شریف چاہے پڑھے یا نہین اور جو عورت خلاف وضع مردون کے سجدہ کرتی ہین اور دونون پاؤن باہر نکالتی ہین کس دلیل سے ثابت ہی **جواب** نماز فرائض وغیرہ کے بعد اختیار ہی جو دعا چاہے جس زبان مین ہو پڑھے افضل یہ ہی کہ عربی مین ہو۔ یزید بن ابی حبیب کی حدیث سے عورتون کے سجدے کی وضع ثابت ہی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأۃ فی ذلک لیست کالرجل نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا گذر دو عورتون پر ہوا جو نماز پڑھ رہی تھین آپنے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے گوشت کا کچھ حصہ زمین سے ملا دو کیونکہ اس معاملہ مین عورت کا حکم مرد کا ایسا نہین ہے

سوال رفع یدین عیدین مین ہر تکبیر کے ساتھ اور نماز جنازہ مین احادیث سے ثابت ہی یا نہین **جواب** بخاری نے کتاب رفع الیدین مین نافع سے روایت کی ہی کان ابن عمر اذا صلے علی الجنازۃ وکبر رفع یدیہ حضرت ابن عمر جب نماز جنازہ پڑھتے اور تکبیر کہتے تو اپنے دونون ہاتھ اٹھا دیتے۔ اور بھی انھین سے روایت ہی انہ قال یرفع یدیہ فی کل تکبیرۃ علی الجنازۃ حضرت ابن عمر نے فرمایا ہی کہ اپنے دونون ہاتھ جنازے کی ہر تکبیر مین اُٹھاؤ اور موسی سے روایت ہی رأیت ابان بن عثمان یصلے علی الجنازۃ یرفع یدیہ فی اول التکبیرۃ مین نے ابان بن عثمان کو دیکھا ہی کہ وہ نماز جنازہ کی پہلی تکبیر مین اپنے دونون ہاتھ اُٹھاتے تھے اور اسی طرح قیس بن ابی حازم اور عمر بن عبد العزیز اور مکحول اور وہب بن منبہ اور زہری اور ابراہیم نخعی اور حسن رضی اللہ عنہم سے روایت ہے اور بیہقی نے عمرؓ سے نماز عیدین مین روایت کی ہی انہ کان یرفع یدیہ فی التکبیرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دونون ہاتھ تکبیرون مین اُٹھاتے تھے

سوال جمعہ کی جماعت ہو جانے کے بعد دس پندرہ آدمی آگئے یہ لوگ اُسی مسجد مین جمعہ مع خطبہ جماعت سے پڑھین یا بجماعت ظہر ادا کرین **جواب** چونکہ تعدد جماعت جمعہ بمذہب صحیح جائز ہی اور ہر دو جمعہ جس شخص کے

جمعہ فرض ہو اُسکو ظہر پڑھنا درست نہین ہو اسی لیے ان لوگون کو چاہیے کہ جمعہ بجماعت مع خطبہ ادا کرین اگر اُسی مسجد مین ہو تو کوئی حرج نہین ہو اور اولی یہ ہے کہ دوسری مسجد مین ہو **سوال** مشرکین قبر پرست و تعزیہ پرست کی جماعت ہو رہی ہو کوئی اوشخص اُن کی جماعت ہونے کے حالت مین علٰحدہ نماز پڑھے یا اُن کی جماعت کے بعد جمعہ مع خطبہ اُسی مسجد مین بجماعت ادا کرے تو جائز ہے یا نہین **جواب** چونکہ حدیث صلوا خلف کل بر و فاجر اسپر دلالت کرتی ہو کہ امام اگر فاجر بھی ہو تو اُس کے پیچھے نماز پڑھ لینا چاہیے اور مؤید اسکا صحابہ کا نماز و جمعہ وپنجوقتہ ادا کرنا ہے ان اشقیا کے پیچھے جنھون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو محصور کیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ مین مروی ہے اس لیے جو مبتدع درجۂ کفر تک نہ پہونچے اُس کی جماعت جب ہو رہی ہو تو اُس مین شریک ہو جاے تنہا نہ پڑھے اور نہ دوسری جماعت قائم کرے **سوال** کس مقدار مسافت کے سفر مین بحکم حدیث نماز قصر کرنا چاہیے **جواب** اس باب مین کوئی حدیث مرفوع صحیح وارد نہین ہوئی اور صحابہ اس مین مختلف رہے ہین ابن عمر اور ابن عباس وغیرہ سے دو روز کی مسافت مین قصر درست ہے جیسا کہ موطا مالک اور سنن بیہقی وغیرہ مین مروی ہو مگر حنفیہ نے تین روز کی مسافت کہی ہو سنن وغیرہ مین باسانید صحیحہ مروی ہو یمسح المقیم ای علی الخفین تمام یوم ولیلۃ والمسافر ثلثۃ ایام ولیالیہا مقیم اپنے دونون موزون پر ایک دن رات اور مسافر تین دن رات مسح کرے۔ کیونکہ اس حدیث سے مسح خفین کی اجازت ہر مسافر کو تین دن تک دی گئی اور یہ بدون اسکے ممکن نہین کہ سفر شرعی اسقدر ہے **سوال** مشغولین معاملات دنیاوی کے لیے کسقدر آسانی اور رعایت وقت کے لحاظ سے ہوسکتی ہو بعض ہندوستانی مسلمان دودھ بیچتے ہین اور وہ گوبر وغیرہ کی چھینٹ پڑ جانے کی وجہ سے تارک الصلوۃ ہو جاتے ہین اور انگریزون کے خانساماں عدیم الفرصتی کے علاوہ یہ عذر بھی رکھتے ہین کہ صاحب لوگون کو خراب دیتے وقت چھینٹین گرتی ہین۔ یا سور کا گوشت چھونا پڑتا ہے یا کچہری کے بعض ملازم یہ عذر رکھتے ہین کہ اُسوقت حکام کے سامنے حاضر ہونا پڑتا ہے کسی دن ظہر کے وقت اور کسی دن عصر کے وقت بدقت اتنی فرصت ملتی ہو کہ چار رکعت نماز ادا کرین پس عذر کے وقت جمع بین الصلوتین جائز ہو یا نہین اور ایسے پیشہ ورون کے لیے شرع نے کہان تک آسانی کی ہے **جواب** اصحاب شغل و معاملات کو جو بسبب اشتغال کے چار رکعت سے زائد ادا نہین کر سکتے اتنی آسانی ہو کہ جب فرصت نہ ملے تو نوافل اور واجبات پر اکتفا کرین اور سنت فجر کے سوا دوسری سنن ترک کر دین کیونکہ فجر کی سنتون کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سفر اور حضر مین کبھی نہین

چھوڑتے تھے اور جمع بین الصلوتین کی اجازت مرض اور سفر کے عذر کے علاوہ مین نہین ہو گو صحیح مسلم مین جمع بغیر سفر ولا مطر ولا عذر مروی ہو مگر اکثر کے نزدیک وہ جمع صوری پر محمول ہو اور بعض محدثین اگرچہ بدون کسی عذر کے جمع حقیقی جائز رکھتے ہین مگر وہ یہ شرط کرتے ہین کہ عادت نہو نے پائے احیانا اگر ہو تو مضایقہ نہین اور عوام کو اجازت دینے مین عادت کا قوی احتمال ہو **سوال** عیدین کی نماز کے لیے خروج الی الجبانہ سنت موکدہ ہو یا نہین **جواب** سنت موکدہ ہو قال فی شرح الوقایۃ حبب یوم الفطران یاکل قبل صلوتہ ویستاک ویغتسل ویتطیب ویلبس احسن ثیابہ ویودی فطرتہ ویخرج الی المصلے غیر مکبر جہرا فی طریقہ انتھے صاحب شرح وقایہ نے کہا ہو عید الفطر کے دن مستحب یہ ہو کہ نماز کے پہلے کچھ کھاے اور مسواک اور غسل کرے اور خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے اور صدقہ فطر دیوے اور مصلی کی طرف جاے اور راہ مین بالجہر تکبیر نہ کہے اور مولانا عبد الحی لکھنوی اُسکے حاشیہ مین جسکا نام عمدۃ الرعایہ ہے تحریر فرماتے ہین قولہ حبب بصیغۃ المجہول من التحبیب والمراد بہ اعم من السنۃ الموکدۃ والمستحب بان بعض الامور المذکورۃ عدادہ من السنن الموکدۃ کالغسل وغیرہ قولہ یخرج الی المصلے بصیغۃ المفعول ہو موضع فی الصحراء یصلے فیہ صلوۃ العیدین ویقال للجبانۃ ومطلق الخروج من بیتہ الی الصلوۃ وان کان واجبا بناء علی ان مایتم بہ الواجب واجب لکن الخروج الی الجبانۃ سنۃ موکدۃ وان وسعہم المسجد الجامع فان صلوا فی مساجد المصر من غیر عذر بجازت صلوتہم وترکوا السنۃ ھذا ھو الصحیح کما فی الظہیریۃ وفی الخلاصۃ والغایۃ السنۃ ان یخرج الامام الی الجبانۃ ویستخلف غیرہ لیصلے فی المصر بالضعفاء بناء علی ان صلوۃ العیدین فی موضعین جائزۃ بالاتفاق انتھے والاصل فیہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یخرج الی المصلے ولم یصل صلوۃ العیدین فی مسجدہ مع شرفہ الامرۃ لعذر المطر کما بسطہ ابن القیم فی زاد المعاد والقسطلانی فی المواہب اللدنیۃ وغیرہما والاحادیث فی ھذا الباب مخرجۃ فی کتب السنن وغیرہا وقد وقع النزاع بین العلماء فی عصرنا فی ان الخروج الی المصلے سنۃ موکدۃ ام مستحب فافتی اکثرہم بانہ سنۃ موکدۃ وھذا ھو القول المنصور الموافق لکتب الاصول والفروع المطابق لما علیہ الجمہور وقیل انہ مستحب وھو قول باطل لا وجہ لہ وافرط بعضہم فقال انہ واجب وھو قول مردود لا عبرۃ بہ وللتفصیل مقام آخر انتھے وقال فی الدر المختار وندب یوم الفطر اکلہ الی قولہ واداء فطرتہ ھو عطف علی اکلہ لان الکلام کلہ قبل الخروج ومن ثم اتی بکلمۃ ثم (خروجہ) لیفید تراخیہ عن جمیع ما مر ماشیا الی الجبانۃ وھی المصلے العام والواجب مطلق التوجہ والخروج الیہا ای الی الجبانۃ لصلوۃ العید سنۃ وان وسعہم

المسجد الجامع وھو الصحیح قولہ جب مراد عام ہی خواہ سنت مؤکدہ ہو یا مستحب کیونکہ بعض امور مذکورہ سنت موکدہ ہین مثلاً غسل وغیرہ قولہ یخرج الی المصلی مصلی بصیغۂ اسم مفعول صحرا مین وہ جگہ ہی جہان عیدین کی نماز پڑھی جائے اور اُسے جبانہ بھی کہتے ہین اور محض اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلنا بھی واجب ہی کیونکہ جس سے واجب تمام ہو وہ بھی واجب ہی لیکن خروج الی الجبانہ سنت موکدہ ہی اگر مسجد جامع مین اتنی وسعت ہو کہ سب لوگ اُس مین سما سکین پس اگر بلا عذر شہر کی مسجدون مین نماز پڑھ لی تو نماز درست ہوگی لیکن ترک سنت لازم آئیگا اور یہی صحیح ہی جیسا کہ ظہیریہ اور خلاصہ و خانیہ مین ہی کہ سنت یہ ہی کہ امام جبانہ جائے اور کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ بنا جائے تا کہ شہر مین ضعیفون کے ساتھ نماز پڑھ لے کیونکہ عیدین کی نماز بالاتفاق دو جگہون مین جائز ہی انتہی اور اصل یہ ہی کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا مصلے کی جانب تشریف لیجاتے تھے اور مسجد مین عیدین کی نماز نہین پڑھتے تھے باوجودیکہ مسجد نبوی کو شرف حاصل تھا البتہ ایک مرتبہ بعذر بارش آپ تشریف نہین لیگئے تھے جیسا کہ ابن القیم نے زاد المعاد اور قسطلانی نے مواہب لدنیہ مین اسکی تفصیل کی ہی اور اس بارہ مین کتب سنن وغیرہ مین بکثرت احادیث موجود ہین ہمارے زمانے کے علما کا اس مسئلہ مین اختلاف ہے کہ خروج الی المصلی سنت موکدہ ہی یا مستحب تو اکثر نے اس بات کا فتوی دیا ہی کہ یہ سنت موکدہ ہی اور یہی قواعد اصول وفروع کے موافق اور مذہب جمہور کے مطابق ہی اور بعضون کے نزدیک مستحب ہی اور یہ قول باطل ہی اور بعضون نے بہت زیادتی کرکے واجب کہا ہی اور یہ قول مردود ہی قابل اعتبار نہین اور اسکی تفصیل کے لیے دوسرا مقام ہی اور درمختار مین ہے قولہ وادا فطرۃ اسکا عطف اکلہ پر صحیح ہی کیونکہ یہ تمام امور قبل خروج کے ہین اور اسی لیے ثم خروجہ کہا تاکہ تراخی پر دلالت کرے جبانہ مصلے عام کو کہتے ہین اور واجب محض توجہ ہی اور خروج الی الجبانہ سنت ہی اگرچہ جامع مسجد مین سب سما سکین اور یہی صحیح ہی۔ حررہ محمد عباس غفرلہ۔ الجواب صحیح حررہ الفقیر محمد محسن جونپوری۔ الجواب صحیح والرائے نجیح بلاشبہہ بمقتضاے ادلہ شرعیہ یہ ہی کہ خروج الی المصلی سنت مؤکدہ ہے اور قول استحباب قابل اعتماد نہین حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

سوال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے اس قول سے رجوع کیا ہی یا نہین کہ ظہر کا وقت سایہ کے دو مثل ہونے تک ہی **جواب** ہان فقہا کے ایک گروہ نے تصریح کی ہی اور چونکہ دلائل مثل قوی ہین اس لیے حنفیہ کی ایک جماعت نے امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے مذہب پر فتوی دیا ہی اور وقت ظہر کی انتہا سایہ کے ایک مثل ہونے کو بتایا ہے خزانۃ الروایات مین ملتقی البحار سے نقل کیا ہی ان اباحنیفۃ

فقد رجع فی خروج وقت الظہر و دخول وقت العصر الی قولہما امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خروج وقت ظہر اور دخول وقت عصر مین صاحبین کے قول کے جانب رجوع کیا ہے۔ اور شیخ عابد سندی نے مواہب اللطیفہ شرح مسند ابی حنیفہ مین لکھا ہے قد الف ابن نجیم صاحب البحر رسالۃ لتائید مذہب ابی حنیفۃ فی ہذہ المسألۃ واستدل علی مطلوبہ بادلۃ متعددۃ واجاب عنہا ابو الحسن السندی فی حاشیۃ فتح القدیر لابن الہمام لکن لما رأیت رجوع ابی حنیفۃ الی قول الجمہور ما وسعنی ذکر شئ من الادلۃ والجواب عنہا روما للاختصار مع انہ روی فی المسألۃ روایات متعددۃ عن الامام فمنہا روایۃ صیرورۃ الظل مثلین ومنہا روایۃ المثل شیخ ابن نجیم صاحب بحر نے ایک رسالہ اس مسئلہ مین مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تائید مین لکھا ہے اور اس مین اپنے مطلوب پر متعدد دلیلین پیش کی ہین اور انکا جواب ابو الحسن سندی نے حاشیہ فتح القدیر مین دیا ہے لیکن جب مین نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول جمہور کی طرف رجوع کرنیکا حال جانا تو کوئی ضرورت اون ادلہ اور جوابات کے نقل کی نرہے امام صاحب سے اس مسئلہ مین مختلف روایتین ہین بعض سے دو مثل ثابت ہوتا ہے اور بعض سے ایک مثل مکہ معظمہ کے مفتی شافعیہ سید احمد دحلان اپنے رسالہ التصر فی ذکر وقت صلوۃ العصر مین لکھتے ہین ممن نقل ایضا رجوع الامام الی قول صاحبیہ صاحب الفتاوی الشامی وصاحب کتاب الانیس وصاحب الجوہر المنیر شرح تنویر الابصار وذکرہ ایضا فی زیادات الہندوانی علی مستدرک الشیبانی فی باب ما یحل اکلہ وما لا یحل قال دقد صح رجوع ابی حنیفۃ عن قولہ لا یحل اکل لحوم الخیل وخروج وقت الظہر وممن نقل الرجوع ایضا صاحب صراط القویم جن لوگون نے امام صاحب کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف لکھا ہے اُن مین سے صاحب فتاوی شامی اور صاحب کتاب الانیس اور صاحب جوہر منیر شرح تنویر الابصار ہین اور یہی اسکا ذکر زیادات الہندوانی علی مستدرک الشیبانی کے باب ما یحل اکلہ وما لا یحل مین ہے وہ لکھتے ہین کہ گھوڑون کا گوشت حلال نہین ہے اور ظہر کا وقت اُسوقت ختم ہوتا ہے جب سایہ دو مثل ہوجاے ان دو قولون سے امام صاحب نے رجوع کیا اور جن لوگون نے رجوع کو نقل کیا ہے اُن مین سے صاحب صراط قویم بھی ہین سوال کرۂ قطبین شمالی و جنوبی مین جہان چھ مہینہ تک آفتاب نہین ڈوبتا پھر چھ مہینے تک نہین نکلتا فرائض صوم وصلوۃ کیونکر ادا کیے جائین اور قرب وجوار قطب شمالی کے مالک مین جہان آبادی ہے اور بیس ساعت کا دن ہوتا ہے وہان روزہ جو ہلاکت کا باعث ہے کیونکر رکھا جائے جواب صوم وصلوۃ وغیرہ کے احکام کے نصوص جمیع مکلفین کے لیے ہر شہر اور ہر زمانے مین عام ہین لہذا اختلاف اقالیم اور طول نہار کی وجہ سے کوئی خلل نہ پڑے گا اور یہ خیال کرنا کہ جہان دن بہت بڑا ہوتا ہے وہان

روزہ رکھنا ہلاکت کا باعث ہی غلط ہی کیونکہ جسطرح اللہ تعالی نے اپنے احکام کو عام رکھا ہے اسی طرح جہان روزہ رکھنا طاقت بشریہ سے خارج معلوم ہوتا ہے وہان بنی آدم کا مسکن نہین بنایا فن جغرافیہ کے محققین نے تصریح کی ہو کہ آخر عمارت جزیرہ تولی ہے کہ اُسکا عرض خط استواء سے تریسٹھ درجہ ہو اور بعضے ساڑھے چوسٹھ درجہ عرض مین وجود عمارت کے قائل ہین اور ازمنہ متاخرہ مین چھیاسٹھ درجہ عرض مین عمارت کا نشان پایا گیا ہی جیسا کہ ناظورۃ الحق وغیرہ مین مصرح ہی اسکے علاوہ اقالیم وبلاد کی آب وہوا کے اختلاف سے قوی اور امزجۂ انسانیہ بھی مختلف ہوتے ہین کیا تم نہین دیکھتے ہو کہ بلغار جو اقلیم سابع مین واقع ہے اور اُس اقلیم کے وسط مین دن کا طول اٹھارہ ساعت کا ہوتا ہی اور بلغار مین زمانہ صیف مین رات اتنی چھوٹی ہوتی ہی کہ بعض اوقات غروب شفق کے ساتھ ہی صبح صادق کا طلوع ہوتا ہی وہان مسلمان لوگ روزہ رکھتے ہین رمضان جاڑے مین پڑے یا گرمی مین اور آفاقی بھی جو وہان ہوتے ہین روزہ رکھتے ہین اور کوئی روزہ رکھنے کی وجہ سے نہین مرتا مورخ مغربی ابن بطوطہ جو رجال مائۃ ثامنہ مین ہین تحفۃ النظار فی غرائب الامصار مین لکھتے ہین وکنت سمعت بمدینۃ بلغار فاردت التوجہ الیہا لارٰی ما ذکر عنہا من انتہاء قصر اللیلۃ بہا فوصلتہا فی رمضان فلما صلینا المغرب افطرنا واذن بالعشاء فی اثناء افطارنا فصلینا وصلینا التراویح والشفع والوتر وطلع الفجر اثر ذلک یعنی مین مدینہ بلغار کے متعلق سنا کرتا تھا کہ وہان رات بہت چھوٹی ہوتی ہی مین نے وہان جانیکا قصد کیا اور جب مین وہان پہونچا تو رمضان کا مہینہ تھا جب ہم نے مغرب کی نماز پڑھی تب افطار کیا اور اثنائے افطار ہی مین عشا کا وقت آگیا تب ہمنے عشا کی نماز پڑھی اور تراویح و وتر سے فراغت پائی ہی تھی کہ فجر طالع ہوگئی **سوال** بعض رسائل مین لکھا ہی کہ وتر کی پہلی رکعت فرض اور دوسری سنت اور تیسری واجب ہی صحیح ہی یا نہین **جواب** صحیح نہین ہی کیونکہ وتر تین رکعت ایک نماز ہی اسکی بعض رکعات کا فرض اور بعض کا واجب اور بعض کا سنت ہونا ممکن نہین کتب معتبرہ مین اسیقدر لکھا ہی کہ وتر کی تین رکعت نماز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک سنت ہی **سوال** جس شخص نے عمر بھر نماز نہ پڑھی ہو مرنے کے بعد اُس کے جنازے کی نماز پڑھنے کی نسبت کیا حکم ہی **جواب** اُسکا غسل اور اُسکی نماز وغیرہ سب مسلمانون کی طرح ہونا چاہیے کیونکہ حدیث مین ہی صلوا علی کل بر وفاجر یعنی نیک اور بد پر نماز پڑھو **سوال** اگر عید الفطر کے دن کثرت بارش کی وجہ سے مسلمانونکا اجتماع نہو سکے تو دوسرے دن بھی عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہین اور اگر جائز ہے تو ادا کی صورت کیا ہے یعنے سو پچاس نمازیون کے ساتھ جو اُسوقت مسجد مین جمع ہو جاتین نماز پڑھ لین یا دوسرے دن جمیع مسلمانان شہر و حوالی شہر کے ساتھ نماز پڑھین دوسرے دن جو نماز ہوگی وہ اپنے

وقت پر ہوگی یا وقت کے بعد ادا ہوگی یا قضا۔ **جواب** بعذر بارش وغیرہ اگر اول روز عید کی نماز نہو تو دوسرے دن پڑھنا چاہیے۔ ادا اور قضا ہونے مین فقہا کے دو قول ہین جامع الرموز مین ہے ولعلہ مبنی علی اختلاف الروایتین ویویدہ ما فی زکوۃ النظم ان لصلوتہ یوما واحدا فی الاصول ویومین فی مختصر الکرخی اور شاید یہ اختلاف دو روایتین پر مبنی ہو اور اسکی تائید زکوۃ النظم کی اس عبارت سے ہوتی ہو کہ نماز عید کے لیے ایک دن ہے یہ اصول مین ہے اور دو دن ہین یہ مختصر کرخی مین ہے۔ اور درمختار کتاب الاضحیۃ مین زیلعی وغیرہ سے قضا ہونے کا قول نقل کیا ہو اور باب العیدین مین لکھا ہو وتکون قضاء لا اداء کما سیجئ فی الاضحیۃ وحکی القہستانی قولین یہ نماز قضا ہوگی ادا نہوگی جیسا کہ اضحیہ کے بیان مین آئیگا اور قہستانی نے اس مین دو قول نقل کیے ہین۔ پس اس اختلاف کی وجہ سے اولی یہی ہوگا کہ اول ہی روز نماز عید ادا کی جاے۔ اور نقل ہی اسکا موید ہو کہ ایک دن حضور سرور عالم بارش کی وجہ سے عیدگاہ تشریف نہ لیجا سکے تو اول ہی روز آپنے مسجد مین عید کی نماز ادا فرمائی

سوال تکرار جماعت ایک مسجد مین درست ہو یا نہین **جواب** جماعت اولی کی فراغت کے بعد جماعت ثانیہ کے جواز کی اصل یہ حدیث ہو جو سنن ابوداؤد وغیرہ مین ابوسعید خدری سے مروی ہو ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابصر رجلا یصلی وحدہ فقال الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ فقام رجل فصلی معہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اکیلے نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا کیا کوئی ایسا شخص نہین ہو جو اسکا شریک ہو جائے اور اس کے ساتھ نماز پڑھ لے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اُسکے ساتھ نماز پڑھی۔ اور اسکی موید اثر حضرت انس رض ہے جو سنن بیہقی اور مسند ابو یعلی وغیرہ مین مروی ہو اور صحیح بخاری مین بھی بطور تعلیق کے مذکور ہے انہ دخل مسجد بنی رفاعۃ قد صلے فیہ فاذن واقام وصلے جماعۃ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا مسجد بنی رفاعہ مین تشریف لے گئے وہان نماز ہوچکی تھی آپ نے نماز پڑھی پس وہان اذان دی گئی اور اقامت کہی گئی اور نماز با جماعت پڑھی گئی۔ اور ظاہر الروایۃ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ تکرار جماعت کی کراہت ہو مگر مفتی بہ یہ ہو کہ جماعت اولی کی ہیئت وکیفیت پر اگر جماعت ثانیہ نہو تو بلا کراہت درست ہو اور کراہت کی روایت بھی چند شروط کے ساتھ مقید اور مشروط ہو۔ درمختار شرح تنویر الابصار مین ہے یکرہ تکرار الجماعۃ باذان واقامۃ فی مسجد محلۃ لا فی مسجد طریق او مسجد لا امام ولا موذن محلہ کی مسجد مین تکرار جماعت مع اذان واقامت مکروہ ہو نہ کہ راستہ کی مسجد مین یا ایسی مسجد مین جسکا امام اور موذن مقرر نہو۔ اور خزائن الاسرار شرح تنویر الابصار مین ہو یکرہ تکرار الجماعۃ فی مسجد محلۃ باذان واقامۃ الا اذا صلی بھما فیہ اولا غیر اھلہ او اھلہ لکن بمخافتۃ الاذان ولو کرر اھلہ بدونھما

ا وکان مسجد طریق جاز اجماعا کما فی مسجد لیس لہ امام ولا موذن ویصلی الناس فیہ فوجا فوجا اور محلہ کی مسجد میں تکرار جماعت مع اذان واقامت کے مکروہ ہو مگر جبکہ باذان واقامت جو نماز پہلے پڑھی گئی ہو وہ غیر اہل محلہ نے پڑھی ہو یا اہل محلہ نے پڑھی ہو مگر اذان آہستہ دی گئی ہو اور اگر بغیر اذان واقامت کے نماز پڑھی یا مسجد راستہ پر واقع تھی تو بالاجماع جائز ہو جیسا کہ اُس مسجد میں جہان امام وموذن مقرر نہو اور لوگ مختلف ٹکڑیوں میں نماز پڑھتے ہوں اور منبع شرح مجمع میں ہو التقیید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز عن الشارع وبالاذان الثانی احتراز عما اذا صلی فی مسجد المحلۃ جماعۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعا مسجد میں محلہ کی قید لگانے سے شارع عام سے احتراز ہوگیا اور اذان ثانی کی قید سے اس صورت سے احتراز ہوا کہ مسجد محلہ میں پہلی جماعت بلا اذان ہوئی ہو کیونکہ یہ بالاجماع مباح ہو۔ اور رد المحتار باب الاذان میں ہے فلو دخل جماعۃ المسجد بعد ما صلی اھلہ فیہ فانھم یصلون وحدانا وھو ظاھر الروایۃ + ظھیریۃ + وفی اٰخر شرح المنیۃ وعن ابی حنیفۃ لو کانت الجماعۃ اکثر من ثلاثۃ یکرہ التکرار والا فلا وعن ابی یوسف اذا لم تکن علی الھیئۃ الاولی لا تکرہ والا تکرہ وھو الصحیح وبالعدول عن المحراب تختلف الھیئۃ کذا فی البزازیۃ وفی التاتارخانیۃ عن الولوالجیۃ وبہ ناخذ پس اگر ایک جماعت مسجد میں آئی جبکہ اہل محلہ نماز پڑھ چکے تھے تو انھیں الگ الگ نماز پڑھنا چاہیے۔ اور یہی ظاہر الروایۃ ہو+ ظہیریہ + اور آخر شرح منیہ میں ہو کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہو اگر جماعت تین سے زائد ہو تو تکرار مکروہ ہو ورنہ نہیں اھ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اگر ہیئت اولی پر نہو تو مکروہ نہیں ہو ورنہ ہو اور یہی صحیح ہو اور محراب کو چھوڑ دینے سے ہیئت بدل جاتی ہو ایسا ہی بزازیہ اور تاتارخانیہ میں ولوالجیہ سے منقول ہو اور ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ مطلقا جماعت ثانیہ کو مکروہ کہتے ہیں انکا قول غلط اور قول مفتی بہ کے مخالف ہو اور یہ خیال کہ تکرار جماعت تقلیل جماعت اولی کیطرف منجر ہو خیال باطل ہو اس لیے کہ یہ امر جب لازم آئیگا کہ کسی مسجد میں تقرر تکرار جماعت کا کر دیا جلے کہ ہر وقت دو یا تین جماعتیں ہوا کریں اس حالت میں البتہ جماعت اولی کے اہتمام میں فرق ہوگا اور اگر تقرر ایک ہی جماعت کا ہو اور اتفاقا کچھ لوگ اُس میں نہوے تو اُنکی جماعت کرنے سے کوئی قبح شرعی نہیں ہو خصوصا جبکہ جماعت ثانیہ کا امام مقام قیام امام اولی میں نہ کھڑا ہو اور یہ گمان کہ اگر شرعا جماعت ثانیہ مشروع ہوتی تو حالت غزوات میں صلوۃ خوف بہ تغیر انتظام مشروع نہوتی کیونکہ ممکن تھا کہ طائفہ بعد طائفہ جماعت سے نماز پڑھ لیا کرے محض لغو ہے اسوجہ سے کہ مقصود مشروعیت صلوۃ خوف سے یہ ہو کہ سب مجاہدین ایک ہی وقت نماز سے فارغ ہو کے اور امور میں مصروف ہوں اور یہ امر تعدد جماعت سے نہیں ہو سکتا ہو اس سے

انتظام جدید صلوۃ خوف کے واسطے مقرر کیا خلاصہ یہ ہو کہ جماعت ثانیہ اتفاقیہ کی کراہت کی کوئی معتد بہ وجہ
نہین ہو خاص کر جبکہ جماعت اولی کی ہیئت پر نہو - ومن ادعی فعلیہ البیان بواضح البرہان - فائدہ للمفتوین
۱۲۸۵ھ مین یہ فتوی لکھا گیا کہ مجالس الابرار مین ہو کہ جب نماز عید کا وقت آجاے تو امام لوگون کے ساتھ دو
رکعتین بلا اذان واقامت پڑھے پہلے افتتاحی تکبیر کہکے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے اور سبحانک اللہم پڑھے پھر تین
تکبیرین کہے اور ہر دو تکبیر کے درمیان مین بقدر تین تسبیحون کے فصل کرے کیونکہ عیدین مین مجمع بہت
ہوتا ہے اور متواتر تکبیرین کہنے کی صورت مین جو لوگ دور ہین انکو اشتباہ واقع ہوگا اور ہر تکبیر کے وقت
ہاتھ اُٹھاے اور تکبیرون کے وسط مین چھوڑ دے پھر تیسری تکبیر کے بعد ناف کے نیچے دونون ہاتھونکو باندھے
اور اعوذ باللہ اور بسم اللہ کہکر سورۂ فاتحہ پڑھے اُسکے بعد جو سورت جی چاہے پڑھے پھر تکبیر کہکے رکوع کرے اور
جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو قرأت سے شروع کرے پھر قرأت کے بعد تین تکبیرین کہے اور درمیان
مین فصل اُتنا ہی کرے اور دونون ہاتھونکو اُٹھائے پھر چھوڑ دے ہر تکبیر کے وقت یہان وضع یدین نہین ہے
پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے بندۂ عاصی ابو الحسنات محمد عبد الحی کہتا ہی مین اس معاملہ مین عرصہ سے مضطرب
تھا کہ نماز عید کی دوسری رکعت مین تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھنا چاہیے یا چھوڑنا مین نے اس کے متعلق اپنے
زمانے کے علما سے بھی دریافت کیا لیکن کوئی شافی جواب نہین ملا حتی کہ مجالس الابرار کی یہ حدیث ملی تو مینے
اسپر خدا کا شکر ادا کیا کیونکہ اس مین تصریح موجود ہو کہ یہان وضع یدین نہین ہو اور میرے خیال مین اس کی
تائید ایک اور قوی دلیل سے بھی ہو گئی اور وہ یہ کہ قیام جو دوسری رکعت مین تیسری تکبیر کے بعد ہو اُس مین
کوئی ذکر مسنون نہین ہو اور ہر قیام جس مین ذکر مسنون نہو اُس مین ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہونا چاہیے پھر اس قیام
مین بھی ہاتھ چھوڑ دینا چاہیے صغری کی دلیل تو یہ ہو کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم
سے اس مین کوئی ذکر منقول نہین ہو فتح القدیر مین ہے لیس بین تکبیرات العیدین ذکر مسنون عندنا لانہ
لم ینقل ہمارے نزدیک عیدین کی تکبیرون کے درمیان مین کوئی ذکر مسنون نہین کیونکہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم
سے منقول نہین ہو - اور نہایہ شرح ہدایہ مین ہے یرسل بین تکبیرات العیدین والمراد بھا التکبیرات الزوائد
التی لا ذکر فی ما بینہا ولا قرأۃ فلا یضع یدیہ عنہا باتفاق علمائنا الثلثۃ ولا ذکر بین التکبیرات ذکر مسنون ولا
مستحب لانہ لم ینقل وبہ قال محمد وقال الکرخی التسبیح اولی ذکرہ فی القنیۃ وقال الشافعی یحمد ویہلل بین
تکبیرتین عید کی تکبیرون کی بیچ مین ہاتھ کھول دیے جائینگے اس سے مراد تکبیرات زوائد ہین جنکو درمیان نہ

ذکر نہین ہو اور نہ قرارت تو تکبیرات مین ہاتھ نہ باندھے اس مین علماے ثلثہ متفق ہین او تکبیرات کے درمیان مین کوئی ذکر مسنون اور مستحب نہین ہے کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول نہین ہے اور یہی امام محمد رحمہ اللہ کہتے ہین اور کرخی نے کہا ہو کہ تسبیح اولی ہو ایسا ہی قنیہ مین ذکر کیا ہو اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہو کہ الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ دونون تکبیرون کے بیچ مین کہے۔ مین کہتا ہون کہ بہرحال تکبیرون کے درمیان مین جو ذکر ہے وہ سنت نہین ہو لیکن عدم استحباب جیسا کہ عینی نے کہا ہو غالبًا صحیح نہین واللہ اعلم باقی رہا کبری تو اُسکی تصریح بہت جگہ ہے اور اُسپر بہت سے تفریعین کی گئی ہین اور اُس سے قومہ مستثنے کیا گیا ہو کیونکہ اس مین باوجود ذکر کے مسنون ہونے کے ارسال یدین کی تصریح ہو جامع مضمرات مین ہو المصلی اذا احرم الصلوۃ ورفع یدیہ لا یرسلہما بل یضع یعنی مصلی جب تحریمہ کرے اور اپنے دونون ہاتھ اُٹھاے تو اُنھین چھوڑ نہ دے بلکہ باندھے اور نقایہ اور اسکی شرح جامع الرموز مین ہو ویرسل عند الجمہور خلافا لاصحاب الفضلی فی قومۃ الرکوع وتکبیرات العیدین وفیہ دلالۃ علی انہ لیس فیہما ذکر مسنون اور جمہور کے نزدیک ہاتھ چھوڑ دیے جائین گے اصحاب فضلی قومہ رکوع اور تکبیرات عیدین مین اسکے خلاف ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مین کوئی ذکر مسنون نہین ہو اور برجندی نے اسکی شرح مین کہا ہو ویرسل فی قومۃ الرکوع کانہ استثناء مما تقدم فان فیہا ذکرا مسنونا ومع ذلک سن فیہا الارسال وقیل ان الذکر الذی فیہا سنۃ الانتقال لا سنۃ القومۃ وبین تکبیرات العیدین ای فیما بینہما وانما ذکرہا فی حیز الاستثناء مع انہ لیس فیہا ذکر مسنون علی ما ہو المختار اشارۃ الی ما ذکرہ صاحب الغنیۃ عن عین الائمۃ انہ قال التسبیح بین تکبیرات العیدین اولی اور قومہ رکوع مین ہاتھ چھوڑ دیے جائین گویا کہ یہ ماسبق سے استثنا ہو کیونکہ قومہ و رکوع مین ذکر مسنون ہو پھر ارسال سنت ہو بعضون نے یہ کہا ہو کہ اس مین جو ذکر سنت ہو وہ سنت انتقال ہو نہ کہ سنت قومہ اور تکبیرات عیدین مین اسے بھی استثنا مین ذکر کیا باوجودیکہ بمذہب مختار اس مین کوئی ذکر مسنون نہین ہو اس جانب اشارہ کرنے کے لیے جو صاحب غنیہ نے عین الائمہ سے نقل کیا ہو کہ تکبیرات عیدین کے درمیان مین تسبیح اولی ہو۔ جب صغری اور کبری ثابت ہوچکا تو بلاشبہ نتیجہ جو شکل اول بدیہی الانتاج سے نکلا ہو ثابت ہوا اور اگر ہم وضع یدین کو سنت کہین تو کلیہ مذکورہ کی مخالفت لازم آئے گی فلیعمل علی الارسال والتوکل علی العزیز المتعال ہذا ما خطر بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال **سوال** نماز کے بعد دعا مین رفع یدین کرنا جیسا کہ ایسے دیار کا معمول ہو حدیث سے ثابت ہو یا نہین اگرچہ فقہا اسے مستحسن کہتے ہین اور مطلق رفع یدین اور دعا مین احادیث وارد ہین مگر اس مین کوئی خاص حدیث وارد ہو یا نہین جواب خاص اس مین

بھی حدیث وارد ہی چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحق بن السنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ مین لکھتے ہین حدثنی احمد بن حسن حدثنا ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوۃ ثم یقول اللھم الٰھی وآلہ ابراھیم واسحق ویعقوب وآلہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا پڑھتا ہی خدا اُسکے ہاتھون کو کبھی ناکام نہین کرتا (دعا اللھم متمسکن تک ہی) اگر کہا جائے کہ اس روایت کی سند مین عبد العزیز بن عبد الرحمن ہی اور وہ متکلم فیہ ہی جیساکہ میزان الاعتدال وغیرہ مین مصرح ہی تو کہا جائیگا کہ حدیث ضعیف استحباب کے لیے کافی ہی چنانچہ فتح القدیر کتاب الجنائز مین ہی والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے بھی ثابت ہوتا ہے **سوال** ایک شخص کو سردی کے زمانے مین ٹھنڈے پانی سی نہانا ضرر کرتا ہی اور پانی گرم کرنا وقت نماز کو فوت کرتا ہے اس لیے کہ وہ شخص اتنی رات سے نہین بیدار ہوتا کہ پانی گرم کر کے نہائے اور پھر نماز کا وقت باقی رہے یا اس وجہ سے کہ اُس وقت دوکانین بند ہونے کی وجہ سے لکڑیان نہین مل سکتین یا اُس کے پاس قیمت نہین ہی پس اگر نہانے کے عوض مین تیمم کرے اور وضو کر کے فجر کی نماز ادا کرے اور دن چڑھے دھوپ مین نہائے تو نماز فجر ادا ہو جائے گی یا نہین اور نہانے کے بعد نماز کو دہرائے یا نہین **جواب** تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور پھر اعادہ ضروری نہین دن چڑھے نہانا ضروری ہی **سوال** ایک مسجد کا طول اور عرض پچاس پچاس ہاتھ کا ہے اُس مین نماز ہوتی ہی اور دو یا تین قبرین مسجد کے بیچ مین چار یا پانچ صف کے بعد صحن مین ہین تو جس صف کے روبرو وہ قبرین پڑینگی اُس صف کی نماز درست ہوگی یا نہین **جواب** جن مقتدیون کے آگے یا داہنے بائین وہ قبرین پڑینگی اُنکی نماز مکروہ ہوگی **سوال** ایک حافظ ہاتھ پاؤن سے اسقدر معذور ہی کہ بول وبراز بھی بقاعدہ شرعیہ نہین کر سکتا فقط براز مین کلوخ دے سکتا ہی اور آبدست ایک انگلی کے گوشہ سے کر سکتا ہی وضو اور تیمم خود نہین کر سکتا اور دونون پاؤن ایک طرف پھیلا کے بیٹھکر نماز پڑھتا ہی ایسے حافظ کی امامت تراویح یا نماز پنجگانہ یا عیدین مین درست ہی یا نہین **جواب** مکروہ ہی رد المحتار مین ہی وکذا اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی + تاتارخانیہ + وکذا اجذم برجندی ومجبوب وحاقن ومن لہ ید واحدۃ + فتاوی الصوفیۃ عن التحفۃ والظاھر ان العلۃ النفرۃ ولذا قید الابرص

بالشیوع لیکون ظاھرا ولعدم امکان اکمال الطھارۃ ایضا فی المفلوج والاقطع والمجبوب ولکراھۃ صلوۃ الحاقن ای ببول ونحوہ اسی طرح لنگڑا جو اپنے پاؤں کے بعض حصے پر کھڑا ہوتا ہو پس اُس کی غیر کی اقتدا اولی ہو تاتار خانیہ + اور ایسا ہی برجندی کا خیال ہو اور جسکا پاؤں کٹا ہو اور جس کے پاؤں چلنے مین مڑ جاتے ہون اور جسکا ایک ہی ہاتھ ہو اُس کے سوا دوسرے کی اقتدا اولی ہے فتاوی صوفیہ مین تحفہ سے نقل کیا ہو اور بظاہر اسکی علت نفرت ہے اسی لیے ابرص مین شیوع کی قید لگائی ہو یعنے برص ایسی جگہہ ہو جو عام طرح پر دکھائی دے یا سب کو اس کے مبروص ہونے کا علم ہو) یا اسواسطے کہ مفلوج اور ہاتھ یا پاؤن کٹی ہوی آدمی کی طہارت کامل نہین ہوتی اور جس کے پاؤن چلنے مین مڑ جاتے ہون اُسکی نماز بول وغیرہ کی وجہ سے مکروہ ہو واللہ اعلم حررہ محمد جنید عبد الباسط انصاری غفرلہ اللہ الباری [محمد جنید عبد الباسط انصاری] الجواب صحیح حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

الجواب صحیح فقہ خادم اولیاء اللہ الکریم محمد ابراہیم غفرلہ اللہ الرحیم ابن مولانا علی محمد مرحوم [محمد ابراہیم]

سوال خطبہ جمعہ کے بعد اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ جو پڑھتے ہین یہ مستحب ہے یا بدعت گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی **جواب** خطبہ جمعہ کے بعد کوئی دعا وارد نہین ہے **سوال** کسی قصبہ کے مسجد مین ایک حافظ قوم عصار نماز جمعہ یا پنجگانہ مین امامت کرتا ہو اور کوئی دوسرا شخص بجز القوم حافظ نہین ہو البتہ بعض شرفاے غیر حافظ امامت کر سکتے ہین اور اُس حافظ کی امامت سے اکثر لوگ متنفر ہین اس صورت مین کسکو امام بنانا چاہیے **جواب** جو مسائل شرعیہ متعلقہ نماز زیادہ جانتا ہو اُسکی امامت اولی ہو گو حافظ قرآن نہو **سوال** نماز مین بعذر یا بلا عذر کھانسنا اور بغیر عمامہ کے امامت کرنا جائز ہو یا نہین **جواب** نماز مین بعذر کھانسنا جائز اور بلا عذر مفسد ہو اور عمامہ کے ساتھ امامت مستحب اور بغیر عمامہ بھی جائز ہے **سوال** زید مغرب یا عشا کی نماز کا امام ہوا اور عمرو اور خالد وغیرہ مقتدی ہوے زید نے پہلے رکعت مین ارأیت الذی اور دوسری مین الم ترکیف پڑھی یا اول مین قل ہو اللہ اور دوسری مین انا اعطیناک پڑھے تو غیر سلسلہ پڑھنے کی وجہ سے نماز ہوئی یا نہین **جواب** صورت اول مین اگر عمدا کیا ہو تو نماز مکروہ ہوگی اور صورت ثانی مین کراہت نہین ہو خلاصہ مین ہو الجمع بین سورتین بینہما سورۃ واحدۃ فی رکعتین یکرہ وان کانت السورۃ طویلۃ لا یکرہ کما اذا کانت بینہما سورتان قصیرتان وان قرء فی رکعۃ واحدۃ سورۃ وفی اخری سورۃ اخری فوق تلک السورۃ فہو مکروہ الا اذا وقع ذلک من غیر قصد

دو رکعتون مین دو ایسی سورتین پڑھنا جنکے بیچ مین ایک سورت ہو مکروہ ہی البتہ اگر سورت طویل ہو تو مکروہ نہین جیسا کہ جب دونون کے بیچ مین دو چھوٹی سورتین ہون اور اگر پہلی رکعت مین ایک سورت پڑھی اور دوسری رکعت مین اُسکے اوپر کی سورت پڑھ دی تو یہ مکروہ ہی مگر جبکہ بلا قصد ہو۔ **سوال** جماعت ثانیہ مین دوبارہ اقامت کہنا چاہیے یا نہین **جواب** کہنا چاہیے **سوال** اگر کوئی شخص کسی دن سہواً نماز فجر وغیرہ نہ پڑھے اور نماز عشا و تراویح وغیرہ پڑھے تو عشا و تراویح جائز ہوتی ہی یا نہین **جواب** اگر صاحب ترتیب ہو یعنے اُسکی پانچ نمازین کبھی قضا نہین ہوئین اور اگر ہوئین تو وہ اُنکو وقتیہ کے پہلے ادا کرتا رہا ہو ایسے شخص کے ذمہ پر جبتک ایک نماز کی قضا باقی رہی کہ عمداً اسے چھوڑ دیا ہی ادا اُسکی نہ درست ہوگی جب تک کہ اُس قضا کو نہ پڑھ لے اور اگر صاحب ترتیب نہین ہی تو اسکی نماز ادا باوجود باقی رہنے قضا کے درست ہی **سوال** اگر کوئی امام جمعہ مین پہلا خطبہ شرع کے موافق تمام کرکے دوسرا خطبہ شروع کرے اور بعد ختم اسامی صحابہ کرام زینہ اول پر اتر آئے اور کچھ کلمات خطبہ داہنے جانب منہ پھیر کے اور کچھ بائین جانب منہ پھیر کے پڑھے پھر زینہ دوم پر کھڑا ہو کر جہان خطبۂ اول پڑھا خطبہ تمام کرے تو کیسا ہی **جواب** بدعت ہی اسکا چھوڑنا ضروری ہی رد المحتار حاشیہ درمختار مین اسکی تصحیح موجود ہی **سوال** عیدگاہ مین نماز ختم کرکے جب امام خطبہ پڑھتا ہی تو لوگ ایک ایک دو دو ہو کر امام کے پاس جاتے ہین کوئی امام کو روپیہ دیتا ہی کوئی دوپٹہ کوئی عمامہ کوئی عبا دیتا ہی کیا یہ درست ہے یا نہین۔ **جواب** خطبہ کے بیچ مین ان امور سے پرہیز کرنا چاہیے۔ **سوال** قدیم زمانے سے ہندوستان مین ضاد کی جگہ دال پڑھتے ہین اور زمانہ حال مین اکثر لوگ ضاد کو ظا پڑھتے ہین دونون مین کون صورت درست ہی **جواب** ضاد مناسب اور مشابہ ہی ظا سے اور دال سے بعید ہی اور مخرج ضاد کا ظا اور زا اور ذال کے مغایر ہے حتی الوسع چاہیے کہ اصلی مخرج سے نکالا جائے اور اگر دشوار ہو تو ظا یا زا سے پڑھنا بہتر ہے نہ دال سے **سوال** زید دوسری رکعت کے قعدہ مین سہواً التحیات پڑھکر درود شریف پڑھنے لگا تھوڑا سا پڑھنے کے بعد یاد آگیا اور کھڑا ہو گیا ایسی حالت مین سہو کا سجدہ زید پر واجب ہوا یا نہین اگر ہوا اور زید نے ناواقفیت کی وجہ سے سجدہ نہین کیا تو اُسکی نماز ہوئی یا نہین **جواب** حنفیہ کے نزدیک دوسری رکعت مین درود پڑھنے سے جو تاخیر قیام کا باعث ہوتا ہی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے جب بقدر اللھم صل علی محمد کے پڑھے اور بعضون کے نزدیک جب اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کے بقدر پڑھے زیلعی نے اولی کو اور رملی نے ثانی کو ترجیح دی ہے اور جس نے سہواً سجدہ ترک کیا اسپر اُس نماز کا اعادہ واجب ہی **سوال** ایک شخص کبھی نماز پڑھتا ہی اور

کبھی غفلت سے نہیں پڑھتا اور دوسرا ہمیشہ نماز پڑھتا ہی مسئلہ ذاتی قرأت عمر وغیرہ مین دونون برابر ہین پس امامت کسکو کرنا چاہیے جواب جو ہمیشہ نماز پڑھتا ہی وہی قابل امامت ہی تنویر الابصار اور درمختار مین ہی (الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوۃ ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقراءۃ ثم الاورع ای الاکثر اتقاء للشبہات والتقوی اتقاء المحرمات) امامت کے لیے حق وہ شخص ہی جو احکام نماز سب سے زائد جانتا ہو پھر وہ جو تلاوت وقرأت اچھی کرتا ہو پھر وہ جو شبہات سے زائد بچتا ہو شبہات سے بچنے کو ورع کہتے ہین اور محرمات سے بچنے کا نام تقوی ہی سوال ایک شخص بارہا اپنے لڑکے کو نماز کی تاکید کرتا ہو لیکن وہ نہین ملتا پس ایسے شخص کو گھر مین رکھنا چاہیے یا نکال دینا چاہیے اور اگر محبت پدری کی وجہ سے رکھے تو وہ شخص اپنے بے نمازی لڑکے کے لیے ماخوذ ہوگا یا نہین جواب اگر ایسے لڑکے کو محبت پدری کی وجہ سے رکھے گا تو بقدر طاقت نصیحت کرنے کی وجہ سے ماخوذ نہوگا سوال جو شخص حدیث رفع سبابہ کے رواۃ مین جو صحیح مسلم مین مروی ہے یہ شبہہ کرے کہ یہ راوی مسلم وعاقل تھے یا نہین حالانکہ علما جانتے ہین کہ انمین سے اصحاب قرون ثلثہ اور اکابر ایمہ ہدی ہین جن مین سے اکثر کے اوصاف بالخصوص یا بالعموم احادیث سے ثابت ہین اور اس شخص کو انکی بزرگی کتب رجال وغیرہا سے دکھائی بھی گئی پس اس شبہہ کے وجہ سے اسپر کیا حکم ہی جواب ایسا شخص جو رواۃ صحیح مسلم مین شبہہ کرنے کہ مسلم وعاقل تھے یا نہین وہ شخص یا تو محض جاہل ہی فنون حدیث واسماء رجال سے مطلقا واقفیت نہین رکھتا ہی یا معاند وگمراہ ہی ایمہ حدیث نے اس امر پر اتفاق کیا ہی کہ اصح الکتب کتاب اللہ کے بعد صحیح بخاری پھر صحیح مسلم ہی اور اس امر پر کہ رواۃ صحیحین کے سب قابل قبول اور مستجمع شرائط قبول ہین بجز چند رواۃ بخاری ومسلم کے کہ انپر دارقطنی وغیرہ نے جرح کی ہی لیکن اکثر ان جرحون کا دفع شراح حدیث نے خصوصا حافظ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری مین کردیا ہی ملا علی قاری شرح نخبۃ الفکر مین لکھتے ہین۔ (رواتهما قد حصل الاتفاق على القول بكونهم عدولا ضابطا وغيرهما من اوصاف الصحة غالبا بطريق اللزوم فهما اى البخارى ومسلم وصاحب شرطهما او حالهما مقدمون على غيرهم فى روايتهم) رواۃ صحیح بخاری وصحیح مسلم بالاتفاق عادل وضابط ہین اور ان مین اکثر اوصاف صحت بطریق لزوم پائی جاتے ہین اس لیے بخاری ومسلم اور وہ لوگ جنھون نے بخاری ومسلم کی شرطون کی اتباع کی ہو اپنی روایتون مین دوسرون پر مقدم ہین۔ اور ایسا ہی شرح الفیۃ الحدیث للعراقی وللسخاوی وللانصاری اور مقدمۂ ابن صلاح اور خلاصہ طیبی اور مختصر ابن جماعت او لے غیر ذلک من کتب الاصول مین مذکور ہی سوال زید کہتا ہی کہ

تشہد مین رفع سبابہ جو حدیث مین آیا ہی بین جب کرون گا کہ یہ معلوم ہو جاسے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا تھا فرض یا سنت یا مستحب یا مباح ایسا اسکا یہ کہنا درست ہی یا جہالت وگمراہی پر مبنی ہی اور کہتا ہی کہ حدیث جبکہ متواتر یا مشہور ہو تو اسپر عمل کرونگا اور اگر خبر واحد ہی تو اُسپر عمل کرنا واجب نہین حالانکہ اصول فقہ مین خبر واحد کے متعلق مرقوم ہی وانہ یوجب العمل دون العلم والیقین پس اصول حنفیہ کے موافق اُسکا یہ کہنا صحیح اور حدیث کو بوجہ خبر واحد ہونے کے غیر معمول بہ ٹھہرانا جائز ہی یا نہین اور اگر نہین ہی تو زید پر بوجہ اس قول وعقیدہ کے کیا حکم دیا جائیگا **جواب** زید کے یہ دونون قول اصول حنفیہ کے مخالف ہین تمام کتب اصول مختصرات سے مطولات تک اس امر کی تحقیق سے مالامال ہین بلکہ خلاف ائمہ ثلثہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کو بھی ہی کیونکہ امام ابو یوسف نے امالی مین سنت اشارہ کی تصریح کی ہی اور امام محمد نے موطا مین بھی اسکو ذکر کیا ہی اور امام ابو حنیفہ کی طرف اسکو منسوب کیا ہی **سوال** رفع سبابہ کی جو حدیث باسانید متعددہ صحیح مسلم مین مروی ہی اُسکے سب راوی تقریب مین مذکور ہین یا نہین **جواب** رفع سبابہ کی جو احادیث صحیح مسلم مین ہین اُنکے سب رواۃ کا حال تقریب مین مذکور ہی اور احادیث رفع سبابہ کو سوا صحیح مسلم کے اور کتب حدیث مثل سنن ابو داؤد وسنن نسائی وسنن دارمی وجامع ترمذی وسنن بیہقی ومسند احمد وموطا مالک وموطا محمد ومصنف عبد الرزاق ومسند ابو یعلی ومصنف ابن ابی شیبہ ومعجم طبرانی وسنن سعید بن منصور وغیرہ مین بھی بطرق متعددہ مروی ہین چنانچہ ملا علی قاری حنفی نے اپنے رسالہ تزئین العبارۃ لتحسین الاشارۃ مین ان سب روایات کے ذکر کے بعد تحریر کیا ہی وبالجملۃ فہو مذکور فی الصحاح الستۃ وغیرہا لما کاد ان یکون متواترا بل یصح ان یقال انہ متواتر معنے فکیف یجوز لمومن باللہ ورسولہ ان یعدل عن العمل بہ بالجملہ یہ صحاح ستہ وغیرہ مین مذکور ہی اور قریب بتواتر ہی بلکہ اسے متواتر کہنا درست ہوگا تو جو شخص خدا اور اُسکے رسول پر ایمان رکھتا ہی وہ کس طرح اسپر عمل کرنے سے اعراض کرسکتا ہی اور اسکے بعد تفصیل تمام سنیت اشارت کو ثابت کیا ہی اور قول عدم رفع کو مردود کر دیا ہے **سوال** اگر کچھ سورت ایک رکعت مین اور باقی دوسری رکعت مین پڑھے تو مکروہ ہی یا نہین **جواب** بعض کے نزدیک مکروہ ہی اور صحیح یہ ہی کہ مکروہ نہین ہی لیکن اولی یہ ہی کہ ایسا نکرے عالمگیری مین ہی لو قرأ بعض السورۃ فی رکعۃ والبعض فی رکعۃ قیل یکرہ وقیل لا یکرہ وہو الصحیح کذا فی الظہیریۃ ولکن لا ینبغی ان یفعل ولو فعل لا باس بہ کذا فی الخلاصۃ اگر ایک سورت کا کچھ حصہ پہلی رکعت مین اور باقی دوسری رکعت مین پڑھا تو بعض کے نزدیک نماز مکروہ ہو جائےگی اور بعض کے نزدیک نہین اور یہی صحیح ہی ایسا ہی ظہیریہ مین ہی مگر ایسا نہ کرنا چاہیے اور اگر کرلیا تو کچھ حرج نہین یہ خلاصہ

مین ہی **سوال** زمین مغصوب پر نماز ادا کرنا کیا حکم رکھتا ہی **جواب** مکروہ ہی لیکن پڑھ لینے کے بعد نماز ذمہ سے ساقط ہو جاوے گی کذا فی شرح المسلم لمولانا نظام الدین **سوال** جہری نماز مین امام یا منفرد کو ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ کے پہلے بسم اللہ بجہر کہنا کیسا ہی **جواب** امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہی اور حنفیہ کے نزدیک خلاف سنت اور مکروہ ہی آہستہ کہنا چاہیے شرح منیہ مین ہی ویکرہ للمصلی ان یجہر بالتسمیۃ والتامین وکذا بالثناء والتعوذ لمخالفۃ السنۃ مصلی کے لیے بسم اللہ اور آمین اور ایسی ہی اعوذ باللہ کہنا زور سے مکروہ ہی کیونکہ خلاف سنت ہی **سوال** مصلی کو نماز مین پنکھے یا آستین سے ہوا لینا جائز ہی یا نہین **جواب** جب تک عمل کثیر نہو مکروہ ہی اور جب عمل کثیر ہو جاوی تو نماز فاسد ہو جاوے گی جیسا کہ عالمگیری مین ہی **سوال** اگر امام پگڑی باندھے ہوا اور مقتدی فقط ٹوپی دیے ہون تو نماز مکروہ ہی یا نہین **جواب** مکروہ نہین ہی کیونکہ عمامہ سے نماز پڑھنا مستحب ہی تاتارخانیہ مین ہی والمستحب للرجل ان یصلی فی ثلثۃ اثواب قمیص وازار وعمامۃ آدمی کو قمیص ازار عمامہ مین نماز پڑھنا مستحب ہی پس امام نے مستحب کو ترک نہین کیا اور مقتدیون نے مستحب کو ترک کیا اور عمامہ مین امام اور مقتدی کا تخالف موجب کراہت نہین ہی **سوال** شرک وبت پرستی کے مقام مین جہان بت اور تصویرین ہون نماز درست ہی یا نہین **جواب** تمام روے زمین پر جو طاہر ہو نماز جائز ہے اور جاندار کی تصویر اگر مصلی کے سامنے یا داہنے بائین ہو تو نماز مکروہ ہی جیسا کہ درمختار مین ہی اور آگ اگر مصلی کے سامنے روشن ہو تو مشابہت آتش پرستان کی وجہ سے نماز مکروہ ہے جیسا کہ سراج منیر مین ہی اور محض اُس مقام کا مقام شرک ہونا مانع نماز نہین ہی **سوال** اگر مصلی کے سر پر یا اُسکے پیچھے تصویر ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہی یا نہین **جواب** ہوتی ہی رسائل الارکان مین ہی قال فی الہدایۃ اشدہا کراہۃ ان یکون امام المصلی ثم من فوق راسہ ثم یمینہ ثم شمالہ ثم خلفہ سب سے زائد مکروہ یہ ہی کہ تصویر مصلی کے سامنے ہو پھر اُسکے سر پر پھر اُسکے داہنی طرف پھر اُسکے بائین طرف پھر اُسکے پیچھے **سوال** اگر مصلی کے سامنے سر بریدہ یا اتنی چھوٹی تصویر ہو کہ کھڑے ہونے مین دکھائی نہ دیتی ہو تو نماز مکروہ ہی یا نہین **جواب** نہین رسائل الارکان مین ہی وان کانت الصورۃ صغیرۃ بحیث لاتبدو او ممحوۃ الراس او علی وسادۃ او بساط مفروش لایکرہ اگر تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ ظاہر نہو یا اُسکا سر مٹا ہوا ہو یا تکیے یا بچھے ہوے بچھونے پر ہو تو مکروہ نہین ہی **سوال** قبلہ کی طرف پاؤن پھیلانا کیسا ہی **جواب** مکروہ ہی سراجیہ مین ہی یکرہ مد الرجل الی القبلۃ فی حالۃ النوم وغیرہ لانہ اساءۃ فی الادب سوتے یا جاگتے مین قبلہ کی طرف پاؤن پھیلانا بدتمیزی کی وجہ سے مکروہ ہی **سوال** والضحی سے

ختم قرآن تک ہر سورت کے ختم کے بعد تکبیر کہنا یا ذکر جنت کی آیت پر جنت چاہنا یا ذکر دوزخ کی آیت پر دوزخ سے پناہ مانگنا یا سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے وقت سبحان ربی الاعلی کہنا فرض یا نفل نماز مین یا خارج نماز مین تلاوت کے وقت موافق مذہب حنفیہ وشافعیہ کیا حکم رکھتا ہے **جواب** احمد اور ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سبح اسم ربک الاعلی کی تلاوت کرتے تو سبحان ربی الاعلی فرماتے اور علامہ جلال الدین محلی اپنی تفسیر مین لکھتے ہین کہ جب والضحی نازل ہوئی تو آپنے تکبیر کہے اور اس سورت اور اسکے بعد والی سب سورتون کے آخر مین تکبیر کہنے کا حکم دیا اور علامہ سیوطی نے اتقان مین اسکی حدیثین لکھی ہین اور مسلم نے اپنی صحیح مین حذیفہ سے نقل کیا ہے کہ ایکدات کو مین نے حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا کے ساتھ ایک نماز پڑھی تو اپنے پہلے رکعت مین سورۂ بقرہ اور دوسرے مین سورۂ آل عمران اور سورۂ نسا پڑھا اور جب ایسی آیت پر پہونچتے جس مین تسبیح ہوتی تو تسبیح کرتے اور جب ایسی آیت پر پہونچتے جس مین سوال ہوتا تو سوال کرتے اور جب ایسی آیت پر پہونچتے جس مین پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو پناہ مانگتے اور ایسے امور تفاسیر اور کتب احادیث مین بہت ہین اب انکا حال سننا چاہیے کہ بعض شافعیہ نے انکو مستحب اور بعض نے مسنون لکھا ہے اور ان کے نزدیک نماز اور خارج نماز اسمین مساوی ہے علامہ سیوطی اتقان مین لکھتے ہین یستحب التکبیر من الضحی الی اخر القرآن وھی قراءۃ المکیین سواء فی التکبیر الصلوۃ وخارجہا صرح بہ السخاوی وابو شامۃ والضحی سے آخر قرآن تک تکبیر مستحب ہے اور یہ مکیین کی قراءت ہے برابر ہے کہ تکبیر نماز مین ہو یا خارج نماز مین اسکی تصریح سخاوی اور ابوشامہ نے کی ہے۔ اور علامہ سلیمان جمل حاشیہ تفسیر جلالین مین لکھتے ہین فالتکبیر یسن بعد ھذہ السور سواء قرأ القاری فی الصلوۃ او فی خارجہا پس تکبیر ان سورتون کے بعد سنت ہے برابر ہے کہ قاری نماز مین پڑھے یا خارج نماز مین اور امام نووی شرح صحیح مسلم مین لکھتے ہین ومذھبنا استحباب ھذہ الامور لکل قاری فی الصلوۃ او غیرھا للامام والماموم والمنفرد اور ہمارا مذہب ان سب امور کا استحباب ہے ہر قاری کے لیے خواہ نماز مین ہو یا خارج نماز مین امام اور مقتدی اور منفرد سب کے لیے یہی حکم ہے۔ مگر حنفیہ کے نزدیک فرائض اور واجبات اور تراویح مین بھی امام اور مقتدیون کو ان کلمات کا کہنا مکروہ اور خلاف سنت ہے نہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکن دوسرے نوافل مین تراویح کے سوا جیسے رات کے وہ نوافل جن مین ایک یا دو مقتدی ہون اگر یہ کلمے مقتدی پر گران ہون تو امام کو نہ کہنا چاہیے اور اگر مقتدی پر گران نہون تو نہ کہنا کہنے سے اولی نہین ہے یہ تو جماعت کا حال ہے لیکن منفرد فرض مین نہ کہے اور تراویح اسی کے حکم مین ہے کیونکہ ان

دونون مین ثابت نہین ہی اور دوسری نوافل مین اختیار ہی درمختار مین ہی وکذا الامام لایشغل بغیر القرآن ومنہ
ورد حمل علی النفل منفردا اور ایسا ہی امام غیر قرآن مین مشغول ہو اور جو وارد ہوا ہی وہ صرف نفل منفرد پر محمول ہی
اور ردالمحتار مین حمل علی النفل منفردا کے تحت مین لکھا ہی افاد ان کلامن الامام والمقتدی فی الفرض او النفل سواء
قال فی الحلیۃ اما الامام فی الفرائض فلما ذکرنا من انہ صلے اللہ علیہ وسلم لم یفعلہ فیہا وکذا الائمۃ من بعدہ الی
یومنا ھذا فکان من المحدثات ولانہ تثقیل علی القوم فیکرہ واما فی التطوع فان کان فی التراویح فکذلک وان
من فی غیرھا من نوافل اللیل التی اقتدی بہ فیہا واحد او اثنان فلایتم ترجح الترک علی الفعل لما عن حذیفۃ
رضی اللہ عنہ انہ قال صلیت مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ الی ان قال وما مر بآیۃ رحمۃ الا وقف
عندھا فسأل ولا بآیۃ عذاب الا وقف عندھا وتعوذ اللھم الا اذا کان فی ذلک تثقیل علی المقتدی واما المأموم
فلان وظیفتہ الاستماع والانصات فلایشتغل بما یخلہ لکن قد یقال انما یتم ذلک فی المقتدی فی الفرائض والتراویح
ما المقتدی فی النافلۃ المذکورۃ اذا کان امامہ یفعلہ فلا لعدم الاخلال بما ذکر فلیحمل علی ما عدا ھذہ الحالۃ
اس سے معلوم ہوا کہ امام و مقتدی کا حکم فرض اور نفل مین ایک ہی ہی لیکن امام فرائض مین پس اسوجہ سے کہ نبی اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے فرائض مین نہین کیا اور آپکے بعد ائمہ نے بھی آجتک نہین کیا تو یہ نئی باتون مین سے ہی
اور اس واسطے کہ یہ قوم پر بار ڈالنا ہی پس مکروہ ہی لیکن نفل پس اگر تراویح مین ہو تو اسکا حکم یہی ہی اور اگر اسکے
علاوہ کسی اور نفل مین ہو اور دو یا تین مقتدی ہون تو ترک کو فعل پر کیونکر ترجیح دیجا سکتی ہی کیونکہ حذیفہؓ نے کہا ہی
کہ مین نے ایک رات نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ کسی آیۂ رحمت پر پہونچتے تو تھوڑی
دیر توقف فرماتے اور رحمت طلب کرتے اور جب کسی عذاب کی آیت پر پہونچتے تو تھوڑی دیر توقف فرماتے اور
پناہ مانگتے البتہ یہ کہا جا سکتا ہی کہ جب مقتدی پر بار ہو تو ترک فعل پر مقدم ہی لیکن مقتدی پس اس لیے
کہ اُسکا منصب سننا اور خاموش رہنا ہی تو اُسے ان باتون مین مشغول نہ ہونا چاہیے جو سننے مین خلل انداز
ہون مگر یہ صرف مقتدی فرض و تراویح کے لیے صحیح ہی اور مقتدی نوافل کی حالت داگر اُسکا امام ایسا کرے تو یہ
نہین ہی کیونکہ اُس مین خلل واقع نہین ہوتا پس اس کا حمل اُسکے علاوہ دوسری صورتون پر کرنا چاہیے اور طحطاوی
حاشیہ درمختار مین تحت قول وکذا الامام کے لکھتے ہین اما المنفرد ففی الفرض کذلک وفی النفل یسأل الجنۃ ویتعوذ
من النار عند ذکرھا مگر منفرد پس فرض مین اُسکی بھی یہی حالت ہی اور نفل مین اُسے طالب جنت ہونا اور دوزخ
سے پناہ مانگنا چاہیے۔ اور فتح القدیر مین علامہ ابن ہمام لکھتے ہین وکذا الامام لایشتغل بغیر القراءۃ سواء ام

فی الفرض والنفل اما المنفرد ففی الفرض کذلک وفی النفل یسأل الجنة ویتعوذ من النار عند ذکرهما ویتفکر فی آیة المثل وقد ذکروا فیه حدیث حذیفة صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم صلوة اللیل فما مر بآیة فیها ذکر الجنة الا وقف وسأل الله تعالی الجنة وما مر بآیة فیها ذکر النار الا وقف وتعوذ من النار وهذا یقتضی ان للامام ان یفعله فی النافلة وهم صرحوا بالمنع الا انهم عللوه بالتطویل علی المقتدی فعلی هذا لو ام من یعلم منه طلب ذلک یفعله -

اور ایسے ہی امام قرأت کے سوا دوسرے کام مین نہ مشغول ہو جائے امام فرض کا ہو یا نفل کا اور منفرد کی بھی فرض مین یہی حالت ہو اور نفل مین اسکو جنت طلب کرنا چاہیے اور آگ سے پناہ مانگنا چاہیے جب جنت اور دوزخ کا تذکرہ آئے اور اس بارہ مین حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کی جاتی ہی کہ مین نے رات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک نماز پڑھی پس جب کوئی ایسی آیت آتی جس مین جنت کا ذکر ہوتا تو آپ کچھ دیر توقف فرماتے پھر خدا سے جنت طلب کرتے اور جب کوئی ایسی آیت آتی جس مین دوزخ کا ذکر ہوتا ہی تو آپ کچھ دیر توقف فرماتے پھر اس سے پناہ مانگتے اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ امام اسے نفل مین کرے اور علما نے اس سے روکا ہے اور علت مقتدی پر گران گذرنے کو قرار دیا ہی اب اس صورت مین اگر کوئی شخص ایسے کی امامت کرے جس کے متعلق اسکو علم ہے کہ وہ اسکا خواہشمند ہی تو اسے یہ کرنا چاہیے - اور جو محدث دہلوی ماثبت من السنہ مین تحریر فرماتے ہین -

والمسنون المعمول علیه فی الحرمین وسائر دیار العرب التکبیر عند الختم من والضحی الی آخر القرآن والمختار فیه لا اله الا الله والله اکبر ولو اکتفی بالله اکبر صح اور مسنون طریقہ جسپر عرب کے تمام شہرون مین عملدرآمد ہے یہ ہی کہ ختم قرآن کے وقت والضحی سے آخر تک تکبیر کہی جاے اور تکبیر مختار لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ہی اور اگر صرف اللہ اکبر کہا تو بھی صحیح ہے بختم خارج صلوۃ پر محمول ہے تصریحات فقہاے حنفیہ کے قرینہ سے جنکا اوپر ذکر ہوا اور مین رمضان ۱۳۲۳ ہجری مین مکہ معظمہ (اللہ اسکی بزرگی کو زیادہ کرے اور خادم حرمین شریفین سلطان محمد خامس خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کو تمام مخالفین اسلام پر فتح عطا کرے آمین) مین تھا اور مصلاے حنفی کی تراویح مین مین نے اس طریقہ کو نہین پایا ہان مجالس میلاد شریف مین کہ سورۃ والضحی سے آخر تک پڑھتے ہین ہر سورہ کے ختم کے بعد تکبیر کہی جاتی ہی ان مجالس مین شریک ہوکر اسکو مین نے خود دیکھا ہی مکہ معظمہ مین اور مدینہ منورہ اور جدہ مین بھی **سوال** مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنا کیسا ہی **جواب** شافعیہ کے نزدیک فرض ہی اور حنفیہ کہتے ہین من کان له امام فقراءة الامام قراءة له مقتدی کو امام کی قرأت کافی ہی - اور اسی طرح قرأت سورہ بھی کیونکہ حدیث لا صلوة الا بفاتحة الکتاب نماز نہین ہی مگر سورۂ فاتحہ کے ساتھ - معمول بہ بقراءة امام ہے اور آیت اذا قرئ القرآن فاستمعوا له

وانصتوا جب قرآن پڑھا جاوے تو سنو اور چپ رہو۔ منع قرارت مقتدی پر دلالت کرتی ہی صلوۃ جہریہ مین اور
اسی طرح سریہ مین بھی۔ **سوال** نماز مین سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہی یا واجب **جواب** شافعیہ فرضیت کے قائل
ہین لاصلوۃ الا بفاتحۃ الکتاب کی وجہ سے اور حنفیہ وجوب کے قائل ہین اور حدیث مذکور مین صلوۃ کامل کی نفی
کے جانب اشارہ ہی اور عموم آیہ فاقرأوا ماتیسر من القرآن اس حدیث کے معارض ہی اور تعارض کے وقت اس
حدیث کی دلالت ظنی ہو گی نہ کہ قطعی اور فرضیت بغیر دلالت قطعی کے ثابت نہین ہوتی اسی لیے حنفیہ وجوب کے
قائل ہین **سوال** گھر یا مسجد یا صحرا مین امام اور مقتدی کے بیچ مین کتنا فاصلہ جائز ہے **جواب** اگر امام محراب
مین اور مقتدی انتہائے مسجد مین ہون تو نماز جائز ہی کیونکہ مسجد باوجود تباعد اطراف کے بقعہ واحد کا حکم رکھتی ہی اور
گھر بھی مانند مسجد کے ہی اور صحرا مین دو صفون کا فاصلہ ہونا چاہیے سراج منیر مین ہی وقدر ماینبغی ان یکون بین الامام
والقوم فی الصحراء مایسع فیہ الصفان وعلیہ الفتوی کما فی النہایۃ والبیت کالمسجد مع تباعد الاطراف کبقعۃ
واحدۃ فی حق الاقتداء وہو الاصح لما فی القنیۃ وخزانۃ المفتیین صحرا مین امام اور مقتدی کے درمیان مین زائد
سے زائد دو صفون کی گنجائش ہونا چاہیے اور اسی پر فتوی ہی جیسا نہایہ مین ہے اور گھر مسجد کے مثل ہی کہ اقتدا
کے بارے مین ایک ہی قطعہ زمین کے حکم مین ہی گو اسکی اطراف ایک دوسرے سے بعید ہین اور یہی صحیح ہی جیسا کہ
قنیہ اور خزانۃ المفتیین مین ہی۔ اور قنیہ مین ہی قیل المسافۃ التی تمنع الاقتداء فی الصحراء تمنعہ فی البیت والاصح
انہ یجوز فی البیت کالمسجد بعضون کے نزدیک جو مسافت جنگل مین مانع اقتدا ہی وہی گھر مین بھی مانع اقتدا
ہی اور صحیح یہ ہی کہ گھر مین مسجد کی طرح اقتدا جائز ہی۔ اور سراجیہ مین ہی لو اقتدی من اقصی المسجد بالامام وہو عند
المحراب جاز اگر امام محراب مین ہی اور مقتدی نے مسجد کے کنارے کھڑے ہو کر اسکی اقتدا کی تو یہ جائز ہی **سوال**
صفون کے بیچ مین کتنا فاصلہ ہونا چاہیے۔ **جواب** احادیث مین اتصال صفوف اور باہم قرب کی بہت تاکید آئی
ہی انھین مین سے وہ حدیث ہی جسے حضرت انس نے روایت کیا ہی کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی رصوا
صفوفکم یعنے پیوستہ اور استوار رکھو اپنی صفون کو وقاربوا بینہا اور نزدیکی کرو ان مین آور شراح نے اسکی تشریح
یہ کی ہی کہ دو صفون کے بیچ مین ایک صف قائم ہونے کی جگہ نہو سیدنے شرح مشکوۃ مین لکھا ہی قاربوا بین الصفوف
بحیث لایسع بینہا صف آخر حتی لا یقدر الشیطان ان یمر بین یدیہ صفون کو باہم اسقدر قریب رکھو کہ ان کے بیچ
مین دوسری صف کی جگہ نرہے تاکہ شیطان سامنے سے گذر نہ سکے **سوال** زوجہ اگر زوج کی اقتدا کرے تو جائز ہی
یا نہین **جواب** اگر برابر کھڑی ہو کر زوجہ نماز پڑھے گی تو دونون کی نماز فاسد ہو گی اور اگر زوجہ اپنے پاؤن

زوج سے کچھ پیچھے رکھے گی تو جائز ہوگی۔ بحر الرائق مین ہی والمرأۃ اذا صلت مع زوجہا فی البیت ان کان قدمہا بحذاء قدم الزوج لا یجوز صلوتہما اگر زوجہ اپنی زوج کے ساتھ گھر مین نماز پڑھے اور اُسکے پاؤن شوہر کی پاؤن کے مقابل ہون تو دونون کی نماز فاسد ہوگی۔ اور دوسری جگہ لکھا ہی وفی الخانیۃ والظہیریۃ المرأۃ اذا صلت فی بیتہا مع زوجہا ان کانت قدماہا خلف قدم الزوج الا انہا طویلۃ یقع راسہا فی السجود قبل راس الامام جازت صلوتہما لان العبرۃ للقدم خانیہ اور ظہیریہ مین ہی جب عورت اپنے گھر مین شوہر کے ساتھ نماز پڑھے تو اگر اُسکے پاؤن شوہر کے پاؤن کے پیچھے ہون لیکن درازی قد کے وجہ سے اسکا سر سجدے مین شوہر کے سر سے آگے نکلجاتا ہو تو دونونکی نماز جائز ہی کیونکہ اعتبار پاؤن کا ہی **سوال** ایک شخص تل ہو اسد کو کل ہو اسد پڑھتا ہی اور کہتا ہی جسطرح اہل ہند قاف پڑھتے ہین وہ ترکی حرف ہی عربی نہین ہی اور عربی مین یہ گاف کی شکل ہی اور تمام عرب گاف پڑھتے ہین پس اُسکا کہنا صحیح ہی یا نہین اور نماز اُسکے پیچھے جائز ہی یا نہین **جواب** اُسکا قول صحیح نہین ہی اور نماز اُسکے پیچھے جائز نہین ہی کیونکہ قراء اور نحاۃ اور اہل ادب کے نزدیک قاف عربی حرف ہی ابو محمد مکی فقیہ مقری کتاب الرعایۃ لتجوید القراءۃ مین لکھتے ہین القاف تخرج من المخرج الاول من مخارج الفم مما یلی الحلق من اقصی اللسان و من فوقہ من الحنک والقاف حرف متمکن قوی لانہ من الحروف المجہورۃ الشدیدۃ المستعلیۃ ومن حروف القلقلۃ قریبۃ من مخرج الکاف فیجب علی القاری ان یفخم القاف تفخیما بالغا اذا اتت بعدہا الف کما یفعل بہا اذا حکاہا فی الحروف فقال قاف قاف وذالک نحو قولہ تعالیٰ وقاموا وکذالک بینہا بیانا خالصا وفخمہا اذا انفردت مفتوحۃ او مضمومۃ نحو قلیلا وقدمنا وقد وردو قولہ او یشبہ بہ فاذا وقعت الکاف بعدہا او قبلہا وجب بیانہا لئلا یشعر بہا شئی من لفظ الکاف لقربہا منہا او یشوب الکاف شئی من لفظ القاف نحو خالق کل شئی وخلقکم ورزقکم قاف مخارج فم مین مخرج اول ہی نکلتا ہے یعنے حلق کے اُس حصہ سے جو نیچے زبان اور اوپر تالو سے متصل ہی اور قاف حرف متمکن ہی قوی ہی کیونکہ حروف مجہورہ شدیدہ مستعلیہ اور حروف قلقلہ مین سے ہی اور اسکا مخرج کاف کے مخرج کے قریب ہی پس قاری کو چاہیے کہ قاف کو زور سے پڑھے جب اس کے بعد الف واقع ہو جیسا کہ جب اسے حروف مین گنتا ہی پڑھتا ہی پس کہتا ہی قاف قاف الخ جیسے خدا کا کلام قاموا اور ایسے ہی اُسے وضاحت سے اور زور سے پڑھے جب وہ بلا الف کے ہو اور جب مفتوح یا مضموم ہو جیسے قلیلا۔ قدمنا پس جب قاف کاف کے قبل یا بعد واقع ہو تو اسکی وضاحت ضروری ہی تاکہ کہین وہ کاف سے بوجہ قرب مخرج کے بدل جاے یا کاف اُس سے ملجائے جیسے خالق کل شئی۔ خلقکم۔ ورزقکم انتہیٰ ظاہر ہے کہ صفات مذکورہ گاف

فارسی مین پائے نہین جاتے لیکن آجکل جو عرب کے بلاد مشہورہ مین قاف کے جگہ گاف مستعمل ہو اسکی وجہ عجمیون کا اختلاط ہو اور ایک حرف کو دوسرے حرف سے قرآن مین بدل دینا کہ معنی مین تغیر ہوجائے جن مین بدون مشقت امتیاز ممکن ہو مفسد نماز ہو عالمگیری مین ہو ان غیر المعنے فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقۃ کالصاد مع الطاء فقرء الصالحات مکان الطالحات تفسد صلوتہ عند الکل اگر معنی بدل جاتے ہون اور بلا مشقت دونون حرفون مین امتیاز ممکن ہو جیسے صاد اور طاء پس طالحات کی جگہ صالحات پڑھ دیا تو سب کے نزدیک نماز فاسد ہوجائیگی **سوال** اگر اقتدا کسی وجہ سے صحیح نہوئی اور مقتدی نے اُسی نیت سے نماز تمام کی تو ادا ہوگی یا نہین **جواب** امام محمد کے نزدیک ادا نہوگی اور شیخین کے نزدیک ادا ہوگی برجندی شرح نقایہ مین لکھتے اعلم ان فی کل موضع لا یصح الاقتداء لا یصیر المقتدی شارعا فی صلوۃ نفسہ فی روایۃ باب الحدث حتی لو قہقہ لا ینتقض طہارتہ وفی روایات باب الاذان یصیر شارعا قیل ما ذکر فی الحدث قول محمد وما ذکر فی باب الاذان قولہما کذا فی الظہیریۃ جاننا چاہیئے کہ جہان کہین اقتدا صحیح نہین ہے وہان اُسی نیت سے علیحدہ اپنی نماز پڑھتے رہنا بھی نادرست ہو روایت باب حدث مین ہو حتی کہ اگر قہقہہ مارا اسکی طہارت نہ زائل ہوگی روایت باب الاذان مین ہو ایسی صورت مین اُسکی مستقل نماز شروع ہوجاے کی کہا گیا ہو کہ باب الحدث مین جو مذکور ہو وہ امام محمد کا قول ہو اور جو باب الاذان مین مذکور ہے وہ صاحبین کا قول ہو ایسا ظہیریہ مین ہو **سوال** اگر مسبوق قعدۂ اخیرہ مین امام سے پہلے التحیات پڑھ چکے تو کیا کرے **جواب** اولی یہ ہو کہ ٹہر ٹہر کے پڑھے تاکہ امام کے سلام کے قریب ختم ہو اور اگر قبل سلام پڑھ چکے تو بعض کے نزدیک چپ رہے اور بعض کے نزدیک دوبارہ پڑھے اور بعض کے نزدیک درود اور دعا پڑھے حلبی شرح منیہ مین ہے اذا فرغ المسبوق من التشہد قبل سلام الامام یکررہ من اولہ وقیل یکرر کلمۃ الشہادۃ وقیل یسکت وقیل یاتی بالصلوۃ والدعاء والصحیح انہ یترسل لیفرغ عند سلام الامام اور جب مسبوق امام کے سلام پھیرنے کے پہلے التحیات ختم کرچکے تو اُسے مکرر پڑھے اور بعض کے نزدیک صرف کلمۂ شہادت کو مکرر پڑھے اور بعض کے نزدیک چپ رہے اور بعض کے نزدیک درود اور دعا پڑھے اور صحیح یہ ہو کہ ٹھر ٹھر کے پڑھے تاکہ امام کے سلام کے ساتھ فارغ ہو **سوال** اگر مسبوق نے غلطی سے امام کے ساتھ سلام پھیرا اور تھوڑی دیر کے بعد کسی نے اُس سے کہا کہ اپنی باقی رکعت ادا کرے اور اُس نے ادا کی تو نماز ہوئی یا نہین **جواب** اُسکی نماز فاسد ہوئی کیونکہ دوسرے نے اُسکو تعلیم کی ایسا ہی درمختار مین ہے **سوال** اگر مسبوق نے سہوا یا عمدا امام کے ساتھ سلام پھیرا تو اُسکی نماز فاسد ہوگی یا نہین **جواب** سہو کی حالت مین نماز فاسد نہوگی

اور عمد کی حالت مین فاسد ہوگی مجمع البرکات مین ہے لو سلم المسبوق لا تفسد صلوتہ لانہ سلام الساھی فلا یخرجہ عن حرمۃ الصلوٰۃ کذا فی الفتاوی العالمگیریۃ ناقلا عن شرح الطحاوی وان سلم مع الامام علی ظن ان علیہ السلام مع الامام فھو سلام عمد افتفسد کذا فی الظھیریۃ اگر مسبوق نے سلام پھیر دیا تو اُسکی نماز فاسد نہوگی کیونکہ یہ سلام سہواً ہی پس وہ حرمت صلوٰۃ سے خارج نہ ہوگا ایسا ہی فتاوی عالمگیری مین شرح طحاوی سے نقل کیا ہی اور اگر امام کے ساتھ یہ خیال کر کے سلام پھیر دیا کہ اُسے سلام پھیرنا چاہیے تو نماز فاسد ہو جاے گی کیونکہ یہ سلام عمداً ہے ایسا ہی ظہیریہ مین ہے **سوال** زید قعدۂ اخیرہ کی تشہد کے بعد سہواً کھڑا ہو گیا اور تکمیل رکعت کے پہلے اُسے یاد آیا تو استادہ سلام پھیرا اُسکی نماز کا کیا حکم ہی **جواب** کھڑے ہو کر سلام نہ پھیرنا چاہیے کیونکہ شرعاً کھڑے ہو کر سلام پھیرنا بدعت ہی بلکہ بیٹھے اور سلام پھیرے جیسا کہ بحر الرائق مین ہی اور اگر کھڑے ہو کر سلام پھیر دیا تو نماز صحیح ہو جائیگی دہرانے کی ضرورت نہین ہے درمختار مین ہی ان قعد فی الرابعۃ مثلا قدر التشہد ثم قام عاد وسلم ولو سلم قائما صح اگر چوتھی رکعت مین بقدر تشہد مثلاً بیٹھا پھر کھڑا ہو گیا تو پھر بیٹھے اور سلام پھیرے اور کھڑے ہی ہونے کی حالت مین سلام پھیر دیا تو بھی نماز صحیح ہو گئی۔ اور برجندی شارح مختصر لکھتے ہین ولو سلم قائما لما جاز لکن لا ینبغی ان یسلم قائما اگر کھڑے ہو کر سلام پھیر دیا تو نماز جائز ہی لیکن کھڑے ہو کر سلام نہ پھیرنا چاہیے **سوال** قعدۂ اولی مین اگر تشہد کے بعد درود پڑھا تو سجدہ سہو لازم آئے گا یا نہین **جواب** لازم آئیگا حاشیۂ طحطاوی مین ہی ذکر فی البدائع انہ یجب علیہ السھو عندہ وعندھما لا یجب لانہ لو وجب لوجب لجبر النقصان ولا یعقل نقصان فی الصلوٰۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ووجہ قول الامام انہ لا یجب السھو بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بل بتاخیر الفرض وھو القیام الا ان التاخیر حصل بالصلوٰۃ وفی القہستانی عن الروضۃ وبقول الصاحبین افتی اھل زماننا وفی المحیط یستجب محمد السھو لاجل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونعم ما قال رحمہ اللہ لکن فی المضمرات ان الفتوی علی قول الامام بدائع مین ہی کہ اُسپر امام صاحب کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہی اور صاحبین کے نزدیک واجب نہین ہی کیونکہ اگر سجدۂ سہو واجب ہوتا تو نقصان کے پورا کرنے کے لیے واجب ہوتا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے نماز مین کوئی نقصان متصور نہین ہی اور امام صاحب کے قول کی وجہ یہ ہے کہ سجدۂ سہو درود بھیجنے کی وجہ سے لازم نہین آتا بلکہ تاخیر کی بدولت لازم آتا ہے یہ ضرور ہی کہ تاخیر درود کی وجہ سے ہوئی اور قہستانی مین روضہ سے نقل کیا ہی کہ ہمارے زمانے کے لوگون نے صاحبین کے قول پر فتوے دیا ہی اور محیط مین ہے

امام محمدؒ نے درود کی وجہ سے سجدۂ سہو کے وجوب کو بُرا جانا ہی خدا اُنکی روح کو خوش رکھے اُنھون نے کیا ہی عمدہ بات لکھی ہی لیکن مضمرات مین یہ ہی کہ فتوے امام صاحب کے قول پر ہی **سوال** عیدین کی نماز مین سہو تکبیرات عیدین کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہین **جواب** لازم آتا ہی مختصر القدوری مین ہے وسجود السهو تلزم اذا زاد فی صلوته فعلا من جنسها ليس منها او ترك قراءة فاتحة الكتاب او القنوت او التشهد او تكبيرات العيدين اور سجدۂ سہو اُسوقت لازم آتا ہی جب نماز مین کوئی چیز جنس نماز سے زائد کیجاے جو وہان پر نہین ہی یا قرأت فاتحہ یا قنوت یا تشہد یا تکبیرات عیدین چھوٹ جائین۔ اور عالمگیری مین ہی ومنها تكبيرات العيدين قال فی البدائع اذا تركها او نقص منها او زاد عليها او اتى بها فی غير موضعها فانه يجب عليه سجود السهو كذا فی البحر الرائق ويستوی فی الزيادة والنقصان القليل والكثير فقد روى عن الحسن عن ابی حنيفةؓ اذا سهى الامام عن تكبيرة واحدة فی صلوة العيد يسجد للسهو كذا فی الذخيرة اور اُن مین سے تکبیرات عیدین ہین بدایع مین ہی جب کوئی تکبیرات عیدین کو ترک کردے یا کچھ کم تکبیرین کہے یا زیادہ کرے یا غیر محل مین تکبیرین کہے تو سجدۂ سہو واجب ہی جیساکہ بحر الرائق مین ہی اور زیادتی وکمی مین تھوڑا اور بہت مساوی ہی حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہی کہ جب امام عید کی نماز مین ایک تکبیر بھول جاے تو سجدۂ سہو کرے جیساکہ ذخیرہ مین ہی۔ اور فتاوی قاضی خان مین ہی ولو سهى عن تكبيرات العيد يلزمه السهو اور جو عید کی تکبیرین بھول جاے اُسپر سجدۂ سہو لازم ہی اور تنویر الابصار مین ہے والسهو فی صلوة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء سہو عید اور جمعہ اور فرض اور نفل سب نمازون مین مساوی حکم رکھتا ہی **سوال** سہو تکبیر قنوت چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو لازم آتا ہی یا نہین **جواب** نہین بحر الرائق مین ہی ذكر فی الظهيرية انه لو ترك تكبيرة القنوت فانه لا رواية لهذا وقيل يجب سجود السهو اعتبارا بتكبيرات العيد وقيل لا تجب انتهى وينبغی ترجيح عدم الوجوب لانه لا اصل ولا دليل عليه بخلاف تكبيرات العيد فان دليل الوجوب المواظبة مع قوله تعالى اذكروا اسم الله فی ايام معلومات ظہیریہ مین ہی اگر قنوت کی تکبیر چھوٹ گئی تو اسکو متعلق کوئی روایت نہین ہی بعضونکے نزدیک سجدۂ سہو واجب ہی جیساکہ تکبیرات عیدین اور بعضون کے نزدیک واجب نہین ہے انتہی اور عدم وجوب کو ترجیح دینا چاہیے کیونکہ وجوب پر کوئی دلیل موجود نہین ہے برخلاف تکبیرات عید کے کہ وہان دلیل وجوب مواظبت اور اذکروا اسم الله فی ایام معلومات (مقررہ ایام مین خدا کا ذکر کرو) ہین **سوال** سجدۂ سہو سلام پھیرنے کے بعد ہونا چاہیے یا سلام کی سجدۂ سہو کے لیے ضرورت نہین ہی **جواب** سجدۂ سہو کے لیے پہلے سلام مسنون ہی

اور اگر بغیر پہلے سلام پھیرے ہوئے بھی سجدۂ سہو کر لیا تو جائز ہی مختصر القدوری مین ہی سجود السھو سنۃ فی
رواية الحسنؒ واجب عند غیرہ وھو یلزم فی الزیادۃ والنقصان بعد السلام عندنا ولو سجد قبل السلام
یجوز عندنا ولا اعادۃ علیہ سجدۂ سہو حسنؒ کی روایت مین سنت ہے اور ان کے علاوہ دوسرون کو خیال
مین واجب ہے اور وہ کمی یا زیادتی کی وجہ سے سلام کے بعد لازم آتا ہے اور اگر قبل سلام سجدہ
کیا تو بھی جائز ہی سوال اگر مسافر نے عمداً چار رکعتین دو قعدون سمیت پڑھین تو اُسکی نماز کا کیا حکم ہے اور وہ
گنہگار ہوگا یا نہین جواب پہلی دو رکعتین فرض ہوجائینگی اور باقی دو نفل اور وہ گنہگار ہوگا شرح نقایہ
مین ہی لو اتم مسافر اربعا وقعد القعدۃ الاولی قدر التشہد تم فرضہ وھو الرکعتان اساء لتاخیر السلام
قصدا وما زاد علی فرضہ نفل اگر مسافر نے چارون رکعتین پڑہین اور قعدۂ اولی مین بقدر تشہد بیٹھا تو فرض
یعنے دو رکعتین صحیح ہین اور وہ گنہگار ہوگا کیونکہ اُس نے قصداً سلام مین تاخیر کی اور باقی دو رکعتین نفل ہین
سوال مسافر کا سفر کب تمام ہوتا ہی جواب جبکہ پندرہ دن یا اس سے زیادہ کے اقامت کی نیت کرے
ہدایہ مین ہی ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الاقامۃ فی بلدۃ او قریۃ خمسۃ عشر یوما او اکثر مسافر سفر کے
حکم مین رہیگا جب تک کہ کسی شہر یا قریہ مین پندرہ دن یا اس سے زائد کی اقامت کی نیت نکرے سوال
مسافر نے اگر کہین نیت اقامت کی پھر وہان سے کوچ کیا تو کتنی مسافت سفر معتبر ہی جواب تین دن کی
رسائل ارکان مین ہی الحد الشرعی للسفر عندنا ثلثۃ ایام فاذا اراد ان یسیر من موضع اقامتہ الی موضع آخر
بینہ وبین موضع الاقامۃ مسیرۃ ثلثۃ ایام یصیر مسافرا حنفیہ کے نزدیک سفر کی شرعی حد تین دن ہین
تو جب موضع اقامت سے دوسری جگہ جانیکا قصد کرے اور اُس جگہ اور موضع اقامت کے درمیان مین تین
دن کی راہ ہو تو وہ مسافر ہوجائیگا سوال مسافر اگر مقیم کی اقتدا کرے تو چار رکعت کی نیت کرے یا دو رکعت
کی جواب بہتر ہے کہ بے تعیین رکعات کے محض فرض کی نیت کرے جیسا کہ برجندی مین ہی اور اگر نیت کرے
تو دو رکعت کی نیت کرے جامع الرموز مین ہے لو اراد نیۃ العدد نوی رکعتین اور اگر عدد رکعات کی نیت
کرنا چاہے تو دو رکعت کی نیت کرے سوال مغرب اور وتر کے بعد جو نفلین پڑھی جاتی ہین وہ بیٹھکے پڑھی
جائین یا کھڑے ہوکر جواب نفل نماز کا کھڑے ہوکر پڑھنا زائد ثواب رکھتا ہی اور بیٹھکے پڑھنا بھی بے کراہت
جائز ہی اور وتر کے بعد والی دو رکعتین بیٹھکے پڑھنا چاہیئے سوال اگر ایک شخص نے ایک قرآن شریف تراویح
مین ختم کیا تو باقی رمضان مین تراویح پڑھے یا نہین جواب نفس تراویح کے سنت ہونے مین اختلاف ہی

بعض نفس تراویح کو سنت نہین سمجھتے ہین بلکہ بتبعیت ختم قرآن سنت جانتے ہین اور بعض نفس تراویح کو الگ سنت کہتے ہین اور قرارت یا سماعت قرآن کو الگ الگ سنت کہتے ہین پس فرقہ اولی کی راے کے موافق ایک ختم قرآن کے بعد سنیت تراویح باقی نہین رہتی اور فرقہ ثانیہ کی راے کے موافق ختم قرآن کے بعد ایک سنت ادا ہوئی اور تراویح کا آخر رمضان تک سنت ہونا باقی رہا عالمگیری وغیرہ نے فرقہ ثانیہ کی راے کو اصح لکھا ہی **سوال** تراویح مین ختم قرآن کو وقت تین بار قل ہو اللہ پڑھنا مستحسن ہی یا نہین **جواب** مستحسن ہی شرح منیہ مین ہی قراءۃ قل ھو اللہ احد ثلث مرات عند ختم القرآن لم یستحسنہا بعض المشائخ وقال الفقیہ ابو اللیث ھذا شیئ استحسنہ اھل القرآن وایمۃ الامصار فلا باس بہ الا ان یکون الختم فی المکتوبۃ فلا یزید علی مرۃ قل ہو اللہ احد ختم قرآن کے وقت تین مرتبہ پڑھنے کو بعض مشائخ نے مستحسن نہین سمجھا ہی اور فقیہ ابو اللیث نے کہا ہی کہ اسے اہل قرآن اور ایمۂ امصار نے مستحسن جانا ہی تو اس مین کچھ حرج نہین البتہ فرض نماز مین ایک مرتبہ سے زائد نہ پڑھنا چاہیے اور اسی کتاب مین دوسری جگہ ہی یکرہ تکرار قراۃ السورۃ فی الفرض ولا یکرہ تکرار السورۃ فی التطوع لان باب النفل وسیع کسی سورہ کو نماز فرض مین مکرر پڑھنا مکروہ ہی اور نفل مین تکرار سورہ مکروہ نہین ہی کیونکہ باب نفل وسیع ہی **سوال** بسم اللہ جو سورۂ نمل مین ہے جزو قرآن ہے اگر کسی حافظ نے اسکے سوا تراویح مین بسم اللہ نہ پڑھی تو ختم قرآن کامل ہوا یا نہین۔ **جواب** ختم قرآن کامل نہین ہوا کیونکہ بسم اللہ ایک آیت ہی جو ہر سورہ کے شروع مین جدا کرنے کے لیے مکرر کی گئی ہی پس ختم قرآن کے وقت تراویح مین ایک مرتبہ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہی اگر اسے ترک کیا تو ختم قرآن مین قصور رہی تنویر المناسکین بزبان فارسی لکھا ہی جسکا ترجمہ یہ ہی حنفیہ کا مذہب یہ ہی کہ بسم اللہ ایک آیت ہی جو فصل سور کے لیے مکرر کی گئی ہے چونکہ قرآن مین ایک سو چودہ سورتین اور ایک آیت ہے پس ختم قرآن مین ایک بار بسم اللہ کہنا ضروری ہی جس سورہ کے شروع مین چاہے کہے اور بسم اللہ ہر سورہ کا جزو نہین ہی جیسا کہ شافعیہ کہتے ہین کہ بسم اللہ سواے سورۂ برأت کے ہر سورہ کے شروع کی ایک آیت ہی پس گویا قرآن مین بسم اللہ ایکسو تیرہ آیتین ہین اگر کسی ایک جگہ بسم اللہ نہ کہی تو اس نے ختم قرآن کو ترک کیا **سوال** تراویح مین ہر چار رکعت کے بعد جسے ترویحہ کہتے ہین کتنا آرام لینا چاہیے **جواب** ایک ترویحہ کے بقدر آرام لینا مستحب ہی اس مین چاہے تسبیح پڑھے یا قرآن یا درود یا نفل پڑھے چاہے چپ بیٹھا رہے اور کوئی خاص دعا منقول نہین ہی شیخ محدث دہلوی ماثبت من السنہ مین تحریر فرماتے ہین۔ المستحب ان یجلس بین کل ترویحتین مقدار ترویحۃ وکذا بین الخامسۃ والوتر وھو المروی عن ابی حنیفۃ وھو المروی عن السلف واھل الحرمین وکانوا مخیرین علی ذلک اما اھل مکۃ فانھم یطوفون

اسبوعا واهل المدينة يصلون اربعا وكذا اهل كل بلد من بلاد المسلمين ثم هو المخير ان شاء سبح او هلل او صلى او قرأ القرآن او سكت ولو ترك الاستراحة بين كل ترويحتين فقيل لا باس به وقيل لا يستحب لانه يخالف اهل الحرمين الشريفين زادهما الله شرفا ولو استراح مقدار اربع ركعات بقراءة معتدلة دون قدر ما صلى الترويحة تكفي ان شاء الله تعالى ونرجو من الله القبول مستحب یہ ہی کہ ہر دو ترویحون کے بیچ مین ایک ترویحہ کے بقدر بیٹھے اور اسی طرح پانچوین ترویحے اور وتر کے بیچ مین بھی بیٹھے اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے اور ایسا ہی سلف اور اہل حرمین سے ثابت ہے سب کا اس پر اجماع ہے اہل مکہ اس مین سات بار طواف کرتے ہین اور اہل مدینہ چار رکعتین پڑھتے ہین اور ایسے ہی ہر شہر کے مسلمان پھر مصلی کو اختیار ہے چاہے تسبیح اور تہلیل کرے چاہے نماز یا قرآن پڑھے چاہے چپ رہے اور اگر استراحت کو ترک کیا تو بعضون کے نزدیک کچھ حرج نہین ہے اور بعضون کے نزدیک خلاف استحباب ہے کیونکہ اس مین اہل حرمین کی مخالفت ہے اور اگر بقدر چار رکعتون کے بقرأت معتدلہ نہ بقدر قرأت تراویح استراحت کی تو کافی ہی انشاء اللہ تعالی اور ہم اللہ سے قبول کرنے کی امید رکھتے ہین **سوال** حنفیہ تراویح کی بیس رکعتین وتر کے علاوہ پڑھتے ہین اور حدیث صحیح مین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہی ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان مین کبھی گیارہ رکعت سے زیادہ نہین پڑھتے تھے پس بیس رکعت کی کون سند ہی **جواب** حضرت صدیقہؓ کی روایت نماز تہجد پر محمول ہی کہ رمضان اور غیر رمضان مین یکسان تھی اور غالبا گیارہ رکعتین مع وتر ہین اور اس حمل پر دلیل یہ ہی کہ اس حدیث کے راوی ابو سلمہؓ ہین جو اس حدیث کے تتمہ مین کہتے ہین قالت عائشۃؓ فقلت یا رسول اللہ تنام قبل ان توتر قال یا عائشۃ ان عینی تنامان ولا ینام قلبی کذا رواہ البخاری ومسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مین نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ وتر پڑھنے کو قبل آرام فرماتی ہین آپنے فرمایا ای عائشہؓ میری آنکھین سوتی ہین اور قلب نہین سوتا اسکو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہی۔ اور اس زمانے کے عرف مین تراویح کو قیام رمضان کہتے تھے اور صحاح ستہ مین بروایت صحیحہ مرفوعا الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم تعین عدد قیام رمضان کی تصریح نہین ہی فقط اتنا ہی ہی قالت عائشۃ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یجتہد فی رمضان ما لا یجتہد فی غیرہ رواہ مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان مین اتنی زحمت برداشت کرتے تھے کہ کسی اور مہینہ مین نہین برداشت کرتے تھے اسکو مسلم نے روایت کیا ہے لیکن مصنف

ابن ابی شیبہ و سنن بیہقی مین بروایت ابن عباس وارد ہی کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان
فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر وروی البیہقی فی سننہ باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون
علی عہد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ
رمضان مین بلا جماعت بیس رکعتین پڑھتے اور وتر پڑھتے بیہقی نے سنن مین باسناد صحیح سائب بن یزید سے
نقل کیا ہی کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین بیس رکعتین پڑھا کرتے تھے **سوال** شارح حموی قول
اشباہ روقنت الامام فی الفجر اور امام فجر مین قنوت پڑھتا تھا کے ذیل مین لکھتے ہین اقول ینبغی ان یکون ذلک
قبل الرکوع فی الرکعۃ الثانیۃ ویکبر مین کہتا ہون کہ یہ رکعت ثانیہ مین رکوع کے پہلے ہونا چاہیے اوسکے پہلے تکبیر کہنا چاہیے پس قابل دریافت
یہ امر ہے کہ تکبیر ہاتھ اُٹھا کے کہی جائے یا بے ہاتھ اُٹھائے ہوے **جواب** تکبیر قنوت مین رفع یدین کو فقہا سنت
لکھتے ہین تنویر الابصار مین ہے ولا یسن رفع یدیہ الا فی تکبیرۃ افتتاح وقنوت وعید رفع یدین صرف تکبیر
افتتاح اور قنوت اور عید مین سنت ہی۔ مگر وقوع نازلہ کے وقت کہ بعض فقہا نے قنوت پڑھنے کو فجر مین جائز رکھا
ہی جیسا کہ اشباہ وغیرہ مین ہی یہ ثابت نہین ہوا کہ اس قنوت کے تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتا بلکہ اکثر حدیثون سے
اتنا ہی ثابت ہوتا ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم رکوع کر کے تسمیع و تحمید کے بعد قنوت پڑھتے تھے اور تکبیر کا
ذکر بھی نہین آیا ہے بخاری مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان
یدعو علی احد او یدعو لاحد قنت بعد الرکوع فربما قال اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد اللھم انج
الولید بن الولید حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی کو دعا یا بددعا دینا چاہتے تو رکوع کے بعد قنوت پڑھتے
بس بسا اوقات جب سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہتے تو فرماتے اللھم انج الولید بن الولید اے اللہ ولید بن
ولید کو نجات دے۔ اور ابو داؤد نے ابن عباس سے روایت کی ہے قال قنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم شہرا متتابعا فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء وصلوۃ الصبح اذا قال سمع اللہ لمن حمدہ فی الرکعۃ
الاخیرۃ یدعو علی احیاء من بنی سلیم حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے ایک ماہ کامل ظہر عصر مغرب عشا فجر
کی آخری رکعت مین سمع اللہ لمن حمدہ کہنے کے بعد بعض قبائل بنی سلیم کو بددعا دیتے ہوے قنوت پڑھا **سوال**
اگر کسی کو جنون ہو تو نماز ساقط ہو جائے گی یا نہین **جواب** اگر جنون ممتد ہو اور ایک شبانہ روز سے زائد رہتا
ہی تو اُسکے ذمے سے نماز ساقط ہو جائے گی منار مین ہی وحد الامتداد فی الصلوۃ ان یزید علی یوم ولیلۃ وفی
الصوم باستغراق الشہر وفی الزکوۃ باستغراق الحول نماز مین حد امتداد یہ ہی کہ ایک دن اور رات سے زائد ہو

اور روزہ مین یہ ہے کہ پورا مہینہ رہے اور زکوٰۃ مین پورا سال **سوال** اگر کوئی شخص رکوع اور سجدہ پر قادر نہین ہی اور کوئی چیز اٹھا کر اُسکی پیشانی کے پاس لیجائین اور وہ اُسپر سجدہ کرے تو سجدہ ادا ہوگا یا نہین **جواب** اگر اُسنے اپنے سرکو جنبش دی اور ادنی جھکاؤ متحقق ہو گیا تو سجدہ ادا ہوگا ورنہ نہین محمود بن الیاس نے شرح نقایہ مین لکھا ہی ولا یرفع الیہ شئ للسجود علیہ فان فعل ذلک وھو یخفض راسہ للرکوع والسجود جاز بالایماء لا بوضع الراس علی ذلک الشئ وان لم یخفض راسہ لکن یوضع شئ علی جبھتہ لم یجز اُسکے جانب کوئی چیز سجدہ کرنے کو نہ اٹھائی جاے اگر ایسا کیا گیا اور وہ اپنے سرکو رکوع وسجود کے لیے جھکاتا ہے تو جائز ہی ایمار کی وجہ سے نہ اُس چیز پر سر رکھنے کی وجہ سے اور اگر ایسا نہین بلکہ وہ چیز اُسکی پیشانی سے لگا دی جاتی ہے تو نہین جائز ہی **سوال** اگر عذر کیوجہ سے مقام سجدہ پہ تکیہ رکھکے اُسپر سجدہ کرے تو جائز ہی یا نہین **جواب** جائز ہی کفایہ مین ہی ولو وضع بین یدیہ وسائد فالصق جبہتہ علیہا ووجد ادنی الانخناء جاز ذلک من الایماء والا فلا اگر اُسکے سامنے تکیے رکھدیے گئے اور اُس نے اپنی پیشانی اُن سے ملادی اور معمولی جھکاؤ پا یا گیا تو یہ جھکاؤ کی وجہ سے جائز ہے ورنہ نہین۔ اور شرح نقایہ مین ہی فان کانت الوسادۃ موضوعۃ علی الارض وھو یسجد علیہا جاز اگر تکیہ زمین پر رکھا ہی اور وہ تکیہ پہ سجدہ کر رہا ہے تو جائز ہی **سوال** اگر کوئی شخص مرگیا اور اُسپر نماز اور روزے ہین تو اُنکا کفارہ کیا ہی **جواب** ہر نماز کے عوض نصف صاع گیہون دے اور فرض ودر واجب اس مین یکسان ہین اور ایک روزہ کا حکم ایک نماز کا ہی پس اگر میت نے کفارہ ادا کرنے کی وصیت کی ہے تو ثلث مال سے ادا کرنا واجب ہی اور اگر وصیت نہین کی اور بعض ورثہ نے تبرعًا واحسانًا کفارہ ادا کیا تو بھی جائز ہی حمادیہ مین ہے واذا مات وعلیہ صلوات فائتۃ واوصی بان یعطی کفارۃ صلوتہ یعطی بکل صلوۃ نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع ولصوم یوم نصف صاع وانما یعطی من ثلث مالہ اگر کوئی شخص مرا اور اُسکے ذمہ نمازین تھین اور اُس نے کفارہ دینے کی وصیت کی تھی تو اُسکی طرف سے ہر نماز کے عوض مین نصف صاع گیہون اور ہر وتر کے عوض مین نصف صاع گیہون اور ہر روزے کے عوض مین نصف صاع گیہون دیے جائین گے لیکن ثلث مال سے۔ اور فتاوی عالمگیری مین ہی وان لم یوص لورثتہ وتبرع بعض الورثۃ یجوز اور اگر اُس نے وصیت نہین کی اور بعض ورثہ نے کفارہ تبرعًا ادا کیا تو جائز ہی **سوال** کفارۂ صوم وصلوۃ کو مسجد اور سڑک اور پل وغیرہ کے بنانے مین کہ ان مین تملیک متصدق علیہ نہین ہی صرف کرنا جائز ہے یا نہین **جواب** ابو المکارم کی تحریر سے معلوم ہوتا ہی کہ جائز ہے اور صاحب بحر الرائق کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام صدقات

اور کفارات میں متصدق علیہ کی تملیک شرط ہی ابو المکارم نے لکھا ہی اجاز لہ اباحۃ فی الکفارات کلہا والضابطۃ ان
کل ما ورد بلفظ الایتاء والاداء شرط فیہ التملیک وما ورد بلفظ الاطعام یشترط فیہ الاباحۃ وعند الشافعی یشترط
التملیک فی الکل تمام کفارات مین صرف اباحت کافی ہی اور کلیہ قاعدہ یہ ہی کہ جہان کہین ایتاء اور اداکا لفظ آیا ہی وہان
تملیک کافی ہی اور جہان اطعام کا لفظ آیا ہی وہان اباحت شرط ہی اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تملیک سب مین شرط
ہی اور صاحب برہان انما الصدقات کی شرح مین لکھتے ہین انما للحصر فیقتضی قصر جنس الصدقات علی الاصناف المعدودۃ
واختصاصہا بہم کانہ قیل انما ہی لہم لا لغیرہم انما حصر کے لیے ہے اور اسکا مقتضے یہ ہی کہ جنس صدقات مختلف صنفات
مین منحصر ہون اور وہ سب ان لوگون کے ساتھ خاص ہون گویا کہ یون کہا گیا ہے کہ یہ سب قسمین انھین لوگون کے
لیے ہین دوسرون کے لیے نہین ہین - اور تفسیر احمدی مین ہے ھذہ الایۃ فی بیان
مصارف الزکوۃ لان المراد من الصدقات المفروضۃ منہا وہی الزکوۃ وقد جعلہا اللہ تعالی فی الایۃ ثمانیۃ
مذکورۃ مع الترتیب وحصرہا بکلمۃ انما یہ آیت مصارف زکوۃ کے بیان مین ہی کیونکہ صدقات سے مراد صدقات
مفروضہ مین اور وہ زکوۃ ہی مصرف اللہ تعالی نے آیت مین آٹھ بتائے ہین جو بالترتیب مذکور ہین اور کلمہ انما
حصر کو ظاہر کر رہا ہے - سوال ولایت اسلام نہونیکی وجہ سے اس دیار مین جس عالم متورع پر لوگ اعتماد کرین وہ اقامت
جمعہ اور خطبہ مین قاضی کا حکم رکھتا ہی یا نہین جواب رکھتا ہی صاحب بحر الرائق نے خلاصہ سے نقل کیا ہی الی
صرمات ولم یبلغ الخلیفۃ موتہ حتی مضت بہم جمع فان صلی بہم خلیفۃ المیت او صاحب الشرط او القاضی اجزاہم
ولو اجتمعت العامۃ علی تقدیم رجل لم یامرہ القاضی ولا خلیفۃ المیت لم یجز ولم یکن جمعۃ ولو لم یکن ثمہ قاضی ولا خلیفۃ المیت
فاجتمع العامۃ علی تقدیم رجل جاز للضرورۃ اگر کسی شہر کا والی مر گیا اور خلیفہ کو اسکی موت کی خبر نہین پہونچی یہان تک
کہ جمعہ آگیا تو اگر ان لوگون کے ساتھ خلیفۂ میت یا کوتوال شہر یا قاضی نے نماز پڑھی ہے تو درست ہی ورنہ اگر عوام
نے مجتمع ہو کر کسی شخص کو امام بنا لیا اور قاضی اور خلیفۂ میت مین سے کسی نے اسے حکم نہین دیا تو نماز درست
نہو گی اور جمعہ ادا نہو گا اور اگر خلیفہ میت اور قاضی بھی نہو تو عوام جس شخص پر اتفاق کرین اسکے پیچھے نماز جمعہ
ضرورت کی وجہ سے جائز ہو گی - اور در مختار مین ہی ونصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمہم
فیجوز للضرورۃ عوام کا کسی کو خطیب بنا لینا اگر مذکورین مین سے کوئی موجود ہو تو غیر معتبر ہی ورنہ ضرورت کی وجہ سے
جائز ہی - اور عالمگیری مین ہے لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بہم الجمعۃ جاز کذا فی التہذیب
اگر امام سے اجازت لینا دشوار ہو اور لوگون نے کسی شخص پر اتفاق کر لیا اور اس کے ساتھ نماز جمعہ پڑھ لی تو جائز ہی

ایسا ہی تہذیب مین ہی **سوال** مفتاح الصلوۃ مین لکھا ہی کہ جمعہ مین اسقاط فرض ظہر کی نماز جمعہ کی وجہ سے نیت کرے ورنہ فرض نماز ادا نہو گی یہ درست ہی یا نہین **جواب** کتب معتبرہ کے خلاف ہی صاحب درمختار نے صحت جمعہ کے لیے سات اور وجوب کے لیے نو شرطین لکھی ہین۔ اور نیت اسقاط ظہر کا تذکرہ نہین کیا ہی اور نہ متون مین اس شرط کا پتہ ہی **سوال** جمعہ ایک شہر مین کئی جگہ جائز ہی یا نہین **جواب** امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ سے اس مین مختلف روایتین منقول ہین (۱) ایک ہی جگہ درست ہی شمنی نے شرح نقایہ مین لکھا ہی عن ابی حنیفۃ لا یجوز فی اکثر من موضع واحد لان الجمعۃ من اعلام الدین لا یجوز تقلیل جماعتہا وفی جوازہا فی مکانین تقلیلہا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جمعہ ایک جگہ سے زائد ناجائز ہے کیونکہ یہ اعلام دین مین سے ہے اس لیے اس مین تقلیل جماعت ناجائز ہے اور اگر دو جگہ جائز کر دیا گیا تو ظاہر ہے کہ تقلیل جماعت لازم آتی ہے (۲) دو جگہ بھی جائز ہے شمنی نے شرح نقایہ مین لکھا ہے عن ابی حنیفۃ وصاحبیہ یجوز فی موضعین لا غیر امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ سے مروی ہی کہ دو جگہون مین جائز ہی اس سے زائد مین نہین (۳) دو جگہ درست ہی بشرطیکہ اس شہر مین کوئی نہر فاصل ہو۔ عن ابی یوسف انہ یجوز فی موضعین اذا کان المصر کبیرا او حال بین الخطبتین نہر کبغداد امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ جمعہ دو جگہ جائز ہی اگر شہر بڑا ہو یا بیچ مین نہر ہو جیسے نہر بغداد۔ (۴) تین جگہون تک درست ہی اور یہ امام محمد رحمہ اللہ کی روایت ہی جسکو شارح نقایہ نے نقل کیا ہی (۵) مواضع کثیرہ مین درست ہی اسکو امام سرخسی اور دوسرے اماموں نے امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ سے نقل کیا ہی اسی پر فتوی ہی اور فقہا نے اسکو اصح اور صحیح لکھا ہی درر الحکام شرح غرر الاحکام مین ہی جازت الجمعۃ فی مواضع من المصر وہو قول ابی حنیفۃ رض ومحمد رح وہو الاصح لان فی الاجتماع فی موضع واحد فی مدینۃ کبیرۃ حرجا بینا جمعہ ایک شہر مین متعدد جگہ جائز ہی اور یہ امام ابو حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کا قول ہی اور یہی اصح ہی کیونکہ بڑے شہر مین سب کا ایک جگہ جمع ہونا بہت دشوار ہے اور ذخیرۃ العقبیٰ مین ہی والصحیح من قول الاعظم الربانی ان یودی فی مصر واحد فی مواضع کثیرۃ امام اعظم کا صحیح قول یہ ہی کہ نماز جمعہ ایک شہر مین متعدد مواضع مین ادا کی جا سکتی ہی۔ ور برہان شرح مواہب الرحمن مین ہی وتعددہا ای الجمعۃ فی مواضع کثیرۃ فی مصر واحد جائز عند ابی حنیفۃ قال السرخسی فی الصحیح من مذہبہ وبہ قال محمد اور تعدد جمعہ ایک شہر مین امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہی سرخسی نے کہا ہی کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے صحیح مذہب پر ہی اور امام محمد رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہین۔ اور صاحب بحر الرائق نے امام سرخسی سے نقل کیا ہی ان الصحیح من مذہب ابی حنیفۃ جواز

اقامتہا فی مصر واحد فی مسجدین واکثر وبہ ناخذ لاطلاق لا جمعۃ الا فی مصر شرط المصر فقط امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا صحیح مذہب یہ ہی کہ ایک شہر کی دو مسجدون یا زائد مین اقامت جمعہ درست ہی اور ہم اسی سے اخذ کرتے ہین کیونکہ لا جمعۃ الا فی مصر مطلق ہی صرف مصر کی شرط ہی۔ اور درمختار مین ہی وتودی فی مصر واحد بمواضع کثیرۃ مطلقا علی المذہب وعلیہ الفتوی اور ایک شہر مین نماز جمعہ بہت سی جگہ درست ہی مطلقا بر مذہب امام ابوحنیفہ اور اسی پر فتوی ہی۔ اور طحطاوی نے حاشیہ مین مطلقا کے تحت مین لکھا ہی سواء کان ہناک ضرورۃ اولا فصل بین جانبی البلد ام لا چاہی ضرورت ہو یا نہ ہو اور چاہے شہر کو نہر دو حصون پر منقسم کرتی ہو نہ کرتی ہو **سوال** غیر عربی زبان مین خطبہ پڑھنا اور خطبہ مین اشعار پڑھنا جائز ہی یا نہین اور ایسے خطبہ سے جمعہ کی نماز مین نقصان لازم آتا ہی یا نہین **جواب** غیر عربی زبان مین خطبہ پڑھنا فارسی ہو یا کوئی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بلا عذر جائز ہے لیکن خلاف افضل ہی اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک درست نہین ہی درمختار مین ہی وشرطا عجزہ صاحبین رحمہما اللہ نے عجز کی شرط لگائی ہی محدث دہلوی شرح سفر السعادت مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہی افضل یہ ہی کہ خطبہ عربی زبان مین ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک غیر عربی مین بھی جائز ہی اور بعضون کے نزدیک فارسی کے سوا کسی غیر عربی زبان مین خطبہ جائز نہین ہی عینی شرح ہدایہ مین ہی والخطبۃ یوم الجمعۃ والتشہد ای قراءۃ التحیات فی القعدات علی ہذا الاختلاف یعنی یجوز عند ابی حنیفۃ خلافا لہما خطبۂ جمعہ اور تشہد یعنی قرأت التحیات مین یہی اختلاف ہی یعنے امام صاحب کے نزدیک دوسری زبانون مین جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین۔ لیکن خطبہ ایسی نظم مین جو کذب اور مبالغہ اور سرود اور غنا سے خالی ہو لا باس بہ ہی کیونکہ جن اشعار مین مواعظ اور کتاب وحدیث کے مضامین ہون اور کذب ومبالغہ اور سرود وغنا سے خالی ہون وہ مستثنی ہین لیکن سنت متوارثہ کے مخالفت کی وجہ سے کراہت تنزیہی سے خالی نہین ہی دارقطنی نے حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے ہو کلام فحسنہ حسن وقبیحہ قبیح شعر بھی ایک کلام ہے اگر اچھا ہو تو اچھا اور اگر برا ہو تو برا ہے۔ صاحب نصاب الاحتساب نے اس کو حرام لکھا ہی ہل للمذکر ان یقرأ علی المنبر دوبیتی کما اعتادہ مذکرو زماننا ام لا الجواب فی الحدیث من اشراط الساعۃ ان توضع الاخیار وترفع الاشرار وان تقرأ المثناۃ ہی التی بالفارسیۃ دوبیتی من المنکر کیا خطیب منبر پر دوبیتی (رباعی) پڑھ سکتا ہی جیسا کہ فی زماننا خطیبون کی عادت ہے اسکا جواب یہ ہی حدیث مین ہی علامات قیامت مین سے یہ ہی کہ نیک لوگ دبے رہین اور بد لوگ بلند مرتبہ ہو جائین اور مثناۃ پڑھی جاے صحاح مین ہے

کہ ثمناۃ کو فارسی مین دوبیتی کہتے ہین۔ بہرحال اگر خطبۂ منظوم مین اوصاف مذکورہ پائے جائین تو جمعہ کی نماز مین نقصان لازم نہین، تا **سوال** اگر پہلے خطبہ مین خلفاے راشدین کا ذکر ہو تو کیا حکم ہی **جواب** بہتر یہ ہے کہ پہلے خطبہ مین تسبیح تہلیل تحمید و قراءۃ قرآن اور درود اور دوسرے خطبہ مین مومنین صالحین اور خلفاے راشدین اور صحابہ کرام اور حضرت حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جاوے کہ یہی علماے مشرق و مغرب کا معمول بہ ہی اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن جسکو مسلمان اچھا سمجھین وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہی۔ اور اگر پہلے خطبہ مین خلفاے اربعہ کا ذکر کردیا تو اس سے نماز مین کوئی نقصان نہین آتا رسائل الارکان مین ہی وینبغی ان یدعو للمسلمین ویبدأ بذکر الخلفاء الراشدین ومدحہم والدعاء لہم لان الرحمۃ تنزل بذکر الصالحین ویرجی قبول الدعاء للمسلمین ببرکۃ ذکرھم وھو المتوارث من وقت التابعین الی الآن ولم ینکر ذلک احد فھو امر مندوب قریب الی السنۃ للاجماع الفعلی علی ذلک وھو من شعار الدین فلا یترک خطبہ مین مسلمانون کیلیے دعا کرنا چاہیے اور خلفاے راشدین کا ذکر اور انکی مدح اور اون کے لیے دعا کرنا چاہیے کیونکہ صالحین کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہی اور انکے ذکر کی برکت سے مسلمانون کے حق مین بھی دعا کے قبول ہونے کی امید ہی اور یہ تابعین کے وقت سے ابتک جاری ہی کسی نے اسکا انکار نہین کیا تو یہ امر مندوب قریب بسنت ہی اجماع فعلی کی وجہ سے جو شعار دین مین سے ہی پس ترک نہ کیا جائیگا اور عالمگیری مین ہی وذکر الخلفاء الراشدین رضی اللہ عنہم مستحسن بذلک جری التوارث کذا فی التجنیس خلفاے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر مستحسن ہی اسی پر عملدرآمد ہی ایسا ہی تجنیس مین ہے **سوال** موذن کے اذان ختم کرنے تک جو خطیب ممبر پر بیٹھتا ہی اگر اسے ترک کرے تو گنہگار ہوگا یا نہین **جواب** جلسۂ مذکورہ مسنون ہی ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یخطب خطبتین کان یجلس اذا صعد المنبر حتے یفرغ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا دو خطبے پڑھتے تھے اور جب منبر پر چڑھتے تو بیٹھے رہتے یہانتک کہ موذن فراغت پاتا۔ اور سنت موکدہ کا ترک مکروہ تحریمی ہے۔

سوال دونون خطبون کے بیچ مین بیٹھکے دعا کرنا رفع یدین کے ساتھ ہو یا بلا رفع یدین دل سے ہو یا زبان سے جائز ہی یا نہین **جواب** اگر دو خطبون کے بیچ مین بیٹھتے وقت دل سے دعا ہو اور زبان کو حرکت نہو تو مباح ہی ملا علی قاری شرح مشکوۃ مین لکھتے ہین کیف یدعو وھو مامور بالانصات اجیب لیس من شرط الدعاء التلفظ بہ بل استحضارہ بقلبہ کاف خطیب دعا کیونکر کرسکتا ہے کیونکہ اُسے تو حالت جلوس مین خاموش رہنے کا حکم ہی اسکا جواب یہ ہی کہ دعا کے لیے تلفظ ضروری نہین ہی بلکہ دعا کو صرف قلب مین لانا ہی کافی

ہی اور اگر دعا تلفظ کے ساتھ زبان سے ہو عام اس سے کہ برفع یدین ہو یا بلا رفع یدین خطبون کے بیچ مین ممنوع ہی حدیث سے اتنا ہی ثابت ہی کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم خطبون کے درمیان ایک لحظہ سے زائد نہ بیٹھتے اور اس جلسہ مین آپ سے کوئی دعا ثابت نہین ہوئی مشکوٰۃ شریف مین ہے عن ابن عمر قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یخطب ثم یجلس ولا یتکلم ثم یقوم فیخطب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ خطبہ پڑھتے تھے پھر بیٹھتے تھے اور کوئی بات نہین کرتے تھے پھر کھڑے ہوتے تھے اور خطبہ پڑھتے تھے وریہی امام ابوحنیفہ و محمد رحمہما اللہ کا مذہب ہے کہ مطلق ذکر جو کچھ ہو جلسہ بین الخطبتین مین مکروہ ہی حافظ الدین ابوالبرکات نسفی نے کافی شرح وافی مین لکھا ہی وکراھۃ الکلام غیر مقصود حال الخطبۃ عند ابی حنیفۃ حتے یکرہ الکلام عندہ فی حال الجلسۃ بین الخطبتین لاطلاق الحدیث کراہت کلام حالت خطبہ مین مقصود نہین ہی یہان تک کہ حالت جلوس مین کلام انکے نزدیک مکروہ ہی کیونکہ حدیث مطلق ہی۔ اور برجندی شرح مختصر مین ہی والمراد بالکلام مطلق الکلام سواء کان امرا بالمعروف او غیرہ وسواء کان ذکرا او قرآنا او غیرہما انتہی وقال الزیلعی فی شرح الکنز وعند محمد لایباح لہ اصلا انتہے وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا خرج الامام فلا صلوٰۃ ولا کلام کذا فی الحلبی علی شرح الوقایۃ وھذا الکلام من غیر فصل اور کلام سے مطلق کلام مراد ہی خواہ وہ امر بالمعروف ہو یا اور کچھ اور خواہ ذکر ہو یا قرآن یا اور کچھ اور زیلعی نے شرح کنز مین کہا کہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک کلام بالکل مباح نہین ہی انتہی اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب امام خطبہ کے لیے روانہ ہو اسوقت سے نہ نماز درست ہے نہ کلام اور ابن ہمام کہتے ہین کہ ابوبکر بن شیبہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ یہ حضرات خروج امام کے بعد صلوٰۃ اور کلام کو مکروہ جانتے تھے اور صحابی کا قول حجت ہے اور اُسکی تقلید ہمپر واجب ہی۔ اور جو حدیث صحیح مسلم مین بروایت ابوموسی اشعری مروی ہے کہ امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت سے نماز ختم کرنے کے وقت تک کے بیچ مین ایک ساعت دعا کے قبول ہونے کی ہے۔ اُس مین بحث ہی محققین علما کے نزدیک ابوموسیٰ اشعری کی حدیث سے زائد قوی وہ حدیث ہی جو عبداللہ بن سلام سے مروی ہی کہ ساعات جمعہ مین سے آخر ساعت ساعت اجابت ہی اور اس ساعت کے تعیین مین پچاس حدیثون تک مروی ہین سوال خطبہ مین اللھم اعز الاسلام کہتے وقت منبر سے نیچے آنا اور اللھم انصر کہتے وقت اوپر چڑھنا جائز ہو یا نہین جواب بعض العلما خطبہ کے کہتے وقت نیچے آنا یا اوپر چڑھنا کتب فقہیہ مین نظر مین نہ آیا

بظاہر اسکے جواز کی کوئی وجہ بھی نہین ہی **سوال** سلطان وقت کے لیے عدل و احسان کی دعا کرنا جائز ہی یا نہین
جواب جائز ہی جیسا کہ قہستانی مین ہی **سوال** عیدگاہ مین جو غالباً صحرا مین ہوتی ہی عیدین کی نماز کا کیا
حکم ہی **جواب** حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کی عادت سے یہ بات تھی کہ عیدین کی نماز کے لیے آپ
مصلے کی طرف تشریف لیجاتے جو مدینۂ منورہ کے غربی جانب ایک مقام ہی اسکے اور مسجد نبوی کے درمیان مین
ہزار گز کا فاصلہ ہی جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہی اور کبھی آپنے مسجد شریف مین عید کی نماز نہین پڑھی مگر ایک بار
بارش کی وجہ سے آپ نے مسجد شریف مین نماز پڑھی تھی جیسا کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ سے مروی ہی باوجود مسجد شریف
کی بزرگی کے آپ کا یہان نماز نہ پڑھنا اور وہان تشریف لیجانا بتاتا ہے کہ مصلے مین عیدین کی نماز پڑھنا افضل ہے
بعض کہتے ہین کہ حضور کے زمانے مین مسجد چھوٹی اور آبادی بہت تھی اس لیے آپ نے عیدین کی نماز مسجد مین
نہین پڑھی اور اب چونکہ مسجد نبوی وسیع اور آبادی کو کافی ہی لہٰذا اہل مدینہ اُسی مین نماز پڑھتے ہین اور اہل مکہ
پہلے ہی سے عادی ہین کہ مسجد مین نماز پڑھین اور صحرا مین نہ جائین اور ابتک اسپر ثابت قدم ہین جیسا کہ مولانا
عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے بعض تصانیف مین لکھا ہے اور شارح ابن ہمام کہتے ہین کہ مصلے مین عیدین کی
نماز پڑھنا سنت ہی اور شارح صراط مستقیم نے کہا ہو کہ ایک شہر مین کئی جگہ عید کی نماز پڑھنا جائز ہی **سوال** امرا کو
اپنے گھر مین عیدین کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہین **جواب** درصورت تحقق شروط ادا عیدین کی نماز گھر مین پڑھی
جاسکتی ہی شہر اور جماعت کا ہونا ضروری ہی اور جماعت مین امام کے علاوہ کم سے کم تین آدمی کا ہونا ضروری
ہے اور اذن عام یعنے جہان عیدین کی نماز پڑھی جاے وہان آنے سے نمازی روکے نہ جائین جیسا کہ برجندی
شرح مختصر مین اور شروط ادا ے نماز عید مین مسجد نہین ہے مگر جو فضیلت مسجد کی جماعت کو ہے وہ گھر کی
جماعت کو حاصل نہین جیسا کہ کفایہ شرح ہدایہ مین ہے اور برجندی شرح مختصر مین لکھتے ہین
فلو اغلق السلطان او نائبه ابواب منزله او لم یاذن بالدخول فیه وصلے فیه باهله و
عسکره لایجوز پس اگر بادشاہ نے اپنے مکان کے دروازے بند کر لیے یا اندر آنے کی ممانعت
کردی اور مکان مین اہل و عیال اور لشکر سمیت نماز پڑھ لی تو جائز نہوگی اور رسائل الارکان مین
ہے لو اغلق الامام باب حصنه وصلے مع رفقائه لم یجز اگر امام نے قلعہ کا دروازہ
بند کرکے اپنے رفقا سمیت نماز پڑھ لی تو جائز نہوگی **سوال** (۱) بعضے علما فرماتے ہین کہ حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے گاہے سینہ پر اور گاہے زیر ناف نماز مین ہاتھ باندھے ہین اور

آپ کا رفع یدین کرنا اور آمین بالجہر کہنا بھی ثابت ہے پھر بعضے علما ان افعال سے کیون منع کرتے ہین اور کیون کہتے ہین کہ یہ طریقہ وہابی اور شافعیہ اور دوسرے فرقون کا ہے اور کیا وجہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ان اعمال کا ذکر کرنا جائز نہین ہوا اور دوسرے ایمہ کے یہان مسنون ٹھہرا آیا یہ اعمال زمانہ نبوی مین پائے گئے ہین یا نہین اور اگر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان افعال کو کیا اور زمانہ نبوی مین اسکا ہونا ثابت ہے تو پھر ایمہ اور علما باہم کیون مختلف ہوے کہ کوئی سنیت وجواز کا قائل ہوا اور کوئی ترک وممنوعیت کا فتویٰ دینے لگا وجہ اختلاف علما سے آگاہی بخشی جاے اور ہم لوگ عوام حنفیہ جو فہم اصول شرعیہ کی قدرت نہین رکھتے ایسے حال مین کیا کرین اور جو لوگ رفع یدین اور آمین بالجہر کہتے ہین اور سینے پر ہاتھ باندھتے ہین اُنکو گمراہ اور مرتد اور کافر کہنا اور اُن پر لعن کرنا روا ہے یا نہین (۲) جو لوگ شافعی یا مالکی یا حنبلی ہون اور نماز مین رفع یدین اور آمین بالجہر اور دیگر امور مذہب حنفیہ کے خلاف کرتے ہون تو حنفی المذہب کو انکی اقتدا درست ہے یا نہین اور ایسے لوگون کے پیچھے ہم حنفیون کو مستمر یا احیانا نماز پڑھنا درست ہے یا نہین۔ جواب (۱) زمانہ نبوی مین مسائل جزئیہ مدون اور مدلل اور متفرع دلائل وبراہین پر نہ تھے بلکہ صحابۂ کرام کا عمل محض حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل پر تھا مثلاً ایک صحابی نے آپ کو ایک وقت وضو مین جمیع اعضاے وضو کو ایک ایک بار دھوتے دیکھا اُسپر اُنھون نے عمل کیا اور دوسرے صحابی نے دوسرے وقت دو دو بار ہر عضو کو دھوتے دیکھا اُنھون نے اُس کو اختیار کر لیا اور تیسرے صحابی سے کسی وقت آپکو تین تین بار اعضاے وضو کو دھوتے دیکھا اُسپر عامل ہوے علی ہذا کیفیت اداے نماز مین بھی صحابہ کا عمل مختلف رہا ہے اور روایتین بھی مختلف ہوئین مثلاً ایک صحابی نے آپ کو رفع یدین کرتے دیکھا اُسکو مسنون خیال کیا اور دوسرے نے اُسکا ترک دیکھا وہ عدم رفع کی سنیت کے قائل ہوے یہی کیفیت اختلاف صحابہ کی احادیث قولیہ مین ہوئی مثلاً ایک صحابی نے ایک وقت مین کسی مسئلہ کا حکم آپ سے پوچھا آپ نے جس وقت کی مصلحت کے لحاظ سے اُن کو جواب دیا اُنھون نے اُسپر عمل کیا اور اپنی سماع کی روایت کی دوسرے صحابی نے دوسرے وقت اُسی مسئلہ کا حکم دریافت کیا اور آپ نے چونکہ وہ حکم منسوخ ہوچکا تھا دوسرے طور پر جواب دیا اُنھون نے اُس پر عمل کیا اور اسی کی روایت کی پھر وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اطراف وبلاد مین متفرق ہوگئے۔ اور افتا اور قضا کے مباشر ہوے تو جس شہر مین جو صحابی پہونچے وہان

اُنھون نے اپنی سماع و روِیت کے موافق حکم کیا اور فتوی دیا اور جب کبھی صحابہ نے بین الاحادیث تعارض پایا یا حدیث مسموع اور اپنے استنباط مین تعارض پایا تو جس جانب ثبوت کا ظن غالب ہوا اُس پر عمل کیا۔ اس وجہ سے بعض احادیث کو متروک العمل کر دیا اور بعض پر عمل لازم سمجھا جیساکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب ازواج مطہرات سے یہ سن لیا کہ جنب کو بحالت جنابت صبح کرنا مفسد صوم نہین ہے تو اپنے مذہب سابق سے رجوع کیا۔ اور حدیث مسموعہ سابق کو متروک العمل کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث مروی فاطمہ بنت قیس کو بخصوص عدم وجوب نفقہ و سکنی مطلقہ ثلثہ کے بوجہ مخالفت نص قرآنی کے مردود کر دیا اور بعضی حدیثین جو کسی صحابی کو نہ پہونچی تہین اور واقعہ جدیدہ کے درپیش ہونے کی وجہ سے حاجت پڑی اور تلاش کے بعد دوسری صحابی سے سنا تو اُسپر عمل کر لیا اور باوجودیکہ خود کمال جلالت رکھتے تھے اور کثرت سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت مین بیٹھے تھے احادیث کو اپنے علم پر مقصور نہ کیا جیساکہ بخصوص نصیب جدہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کا قول محمد بن مسلمہ کی تصدیق کی وجہ سے قبول فرمایا اور حسب روایت اُنکی جدہ کو سدس مال دیا اور جن صحابہ کو حدیثین نہین پہونچین وہ اُسپر عمل کرنے سے معذور رہے اور اپنے استنباط پر فتوے دیتے رہے جیساکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عورتون کو نہانے مین سب بالون کے کھولنے کا اور اُن کے نیچے پانی پہونچانیکا حکم دیا کرتے تھے اس وجہ سے کہ جس روایت سے یہ ثابت ہے کہ عورتین نہانے مین چوٹیان نہ کھولین وہ اُن تک نہین پہونچی چنانچہ اسکو سنکر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انکار فرمایا تھا جیساکہ صحیح مسلم مین مروی ہے اس قسم کے اختلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بہت تھے اور یہی اختلاف صحابہ منجر باختلاف تابعین ہوا اور اختلاف تابعین منجر باختلاف تبع تابعین ہوا اور بوجہ وقوع کثرت اختلاف اور وقائع کے تدوین کتب اور ترتیب ابواب فقہیہ اور تفریع مسائل علے الادلہ کی نوبت پہونچی اور ہر مجتہد نے بقدر وسعت اپنے اصول و قواعد تطبیق بین الاحادیث المختلفہ والآثار المتعارضہ کے لیے قائم کیے اور جسکو جتنی حدیثین پہونچین اُنپر عمل کیا اور اُسی سے امور غیر منصوصہ کا استنباط کرتے اور فتوے دیتے رہے اسی اختلاف کی وجہ سے زمانہ سلف مین کسی امام اور مجتہد خاص کی تقلید معمول نہ تھی عامی کو اختیار تھا کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانے مین جس عالم سے چاہے مسائل شرعیہ دریافت کرکے عمل کرے کوئی اُسپر انکار نہین کرتا تھا اور اسکی وجہ

یہی تھی کہ ایئہ مجتہدین کا یہ اختلاف صحابہ کے اختلاف پر مبنی تھا اور حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میرے اصحاب ستارون کے مانند ہین تم جس کی پیروی کروگے ہدایت پاجاؤگے۔ پس کسی صحابی کی اقتدا اہتدا سے خالی نہین ہوسکتے لہذا زمانہ سلف مین تقلید کے لیے کسی خاص امام کی تخصیص نہ تھی اور نہ ایمہ کا اختلاف باعث الزام ہو سکتا تھا کیونکہ ہر شخص آثار صحابہ کا مقتدی تھا مگر مجتہدین کا زمانہ گذر جانے کے بعد علما اور صلحا کا اس بات پر اتفاق ہوگیا کہ اہل سنت کے مذہب کا انحصار ایئہ اربعہ پہ ہے اور فی زمانناً یہی چار مذہب شایع ہین اور جو مسائل ان مین اختلافی ہین وہ بے دلیل نہین ہین بلکہ اُن مین سے ہر ایک کے دلائل موجود ہین اور ان ایئہ اربعہ مین سے ہر ایک آثار صحابہ اور احادیث نبویہ کا متبع ہے پس چارون مقتدی اور مہتدی ہوے کسی پر طعن اور تشنیع جائز نہین ہے چونکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک رفع یدین اور آمین بالجہر کی ترجیح ثابت نہین ہوئی بلکہ بعض صحابہ کی وساطت سے عدم رفع یدین اور اخفاے آمین کا ثبوت پہونچا لہذا امام صاحب نے ترک رفع یدین اور آمین بالجہر کا حکم دیا دوسرے ایمہ کو آثار صحابہ و احادیث نبویہ مثبتہ رفع یدین و آمین بالجہر پہونچین اور قوی معلوم ہوئین وہ لوگ اُسکی سنت ہونے کے قائل ہوے اب اس امر مین علما کی رائین مختلف ہین کہ ایک امام خاص کی تقلید شخصی واجب ہے یا نہین اس مین دو قول ہین وجوب اور ضلالت اور ہر ایک ان دو فریق سے اپنے اپنے اثبات مدعا کیلیے ادلہ شتی قائم کرتا ہے اور اس امر مین بکثرت رسائل تصنیف کیے گئے ہین سائلین سوال ہذا کو جو عامی اور اصول شرعیہ سے ناواقف ہین لازم ہے کہ اس منازعت سے الگ رہین اور جسطرح پہلے سے کتب متداولہ حنفیہ کے مسائل پر عامل ہین اب بھی عامل رہین رفع یدین اور آمین بالجہر کے جھگڑے مین نہ پڑین رہا یہ کہ ہاتھ کہان پر باندھے جائین اس مین خود حنفیہ مختلف ہین اور اکثر محققین کی تحقیق کے موافق اس مادے مین وسعت ہے چاہے زیر ناف ہاتھ باندھے چاہے بالاے صدر یا زیر صدر رہا یہ کہ جو لوگ آمین بالجہر اور رفع یدین کرین اُن پر لعن و طعن کرنا اور رافضی مرتد کہنا ہرگز جائز نہین ہے اس امر مین سائلین سوال کو بہت احتیاط کرنا چاہیے کیونکہ خود زمانہ صحابہ مین یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا اکثر صحابہ رفع یدین کرتے تھے اور بعضے صحابہ نہین کرتے تھے اسی طرح آمین بالجہر مین بھی طرق صحابہ مختلف مروی ہین مگر ایک دوسرے پر طعن و لعن نہین کرتے تھے نہ بُرا جانتے تھے یہ منازعت اس زمانہ مین کم علمی اور غلبۂ جہل کی وجہ سے واقع ہوئی ہے

کہ لوگ زمانۂ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور زمانۂ صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات سے واقف نہین ہین اللھم احفظنا من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا اے اللہ ہمکو نفسون کے شرون اور اعمالون کی برائیون سے بچا۔ (۲) اس مسئلہ مین علماے مذاہب اربعہ مختلف ہین اور بعض علمانے لکھا ہے کہ اس مسئلہ مین مذاہب اربعہ کے اختلافات کا حاصل چند اقوال کی طرف راجع ہے (۱) مطلقا جواز اقتدا چاہے امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے یا نکرے (۲) جواز اقتدا بشرطیکہ مقتدی یہ نہ جانے کہ امام طہارت ونماز مین کسی ایسے فعل کا مباشر ہوا ہے جو مقتدی کے مذہب مین مفسد نماز ہے (۳) جواز اقتدا۔ بشرطیکہ امام اُن امور کی رعایت کرے جو مقتدی کے مذہب مین رعایت کے قابل ہین (۴) عدم جواز اقتدا گو امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرتا ہو (۵) جواز اقتدا مع کراہت تنزیہی منجملہ اُن اقوال کے قول اول محقق ومختار محققین ہے جیساکہ ایقاظ النیام مین بعبارت فارسی تحریر ہے جسکا ترجمہ یہ ہے۔ قول اول جواز اقتدا بمخالف علی الاطلاق مطلقا چاہے امام مقتدی کے مذہب کی رعایت کرے یا نہ کرے اور اس قول مین امام کے مذہب کی رعایت کا اعتبار ہے نہ مقتدی کے مذہب کی رعایت کا اور ہر مذہب کے محققین کی جماعت اسی کی قائل ہے اور یہی مذہب منصور اور یہی میرے نزدیک بھی مختار ہے۔ اور یہی اسی کتاب مین ہے جو لوگ حنفیہ مین سے مطلقا جواز کے قائل ہین وہ بھی بہت ہین شیخ محی الدین بن یوسف حنفی رومی اپنے رسالہ مین جو اُنھون نے مخالف کی اقتدا مین لکھا ہے لکھتے ہین کہ شیخ ابو بکر رازی اسی قول کی طرف گئے ہین اور ابن ہمام نے اپنے شیخ سراج الدین سے نقل کیا ہے کہ وہ بھی قول ابو بکر رازی کے معتقد تھے یہان تک کہ اُنھون نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ مخالف کی اقتدا سے نماز فاسد ہوتی ہے اور بعض فضلا نے شیخ ابو بکر رازی کے قول کو ترجیح دی ہے انتہی مختصرا اور شاہ ولی اللہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف مین لکھتے ہین قد کان فی الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من یقرأ البسملۃ ومنھم من لا یقرأھا ومنھم من یجھر بھا ومنھم من لا یجھر بھا ومنھم من کان یقنت فی الفجر ومنھم من لا یقنت فی الفجر ومنھم من یتوضأ فی الحجامۃ والرعاف والقے ومنھم من لا یتوضأ من ذلک ومنھم من یتوضأ من مس الذکر ومن لمس النساء بشھوۃ ومنھم من لا یتوضأ من ذلک ومنھم من یتوضأ مما مسۃ النار ومنھم من لا یتوضأ من ذلک ومع ھذا فکان

بعضہم یصلي خلف بعض مثل ما كان ابو حنيفة واصحابه والشافعي وغيرهم رضي الله عنهم يصلون خلف ائمة المدينة من المالكية وغيرهم وان كانوا لا يقرأون البسملة لا سرا ولا جهرا وصلى الرشيد اماما وقد احتجم فصلى الامام ابو يوسف خلفه ولم يعد وكان افتاه الامام مالك بانه لا وضوء عليه وكان الامام احمد بن حنبل يرى الوضوء من الرعاف والحجامة فقيل له فان كان الامام قد خرج منه الدم ولم يتوضأ هل تصلي خلفه فقال كيف لا اصلي خلف الامام مالك وسعيد بن المسيب

صحابہ اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُن کے بعد کے لوگون مین سے بعض تو بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض نہین پڑھتے تھے اور بعض زور سے پڑھتے تھے اور بعض آہستہ سے بعض نماز فجر مین قنوت پڑھتے تھے اور بعض نہین پڑھتے تھے بعض پچھنے لگوانے اور تے (قے) اور ناک سے خون آنے کی وجہ سے وضو کرتے تھے اور بعض نہین کرتے تھے اور بعض ذکر اور حالت شہوت مین عورت کو چھونے کی وجہ سے وضو کرتے تھے اور بعض نہین کرتے تھے اور بعض آگ پر پکائی ہوئی چیزون کے کھانے کو نواقض وضو مین شمار کرتے تھے اور بعض نہین شمار کرتے تھے پھر بھی نماز مین ایک دوسرے کی اقتدا کرتے تھے مثلاً امام ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب اور امام شافعی رضی اللہ عنہم وغیرہ کہ یہ لوگ مالکی ایمہ کے پیچھے نماز پڑھنے مین کچھ باک نہین کرتے تھے باوجودیکہ اُن کے نزدیک بسم اللہ پڑھنا ہی نہ چاہیے نہ زور سے نہ چپکے سے ہارون رشید نے امام مالک رحمہ اللہ کے فتوے کے بنا پر پچھنے لگانے کے بعد بے جدید وضو کیے ہوے امامت کی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اُن کی اقتدا کی اور نماز کا اعادہ نہین کیا امام احمد حنبل رحمہ اللہ ناک سے خون آنے اور پچھنے کیوجہ سے وضو کو ضروری سمجھتے تھے تو اُن سے پوچھا گیا اگر امام کے خون نکلے اور وضو نہ کرے تو کیا اُسکے پیچھے نماز پڑھ لین گے انھون نے جواب دیا کیا مین امام مالک اور سعید بن المسیب رحمہما اللہ (جو پچھنون سے وضو کو لازمی نہین سمجھتے ہین) کے پیچھے نماز نہ پڑھون گا۔ اس عبارت سے ثابت ہوا کہ حنفیہ کو شافعیہ مالکیہ حنبلیہ کی اقتدا کرنا مطلقا جائز ہے اور امام کا رفع یدین کرنا یا آمین بالجہر کہنا مقتدی کی نماز کو فاسد نہ کرے گا نہ یہ مانع جواز اقتدا ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو خالق العرش والفرش المدعو بمحمد بخش المسہسرامی غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ۔ دونون جواب صحیح ہین واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

سوال ایک روز عید کے دن ایک مسجد مین سنی اور روافض دونون جمع ہوے پہلے روافض نے عید

کی نماز پڑھی پھر اہل تسنن نے اپنی جماعت سے عید کی نماز پڑھی تو اہل تسنن کی نماز ہوئی یا نہین اور ایک مسجد مین دو مرتبہ عید کی نماز جائز ہے یا نہین **جواب** ظاہر عبارات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تعدد نماز عید مطلقا جائز ہے ایک موضع مین ہو یا دو موضع مین جیسا کہ طحطاوی حواشی مراقی الفلاح مین لکھتے ہین لو قدر بعد ما لفوات مع الامام علے ادراکھا مع غیرہ فعل للاتفاق علے جواز تعددھا اگر امام عیدین کے پیچھے کسی کو نماز نہ ملے اور دوسرے کے ساتھ نماز پڑھ لینے کا موقع ملگیا تو پڑھ لے کیونکہ تعدد نماز عید بالاتفاق جائز ہے - پس صورت مسئولہ مین اہل تسنن کی نماز ہوگئی - **سوال** جو شخص جمعہ کے دن فرض کے بعد چار رکعت آخری ظہر اس نیت سے پڑھے کہ یہ چار رکعتین بھی فرض ہین اور جو کوئی اس کے پڑھنے کو یا فرض جاننے کو منع کرے تو اُسے گدھا اور گمراہ اور لامذہب کہے تو وہ گنہگار ہوگا یا نہین - **جواب** اس باب مین فقہا مختلف ہین فقہا کی ایک جماعت ادائے فرض جمعہ کے بعد چار رکعت کو بہ نیت آخر ظہر ادرکت وقتہ ولم اصل بعد احتیاطا مستحسن لکھتے ہین اس لیے کہ مصر کی تعریف مین حنفیہ کے نزدیک شرائط وجوب جمعہ سے ہے بہت اختلاف ہوا ہے اور بعض شہر بعض تعریف کے موافق شہر نہین ٹھہرتے اور نیز اس وجہ سے کہ ایک شہر مین تعدد جمعہ مین اختلاف ہے اگرچہ صحیح جواز تعدد ہے خزانۃ الروایات مین ہے - فی الکافی ثم فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعۃ لوقوع الشک فی المصر او غیرہ واقام اھلہ الجمعۃ ینبغی ان یصلوا بعد الجمعۃ اربع رکعات وینووا بہا الظہر حتے لو لم یقع الجمعۃ موقعہا خرج من عہدۃ فرض الوقت بیقین کافی مین ہے کہ جہان کہین مصر ہونے یا شرائط جمعہ مین سے کسی اور کے پائے جانے مین شبہ ہونے کی بدولت جواز جمعہ مین شک ہو وہان جمعہ کے بعد لوگون کو اگر وہ نماز جمعہ پڑھین چار رکعت بہ نیت ظہر پڑھنا چاہیین تاکہ اگر جمعہ نہ ہوا ہو تو فرض وقتی اُنکے ذمے سے ساقط ہو جائے - اور رد المحتار مین ہے ہو الاحتیاط بمعنے الخروج عن العہدۃ بیقین لان جواز التعدد وان کان ارجح واقوی دلیلا لکن فیہ شبہۃ قویۃ یہی احتیاط ہے بمعنے خروج عن الذمہ کے کیونکہ جواز تعدد اگرچہ دلیل کے اعتبار سے ارجح واقوی ہے لیکن اس مین شبہات بھی قوی ہین - اور ایک جماعت ظہر ادا کرنے کو اس لیے منع کرتی ہے کہ اس کے ادا کرنے سے عوام کو عدم فرضیت جمعہ و فرضیت ظہر کا وہم ہوگا بحر الرائق مین ہے

لیس الاحتیاط فی فعلها مع ما لزم من فعلها فی زماننا من المفسدۃ العظیمۃ وهو اعتقاد الجهلۃ لان الجمعۃ لیست بفرض مما یشاهدون من صلوۃ الظهر فیظنون انها الفرض وان الجمعۃ لیست بفرض فکان الاحتیاط فی ترکها وعلی تقدیر فعلها ممن لا یخاف علیه مفسدۃ منها فالاولی ان تکون فی بیته خفیۃ خوفا من مفسدۃ فعلها ظہر کے پڑھنے مین احتیاط نہین ہے علاوہ برین ہمارے زمانے مین یہ ایک خرابی واقع ہو گئی ہے کہ جہلا جب لوگونکو نماز جمعہ کے بعد ظہر کی نماز پڑھتے دیکھتے ہین تو خیال کرتے ہین کہ جمعہ فرض نہین ہے بلکہ ظہر فرض ہے لیس آجکل ظہر کے پڑھنے مین احتیاط نہین ہے بلکہ ترک کرنے مین احتیاط ہے البتہ وہ لوگ جنکے فعل سے اس خرابی کا اندیشہ نہو اپنے گھر مین پوشیدہ طور پر نماز ظہر پڑھ لین کیونکہ علی الاطلاق کرنے مین اب بھی فساد کا خوف ہے۔ ان عبارتون سے معلوم ہوا کہ جنھون نے اجازت دی ہے صرف احتیاطاً اجازت دی ہے نہ اس لحاظ سے کہ جمعہ فرض نہین اور یہ چار رکعت فرض ہین بلاد ہندوستان اور ایسے ہی بلاد بنگالہ وغیرہ مین جمعہ کے فرض ہونے اور اُسکے ادا ہو جانے مین بمذہب صحیح کوئی شبہہ نہین ہے مگر بوجہ وقوع خلاف کے تعریفات مصر اور تعدد جمعہ مین اگر احتیاطاً یہ چار رکعت ادا کی جائین تو کچھ حرج نہین مگر بشرطیکہ خیال اُن کی فرضیت کا اور عدم فرضیت یا عدم جواز جمعہ کا نہ آنے پائے اور اگر خیال آئے تو انکو نہ پڑھنا چاہیے **سوال** زید بغیر عشا کی نماز پڑھے ہوے سو گیا۔ اور مجر کو ایسے سویرے اُٹھا کہ پہلے اُس نے عشا اور وتر کی قضا پڑھی پھر فجر کی نماز ادا کی پھر نو بجے دن کے قریب اُس نے اپنے پائجامہ پر منی کا دھبہ دیکھا حالانکہ اُسکو اختلام یاد نہین اور یہ نہین کہہ سکتا کہ وہ دھبہ آج ہی شب کے احتلام کا ہے یا پہلے کا ایسی صورت مین اُن نمازون کا اعادہ کیا جائیگا یا نہین **جواب**۔ اس صورت مین یہ احتلام اُسی شب کا مانا جائیگا نہ پہلے کا اور غسل کے بعد فجر اور عشا اور وتر کا اعادہ بہ نیت قضا واجب ہوگا اشباہ والنظائر مین ہے لو رای فی ثوبه نجاسۃ وقد صلی فیه ولا یدری متی اصابه یعیدها من اخر حدث احدثه المنی یا خر رقدۃ ویلزمه الغسل فی النائمۃ عند ابی حنیفۃ ومحمد وان لم یتذکر احتلاما ایک شخص نے اُن کپڑون مین نجاست پائے جنھین پہنکر وہ نماز پڑھتا ہے اور اسکا علم نہین ہوا کہ یہ نجاست کب لگ گئی بس آخر حدث جو اوسے لاحق ہوا تھا اُس کے بعد جتنی نمازین پڑھی ہین سب کا اعادہ کرے اور اگر منی ہو تو آخری مرتبہ جب سو کر اُٹھا ہے اُس کے بعد سے نمازون کا اعادہ کرے اور امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے

نزدیک نہانے بھی اگرچہ اُسے احتلام یاد نہو **سوال** تہجد اور وتر ایک نماز ہے یا الگ الگ دو نماز ہین **جواب** احادیث مختلفہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر کا اطلاق کبھی نماز تہجد پر اور کبھی قیام لیل پر جو بعد وطاق ہو ہوتا ہے اور یہ وتر عین تہجد ہے حدیث ابی امامہ مین ہے قال کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوتر بتسع رکعات اخرجہ احمد والطبرانی وغیرھما ابو امامہ نے کہا ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم وتر کی نو رکعتین پڑھا کرتے تھے اس کو احمد اور طبرانی وغیرہما نے روایت کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اوتروا بخمس او بسبع او تسع او احدی عشرۃ اخرجہ الدارقطنی وابن حبان والحاکم بزیادۃ ولا توتروا بثلاث ولا تشبھوا بصلوۃ المغرب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا ہے وتر کی پانچ یا سات یا نو یا گیارہ رکعتین پڑھو اسکو دارقطنی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور حاکم نے یہ اور زائد کیا ہے کہ وتر کی تین نہ پڑھا کرو اور اُسے نماز مغرب کے مشابہ نہ بناؤ۔ ابن حجر عسقلانی تلخیص الحبیر تخریج احادیث شرح الرافعی الکبیر مین لکھتے ہین رجالہ کلھم ثقات ولا یضر وقف من وقفہ انتھے وحدیث عائشۃ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوتر باربع وثلاث وثنتین وثلث وثمان وثلث وعشر وثلاث اخرجہ ابو داؤد وحدیث ام سلمۃ کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوتر بثلث عشرۃ فلما کبر وضعف اوتر بسبع اخرجہ احمد والترمذی والنسائی والحاکم وصححہ وحدیث ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اوتروا بخمس او بسبع او تسع او باحدی عشرۃ او باکثر من ذلک اخرجہ ابن حبان وابن المنذر والحاکم اس حدیث کے تمام رجال ثقہ ہین اور جو بعضون نے اس مین توقف کیا ہو اس سے اس حدیث پر کچھ اثر نہین پڑسکتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا وتر کی چار اور تین اور دو اور تین اور آٹھ اور تین اور دس اور تین رکعتین پڑھا کرتے تھے اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور حضرت ام سلمۃ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ وتر کی تیرہ رکعتین پڑھا کرتے تھے پس جب آپ ضعیف ہو گئے تو سات رکعتین پڑھنے لگے اسکو احمد اور ترمذی اور نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اسکی تصحیح کی ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وتر کی پانچ

یا سات یا نو یا گیارہ یا اس سے زیادہ رکعتین پڑھو اسکو ابن حبان اور ابن منذر اور حاکم نے روایت
کیا ہے اور ان احادیث کے نظائر کتب صحاح مین بہت ہین جن مین وتر کا اطلاق مجموع صلوۃ
تہجد پر جو معہ و دیعہ وتر ہو واقع ہوا ہے ابن ہمام فتح القدیر باب الوتر مین اس حدیث کے
ذکر کرنے کے بعد (انہ صلے اللہ علیہ وسلم قام بہم فی رمضان فصلے ثمان رکعات واوتر ثم
انتظروہ من القابلۃ فلم یخرج الیہم فسألوہ فقال خشیت ان یکتب علیکم الوتر اخرجہ ابن
حبان نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان مین نماز پڑھانے کھڑے ہوے تو آٹھ رکعتین پڑھین اور
وتر پڑھی پس دوسری رات کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کا انتظار کیا اور آپ تشریف نہ لائے
جب لوگون نے اسکی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا مجھے خوف تھا کہ کہین یہ نماز تمپر فرض نہ کردی
جاسکے اسے ابن حبان نے روایت کیا ہے) لکھتے ہین المراد مجموع صلوۃ اللیل المختتمۃ بوتر و
ذلک انہم کانوا یطلقون علی صلوۃ اللیل کذلک لان المجموع فرد وبذلک وتر لاشفع مراد
مجموع صلوۃ لیل ہے جسکا اختتام وتر پر ہوتا ہے اور یہ اس وجہ سے کہ وہ صلوۃ لیل ہے اسی طرح
وتر کا اطلاق کرتے تھے کیونکہ مجموع فرد ہے اور وہ وتر ہے نہ کہ شفع۔ اور کبھی وتر کا اطلاق مستقل نماز
غیر تہجد پر ہوتا ہے اور اسیپر وجوب او رسنیت وتر اور استنان قنوت وتر مین ہر زمانے مین یا اکثر
عدم مین اور وتر کی رکعات کی تعیین مین کہ تین رکعتین ایک سلام یا دو سلام سے ہین یا ایک
رکعت ہے اختلاف کرتے ہین انکا مورد اختلاف یہی وتر ہے جو تہجد کے علاوہ مستقل نماز ہے
اور اسکا وقت عشا کے بعد سے طلوع صبح تک ہے جیسا کہ مروی ہے ان اللہ امدکم بصلوۃ ھی
خیر لکم من حمر النعم وھی الوتر جعل اللہ لکم فیما بین صلوۃ العشاء الی ان یطلع الفجر اخرجہ احمد وابوداؤد
والترمذی وابن ماجۃ والدارقطنی والحاکم من حدیث خارجۃ مرفوعا وحدیث ابن عباس خرج
علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مستبشرا فقال ان اللہ قد زادکم صلوۃ وھی الوتر اخرجہ
الطبرانی والدارقطنی وحدیث ابی سعید مرفوعا ان اللہ زادکم صلوۃ وھی الوتر واسنادہ حسن
قال الحافظ ابن حجر فی تخریج احادیث الھدایۃ خدانے ایک نماز فرض کرکے تمپر احسان کیا ہے جو تمہارے
حق مین سرخ اونٹون سے زائد بہتر ہے وہ وتر کی نماز ہے جسے خدانے تمپر نماز عشا اور طلوع فجر کے درمیان مین
فرض کیا اسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارقطنی اور حاکم نے خارجہ کی حدیث سے

مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے بشارت دی کہ خدا نے تمپر ایک اور نماز فرض کی ہے اور وہ وتر کی نماز ہے اسکو طبرانی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور ابو سعید نے مرفوعاً روایت کی ہے اللہ نے تمپر ایک اور نماز یعنے وتر فرض کی ہے اور اسکے اسناد حسن ہین ایسا ہی حافظ ابن حجر نے تخریج احادیث ہدایہ مین کہا ہے۔ اور انھین روایتون کے مثل اور بھی روایتین ہین جن کے اسانید مین کلام ہے کما بسطہ الحافظ فی تخریج احادیث الرافعی وحدیث الوتر حق فمن لم یوتر فلیس منا اخرجہ ابوداؤد والحاکم وصححہ من حدیث بریدۃ مرفوعاً جیساکہ تخریج احادیث رافعی مین حافظ نے بسط سے بیان کیا ہے حدیث وتر حق ہے جس نے وتر کی نماز نہین پڑھی وہ ہم مین سے نہین ہے اسکو ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور بریدۃ کی حدیث مرفوع سے اسکی تصحیح کی ہے۔ اور ان روایتون کے مثل صحاح ستہ کی بہت سی روایتین ہین جو اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ وتر اور تہجد مین مغایرت ہے اور وتر ایک مستقل نماز ہے واجب ہو یا سنت انھین مین سے یہ حدیث ہے کان ابوبکر یوتر ثم ینام ثم یقوم فیتہجد وعمر کان ینام قبل ان یوتر ثم یقوم ویصلے ویوتر فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لابی بکر اخذت بالحزم وقال لعمر اخذت بالقوۃ اخرجہ ابوداؤد وابن خزیمۃ والطبرانی فی الکبیر والحاکم من حدیث ابی قتادۃ وقال ابن القطان رجالہ ثقات والبزار وابن ماجۃ وابن حبان من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وتر پڑھتے پھر سوتے پھر اٹھتے اور تہجد پڑھتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وتر پڑھنے کے قبل سوتے پھر اٹھتے اور نماز پڑھتے اور وتر پڑھتے تو حضور سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے احتیاط کا کام کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمنے قوت اور بہادری کا کام کیا اس کو ابوداؤد اور ابن خزیمہ اور طبرانی نے کبیر مین اور حاکم نے حدیث ابوقتادہ سے روایت کیا ہے اور ابن قطان نے کہا ہے اس کے رجال ثقات ہین اور بزار اور ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر کی حدیث سے اسے روایت کیا ہے۔ اور اس حدیث کے شواہد اور طرق تلخیص الحبیر وغیرہ مین بسط سے مذکور ہین اور انھین مین سے یہ حدیث ہے من خاف منکم ان لا یستیقظ من آخر اللیل فلیوتر من اول اللیل ومن طمع منکم ان یستیقظ فلیوتر فی آخر اللیل فان صلوۃ آخر اللیل مشہودۃ وذلک

افضل اخرجہ مسلم واحمد من حدیث جابر مرفوعا تم مین سے جسکو رات کے آخری حصہ مین بیدار نہونے کا خوف ہو وہ وتر پڑھکر سوئے اور جسے آخر شب مین جاگنے کی امید ہو وہ آخر شب مین وتر پڑھے کیونکہ آخر شب کی نماز مشہود ہے اور یہ افضل ہے اسکو مسلم اور احمد رحمہ اللہ نے حدیث جابر سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ اور انھین مین سے یہ حدیث ہے من کل اللیل قد اوتر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من اول اللیل واوسطہ واخرہ وانتھے وترہ الی السحر اخرجہ البخاری ومسلم وغیرھما حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر حصہ مین نماز پڑھی ہے اول حصہ مین بھی اور اوسط حصہ مین بھی اور آخر حصہ مین بھی اور آپکی وتر سحر کے وقت ختم ہوتی تھی اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہو اور اسیطرح احادیث قنوت وتر جو کہ سنن وغیرہ مین مروی ہین مغایرت پر دلالت کرتی ہین **سوال** تراویح اور تہجد ایک نماز ہے یا الگ الگ اور جب حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تراویح مع وتر اول شب مین پڑھ لی ہے تو اس کے بعد قولا یا فعلا تہجد کے لیے آپکا اٹھنا ثابت ہے یا نہین **جواب** آپنے تراویح دو طرح ادا کی ہے (۱) بیس رکعتین بے جماعت قال ابن عباس کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یصلے فی رمضان فی غیر جماعة عشرین رکعة والوتر اخرجہ ابن ابی شیبة وعبد بن حمید والبغوی فی معجمہ والطبرانی والبیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوة بے جماعت تراویح کی بیس رکعتین پڑھتے اور وتر۔ اسکو ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور بغوی نے اپنی معجم مین اور طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ لیکن اس روایت کی سند ضعیف ہے اسکی تفصیل مین نے اپنے رسالہ تحفة الاخیار فی احیاء سنة سید الابرار مین اچھی طرح کی ہے۔ زیلعی نے تخریج احادیث ہدایہ مین لکھا ہے ھو معلول بابی شیبة ابراھیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبة وھو متفق علی ضعفہ اس حدیث کی تعلیل ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کی بدولت کی گئی ہے جو امام ابوبکر بن شیبہ کے دادا ہین اور جنکے ضعف پر اتفاق ہے (۲) آٹھ رکعتین اور تین رکعت وتر با جماعت اور یہ طریقہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تین راتون کے علاوہ کسی رات مین منقول نہین ہے اور امت پر فرض ہوجانے کے خوف سے بہ لحاظ شفقت آپ نے اسکا اہتمام نہین کیا عن عائشة رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خرج من جوف اللیل فصلے فی المسجد فصلے بصلوتہ ناس فاصبح الناس یتحدثون بذلک فاجتمع

اکثر منهم فخرج فی اللیلة الثانیة فصلوا بصلوته فاصبح الناس یذکرون فکثر اهل المسجد فی الثالثة فخرج فصلوا بصلوته فلما کانت اللیلة الرابعة عجز المسجد عن اهله فلم یخرج الیهم حتی خرج لصلوة الفجر فلما قضی الفجر اقبل علی الناس ثم تشهد فقال اما بعد فانه لم یخف علی شانکم اللیلة لکنی خشیت ان تفرض علیکم صلوة اللیل فتعجزوا عنها اخرجه مسلم وعن ابی ذر صمنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشهر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذهب ثلث اللیل فلما کانت السادسة لم یقم بنا فلما کانت الخامسة قام بنا حتی ذهب شطر اللیل فقلت یا رسول الله لو نفلتنا قیام هذه اللیلة فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام اللیلة فلما کانت الرابعة لم یقم فلما کانت الثالثة جمع اهله ونساءه فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح ای السحور اخرجه ابوداؤد واللفظ له والنسائی والترمذی وغیرهم وکذلک اخرجه النسائی من حدیث النعمان بن بشیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم شب کو تشریف لے گئے اور مسجد مین نماز پڑھی آپ کے ساتھ اور لوگون نے بھی نماز پڑھی اور انھون نے اس کا ذکر دوسرون سے کیا تو دوسری رات مین آدمی زائد آئے اور آپ تشریف لے گئے پس آپ کے ساتھ سب نے نماز پڑھی پھر اسکا چرچا اور زیادہ ہوگیا یہان تک کہ چوتھی رات کو اتنا مجمع ہوا کہ سب آدمی مسجد مین نہ سما سکے اور اس شب کو آپ تشریف نہ لے گئے یہان تک کہ فجر کا وقت آگیا اور آپ فجر کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد تشریف لیگئے جب فجر کی نماز سے فارغ ہوے تو لوگون کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ مجھے شب کا حال معلوم ہے مگر مین اس خیال سے نہین آیا کہ کہین یہ نماز تمپر فرض نہو جائے اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز رہجاؤ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہین ہم نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزہ رکھا پس آپ نے ہمارے ساتھ مہینہ بھر قیام نہ کیا حتی کہ سات دن باقی رہ گئے پس آپ نے ہمکو بلایا اور اتنا طویل قیام کیا کہ آدھی رات اُس قیام مین گذر گئی تو مینے کہا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ اس قیام کو ہمپر نفل کر دیجیے آپ نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اُس کے لیے ایک شب کا قیام لکھا جاتا ہے پھر جب چار دن رہ گئے تو آپ نے نہ قیام کیا اور جب تین دن رہ گئے تو آپ نے اہل بیت اور عورتون کو جمع کیا اور اتنا طویل قیام کیا جس سے ہم کو خوف ہوا کہ سحر جاتی رہے گی اس کو ابوداؤد اور نسائی اور ترمذی وغیرہم نے روایت

گیا ہے اور ایسی ہی روایت نعمان بن بشیر کی حدیث سے نسائی نے کی ہے۔ اور ابن حجر مکی ہیتمی شرح مشکوٰۃ مین لکھتے ہین۔ قول بعض ائمتنا انہ صلے اللہ علیہ وسلم صلے بالناس عشرین رکعۃ لعل اخذہ مما فی مصنف ابن ابی شیبۃ انہ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ ومما رواہ البیہقی انہ صلے بھم عشرین رکعۃ بعشر تسلیمات لکن الروایتین ضعیفتان وفی صحیحی ابن خزیمۃ وابن حبان انہ صلے بھم ثمان رکعۃ والوتر لکن اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ ہمارے بعض ائمہ کا جو یہ قول ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیس رکعتین پڑھین شاید یہ مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم رمضان شریف مین بیس رکعتین پڑھا کرتے تھے اور بیہقی کی اس روایت سے کہ آپ نے صحابہ کے ساتھ رمضان مین بیس رکعتین دس سلامون سے پڑھین ماخوذ ہے لیکن یہ دونون روایتین ضعیف ہین اور ابن خزیمہ اور ابن حبان کی صحیحون مین ہے کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آٹھ رکعتین اور وتر پڑھی البتہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اسپر اجماع ہے کہ تراویح کی بیس ہی رکعتین ہین۔ اور ابن حجر عسقلانی تلخیص الحبیر مین یہ روایت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہین واما العدد فروی ابن حبان فی صحیحہ من حدیث جابر رضی اللہ عنہ انہ صلے بھم ثمان رکعات ثم اوتر عدد تراویح کے متعلق ابن حبان نے اپنی صحیح مین حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آٹھ رکعتین اور وتر پڑھی ہے۔ لیکن طریق اول کی روایتون مین اسکی صراحت نہین ہے کہ یہ بیس رکعتین پہلی رات مین تھین یا آخر رات مین مگر طریق دوم کی روایتین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ وہ قیام اول مرتبہ مین عشا کے بعد سے ثلث رات تک اور دوسری مرتبہ مین نصف رات تک اور تیسری مرتبہ مین سحر تک تھا اور یہ امر کہ یہ نماز تہجد کی نماز تھی یا کوئی اور نماز پس اسکی مقدار اسکی خبر دیتی ہے کہ یہ نماز تہجد کی مغایر نہ تھی کیونکہ آٹھ رکعتین اور تین رکعت وتر آپ کے تہجد کی مقدار تھی جیساکہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کے قول سے معلوم ہوتا ہے ماکان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولافی غیرہ علے احدی عشر رکعۃ یصلی اربعا فلا تسأل عن حسنھن وطولھن ثم یصلی ثلثا اخرجہ مالک والبخاری ومسلم وغیرہم حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی گیارہ رکعتون سے زائد نہین پڑھین نہ رمضان مین اور نہ کسی اور مہینے مین پہلے چار رکعتین پڑھتے

جنکے حسن وطول کے متعلق کچھ نہ پوچھو پھر تین پڑھتے اسکو مالک اور بخاری و مسلم وغیرہم نے روایت کیا ہی۔ اور علما کا اس بات مین اختلاف ہے کہ سنیت تہجد اور قیام لیل مطلق رات کی نماز سے اگرچہ سونے سے پہلے ہو ادا ہوتی ہے یا نہین بعض کہتے ہین ادا ہو جاتی ہے جیسا کہ بحر الرائق مین ہے روی لطبرانی مرفوعاً لا بد من صلوۃ بلیل ولو حلب شاۃ وما کان بعد صلوۃ العشاء فهو من اللیل وهو یفید ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوۃ العشاء قبل النوم طبرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ رات کی نماز پڑھنا ضروری ہے اگرچہ تھوڑی ہی ہو اور رات کی نماز وہ ہے جو عشا کے بعد پڑھی جاے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنت عشا کے بعد سونے کے قبل نفلین پڑھنے سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ پس اُن کی راے کے موافق اس کے عین تہجد ہونے مین کوئی حرج نہوگا اور بعضون نے تہجد کو سونے کے بعد مقید کیا ہے تلخیص الحبیر مین ہے قوله الرافعي التهجد يقع على الصلوة بعد النوم واما الصلوة قبل النوم فلا يسمى تهجدا رواه ابن خيثمة من طريق الاعرج عن كثير عن الحجاج بن عمرو قال يحسب احدكم ان قام من الليل يصلي حتى يصبح انه قد تهجد انما التهجد المرء ان يصلي الصلوة بعد رقدة ثم الصلوة بعد رقدة وتلك كانت صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم اسناده حسن وفيه ابو صالح كاتب الليث وفيه لين ورواه الطبراني وفي اسناده ابن لهيعة تہجد کا اطلاق اُس نماز پر ہوتا ہی جو سونے کے بعد پڑھی جاے اور جو نماز سونے کے پہلے پڑھی جائے وہ تہجد نہین کہلاتی اسکو ابن خیثمہ نے روایت کیا ہی اعرج سے اُنھون نے کثیر سے اُنھون نے حجاج بن عمر سے اور کہا ہے کیا تم مین سے کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اگر کوئی رات کو نماز شروع کرے اور فجر تک پڑھتا رہے تو اُس نے تہجد پڑھی (یعنے ایسا نہین ہے) بلکہ تہجد یہ ہے کہ ایک نماز سونے کے بعد اُٹھکر پڑھے پھر دوسرے نماز (یعنے فجر کی نماز) سونے کے بعد اُٹھکر پڑھے۔ یہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تھی اس کے اسناد حسن ہین اور اسکی اسناد مین ابو صالح ہین جو لیث کے کاتب ہین اور انمین شبہہ ہے اور اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اُن کے اسناد مین ابن لہیعہ ہین۔ پس اس تقدیر پر نماز مذکور کو جو سونے سے پہلے پڑھی جاے تہجد مین شمار کرنا محل تامل ہوگا اور بہر حالت مین جن راتون مین حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے تراویح بجماعت ادا کی تھی اُن راتون مین اس نماز کے علاوہ آپ سے تہجد ادا کرنا مروی نہین ہے ممکن ہے کہ پہلی اور دوسری رات مین تھوڑی دیر سونے کی

بعد آپ نے نماز تہجد پڑھی ہو مگر تیسری رات مین تو تراویح ہی کو آپنے اس قدر طول دیا تھا کہ سحر کا وقت پہونچ گیا تھا۔ **سوال** اگر کسی شخص نے اس ملک کی عادت کی موافق تراویح اور وتر اول شب مین اور تہجد کی نماز آخر شب مین پڑھی تو سنت کے خلاف ہوگا یا نہین **جواب** اگرچہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے تطویل تراویح ثلث اور نصف رات بلکہ سحر تک بھی ثابت ہے اور اُن راتون مین ثبوت تہجد کا مروی نہین ہے مگر باوجود اسکے اُسکا عدم ثبوت بھی خصوصا شب اول اور دوم مین مروی نہین ہوا ہے ایسی حالت مین جو شخص تراویح اور وتر اول شب مین پڑھکے تہجد آخر شب مین پڑھے تو وہ مخالف سنت کہا جائیگا بلکہ اگر اول شب مین تراویح کی بیس رکعتین ادا کرکے آخر شب مین آٹھ رکعتین تہجد کی پڑھیگا تو اقتدای نبوی صلعم اور اقتدای صحابہ رضہ کی فضیلت کا جامع ہوگا اور اول شب مین وتر ادا کرنیکے بعد آخر شب مین تہجد ادا کرنا حضور سے اور صحابہ رضہ سے ثابت نہین ہے **سوال** نماز وتر خصوصا تین رکعتین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکر ثابت ہین بعینہ مثل نماز مغرب کی ثابت ہین یا دو رکعتین جدا اور ایک رکعت جدا یا تینون رکعتین متصل آخر کے ایک تشہد سے اور درمیان مین تشہد حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے ثابت ہے یا نہین **جواب** وتر کی تین رکعتین اسانید معتبرہ کے ساتھ حضرت سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا سے تین طرح منقول ہین (۱) دو رکعتون اور تیسری رکعت کے درمیان مین فصل سلام کے ساتھ قال ابن عمر کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یفصل بین الشفع والوتر اخرجہ احمد وقواہ وابن حبان وابن السکن فی صحیحیہما والطبرانی کذا فی تلخیص الحبیر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جناب سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ دو رکعتون اور ایک رکعت کے درمیان مین فصل کرتے تھے اس کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد اور ابن حبان اور ابن سکن نے اپنے صحیحون مین قوی کیا ہے جیساکہ تلخیص الحبیر مین ہے (۲) تینون رکعتین ایک تشہد سے پڑھتے تھے یعنے تیسری ہی رکعت مین تشہد پڑھتے تھے قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوتر بثلاث لا یجلس الا فی آخرھن اخرجہ احمد ونسائی والبیہقی والحاکم ولفظ احمد کان یوتر بثلاث لا یفصل بینھن ولفظ الحاکم لا یقعد الا فی آخرھن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ وتر کی تین رکعتین پڑھتے تھے اور اُن کے آخر ہی مین نشست فرماتے تھے اس کو احمد اور نسائی

اور بیہقی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور احمد کی روایت مین ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعتین پڑھتے اور اُن کے بیچ مین فصل نہین کرتے تھے۔ اور حاکم کی روایت مین ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم تینون رکعتون کے ختم ہونے کے بعد قعود کرتے تھے (۳) آپ تین رکعتین دو قعدہ اور ایک سلام کے ساتھ نماز مغرب کی طرح پڑھتے تھے یہ روایت خود حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے بسند غیر معتبر اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے معتبر سندون کے ساتھ مروی ہوئی ہے تلخیص الحبیر وتخریج احادیث ہدایہ مین لکھا ہے وتر اللیل ثلث کوتر النہار صلوۃ المغرب اخرجہ الدارقطنی من طریق یحیی بن زکریا ابن ابی الحواجب عن الاعمش عن مالک بن الحارث عن عبد الرحمن بن یزید عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وتر اللیل الخ قال الدارقطنی تفرد بہ یحیی وھو ضعیف وقال البیہقی الصحیح وقفہ علے ابن مسعود ورواہ الدارقطنی ایضا من حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا وفیہ اسمعیل بن مسلم المکی ضعیف رات کی وتر تین رکعتین ہین جس طرح دن کی وتر مغرب کی نماز ہے اس کو دارقطنی نے بطریق یحیی بن زکریا ابن ابو الحواجب روایت کیا ہے اُنھون نے اعمش سے اُنھون نے مالک بن حارث سے اُنھون نے عبد الرحمن ابن یزید سے اُنھون نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی وتر تین رکعتین ہین جیسے دن کی وتر مغرب کی نماز ہے دارقطنی نے کہا ہے یہ حدیث فقط یحیی نے روایت کی ہے جو ضعیف ہین بیہقی نے کہا ہے صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث علی ابن مسعود پر موقوف ہے اسے دارقطنی نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے اس مین اسمعیل بن مسلم مکی ضعیف ہین۔ اور فتح القدیر مین ہے صح عن ابن مسعود وتر اللیل ثلث کوتر النہار صلوۃ المغرب وانما ضعفوا رفعہ رات کی وتر تین رکعتین ہین جیسے دن کی وتر نماز مغرب ہے یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح ہے البتہ اس کا مرفوع ہونا ضعیف ہے واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

کتاب الجنائز

سوال- میت کے لیے عمامہ سنت ہی یا مکروہ **جواب** اصح یہی ہو کہ مکروہ ہو چنانچہ زاہدی نے شرح قدوری مین اسکی تصریح کی ہو اور ایسا ہی درمختار مین ہو **سوال** زمانہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم و زمانہ صحابہ و زمانہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین مین داہنی کروٹ میت کو لٹانا مروج تھا یا پشت پر قبلہ رو منھ کر کے اور کسپر فقہا کا اجماع ہو- **جواب** حنفیہ او شافعیہ رحمہما اللہ کے نزدیک مسنون یہی ہو کہ داہنے پہلو پر میت لٹائی جائے اور اُسکے منھ کا رخ قبلہ کی طرف کردیا جائے زمانہ نبوی صلعم سے اتبک یہی ہوتا آتا ہے ہدایہ مین ہو اذا احتضر الرجل وجہ الی القبلۃ علے شقہ الایمن اعتبارا بحال الوضع فی القبر جب آدمی قریب بمرگ ہو تو قبلہ رخ داہنی کروٹ لٹایا جائے جسطرح قبر مین رکھا جاتا ہو- اور نہایہ مین ہو الاضطجاع علی ستۃ انواع فی حالۃ المرض علی شقۃ الایمن مرضا للقبلۃ و فی حالۃ الصلوۃ وھو الاستلقاء و فی حالۃ النزع فانہ یوضع کما یوضع فی حالۃ المرض و فی حالۃ الغسل بعد ما مضے عنہ فلا روایۃ فیہ عن اصحابنا کیف یوضع علی التخت الا ان العرف فیہ ان یوضع مستلقیا علی قفاہ طولا او عرضا و فی حالۃ الصلوۃ علیہ معترضا علی قفاہ و فی حالۃ اللحد فانہ یوضع علی شقہ الایمن لیٹنے کے چھ طریقے ہین (۱) داہنی کروٹ سے لیٹنا حالت مرض مین (۲) استلقا یعنے حالت صلوۃ مین لیٹنا (۳) حالت نزع مین لیٹنا جس طرح حالت مرض مین لیٹتے ہین (۴) حالت غسل مین لیٹنا اس کے متعلق ہمارے اصحاب سے کوئی روایت نہین ہو مگر عام طریقہ پر پیٹھ کے بھل قبلہ کی جانب سر کر کے لٹایا جاتا ہو (۵) اُس حالت مین پیٹھ کے بھل لیٹنا جبکہ اُسپر نماز پڑھی جارہی ہو (۶) لحد مین داہنی کروٹ لیٹنا اور ایسا ہی صاحب محیط نے لکھا ہو اور ھکذا توارث السنۃ سے موکد کیا ہو اور شیخ الاسلام بدرالدین عینی نے منحۃ السلوک شرح تحفۃ الملوک مین لکھا ہے ویضجع علی شقۃ الایمن موجہا الیہا ھکذا اجرت السنۃ قبلہ رخ داہنی کروٹ سے سوئے اور یہی سنت ہو- اور علامہ حلبی غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مین لکھتے ہین یوجہ المیت الی القبلۃ فی القبر علی جنبہ الایمن ولا یلقی علی ظہرہ وقال السروجی فی شرح الھدایۃ ذکر فی کتب اصحاب الشافعی واحمد یوضع تحت راسہ لبنۃ او حجر ولم اقف علیہ من اصحابنا قبر مین میت قبلہ رخ داہنی کروٹ پر رکھی جائے پیٹھ کے بھل نہ رکھی جائے سروجی نے شرح ہدایہ مین کہا ہو کتب اصحاب شافعی رحمہ اللہ و احمد رحمہ اللہ مین ہو کہ اُسکے سر کے نیچے اینٹ یا پتھر رکھدیا جائے مجھے اپنے اصحاب سے اسکے متعلق کوئی روایت نہین ملی

اور ابن ماجہ نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہو قال اخذ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من قبل القبلۃ و استقبل استقبالا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم قبلہ کی جانب لیے گئے اور قبلہ رخ کر دیے گئے۔ اور علامہ برہان الدین طرابلسی برہان شرح مواہب الرحمٰن مین لکھتے ہین یوجہ الی القبلۃ علے جنبہ الایمن لما روی ابو داؤد ان رجلا قال یا رسول اللہ ما الکبائر قال تسع فذکر منہا استحلال البیت الحرام قبلتکم احیاء وامواتا ورواہ الحاکم فی المستدرک ایضا داہنی کروٹ پر قبلہ رخ کر دیا جائے کیونکہ ابو داؤد نے روایت کی ہو کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے پوچھا کبائر کیا ہین آپ نے فرمایا نو ہین انھین سے فرمایا کہ بیت الحرام کو جو تمھارے مُردون اور زندون کا قبلہ ہو حلال جان لینا اسے حاکم نے مستدرک مین بھی روایت کیا ہو۔ اور بزار اپنی مسند مین معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہین کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبر مین شفاعت قرآن کے قصے مین فرمایا ہو ثم یضجعہ الملائکۃ فی القبر علی شقۃ الایمن مستقبل القبلۃ پھر اُسے ملائکہ قبر مین قبلہ رخ داہنے کروٹ پر سلا دیتے ہین۔ اب کلام اس مین باقی رہا کہ داہنے کروٹ پر لٹانا اور قبلہ کیطرف منہ کر دینا دونون واجب ہین یا مسنون صاحب تحفہ نے قبلہ کیطرف منہ کر دینے کو سنت لکھا ہو اور فقہا کی ظاہر عبارت اسکی وجوب پر دلالت کرتی ہو اور صاحب درمختار نے بھی اسی کی صراحت کی ہے اور یہی اصح ہے چنانچہ لفظ حدیث قبلتکم احیاء وامواتا بھی اسی پر دال ہے اور داہنی کروٹ پر لٹانا پس علماے شافعیہ نے اسکے سنت ہونے کی تصریح کی ہو اور علماے حنفیہ جیسے صاحب درمختار و صاحب نہر اور صاحب بحر الرائق بھی لفظ ینبغی لائے ہین اور محیط اور نہایہ سے بھی یہی مضمون مستفاد ہوتا ہے بلکہ اسکا استنباط ہدایہ کی عبارت سے بھی ممکن ہو اور مین نے اس مبحث کی تحقیق اپنے رسالہ رفع الستر عن کیفیۃ ادخال المیت وتوجیہہ الی القبلۃ فی القبر مین اچھی طرح کی ہو سوال ایک مسلمان اور ایک کافر ایک ہی جگہ آگ مین اس طرح جل گئے کہ دونون مین کچھ تمیز باقی نہین رہی اب مسلمان کی تجہیز و تکفین کیونکر کیجائے۔ جواب اس صورت مین دونون کو غسل دیا جائے البتہ دفن اور صلوۃ جنازہ مین اختلاف ہے غنیہ شرح منیہ مین ہو اذا اختلط موتی المسلمین وموتی الکفار فان وجدت علامۃ عمل بہا وان لم یوجد علامۃ وکان المسلمون اکثر غسل الکل وصلے علیہم وینوی المسلمین وان کان الکفار اکثر غسلوا ولم یصل علیہم وان کانوا سواء قیل یصلے علیہم وقیل لا واما الدفن فقیل یدفنون فی مقابر المسلمین وقیل فی مقابر المشرکین وقیل تتخذ لہم مقابر علیحدۃ وتسوی قبورہم ولا تسنم جب مسلمانون اور کافرون کی لاشین مخلوط ہو جائین پس اگر کوئی علامت معلوم ہوگی تو اُسپر عمل کیا جائیگا ورنہ اگر مسلمان بہت ہونگے تو سب کو

غسل دینے کے سبب پر نماز پڑھی جائیگی اور نیت مسلمانون کے لیے کی جائیگی اور اگر کافر بکثرت ہین تو غسل دیا جائیگا اور نماز نہ پڑھی جائیگی اور اگر مساوی ہین تو بعضون کے نزدیک نماز پڑھی جاے گی اور بعضون کے نزدیک نہ پڑھی جائیگی اسی طرح دفن مین بعضون کے نزدیک مسلمانون کے مقبرے مین دفن ہونگے اور بعضونکے نزدیک مشرکونکے مقبرے مین اور بعضونکے نزدیک انکی قبرین علحدہ بناکر زمین کو برابر کردیجائیگی اور اونچی نہ کی جائین گی اور حلیہ شرح منیہ مین ہے ینبغی الصلوۃ علیہم فی احوال الثلثۃ ویقالت الائمۃ الثلثۃ وہو اوجہ تینون حالتون مین نماز پڑھنا چاہیے ائمہ ثلثہ نے ایسا ہی کہا ہے اور یہی درست ہے **سوال** ایک شخص پرانا مکان خریدکے عرصہ دس گیارہ برس سے اُس مین بودوباش رکھتا تھا مکان مذکور چونکہ نہایت بوسیدہ تھا لہذا اُسے کھودکر پھر سے بنانا چاہا چنانچہ اُسکی نیو کھدوائی اور اکثر جانب سے مکان قریب تیاری کے بھی ہوگیا اب ایک جانب کی جدید نیو سے جو مکان قدیم کے صحن مین پڑتی ہے کہین پر مردون کی کچھ ہڈی اور کہین پہ کھوپڑی نکلی اب اب وہان پر عمارت بنوانا اور اُس مین بودوباش رکھنا جائز ہے یا نہین اور یہ تمسک حدیث جابر قال دفن مع ابی رجل فلم تطب نفسی حتی اخرجتہ فجعلتہ فی قبر علحدۃ رواہ البخاری والنسائی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میرے باپ اور ایک شخص یکجا دفن کیے گئے تو مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا پس مین نے اُسکی لاش کو کھودکر نکالی اور دوسری جگہ دفن کردی اسے بخاری اور نسائی نے روایت کیا ہے) اس ضرورت کی حالت مین اُن ہڈیون کو وہان سے اٹھاکر دوسری جگہ دفن کردینا اور وہان پہ مکان بنانا جائز ہے یا نہین اور جو فتاوی عالمگیری وغیرہ مین مرقوم ہے لو بلی المیت وصار ترابا جاز دفن غیرہ فی قبرہ وزرعہ والبناء علیہ اگر لاش پرانی اور مٹی ہوگئی تو اُس زمین مین دوسرے کو دفن کرنا اور اُسپر کھیتی کرنا اور عمارت بنانا جائز ہے۔ اسکی شرعی اصل کیا ہے اور اس صورت مین حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یجلس احدکم علی جمرۃ فتحرق ثیابہ فتخلص الی جلدہ خیر لہ من ان یجلس علی قبر رواہ الجماعۃ الا البخاری والترمذی جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آگ پر بیٹھنا اور کپڑے کے جلنے کے بعد کھال کا جل جانا قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے اسے بخاری اور ترمذی کے علاوہ سب نے روایت کیا ہے اور حدیث عمر بن حزم (قال رآنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم متکئا علی قبر فقال لا توذ صاحب ہذا القبر او لا توذہ رواہ احمد عمر بن حزم نے کہا ہے کہ مجھے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر سے تکیہ لگائے ہوے دیکھکر فرمایا کہ صاحب قبر کو اذیت نہ دو یا اُسے اذیت نہ دو) اور حدیث بشیر بن الخصاصیہ (ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم رأی رجلا یمشی فی نعلین بین القبور فقال یا صاحب السبتیتین القہما رواہ الخمسۃ
الا الترمذی حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے ایک شخص کو جوتا پہنے قبرون کے بیچ مین سے جاتے
دیکھا تو فرمایا کہ جوتے اُتار دو اسی ترمذی کے سوا اور پانچون نے روایت کیا ہی اور حدیث جابر رضی اللہ عنہ
وقال نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یقعد علیہ وان یبنی علیہ رواہ احمد ومسلم والنسائی
وابوداؤد والترمذی وصححہ ولفظہ نھی ان یجصص القبور وان یکتب علیہا وان یبنی علیہا وان توطأ وفی
لفظ النسائی نھی ان یبنی علی القبر او یزاد علیہ او یجصص او یکتب علیہ حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا نے
قبر کے کھودنے اور قبر پر بیٹھنے اور اُسپر عمارت بنانے سے منع کیا ہو اسے مسلم نسائی ابوداؤد اور ترمذی نے
روایت کیا ہے اور اسکی تصحیح کی ہو الفاظ کا ترجمہ یہ ہو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرون کے کھودنے
اور اُنپر لکھنے اور اُنپر عمارات بنانے اور اُنکو روندنے سے منع کیا ہے نسائی کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے حضور سرور عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر پہ عمارت بنانے اور اُسکے کھودنے اور اُسپر لکھنے کی ممانعت فرمائی ہو اُسکا کیا جواب ہی
جواب ایسی صورت مین اُن ہڈیون کو دوسری جگہ دفن کر دینا اور وہان عمارت بنانا جائز ہے اس لیے
کہ نقل میت واجزاے میت حقوق انسانیہ کی وجہ سے بالاتفاق درست ہو درمختار مین ہے ولا یخرج منہ
بعد اہالۃ التراب الا لحق آدمی کان تکون الارض مغصوبۃ او اخذت بشفعۃ ویخیر المالک بین اخراجہ
ومساواتہ بالارض کما جاز زرعہ والبناء علیہ اذا بلی وصار ترابا اور مٹی ہٹانے کے بعد لاش نہ نکالی جاے
مگر بوجہ حقوق انسانیہ کے مثلا زمین مغصوب ہو یا حق شفعہ مین لی گئی ہو اور مالک کو لاش نکال ڈالنے
اور قبر کو زمین کے برابر کر دینے کا اختیار حاصل ہی جیسا کہ زراعت اور عمارت بنانا جائز ہے جب لاش پرانی
اور مٹی ہو گئی ہو اور ایسے ہی بحر رائق اور خزانۃ الروایات وتبیین الحقائق وغیرہ مین ہے اور حکم جواز تعمیر و
زراعت وغیرہ کا مقام قبر پر در صورتیکہ اجزاے مردہ منقلب بخاک ہو جائین جو کتب فقہ مین مرقوم ہے اصل اُسکے
ضوابط انقلاب ماہیت ہین کیونکہ بوجہ انقلاب ماہیت کے احکام شرعا مبدل ہو جاتے ہین پس جبکہ اجزاے
انسانیہ باقی نہ ہے بلکہ مبدل بخاک ہو گئے بالضرور احکام مبدل ہو جائین گے اور وہ احادیث جن سے ممانعت
قبر پہ بیٹھنے اور ٹیک لگانے وغیرہ کی ثابت ہو وہ اُس حالت پہ محمول ہین کہ اجزاے انسانیہ موجود ہون پس جب
اُنکا انقلاب ہو جاے اور بالضرورت نقل کر دی جائین تو وہ مقام مثل اور مقامات کے خالی قبور سے ہو جائیگا
اور اسپر تصرفات درست ہو جائین گے سوال مرد کو تین کفن ازار و لفافہ و پیراہن اور عورت کو سواے

تین کفن کے وہ ازار اور اوڑھنی اور سینہ بند جملہ پانچ کفن ہر کتاب سے ثابت ہو پس اسکے علاوہ جو فی زماننا تہ بند
وغیرہ دیا کرتے ہین کیسا ہو اور مخنث کو مرد کا کفن دیا جائیگا یا عورت کا **جواب** خنثی کو عورت کا کفن دیا جائیگا
اور عورتون کے واسطے جو پانچ کپڑے مسنون ہین اور مرد کے واسطے تین کپڑے انپر زیادتی درست نہین ہے
سوال اس ملک کا رواج ہو کہ اہل سنت اور روافض بین غمی اور خوشی کے وقت ہر طرح کی شرکت
امور دنیاوی مین رہتی ہو اور غمی مین یہ ہوتا ہو کہ سنی لوگ روافض کے یہان جاکر کلمات تسکین وقت ماتم پرسی
کے کہتے ہین اور قبرستان تک ساتھ جاتے ہین اور صرف مٹی دینے مین شرکت رہتی ہے اور نماز غسل و تکفین
وغیرہ سے کچھ واسطہ نہین علی ہذا القیاس روافض کا بھی یہی قاعدہ ہو پس یہ جائز ہے یا نہین **جواب** جو روافض
غیر مرتدین و کافرین ہین اُنکے لیے جائز ہے ورنہ نہین اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ولا تصل علی احد منہم مات ابدا و
لا تقم علی قبرہ انہم کفروا باللہ ورسولہ وماتوا وہم فاسقون اُن مین سے کسی پر نماز نہ پڑھو اور نہ اُنکی قبر پر
کھڑے ہو اُنھون نے خدا اور اُسکے رسول کا انکار کیا اور حالت فسق مین مرے۔ قاضی بیضاوی انوار التنزیل فی
اسرار التاویل مین لکھتے ہین۔ ولا تقم علی قبرہ ولا تقف عند قبرہ للدفن او الزیارۃ اُنکی قبرون کے پاس
دفن اور زیارت کے لیے نہ کھڑے ہو۔ واللہ اعلم کتبہ العبد النفیس محمد المدعو با دریس النجرامی عفا اللہ عنہ
[محمد ادریس] صح الجواب واللہ اعلم بالصواب حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ
عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات] الجواب صحیح نمقہ محمد امان الحق عفی عنہ **سوال** محرم اگر حالت احرام مین
مرجاے تو اسکی تکفین عامۂ اموات کی طرح کیجاے یا کسی خاص طریقہ سے اگر عامۂ اموات کی طرح کی جاے تو اس
حدیث کا کیا جواب ہے کہ ایک شخص احرام کی حالت مین اونٹ پر سے گر گر نے سے گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا اُسپر حضور
سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اغسلوہ بماء وسدر وکفنوہ فی ثوبیہ ولا تخمروا راسہ فانہ یبعث یوم
القیمۃ ملبیا اُسکو سادے پانی اور بیری کے پانی سے نہلاؤ اور اُسی کے کپڑون کا کفن دو اور سر پر کچھ نہ باندھو
کیونکہ یہ قیامت مین اسی طرح اُٹھے گا **جواب** ظاہر اس حدیث کا اس امر پر دال ہے کہ محرم کی تکفین عامۂ اموات
کے مثل نہین ہو اور حنفیہ اسکو خصوصیت پر محمول کرتے ہین اور حدیث اذا مات ابن آدم انقطع عملہ الا من
ثلاث (جو آدمی مرتا ہو تو اُسکا عمل منقطع ہو جاتا ہو مگر تین امور مین) سے استناد کرتے ہین **سوال** والدین کی قبر چومنا جائز ہے یا نہین
جواب حرام ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے اسکی تصریح کی ہے **سوال** پختہ قبر بنانا کیسا ہو **جواب** اولیٰ یہ ہے
کہ خام قبر بنائی جاے اور پکی اینٹ یا لکڑی کا داخل قبر مین رکھنا مکروہ ہے اور ظاہر قبر پر نشان کے لیے رکھنے مین

کوئی حرج نہین ہے دقایہ مین ہو ویکرہ الآجر والخشب اینٹ اور لکڑی کا رکھنا مکروہ ہو۔ اور ذخیرۃ العقبے مین ہے
یعنی فی داخل اللحد بدلیل ما ذکرہ فخر الاسلام فی الجامع الصغیر ولا یکرہ الآجر علی الظاہر لان النبی صلے اللہ علیہ
وسلم وضع علی قبر ابی دجانہ حجرا فقال لاعرف بہ قبر اخی یعنے لحد کے اندر کیونکہ فخر الاسلام نے جامع صغیر مین کہا ہو
کہ قبر کے اوپر اینٹ کا رکھنا مکروہ نہین ہو اس لیے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ابی دجانہ کی قبر پر پتھر رکھکے
فرمایا یہ مین نے اس لیے کیا ہو کہ اپنے بھائی کی قبر پہچان سکون سوال اگر قبر کھودی جاے اور اُس مین ہڈیان
نکلین تو کیا کیجائین جواب وہین دفن کیجائین غرائب مین ہو۔ اذا حفر فوجد فیہ عظام الموتی لا یحرک
العظام اگر قبر کھودی گئی اور اس مین مُردے کی ہڈیان نکلین تو انھین حرکت نہ دی جاے سوال نشان کیلیے
قبر پر لکھنا کیسا ہو جواب کوئی حرج نہین ہو ذخیرۃ العقبے مین ہو قال فخر الاسلام فان احتیج الی الکتابۃ حتی لا یذہب
الاثر فلا باس بہ ایضا کذا فی البنایۃ فخر الاسلام نے کہا ہو اگر نشان باقی رکھنے کے لیے قبر پر کتابت کی ضرورت
ہو تو اس مین کچھ حرج نہین ہے سوال تبی یا پھول وغیرہ قبر پر ڈالنا کیسا ہو جواب بعض فقہا اسی مستحب لکھتے
ہین اور یہ دلیل پیش کرتے ہین کہ ایکبار حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ دو قبرون کے پاس تشریف لیگئے
اُن دونون صاحبان قبر پر عذاب ہو رہا تھا پس آپ نے درخت کی ایک ٹہنی منگائی اور اسکو بیچ سے پھاڑکے
آدھی آدھی ٹہنی دونون پر ڈالدی اور فرمایا جب تک یہ ٹہنیان تر رہین گی انکی تسبیح کی برکت کی وجہ سے صاحبان
قبر پر عذاب مین کمی رہے گی سوال قبر پر اگی ہوئی گھانس کو یا درخت کو اکھاڑنا جائز ہے یا نہین جواب
جب تک تر ہین تسبیح کرنے کی وجہ سے اُکھاڑنا مکروہ ہو اور خشک ہو جانے کے بعد اُکھاڑنا درست ہو سوال
چالیسوان ششماہی برسی وغیرہ کے فاتحون کا کھانا جو برادری مین بٹتا ہو کیسا ہے جواب شیخ محدث دہلوی
جامع البرکات مین بزبان فارسی لکھتے ہین جسکا ترجمہ یہ ہو کہ چہلم یا ششماہی یا برسی کا کھانا جو اس دیار مین
پکا کر برادری مین بانٹا جاتا ہو اور اُسے بھاجی کہتے ہین لا اصل ہو اُسکا نہ کھانا بہتر ہے سوال کھانا سامنے رکھکے
ہاتھ اٹھا کے فاتحہ دینا کیسا ہو جواب فاتحہ اس خاص طریقہ سے نہ زمانۂ نبوی مین تھا نہ زمانۂ خلفا اور قرون ثلثہ
مین اور اب بھی حرمین شریفین زادا اللہ شرفہما مین خواص کی عادت نہین ہو لیکن اگر کسی شخص نے اس طریقہ سے
فاتحہ دیا تو اسکے وجہ سے وہ کھانا حرام نہوگا اور اُسکے کھانے مین کوئی حرج نہیں ہو البتہ اس طریقہ سے فاتحہ دینے
کو ضروری جاننا برا ہو بہتر طریقہ یہ ہو کہ جو چاہے پڑھکے اُسکا ثواب میت کو بخشے اور بہ نیت تصدق فقرا کو کھانا کھلائے
اور اُسکا ثواب بھی میت کو بخشے سوال سوم یا پنجم مین بلائے یا بے بلائے جو لوگ جمع ہوتے ہین اور سب مل کے

کوئی بلند آواز سے اور کوئی چپکے سے قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ایک سپارہ الم تنزیل مُلک پڑھا جاتا ہے اور تمام حاضرین
اس میں پھول ڈالتے ہیں اور بھی مختلف رسوم ادا ہوتے ہیں اُن کا کیا حکم ہے **جواب** فتح العزیز میں بزبان
فارسی ہے جسکا ترجمہ یہ ہے کہ سوم کا مقرر کرنا اور اسے ضروری سمجھنا شرعاً ثابت نہیں صاحب نصاب الاحتساب
نے ان کو مکروہ لکھا ہے اگر بلا تقرر یوم اور بغیر رسوم دنیاوی کے میت کو ثواب پہونچائیں تو باعث خیر ہے اور میت
اپنے موت کے قریب ثواب کی زیادہ محتاج ہوتی ہے جہانتک ہو سکے ثواب پہونچانا چاہیے اور شیخ عبدالحق محدث
دہلوی شرح سفر السعادت میں بزبان فارسی تحریر فرماتے ہیں جسکا ترجمہ یہ ہے اور عادت نہیں تھی کہ میت کیلیے
غیر وقت نماز میں جمع ہوں اور قرآن پڑھیں اور ختم کہوتے نہ قبر پر نہ اور کہیں اور یہ سب بدعت اور مکروہ ہے البتہ اہل
میت سے تعزیت کرنا اور انھیں تسلی دینا اور صبر کی تعلیم کرنا سنت اور مستحب ہے لیکن تیجے کے دن اس مخصوص صورت
سے جمع ہونا اور تکلفات مروجہ کرنا اور یتامیٰ کے مال سے بے وصیت مال صرف کرنا بدعت اور حرام ہے **سوال**
سال بھر کے بعد عرس کرنا درست ہے یا نہیں **جواب** صاحب تفسیر مظہری نے ناجائز لکھا ہے اور شیخ عبدالحق محدث
دہلوی نے ماثبت من السنہ میں اپنے شیخ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا یہ عرس زمانِ سلف میں نہ تھا متاخرین
کے مستحسنات سے ہے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے مکاتیب میں لکھتے ہیں اور تعیین عرس اس لیے ہے کہ اسی
دن صاحب عرس نے انتقال کیا ہے ورنہ جس دن عرس کیا جائے فلاح و نجات کا باعث ہے اخرج ابن جریر عن
محمد بن ابراھیم قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما
صبرتم فنعم عقبی الدار و ابوبکر و عمر و عثمان معہ ابن جریر نے محمد بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں قبور شہدا پر جاتے اور سلام کہتے (تمپر سلامتی ہو اس لیے کہ تم نے صبر کیا
دار آخرت بھی کیا ہی خوب ہے) فرماتے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم آپکے ہمراہ ہوتے **سوال** عرسوں
میں جو کھانا پکا کر ضیافتیں کی جاتی ہیں اُنکا کھانا جائز ہے یا نہیں **جواب** جو کھانا ضیافت کے لیے پکایا جائے اُسکا
کھانا امیر اور غریب سبکو جائز ہے اور جو تصدق کے لیے پکایا جائے تاکہ اُسکا ثواب میت کو پہونچے اُسکا کھانا فقرا کے
سوا دوسروں کو ناجائز ہے کیونکہ تصدق فقرا کے لیے اور ہدیہ اغنیا کے لیے ہے **سوال** چارپائی پر نماز جنازہ
درست ہے یا نہیں **جواب** درست ہے اور ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم
کی نماز نعش کو سریر پر رکھ کے پڑھی گئی تھی اور اہل عرب تخت اور چارپائی دونوں کو سریر کہتے ہیں قاموس میں ہے السریر
حوص مفتول بنقوط بہ السماید و نحوہ والحوص بالضم ورق النخل شریط بٹے ہوئے کھجور کے پتوں (یعنی چٹائی) کو

کہتے ہین جو تخت وغیرہ پر بچھائی جاتی ہے اور بوص کھجور کے پتون کو کہتے ہین **سوال** بخس چارپائی پر لاش کو رکھکر نماز پڑھنا درست ہو یا نہین **جواب** قنیہ مین ہو والطہارۃ من النجاسۃ فی الثوب والبدن والمکان وستر العورۃ شرط فی حق الامام والمیت جیسا مکان اور کپڑون اور بدن کی نجاست سے طہارت اور ستر عورت امام اور میت دونون کے لیے شرط ہو **سوال** بازار مین پکارنا کہ فلان شخص کی جنازے کی نماز پڑھنے آؤ جائز ہو یا نہین **جواب** اگر عالم یا زاہد یا کسی ایسے شخص کا جنازہ ہو جسکی نماز پڑھنے کے لوگ خواہشمند ہون تو ندا کرنا جائز ہے ورنہ نہین۔ کفایہ حاشیہ ہدایہ مین ہو وقد استحسن بعض المتاخرین النداء فی الاسواق للجنازۃ التی یرغب الناس فی الصلوۃ علیہا وکرہ ذلک بعضہم والاصح ہو الاول کذا فی الجامع الصغیر لقاضی خان وقال الامام الہندوانی لا ینادی فی السوق لانہ عادۃ الجاہلیۃ الا ان یکون المیت عالما او زاہدا وقال الامام الحلوانی وانما ورد ہذہ المسالۃ لان البعض کرہوا ذلک لانہ اعلام بالمعصیۃ کذا ذکرہ التمرتاشی رحمہ اللہ بعض متاخرین نے نماز جنازہ کے لیے گلی کوچون مین پکروا دینا مستحسن جانا ہو تاکہ لوگون کو نماز کی رغبت ہو لیکن بعضون نے اسے مکروہ جانا ہے اور پہلا ہی قول صحیح ہے ایسا ہی قاضی خان کی جامع صغیر مین ہے اور امام ہندوانی نے کہا ہو کہ بازار مین نہ پکروانا چاہیے کیونکہ یہ جاہلیت کی عادت ہو لیکن اگر عالم یا زاہد کی میت ہو تو بازار مین پکروانا چاہیے اور امام حلوانی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کو اس لیے ذکر کیا کہ بعضون نے اسے برا جانا ہے کیونکہ یہ اعلام بالمعصیۃ ہو ایسا ہی تمرتاشی نے ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (ابو الحسنات محمد عبد الحی)

باب التجہیز والتکفین

سوال ایک حاملہ عورت دردزہ مین مرگئی اور بچہ بھی مرگیا پس تدفین کیونکر کی جاے **جواب** دوسری عورتون کی طرح اسے دفن کرنا چاہیے اور بچہ نکالنے کے لیے تکلیف دینے کی ضرورت نہین ہو البتہ اگر عورت مرگئی اور معلوم ہوا کہ بچہ زندہ ہو تو بائین جانب سے پیٹ پھاڑ کے بچہ کو نکال لینا چاہیے اور اگر عورت زندہ ہو اور بچہ مرگیا تو ہوشیار دائی کو چاہیے کہ آسانی سے اعضاے طفل کو جدا جدا کرکے نکال لے **سوال** مرنے کے بعد عورت کو کون دفن کرے **جواب** اگر ذوی رحم محرم ہون تو انھین دفن کرنیکا حق ہو ورنہ اجانب کو صاحب نصاب الاحتساب شرح طحاوی سے نقل کرتے ہین وذو الرحم المحرم اولی بادخال المرأۃ

فی القبر من غیرہم وکل ذی رحم محرم اقرب منہا فھو اولی من الاجانب ولو لم یکن لھا ذو رحم محرم فلا باس للاجانب
فی وضعھا فی قبرھا ولا یحتاج الی ایتان النساء للوضع عورت کو قبر میں اتارنے کے لیے زوج محرم اولیٰ ہے اور محرم
اُن میں بھی اقرب ہو وہ اولیٰ ہے اور اگر ذو رحم محرم نہو تو اجانب قبر میں اتار دیں اجنبی عورتوں اور عورتوں
کے بلانے کی ضرورت نہیں ہے **سوال** ایک شخص کی دو بیٹیاں تھیں اور وہ شخص مرگیا اور اُن لڑکیوں
کی والدہ نے پہلے قضا کی لیکن جائداد وکانات وغیرہ جو کہ اُسکے پاس تھی اسپر وہ دونوں بیٹیاں قابض رہیں چنانچہ
اب بڑی بہن مرگئی اور چھوٹی بہن نے اپنی جائداد سے اُسکا گور وکفن کیا اب اپنے بہنوئی سے گور وکفن کا روپیہ مانگتی ہے
شرعاً یہ روپیہ اسکو ملنا چاہیے یا نہیں **جواب** اگر بہنوئی کے بے کہے اس نے خرچ کیا تو اُسکا دعویٰ باطل ہے
رد المحتار میں ہے لو کفنہ الحاضر من مالہ لیرجع علی الغائب منھم بحصتہ فلا رجوع لہ ان انفق بلا اذن القاضی
کذا فی حاوی الزاہدی واستنبط منہ الخیر الرملی علی انہ لو کفن الزوجۃ غیر زوجھا بلا اذنہ واذن القاضی
فھو متبرع اگر موجود نے کفن دیدیا تو غائب سے وہ دعوے نہیں کرسکتا جبکہ بغیر قاضی کی اجازت کے اُس نے کفن
دیا ہے جیسا کہ حاوی زاہدی میں ہے اور اُس سے خیر رملی نے استنباط کیا ہے کہ اگر عورت کو شوہر کے علاوہ کسی اور
نے شوہر یا قاضی کی بے اجازت کفن دیدیا تو وہ متبرع ہے **سوال** مسلمان مرد اور کافرہ عورت سے یا کافر مرد اور مسلمان
عورت سے بذریعہ زنا لڑکا یا لڑکی پیدا ہو کر قبل بلوغ یا بعد بلوغ مرجائے تو اُن کی تجہیز وتکفین کا کیا حکم ہے **جواب**
بلوغ کے بعد اگر وہ ایمان لائیں تو مسلمانوں کی طرح اُنکی تجہیز وتکفین ہوگی ورنہ کفار کی طرح اور بلوغ کے پہلے وہ ماں
کے تابع ہیں کیونکہ ولد الزنا کا نسب زانیہ سے ثابت ہوتا ہے نہ زانی سے اور بحر وغیرہ میں ہے ھو تابع لاحد ابویہ
الی البلوغ ما لم یحدث اسلاما وھو ممیز وہ اپنے ماں باپ میں سے سن بلوغ تک ایک کا تابع رہے یہاں تک کہ وہ
سن تمیز کو پہونچکر اسلام ظاہر کرے پس جبتک وہ ایام تمیز میں اسلام نہ لائیگا ماں کا تابع رہیگا۔ واللہ اعلم حررہ
الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی　[محمد عبد الحی ابو الحسنات]

باب رویۃ الہلال

سوال انتیسویں شعبان کو رویت ہلال رمضان اور انتیسویں رمضان کو رویت ہلال شوال کا ثبوت فقط مسلمان
کی تحریر یا تار کی وجہ سے جائز ہے یا نہیں اور دوسرے مہینوں کی رویت کا ثبوت بھی اسی طرح جائز ہے یا نہیں
اور دو یا زائد شہروں کی رویت سے حکم جواز جو دیا جاتا ہو اُن کے درمیان میں کچھ فاصلہ بھی مشروط ہے

یا نہین ہوا الموفق بغیر قاضی کے سامنے شہادت دیے ہوے صرف تحریر سے رویت ہلال ثابت نہین ہوتی اگرچہ تحریرات متواترہ ومتکاثرہ اور عام شہرت کو فقہائے معتبر جانا ہے جیسا کہ درمختار مین ہے نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب ہان اگر دوسرے شہر تک خبر پہونچی تو مذہب صحیح کی موافق اُن لوگونکو چاند کا مان لینا ضروری ہے۔ اور طحطاوی مین نعم لو استفاض کی تحت مین لکھا ہے ای کثر الخبر واشتہر ولم یبینوا الحد والظاہر انہ یعتبر فیہ تحدث غالب اہل البلدۃ او نصفہا یعنی خبر عام اورمشتہر ہوئی اور فقہانے اُس کی کوئی حد متعین نہین کی ہے ظاہر یہ ہے کہ اس مین اکثر اہل بلد یا نصف اہل بلد تک خبر کا پہونچنا معتبر ہے اور جامع الرموز مین ہے والصحیح من مذہب اصحابنا انہ یلزم اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہ ہے کہ چاند کا ماننا ضروری ہے اگر دوسرے شہر مین خبر پھیل گئی۔ اور تار کا اعتبار نہین کیا جاتا کیونکہ کفار سے خبر آتی ہے اور شرائط اشتہاد مین اسلام بھی ہے اور وہ نہین پایا جاتا جامع الرموز مین ہے والی انہ یشترط الاسلام والعقل والبلوغ اسلام اور عقل و بلوغ شرط ہے اور رویت ہلال مین بعد امصار کا اعتبار نہین درمختار مین ہے فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب اہل مشرق پر چاند کا ماننا لازم ہے اہل مغرب کے چاند دیکھنے سے اگر بطریق موجب انکے نزدیک رویت ثابت ہو۔ واللہ اعلم

نمقہ خادم اولیاء اللہ الصمد علی محمد غفر لہ اللہ الاحد [علی محمد]

واقعی رویت ہلال مین خبرون کی شہرت معتبر ہے اگر کسی شہر سے خبر آئی کہ گذشتہ رات مین وہان رویت ہوئی یا تار کے ذریعہ سے یہ بات معلوم ہوئی تو جب تک اسکی شہرت نہو اور تحریرات کثیرہ اور اخبارات عدیدہ سے معلوم نہو اعتبار نہ کیا جاے گا اور اخبارات متکاثرہ سے دوسرے شہر مین چاند ہوجانے کی ثبوت کی حالت مین فقہا کا اس باب مین اختلاف ہے کہ آیا یہ رویت دوسرے شہرون کے لیے بھی معتبر ہے یا نہین بعض کے نزدیک معتبر نہوگی اور جہان رویت ہوئی ہو وہین اُسکا اعتبار کیا جائیگا اور اکثر فقہا نے اختلاف مطالع کا اعتبار نہین کیا ہے اور ایک شہر کی رویت کی وجہ سے دوسرے شہر مین ثبوت رویت کا فتوے دیا ہے اور محققین کے نزدیک یہ ہے کہ جو بلاد قواعد ہیأت کے اعتبار سے اختلاف مطالع رکھتے ہین اُنمین اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائیگا اور ایک شہر کی رویت سے دوسرے شہر مین رویت کا حکم نہ دیا جائیگا اور جو شہر اختلاف مطالع نہین رکھتے ہین اُن مین رویت کا حکم دیا جائیگا فتاوی تاتارخانیہ مین ہے الخبر اذا استفاض وتحقق فی ما بین اہل البلدۃ یلزمہم حکم اہل ہذہ البلدۃ جب خبر شایع ہوجاے اور دونون شہرون کے درمیان متحقق ہوجاے تو انکا حکم اُن شہر والون کا ایسا ہوگا جہان چاند دیکھا گیا ہے اور شرح نقایہ مین ہے یلزم اہل المشرق

رؤیۃ اہل المغرب فی ظاہر المذہب وعلیہ الفتوی کذا فی الخلاصۃ وقیل یعتبر فلا یلزمہم قال الشارح وھو
الاشبہ لکن قال فی الفتح الاخذ بظاہر الروایۃ احوط وعلی الاول فانما یلزمہم اذا ثبت عندہم رؤیۃ اولئک
بطریق موجب ظاہر مذہب میں اہل مشرق کو چاند دیکھنے سے اہل مغرب کو مان لینا ضروری ہوجاتا ہے اسی پر فتوے
ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ انہیں مان لینا لازم نہیں ہے شارح نے کہا ہے کہ یہ قریب بحق ہے لیکن
فتح القدیر میں ہے کہ ظاہر روایت سے اخذ کرنے میں احتیاط ہے بر مذہب اول یہ حکم اسوقت ہے جب اہل مشرق
کو اہل مغرب کا چاند دیکھنا ٹھیک طریقہ سے معلوم ہوا اور مراقی الفلاح میں ہے اذا ثبت الہلال فی بلد لزم
سائر الناس فی ظاہر الروایۃ وعلیہ الفتوی وھو قول اکثر المشائخ فیلزم قضاء یوم علی اہل بلدۃ صاموا تسعۃ
وعشرین یوما لعموم الخطاب وھو صوموا لرؤیتہ وقیل یختلف باختلاف المطالع واختارہ صاحب التجرید
کما اذا زالت الشمس عند قوم وغربت عند غیرہم فالظہر علی الاولین لا المغرب لعدم انعقاد السبب
فی حقہم جب کسی شہر میں چاند ثابت ہوجائے تو ظاہر روایت میں یہ ہے کہ تمام لوگوں پر مان لینا ضروری ہوجاتا
ہے اسی پر فتوی ہے اور یہی اکثر مشائخ کا قول ہے تو جس شہر کے لوگوں نے انتیس دن روزہ رکھا اونپر ایک
روزہ کی قضا لازم ہے اور بعضوں کے نزدیک اختلاف مطالع سے حکم بدل جاتا ہے اسی کو صاحب تجرید نے
اختیار کیا ہے جیسا کہ جب آفتاب ایک جگہ زوال پر ہوتا ہے تو دوسری جگہ سے غروب ہوتا ہے پس پہلی جگہ کے
لوگوں پر ظہر ہے نہ کہ مغرب کیونکہ انکے لیے سبب مغرب نہیں پایا گیا۔ اور مفتی ابو السعود شرح مراقی الفلاح
میں لکھتے ہیں۔ قولہ کما ذھب الیہ صاحب التجرید وھو الاشبہ لان انفصال الہلال من شعاع الشمس
یختلف باختلاف الاقطار کما فی دخول الوقت وخروجہ وھذا مثبت فی علم الافلاک والہیأۃ + عینی
وقلما یختلف بہ المطالع بمسیرۃ شہر کما فی الجواہر جیسا صاحب تجرید نے کہا ہے یہی مذہب اشبہ ہے چاند کا شعاع
شمس سے روشن ہونا مقامات کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے جیسا کہ دخول وقت اور خروج وقت یہ علم الافلاک
اور ہیئت میں ثابت ہے عینی۔ اور مطالع کا اختلاف کم از کم ایک ماہ کی راہ سے ہوتا ہے جیسا کہ جواہر میں ہے اور تاتارخانیہ
میں ہے کما اہل بلدۃ اذا رأوا الہلال ھل یلزم فی حق کل بلدۃ اختلف المشائخ فیہ فبعضہم قالوا لا یلزمہ
فانما المعتبر فی حق اہل بلدۃ رؤیتہم وفی الخانیۃ لا عبرۃ باختلاف المطالع فی ظاہر الروایۃ وفی الظہیریۃ
عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انہ کان یعتبر فی حق کل بلدۃ رؤیۃ اہلہا وفی القدوری اذا کان بین البلدتین
تفاوت لا تختلف بہ المطالع یلزمہ وذکر الشیخ شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح من مذہب اصحابنا

اگر ایک شہر کے لوگون نے چاند دیکھا تو کیا اس سے تمام لوگون پر مان لینا ضروری ہو جاتا ہی اس مین مشائخ کا اختلاف ہی بعضون کے نزدیک لازم نہین ہے کیونکہ ہر شہر کے لوگون کے حق مین اُنھین کی رویت معتبر ہی اور خانیہ مین ہی کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہین ہے ظاہر روایت مین اور ظہیریہ مین ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر شہر مین وہان کے لوگون کی رویت معتبر ہی اور قدوری مین ہی کہ اگر دونون شہر مین اتنا فاصلہ ہو کہ مطالع نہ بدلتے ہون تو مان لینا ضروری ہی اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہی کہ یہی ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب ہی۔ اور زیلعی شرح کنز مین لکھتے ہین یا کثر المشائخ علی انہ لا یعتبر اختلاف المطالع وللاشبہ ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندھم وانفصال الہلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار والدلیل علی اعتبارہ ما روی عن کریب ان ام الفضل بعثتہ الی معاویۃ رضی اللہ عنہ قال فقدمت الشام فقضیت حاجتہا واستہل شہر رمضان وانا بالشام فرأیت الہلال لیلۃ الجمعۃ ثم قدمت المدینۃ فی آخر الشہر فسألنی ابن عباس رضی اللہ عنہ وذکر الہلال فقال متی رأیتم الہلال فقلت رأیناہ لیلۃ الجمعۃ فقال انت رأیت فقلت نعم ورآہ الناس وصاموا وصام معاویۃ فقال لکنا رأیناہ فی لیلۃ السبت فلا نزال نصوم حتی نکمل ثلثین یوما او نراہ فقلت اولا نکتفی برؤیۃ معاویۃ وصیامہ فقال لا ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المنتقی رواہ الجماعۃ الا البخاری وابن ماجۃ اکثر مشائخ کا یہ خیال ہی کہ اختلاف مطالع معتبر نہین ہی اور راشبہ یہ ہی کہ معتبر ہی کیونکہ ہر قوم اُسی چیز کی مخاطب ہی جو اُسکے نزدیک ہی اور شعاع شمس سے چاند کے روشنی مقامات کے بدلنے سے بدلتی رہتی ہی اور اسکے اعتبار کی دلیل کریب کی یہ روایت ہی کہ ام فضل نے مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو مین شام مین آیا اور اُنکی ضرورت پوری کی رمضان کا چاند جب دیکھا گیا مین شام ہی مین تھا مین نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا پھر ختم ماہ پر مدینہ مین آیا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے رویت ہلال کا ذکر کیا تو اُنھون نے پوچھا کہ وہان چاند کب دیکھا گیا مین نے کہا جمعہ کی رات کو اُنھون نے پوچھا کیا تم نے دیکھا تھا مین نے کہا ہان مین نے دیکھا اور سب لوگون نے دیکھا اور روزہ رکھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا تب اُنھون نے کہا کہ ہمنے تو ہفتے کی رات کو دیکھا اور ہم اسی طرح روزہ رکھتے رہین گے یہان تک کہ تیس دن پورے ہو جائین یا ہم چاند دیکھ لین مین نے پوچھا کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت ناکافی ہے اُنھون نے کہا نہین ہمین نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے منتقی مین ہی کہ اسے بخاری اور ابن ماجہ کے سوا اور سب نے روایت کیا ہے۔ اور جواہر نفیسہ شرح در منیفہ مین ہی لا عبرۃ باختلاف المطالع وعلیہ کثیر من المتون المعتبرۃ

کصاحب الکنز قال الزیلعی و الاشبہ ان یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندھم اختلاف مطالع کا اعتبار نہین ہو یہی اکثر متون معتبرہ مثلاً کنز وغیرہ مین ہو زیلعی نے کہا ہو اشبہ یہ ہو کہ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جائے کیونکہ ہر قوم اُسی بات کی مخاطب ہو جو اُسکی پیش نظر ہو اور مختارات النوازل مین ہو اھل بلدۃ صاموا تسعۃ و عشرین یوما بالرؤیۃ و اھل بلدۃ اخری صاموا ثلثین یوما بالرؤیۃ فعلی الاولین قضاء یوم اذا لم تختلف المطالع بینہما و اما اذا اختلف لا یجب القضاء ایک شہر کے لوگون نے اپنی رویت کے حساب سے انتیس دن روزہ رکھا اور دوسرے شہر کے لوگون نے اپنی رویت کے حساب سے تیس دن تو جن لوگون نے انتیس دن روزہ رکھا ہو اُنھین ایک دن کی قضا کرنا چاہیے اگر مطالع مختلف نہون ورنہ قضا واجب نہین ہو۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی]

سوال ایک ملک کی رویت ہلال دوسرے ملک مین معتبر ہی یا نہین اور اگر معتبر ہو تو وہ دونون ملک کتنے بعد پر واقع ہون اور اختلاف مطالع کا کتنے مسافت مین معتبر ہی **جواب** حنفیہ کا اس باب مین اختلاف ہو بعض کی راے یہ ہو کہ اختلاف مطالع کا مطلقا اعتبار نہین ہو حتے کہ اہل مشرق پر رویت ہلال مغرب سے جب وہان کی خبر شرعی طریقے سے پہونچ جاے روزہ واجب ہو اور بعض کی یہ راے ہو کہ جسقدر مسافت مین بحسب قواعد مبرہنہ علم ہیئت اختلاف مطالع ہوتا ہو اُس قدر مین اختلاف مطالع معتبر ہے اور اُس سے کم مین نہین اور اختلاف مطالع کی ادنی مسافت ایک مہینہ کی راہ ہو پس جب ایک شہر مین مثلاً لکھنؤ یا اُسکے اطراف مین رمضان کا چاند دیکھا گیا پس جو شہر اُس سے ایک مہینہ کی یا زائد مسافت رکھتا ہے وہان کے لوگون پر یہ حکم لازم نہوگا اور جو شہر اس سے کم مسافت رکھتا ہو وہان کے لوگون پر یہ حکم لازم ہوگا اور یہی مذہب محدثین حنفیہ کا ہو اور ابن عباس کی اُس حدیث کے موافق ہو جو مسلم اور ترمذی مین مروی ہو۔ تاتارخانیہ مین ہو اھل بلدۃ اذا رای الہلال ھل یلزمہ فی حق کل بلدۃ اختلف المشائخ فیہ فبعض قالوا لا یلزمہ و فی الخانیۃ لا عبرۃ باختلاف المطالع فی ظاہر الروایۃ و فی القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف بہ المطالع یلزمہ و ذکر شمس الائمۃ الحلوانی انہ الصحیح من مذھب اصحابنا ایک شہر کے لوگون نے جب چاند دیکھا تو کیا اس سے تمام شہرون کے لوگون پر مان لینا ضروری ہو جاتا ہے اس مین مشائخ کا اختلاف ہو بعضون کے نزدیک لازم نہین ہے کیونکہ ہر شہر کے لوگون کے حق مین اُنھین کی رویت معتبر ہے اور خانیہ مین ہے کہ ظاہر روایت مین اختلاف مطالع کا اعتبار نہین ہو اور قدوری مین ہے کہ اگر دونون شہرون مین اتنا تفاوت ہو کہ مطالع مختلف نہو جائین تو مان لینا لازم ہو اور شمس الائمہ حلوانی نے کہا ہو کہ ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب یہی ہو۔ اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح مین لکھتے ہین یختلف

باختلاف المطالع واختارہ صاحب التجرید وھو الاشبہ لان انفصال الھلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار وھذا اثبت فی علم الافلاک والھیأۃ واقل مایختلف بہ المطالع مسیرۃ شہر کما فی بحر الجواہر اختلاف مطالع سے حکم مختلف ہوجاتا ہے اسے صاحب تجرید نے اختیار کیا ہے اور یہی اشبہ ہے کیونکہ چاند کا سورج کی شعاع سے روشن ہونا مقامات کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے اور یہ علم افلاک وہیئت میں ثابت ہے اور مطلع کم از کم ایک ماہ کی مسافت پر بدلتا ہے جیسا کہ بحر الجواہر میں ہے۔ اور زیلعی شرح کنز میں لکھتے ہیں اکثر المشائخ علی انہ لایعتبر اختلاف المطالع والاشبہ انہ یعتبر لان کل قوم مخاطبون بما عندھم وانفصال الھلال عن شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار والدلیل علی اعتبارہ ماروی عن کریب ان ام الفضل بعثہ الی معاویۃ قال فقدمت الشام وقضیت حاجتہا واستہل شہر رمضان وانا بالشام فرأینا الھلال لیلۃ الجمعۃ ثم قدمت المدینۃ فی اٰخر الشہر فسألنی ابن عباس وذکر الھلال فقال متی رأیتم الھلال فقلت لیلۃ الجمعۃ فقال انت رأیتہ قلت نعم ورآہ الناس وصاموا وصام معاویۃ فقال لکنا رأیناہ لیلۃ السبت فلانزال نصوم حتی نکمل ثلثین او نراہ فقلت اولا نکتفی برویۃ معاویۃ وصیامہ قال لا ھکذا امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی المنتقی رواہ الجماعۃ الا البخاری وابن ماجۃ اکثر مشائخ کا خیال یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے اور اشبہ یہ ہے کہ معتبر ہے کیونکہ ہر قوم انھیں امور کی مخاطب ہے جو اسکے پیش نظر ہیں اور شعاع آفتاب سے ماہتاب کی روشنی مقامات کے اختلاف سے مختلف ہوتی رہتی ہے اور اسکی دلیل کریب کی یہ روایت ہے کہ ام فضل نے مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تو میں شام میں آیا اور انکی ضرورت پوری کی رمضان کا چاند جب دیکھا گیا تو میں شام ہی میں تھا میں نے جمعہ کی رات کو چاند دیکھا پھر ختم ماہ پر مدینہ آیا اور ابن عباس سے رویت ہلال کا ذکر کیا انھوں نے پوچھا وہاں چاند کب دیکھا گیا میں نے کہا جمعہ کی رات کو انھوں نے پوچھا کیا تم نے دیکھا تھا میں نے کہا ہاں میں نے دیکھا اور سب لوگوں نے دیکھا اور سب نے روزہ رکھا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی رکھا تب انھوں نے کہا کہ ہم نے تو ہفتہ کی رات کو دیکھا اور ہم یونہیں روزے رکھتے رہیں گے یہاں تک کہ تیس دن پورے ہوجائیں یا ہم اسکا چاند دیکھ لیں میں نے کہا کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت کافی نہیں انھوں نے کہا نہیں نہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے منتقی میں ہے کہ اسے بخاری اور ابن ماجہ کے سوا سب نے روایت کیا ہے۔ اور مختارات النوازل میں ہے اھل بلدۃ صاموا تسعۃ وعشرین یوما بالرویۃ واھل بلدۃ اخری صاموا ثلثین بالرویۃ فعلی الاولین قضاء یوم اذا لم یختلف المطالع بینہما واما اذا اختلف لایجب القضاء ایک شہر کے لوگوں نے اپنی رویت کے حساب سے انتیس روزے رکھے اور دوسرے شہر کے لوگوں نے اپنی رویت کے حساب سے تیس روزے رکھے تو پہلے شہر والوں کو ایک روزہ کی قضا کرنا

چاہیے اگر مطالع مختلف نہون ورنہ قضا واجب نہین ہے۔ اور یہ جو عوام مین مشہور ہے لکل اھل بلد رؤیتھم ہر شہر والون کے لیے اُنکی رویت ہے اس سے یہ مراد نہین ہے کہ مطلقا ایک جگہ کی رویت دوسرے جگہ معتبر نہین ورنہ لازم آئیگا کہ اگر ایک شہر مین رویت ہوا اور دوسرے شہر مین جو اُس سے دو ایک منزل یا دو چار کوس دور ہو رویت نہو تو وہ رویت اُن لوگون کے حق مین معتبر نہو اور یہ کوئی عاقل (جسکو کتب حدیث کے ساتھ ممارست اور فن ہیأت کے ساتھ مناسبت ہی) تجویز نہ کرے گا بلکہ اس سے یہ مراد ہے کہ جن دو بلاد مین اختلاف مطالع ہوتا ہی اور یہ ممکن ہی کہ ایک جگہ ہلال دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہ دیکھا جائے تو ایسے ملکون مین ایک کا حکم دوسری جگہ لازم نہوگا ورنہ ضرور ایک جگہ کا حکم دوسری جگہ لازم ہوگا اور ایک روزہ قضا کرنا پڑے گا۔ **سوال** دیوبند مین پانچ آدمیون نے جمعہ کے دن (جسکا انتیس شعبان ہونا ایک شخص کی گواہی اور اطراف وجوانب کے مختلف متعدد خطوط سے ثابت ہو چکا تھا) باوجود ابر کے چاند دیکھا پھر اُنھون نے حاجی محمد انور صاحب کے پاس گواہی دی اور اُنھون نے اُنکی شہادت مان لی اور اُنکے اور حاجی عابد حسین صاحب کے نزدیک ہر دو گواہون کی عدالت بھی تحقیق تام کے ساتھ ثابت ہوئی اور باقی مستور الحال پر گواہی قبول ہونے کے بعد حاجی عابد حسین صاحب نے شہر مین منادی کرادی اور اہل شہر نے ہفتہ کے دن روزہ رکھا پھر تیس روزے پورے ہونے کے بعد باوجودیکہ مطلع صاف تھا چاند نہین دکھائی دیا ہمکو تو یون بھی لازم تھا کہ ہم عید کرتے چنانچہ در مختار وغیرہ کی عبارت اسپر شاہد ہے۔ بعد صوم ثلثین بقول عدلین حل الفطر دو عادل آدمیون کی گواہی کے بعد تیس روزے رکھ کے فطر حلال ہی لیکن مغرب کی نماز کے بعد چوبیس آدمیون نے جو خارج مصر سے چاند دیکھکے آئے تھے مولانا محمد یعقوب صاحب کے سامنے رویت کی گواہی دی اور مولانا موصوف نے قبول کر لی اور شہر کے مختلف محلون سے خبر آئی کہ فلان فلان مرد اور فلان فلان عورت نے چاند دیکھا اور فلان بلند مکان پہ دو آدمیون نے دیکھا اگر جمع عظیم کا خیال ہو تو یہ عبارت در مختار کی ملاحظہ فرمایئے قیل بلا علۃ جمع عظیم یقع العلم بخبرھم وھو مفوض الی رای الامام من غیر تقدیر بعدد علی المذھب وعن الامام انہ یکتفی بشاھدین واختارہ فی البحر وصحح فی الاقضیۃ الاکتفاء بواحد ان جاء من خارج المصر او کان علی مکان مرتفع واختارہ ظھیر الدین کہا گیا ہی کہ بلا علت جماعت عظیم کی خبر سے علم حاصل ہوتا ہے اور یہ امام کی رائے پر ہے کوئی عدد مقرر نہین ہی یہ مذہب صحیح۔ اور امام صاحب سے یہ مروی ہی کہ دو شاہد کافی ہین اسی کو بحر مین اختیار کیا ہے اور قنیہ مین اسکی تصحیح کی ہی کہ ایک ہی شخص پر اکتفا جائز ہی۔ اگر شہر کے باہر سے آیا ہو یا بلند جگہ پہ ہو اسے ظہیر الدین نے اختیار کیا ہی۔ تو مولانا موصوف

نے مجمع مین پکار کر کہا کہ ہمکو اس گواہی سے رویت کا تیقن ہوگیا اور کل عید کی نماز ضرور ہوگی جنکو کچھ شبہہ ہو وہ کتب فقہ موجود ہین دیکھ لین اُسوقت سب نے مان لیا اور چون وچرا نہ کی صبح کو قصبات سے چاند دیکھنے کی کثرت سے خبرین آئین اور عید کی نماز پڑھی گئی مگر چند آدمیون نے انکار کیا اور نماز مین شریک نہین ہوے دوسرے دن مخالفین نے مولوی عبدالحق صاحب کو جنھون نے ہمارے ساتھ عید کی نماز پڑھی تھی نماز پڑھانے کے لیے بلایا اور وہ گئے وہان ایک اور شخص آگئے امامت اُنھون نے کی اور خطبہ مولوی عبدالحق صاحب نے پڑھا اب معلوم ہونا چاہیئے کہ غلطی ہماری ہی یا انکار کرنے والون کی۔ اور اگر ہم عنداللہ منکرین سے بغض رکھین اور اعراض کرین تو جائز ہی یا نہین **جواب** اس صورت مین خطا منکرین سے ہوئی اور وہی لوگ قابل ملامت ہین بلکہ مفتی ثقہ کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے گناہ اُنپر لازم ہی مناسب ہی کہ وہ مناسب طریقہ سے سمجھائے جائین اگر پھر بھی نہ مانین تو آیۂ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم تم اپنے نفس کے کامون کے ذمہ دار ہو اگر تم ہدایت پاگئے تو دوسرون کی گمراہی تمھین ضرر نہ پہونچائے گی کے مصداق اُسکا یہی زمانہ ہی جہالت وفتن ہی اور حدیث دع عنك امر العوام اپنے کو عوام کے امور سے علٰحدہ کرلو۔ پر عمل کیا جاے **سوال** ایک شہر مین ۳۰ شعبان کو کہ بعض جگہ کے ایک خط سے اُس روز وہان ۲۹ کا بھی خیال تھا چند شخصون نے اگر رویت کی گواہی دی مفتی نے شہادت قبول کرکے روزہ کا حکم دیا جب تیس روزے پورے ہوچکے اور اُس روز مطلع صاف تھا مگر چاند کسی کو وہان نظر نہین آیا مگر جس محلہ کے لوگون نے ہلال رمضان کی شہادت دی تھی اُسی محلہ کے چند بیس آدمیون نے رویت ہلال شوال کی گواہی دی مفتی نے افطار کا حکم دیا اور عید کی نماز پڑھی گئی مگر دس پندرہ سو آدمیون نے اُس شہادت کو قابل سند نہ جانکر اُس دن روزہ رکھا اور دوسرے دن عید کی ان لوگون کے واسطے کیا حکم ہی آیا وہ کافر و منکر کہلا سکتے ہین یا نہین اور ایک شخص نے بنظر احتیاط دوسرے دن بھی عید کی نماز پڑھ لی۔ کیا اس فعل سے وہ کافر یا منافق ہوسکتا ہے اور جو لوگ پہلے دن افطار کرچکے تھے اُنپر جو حکم سب جگہ اُسدن روزہ تھا اُس روزے کی قضا لازم آئے گی یا نہین **جواب** جب مفتی نے رویت مان لی تو سب پر اُس کے حکم کی تعمیل واجب ہی در مختار مین ہی لو کانوا ببلدة لا حاکم فیہا صاموا بقول ثقة وافطروا باخبار عدلین مع العلة للضرورة اگر لوگ کسی ایسے شہر مین ہون جہان حاکم نہو تو کسی ثقہ آدمی کے قول پر روزہ رکھ لین اور دو عادل آدمیون کے قول پر افطار کرلین اگر ابر وغیرہ ہو ضرورت کی وجہ سے اور رد المحتار مین قولہ صاموا کے تحت مین ہی ای افتراضا قولہ وافطروا وعبارة غیرہ لا باس والظاہر ان المراد بیا الوجوب یعنے روزہ اُنپر فرض ہی قولہ افطروا دوسری کتابون مین بجاے اس کے لا باس ہی ظاہر یہ ہی کہ اس سے وجوب

مراد ہی۔ بناءً علیہ جن لوگون نے گواہی گذرنے اور مفتی کے حکم دینے پر بھی افطار نہین کیا اور دوسرے دن عید کی وہ گنہگار ہوے اُن پر توبہ لازم ہی مگر اس سے کافر نہین ہوے اور دوسرے دن جس نے نماز پڑھی باوجودیکہ پہلے دن پڑھ چکا تھا اُس نے جہالت اور حماقت کا فعل کیا یہ عذر کہ اُسدن اور کہین عید نہین ہوئی تھی شہادت گذرنے اور مفتی کے حکم کے بعد لغو ہی اور جن لوگون نے مفتی کے حکم کے موافق افطار کیا اُنپر قضا لازم نہین **سوال** ان چند سوالون کا جواب مرحمت ہو (۱) جسدن آسمان پر ابر اور غبار ہو تو رویت ہلال رمضان کے لیے ایک عادل یا مستور الحال کی گواہی مقبول ہی پس اگر ایک سے زیادہ ہو تو بھی عدالت شرط ہی یا نہین۔ اگر نہین تو ابر و غبار کے دن کتنے شخص ہونا چاہیین (۲) ابر و غبار کے دن رویت ہلال شوال مین دو عادل مردون کی گواہی معتبر ہے اگر دو سے زیادہ ہون تو بھی عدالت شرط ہے یا نہین۔ اگر نہین تو کتنے اشخاص کا ہونا لازم ہی اور مطلع صاف ہونے پر تو جمع کثیر کی شہادت چاہیے کہ اقل درجہ پچاس آدمی ہون لیکن ابر و غبار مین اگر تین آدمی سے لیکر دس آدمی تک کو رویت ہو تو بھی عدالت ضروری ہی یا محض اسلام کافی ہی (۳) ایک شہر مین شنبہ کو رویت ہلال رمضان ہوئی اور دوسرے مین یکشنبہ کو اور کسی نے اُس شہر مین اپنے کسی دوست یا عزیز کو خط لکھا کہ یہان شنبہ کو رویت ہوئی مگر خود مین نے چاند نہین دیکھا یا لکھا کہ مین نے بھی دیکھا اس صورت مین خط کا اعتبار ہوگا یا نہین۔ اگر ہوگا تو عامی کا خط جو عامی کے نام ہے یا اخبار مطبوعہ کی خبر کا اعتبار ہوگا یا کتاب القاضی الی القاضی ضروری ہی (۴) تار کی خبر سے رویت رمضان یا عید کی ثابت ہوگی یا نہین۔ (۵) مثلاً شہر مین سہ شنبہ کو عید کی نماز ہوئی اور عادت کے موافق توپین سر ہوئین دیہات مین توپون کی آواز سنکر افطار کا حکم ہی یا نہین۔ (۶) ایک یا دو آدمیون نے دیہات مین خبر دی کہ کل عید کا چاند شہر مین ہوا اور آج وہان عید ہی تو دیہاتیون کو انکے کہنے سے افطار کرنا چاہیے یا نہین یا کسی نے کہا کہ شہر کے قاضی نے مجھے خبر کرنے کو بھیجا ہی کہ آج عید ہے پس دیہاتیون کو اُس کے قول پر عمل کرنا چاہیے یا نہین (۷) حدیث لکل اھل بلد رویتھم پر عمل کرنا چاہیے یا نہین **جواب**

(۱) ظاہر کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ثبوت رمضان مین عدالت غیر مشروط ہی صرف مستور کافی ہی ایک ہو یا زیادہ اور ابر وغیرہ کی حالت مین زیادہ کی کوئی حد مقرر نہین ہو (۲) عید کے چاند مین بحالت ابر و غبار صرف دو عادل گواہ ضروری ہین باقی اگر اور زائد غیر عادل بھی ہون تو کچھ حرج نہین کیونکہ نصاب شہادت سے ہلال عید کا ثبوت ہو جائے گا اور باقی کا قول انکے قول کی تائید سمجھا جائیگا (۳ و ۴) صرف تار یا تحریری خط کافی نہین جبتک کتاب القاضی الی القاضی نہو در مختار مین ہی فیلزم اھل المشرق برویۃ اھل المغرب اذا ثبت عندھم رویۃ اولئک بطریق موجب

اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر مان لینا ضروری ہوتا ہی جبکہ انھین اہل مغرب کی رویت کا بطریق موجب ہو۔ اور رد المحتار مین ہی کان یتحمل اثنان الشہادۃ اویشہد اعلی حکم القاضی اویستفیض الخبر مثلا دو آدمی شہادت لیکر جاوین یا حکم قاضی پر دو آدمی شہادت دین یا خبر خود ہی پھیل جاے (۵) افطار کرنا درست ہوگا کیونکہ توپ کا چلنا عادت شائعہ کو موافق عید موجب ظن ہے اور غلبۂ ظن عمل کے لیے کافی ہی رد المحتار مین ہی قلت والظاہر انہ یلزم اہل القری الصوم بسماع المدافع او رویۃ القنادیل من مصر لانہ علامۃ ظاہرۃ تفید غلبۃ الظن وغلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل کما صرحوا بہ مین کہتا ہون ظاہر یہ ہی کہ اہل قری کو توپون کی آواز اور شہرون کی قندیلون کو دیکھکر روزہ رکھ لینا چاہیے کیونکہ یہ ظاہر علامت ہی جو غلبۂ ظن کو مفید ہی اور غلبۂ ظن حجت اور موجب عمل ہی جیسا کہ فقہا نے اس کی تصریح کی ہی (۶) اگر دو شخصون نے آکر یہ گواہی دی کہ شہر مین قاضی نے شہادت مان کی تو اہل قری کو بھی مان لینا چاہیے یا یہ کہ خبر مشہور ہوگئی اس طرح پر کہ بہت سے لوگ آئے اور انھون نے خبر دی کہ فلان مقام پر چاند ہوگیا اور اگر صرف دو ایک شخصون نے خبر دی کہ فلان مقام پر چاند ہوگیا اور اپنی رویت نہین ذکر کی تو اسکا اعتبار نہوگا در مختار مین ہی شہدوا انہ شہد عند قاضی مصر کذا شاہدان برویۃ الہلال فی لیلۃ کذا وقضی القاضی بہ جاز لہذا القاضی ان یحکم بشہادتہما لان قضاء القاضی حجۃ وقد شہدوا بہ لا لو شہدوا برویۃ غیرہم لانہ حکایۃ نعم لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب کچھ لوگون نے شہادت دی کہ قاضی شہر کے پاس دو شاہدون نے فلان شب کو چاند دیکھنے کی شہادت دی اور قاضی نے اُسپر حکم دیدیا تو یہ جائز ہی کہ قاضی ان دونون کی شہادت پر حکم دیدے کیونکہ قضاء قاضی حجت ہی اور ان لوگون نے اُسکی شہادت دی اور اگر دوسرے لوگون کے چاند دیکھنے کی شہادت دین تو اُسپر حکم نہین دے سکتا کیونکہ یہ صرف حکایت ہی البتہ اگر خبر پھیلتی ہوئی دوسرے شہر تک پہونچ جاے تو اُن لوگون کو بھی بر مذہب صحیح مان لینا لازم ہی (۷) یہ حدیث نہین ہی بلکہ کسی کا قول ہے علماے حنفیہ اس امر مین مختلف ہین بعض کے نزدیک اختلاف مطالع مطلقا غیر معتبر ہی اور بعض کے نزدیک معتبر ہے اور تیسرا مذہب معتمد یہ ہے کہ جن دو مقامون مین ایک مہینہ کی مسافت ہو ایسے مقامون مین ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ لازم نہوگی اور اس سے کم مین حکم ایک مقام کا دوسرے مقام پر لازم ہوگا تاتارخانیہ مین ہی اہل بلدۃ اذا رأوا الہلال ہل یلزم فی حق کل بلدۃ اختلفوا فیہ فبعضہم قالوا لا یلزمہ فانما المعتبر فی حق اہل بلدۃ رویتہم وفی الخانیۃ لا عبرۃ باختلاف المطالع وقال القدوری ان کان بین البلدتین تفاوت لا یختلف بہ المطالع یلزمہ ذکر الحلوانی انہ صحیح من مذہب اصحابنا اگر ایک شہر کے لوگ چاند دیکھین تو کیا تمام شہرون کے لوگون پر لازم ہوتا ہی

اس مین اختلاف ہی بعض علما کہتے ہین کہ نہین کیونکہ شہر کے لوگون کے حق مین انھین کی رویت معتبر ہی اور خانیہ مین ہی کہ اختلاف مطالع کا اعتبار نہین ہے اور قدوری مین ہی کہ اگر دونون شہرون مین اتنا تفاوت ہو کہ مطالع مختلف ہون تو ضروری ہی حلوائی کہتے ہین کہ ہمارے اصحاب کی مذہب کے موافق یہی صحیح ہی۔ اور جامع الرموز مین ہے اقل ما یختلف بہا المطالع شہر مطلع کم از کم ایک ماہ کی مسافت سے مختلف ہوتا ہی۔ **سوال** رویت ہلال رمضان خواہ شوال مین تار کا اعتبار ہی یا نہین۔ **جواب** بحسب ضوابط فقہیہ فقط تار کا اعتبار نہ کیا جائیگا **سوال** سنا گیا ہی کہ بھوپال مین ۲۹ شعبان یوم چہارشنبہ کو رویت ہلال رمضان ہوئی چنانچہ اسکی تحقیق کے لیے مخصوص خط ایک معتبر شخص کے نام بھیجا گیا اُنھون نے جواب لکھا ہی کہ ۲۹ شعبان یوم چہارشنبہ کی رویت کی تصدیق پنجشنبہ کے دن دس بجے ہوئی اور اطلاع کے لیے توپ سر کی گئی اور پنجشنبہ کو سب نے روزہ رکھا اور ملک اودہ مین ابر کی وجہ سے ۲۹ شعبان کو رویت نہین ہوئی بحساب اس ملک کے ۲۹ رمضان یوم جمعہ کو رویت ہلال ہوئی اور بحساب بھوپال کے ۲۹ شعبان کو ہوئی تھی۔ ۳۰ رمضان تھی اب دریافت طلب یہ امر ہی کہ اگر جمعہ کو بسبب ابر کے رویت نہوتی تو ہفتہ کو بھوپال کے حساب سے عید ہوسکتی تھی یا نہین۔ **جواب** جہان بھوپال کی رویت شرعی طریقے سے ثابت ہوگئی تھی وہان عید ہوسکتی تھی۔ در مختار مین ہی فیلزم اہل المشرق برویۃ اہل المغرب اذا ثبت عندہم رویۃ اولئک بطریق موجب اہل مغرب کی رویت سے اہل مشرق پر (روزہ خواہ عید) لازم ہے جبکہ اُنکو اہل مغرب کی رویت کا علم بطریق موجب ہو۔ اور رد المحتار مین ہے کان یتحمل اثنان الشہادۃ او یشہدا علی حکم القاضی او یستفیض الخبر مثلاً دو آدمی گواہی لیکر آئین یا حکم قاضی پر گواہی دین یا خبر خود پھیل جائے۔ اور یہی اُسی مین ہی قال الرحمتی معنے الاستفاضۃ ان تاتی من تلک البلدۃ جماعات متعددون کل منہم یخبر عن اہل تلک البلدۃ انہم صاموا عن رویۃ لا مجرد الشیوع من غیر علم بمن اشاعہ رحمتی نے کہا ہی کہ استفاضہ کے معنے یہ ہین کہ اُس شہر سے متعدد گروہ آئین اور ہر ایک اس شہر کے لوگون سے خبر بیان کرے کہ اُس نے اپنی رویت پر روزہ رکھا ہی نہ یہ کہ محض خبر شایع ہو جائے اور شایع کرنے والے کا علم نہو **سوال** ان لکل اہل بلد رویتہم ہر شہر والون کے لیے اُنھین کی رویت معتبر ہی یا لا عبرۃ لاختلاف المطالع اختلاف مطالع کا اعتبار نہین **جواب** اختلاف مطالع مین فقہاے حنفیہ کے کئی قول ہین بعض کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہی اور ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیے کافی نہین ہی بلکہ ہر شہر والون کے لیئے اُنھین کی رویت معتبر ہی اور اکثر مشایخ حنفیہ کے نزدیک ظاہر روایت کے موافق اختلاف مطالع کا مطلقاً اعتبار نہین ہے پس ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیے کافی ہوگی جبکہ باعتبار

شرع ایک شہر کی رویت کا ثبوت دوسرے شہر والون کو ہو جائے اور محققین حنفیہ کے نزدیک یہ ہی کہ جن شہرون مین ایک مہینہ کی مسافت ہو اُن مین اختلاف مطالع معتبر ہی اور جن مین اس سے کم فاصلہ ہو اُن مین اختلاف مطالع معتبر نہین ہے **مترجم کہتا ہی** جیسا کہ مراقی الفلاح اور تاتارخانیہ اور مختارات النوازل اور ہدایہ اور تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق اور حواشی مراقی الفلاح وغیرہ مین اسکی صراحت موجود ہی جنکی عربی عبارتین مع اردو ترجمہ کے اوپر کے جوابون مین لکھی جا چکی ہین یہان طوالت کی وجہ سے نہین لکھین **انتہی** خلاصہ یہ ہی کہ مذہب اعتبار اختلاف مطالع مطلقاً اور عدم لزوم حکم رویت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگرچہ متقارب ہون غیر معتبر ہی اور مذہب عدم اعتبار اختلاف مطالع مطلقاً اور لزوم حکم رویت یک بلدہ ببلدۂ دیگر اگرچہ متباعد بغایت بعد ہون حدیث ابن عباس کے مخالف ہی اور عقلاً و نقلاً اصح المذاہب یہ ہی کہ جن شہرون مین ایک مہینہ کی مسافت ہو اُنمین اختلاف مطالع معتبر ہو اور جن مین اس سے کم فاصلہ ہو اُنمین اختلاف مطالع معتبر نہین ہی **سوال** اگر زید اور عمرو جو بظاہر روزہ نماز کے پابند ہین کہین سے تار پر خبر دین کہ ہمنے چاند دیکھا تو اُس خبر پر عید کرنا درست ہی یا نہین اور اگر نادانستگی مین کوئی شخص اس خبر پر روزہ کھول ڈالے تو اُسپر قضا لازم آئی یا کفارہ اور جو شخص جان بوجھکر اس خبر پر روزہ کھولے اُسکا کیا حکم ہی **جواب** صرف ایک خبر پر روزہ نہ کھولنا چاہیے اور اگر افطار کریگا تو قضا لازم آئے گی نہ کفارہ ہان اگر چند خبرین پہونچین جس سے ایک دو صورت شہادت کی ہو تو جائز ہی

سوال رویت ہلال ماہ رمضان و شوال کے باب مین شرعاً خطوط اور تار کا اعتبار نہین اور اسی پر جمہور کا اتفاق ہی لیکن فی زماننا ہر مسلمان مطلق العنان اور آزاد ہی ہر شخص خود قاضی اور خود مفتی اور خود مجتہد ہی حکام زمان مسلمان نہین اور جو ہین بھی تو امور اسلامیہ مین سست اس لیے اکثر ثبوت رمضان و عید مین فساد واقع ہوتے ہین اور آدھی بستی مین شعبان آدھی مین رمضان یا آدھی مین رمضان آدھی مین شوال ہوا کرتا ہی۔ اور مسلمانون مین لڑائی جھگڑے اسکے وجہ سے ہوا کرتے ہین پس دفع فساد کے لیے خطوط یا تار یا اہل توقیت کے اقوال کا جو اکثر سچ ہوتی ہین اعتبار کر لینا درست ہی یا نہین کیونکہ غلبۃ الظن حجۃ موجبۃ للعمل غلبہ ظن حجت واجب العمل ہی اور والاحکام تختلف باختلاف الزمان اختلاف زمانہ سے احکام مختلف ہو جاتے ہین۔ یہی مشہور ہی۔ اور بعض فقہا نے اہل توقیت کے قول کو مانا بھی ہے **جواب** درباب اعتبار قول منجمین و ارباب توقیت اگرچہ بعض فقہا نے فتوی دیا ہی چنانچہ قنیہ مین قاضی عبد الجبار معتزلی سے نقل کیا ہے لا باس بالاعتماد علی قولھم اُن کے قول پر اعتماد کرنے مین کچھ حرج نہین ہی اور ابن مقاتل سے نقل کیا ہی انہ کان یسألھم ویعتمد علی قولھم

وہ نجومیون سے پوچھتے اور اُن کے قول پر اعتماد کرتے تھے اور سبکی شافعی نے اپنے فتاوے مین لکھا ہو شہادت بینۃ برویۃ الھلال بلیلۃ الثلثین من الشہر وقال الحساب بعدم امکان الرویۃ تلک اللیلۃ عمل بقول اھل الحساب فان الحساب قطعی والشہادۃ ظنیۃ اگر کسی شخص نے تیسوین تاریخ رویت ہلال کی شہادت دی اور محاسب نے کہا کہ قواعد کے حساب سے آجکی رات چاند کا دکھائی دینا ناممکن ہو تو اُس کے قول پر عمل کیا جائیگا کیونکہ حساب قطعی ہو اور رویت ظنی- مگر چونکہ احادیث صحیحہ بکثرت اس باب مین وارد ہین کہ صوم اور افطار کا مدار رویت پہ ہو اس لیے بدون رویت کے صرف ارباب توقیت کے قول پر اعتماد کرنا ناجائز ہوگا اور انھین فقہا کا قول صحیح اور معتبر ٹھہریگا جو ارباب توقیت کے قول پر اعتماد نہین کرتے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان اغمی علیکم فاکملوا العدد اخرجہ المسلم وقال صلے اللہ علیہ وسلم الشہر تسع وعشرین بلیلۃ فلا تصوموا حتی تروہ فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین اخرجہ البخاری وقال صلے اللہ علیہ وسلم صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان حالت دونہ غیایۃ فاکملوا ثلثین یوما اخرجہ الترمذی وقال صلے اللہ علیہ وسلم انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب الشہر ھکذا وھکذا وھکذا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ رویت پر روزہ رکھو اور رویت پر افطار کرو لیکن اگر ابر ہو تو پورے تیس دن گن لو اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ مہینہ انتیس راتون کا ہوتا ہو پس روزہ نہ رکھو تاوقتیکہ چاند نہ دیکھلو اور اگر ابر ہو تو پورے تیس دن گن لو اسکو بخاری نے روایت کیا ہو اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو چاند دیکھکر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر افطار کرو اور اگر ابر حائل ہو جاے تو پورے تیس دن گن لو اسکو ترمذی نے روایت کیا ہو اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ ہم امی گروہ ہین نہ لکھتے ہین نہ حساب کرتے ہین مہینہ کا کہ اتنا ہو اور اتنا ہو اور اتنا ہو- الغرض ان احادیث سے ثابت ہو کہ شرعا مدار صوم و فطار رویت پر ہو ورنہ تیس دن پورے کرنا پس منجمین کے اقوال ماننے مین احادیث کی مخالفت لازم آتی ہو ہان اگر رمضان کے روزے مین احتیاطا کسی نے اُنکے قول پر عمل کر لیا مثلا انتیس شعبان کو رویت نہین ہوئی اور حساب صحیح مقتضی رویت ہو پس احتیاطا دوسرے دن روزہ رکھ لیا تو کچھ حرج نہوگا فان الاحتیاط امر مرغوب فی الدین کیونکہ دین مین احتیاط اچھی چیز ہو لیکن یہ حساب حجت ملزمہ باعث حکم عام نہوگا اور افطار کے بارے مین ترک افطار مین احتیاط ہو باقی شہادت خطوط یا تار پس ہرچند فقہا ایسے مقامات مین الخط یشبہ الخط خط خط کے مشابہ ہوتا ہو لکھتے ہین مگر ایسی صورت مین کہ ظن حاصل ہو جاے اور قوی شبہ باقی نہ رہے

اور تار یا خط کی ذریعہ سی بکثرت خبرین اپہونچ جائین تو اُسپر عمل ہو سکتا ہی وربحسب اقتضاے انتظام زمانہ حال اُسپر عام حکم بھی دیا جاسکتا ہی **سوال** صوم رمضان اور افطار شوال کا مدار کس چیز پر ہی **جواب** رویت ہلال پر مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سی روایت کی ہی کہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ نے فرمایا ہی اذا رأیتم الہلال فصوموا واذا رأیتموہ فافطروا تم چاند دیکھکر روزہ رکھو اور چاند دیکھکر افطار کرو **سوال** ہر شخص کو اپنی رویت ضروری ہی یا نہین **جواب** نہین ورنہ ہر ایک پر روزہ فرض نہوگا رسائل الارکان مین ہے رویۃ الکل غیر مشروط سب کا دیکھنا شرط نہین ہی **سوال** اگر ابر ہو تو ہلال رمضان کے ثبوت مین ایک شخص کی گواہی کافی ہی یا نہین **جواب** کافی ہی رسائل الارکان مین ہی ثم یکفی فی الصوم رویۃ واحد اذا کان فی السماء علۃ فشہادتہ تلزم الصیام علی المکلفین لما عن ابن عمر قال تراآی الناس الہلال فاخبرت رسول اللہ انی رأیتہ فصام وامر الناس بصیامہ رواہ ابو داؤد پہر روزہ کے لیے صرف ایک شخص کا چاند دیکھ لینا کافی ہی جب آسمان پر ابر یا غبار وغیرہ ہو اور اُسی شخص کی شہادت سے مکلفین پر روزہ لازمی ہی کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہی کہ لوگون نے چاند دیکھنے کی کوشش کی پس مین نے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کی کہ مین نے چاند دیکھا ہی آپنے خود روزہ رکھا اور لوگونکو روزہ رکھنے کا حکم دیا اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہی **سوال** شاہد ہلال رمضان کا عادل ہونا ضروری ہی یا نہین **جواب** ظاہر الروایۃ مین عدالت شرط ہی اور امام حسنؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے جو روایت کی ہی اُس کے اعتبار سے عدالت شرط نہین ہی بلکہ مستور الحال کی شہادت بھی قابل قبول ہی اور یہی طحاوی اور شمس الایمۃ حلوانی کا مذہب ہے اور متاخرین نے بھی اسکو صحیح لکھا ہی فی الدر المختار وقیل بلا دعوی ولفظ اشہد للصوم مع علۃ کغیم وغبار خبر عدل او مستور علی ما صححہ البزازی علی خلاف ظاہر الروایۃ لا فاسق اتفاقا انتہی ملخصا وفی الحمادیۃ واما اذا کان مستور الحال فالظاہر انہ لا تقبل شہادتہ وروی الحسن عن ابی حنیفۃؒ یقبل شہادتہ وہو الصحیح انتہی وقال ابو المکارم فی شرح النقایۃ ولم یشترط الطحاوی العدالۃ قیل مرادہ ان العدالۃ الحقیقیۃ لیست بشرط بل یکتفی بالظاہریۃ فی النوادر ان شہادۃ المستور مقبولۃ فی ذلک وبہ اخذ الحلوانی انتہی وقال بحر العلوم فی رسائل الارکان ونحن نقول ان شرط العدالۃ فی امثال ہذا فی زماننا یخل باکثر الاعمال لاسیما فی الصیام فالاحری ان یفتی بما عن الامام ابی یوسف رحمہ اللہ ان کان الشاہد ذا مروۃ بحیث یغلب علی الظن صدقہ یقبل قولہ لئلا یختل امر الصلٰوۃ ومختار یہ ہی کہ عادل یا مستور الحال کی خبر بلا دعوی اور بلا الفاظ شہادت کے رمضان کے بارہ مین مقبول ہو جبکہ ابر یا غبار وغیرہ ہو جسکی تصحیح بزازی نے کی ہے ظاہر الروایۃ اس کے خلاف ہی

اور فاسق کی خبر بالاتفاق نہ مانی جائے گی انتہی ملخصاً اور حمادیہ مین ہی اگر مخبر مستور الحال ہو پس ظاہر تو یہ ہی کہ
اُسکی خبر قبول نہ کی جائے لیکن حسنؒ نے امام ابو حنیفہؓ سے روایت کی ہی کہ اُسکی شہادت مقبول ہی اور یہی صحیح
ہی انتہی اور ابو المکارم شرح نقایہ مین لکھتے ہین طحاوی نے عدالت کی شرط نہین لگائی ہی بعضون نے اسکا
یہ مطلب لیا ہی کہ عدالت حقیقیہ شرط نہین ہی بلکہ عدالت ظاہریہ کافی ہی نوادر مین ہی کہ شہادت مستور اس معاملہ مین
مقبول ہی اور اسی سے حلوانی نے اخذ کیا ہی انتہی اور بحر العلوم رسائل الارکان مین لکھتے ہین ہم کہتے ہین کہ شرط عدالت
اس قسم کے معاملات مین ہمارے زمانے مین بکثرت خلل انداز ہوتی ہی خصوصاً رمضان کے معاملے مین پس بہتر یہ ہی کہ
امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر فتویٰ دیا جاے کہ اگر شاہد صاحب مروت ہو کہ بظن غالب سچا ہوگا تو اُس کا قول
مان لیا جائے کہ روزیکا معاملہ بگڑنے نہ پائے **سوال** اگر کسی نے گاؤن مین رمضان کا چاند دیکھا اور شہر مین نہ آیا
اور اُس گاؤن مین قاضی یا حاکم نہین ہی تو اُس شخص کے قول پر گاؤن کے لوگون کو روزہ رکھنا چاہیے یا نہین **جواب**
رکھنا چاہیے سراجیہ مین ہی رجل رأی ھلال رمضان بر ستاق لیس ھناك قاض ولا وال ولم یات المصر لیشھد
فعلیھم ان یصوموا بقول ھذا الرجل ان کان ثقۃ ایک شخص نے کسی ایسے قصبہ مین جہان قاضی اور حاکم نہین ہے
رمضان کا چاند دیکھا اور وہ شہر مین بغرض شہادت نہین آیا تو وہان اُن لوگون کو اس شخص کے قول پر روزہ رکھنا
چاہیے بشرطیکہ وہ ثقہ ہو **سوال** اگر ابر کی حالت مین ایک شخص کی گواہی پر روزہ رکھا گیا اور تیس روز دن کے بعد
بھی چاند دکھائی نہین دیا تو عید کرنا چاہیے یا نہین **جواب** اگر ابر و غبار کی وجہ سے چاند نہین دکھائی دیا تو عید کرنا
چاہیے اور اگر مطلع صاف ہونے کی حالت مین شوال کا چاند نہین دکھائی دیا تو امام محمد کے نزدیک افطار کیا جائے
اور امام ابو یوسف کے نزدیک اکتیسوان روزہ بھی رکھا جاے حموی شارح اشباہ لکھتے ہین فی الذخیرۃ الواحد
اذا شھد علی ھلال رمضان عند القاضی قبل شھادتہ وامر الناس بالصوم فلما اتموا ثلثین یوما لم یروا ھلال شوال
قال ابو حنیفۃ وابو یوسف رحمھما اللہ یصومون من الغد وان کان یوم الحادی والثلثین یعنی لکونہ خروجا عن العبادۃ
فیحتاط فیہ وقال محمد یفطرون قال شمس الائمۃ الحلوانی ھذا الاختلاف فیما اذا لم یروا ھلال شوال والسماء
مصحیۃ فاما اذا کانت متغیمۃ فانھم یفطرون بلا خلاف ذخیرہ مین ہی اگر ایک شخص نے رمضان کے چاند کی گواہی
قاضی کے سامنے دی اور قاضی اُسکی شہادت کو مان کے لوگون کو روزہ رکھنے کا حکم دیدے پھر تیسوین رمضان کو عید
کا چاند نہ دکھائی دے تو لوگون کو دوسرے دن روزہ رکھنا چاہیے گو اکتیسوین تاریخ ہو کیونکہ اپنے ذمہ سے ایک عبادت
کو ادا کرنا ہے اس لیے احتیاط کرنا چاہیے یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول ہی اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک

افطار کر لینا چاہیے شمس الائمہ حلوانی کہتے ہین کہ یہ اختلاف اُس صورت مین ہو جب آسمان صاف ہو اور پھر بھی شوال کا چاند نہ دکھائی دے لیکن اگر ابر ہو تو بالاتفاق افطار کر لینا چاہیے **سوال** اگر ہلال رمضان کی دو شخصون نے بحالتِ ابر و غبار گواہی دی اور لوگون نے تیس روزے رکھے اور پھر بھی عید کا چاند نہ دکھائی دیا تو افطار کیا جائے یا نہین **جواب** افطار کیا جائے چاہے ابر ہو یا نہو۔ حموی شارح اشباہ لکھتے ہین واما اذا شہد علی ہلال رمضان شاہدان والسماء متغیمۃ قبل القاضی شہادتہما وصاموا ثلثین یوما فلم یروا الہلال ان کانت السماء متغیمۃ یفطرون من الغد بالاتفاق وان کانت مصحیۃ فکذلک یفطرون الیہ اشار فی القدوری والمنتقی وقیل فی فوائد القاضی الامام رکن الدین علی السغدی انہم لا یفطرون والاول اصح جب رمضان کے چاند پر دو آدمیون نے گواہی دی اور آسمان پر ابر تھا اور قاضی نے دونون کی شہادت قبول کرکے روزہ رکھنے کا حکم دیدیا اور تیس روزے رکھنے پر بھی عید کا چاند دکھائی نہ دیا تو اگر آسمان پر ابر ہو تو بالاتفاق افطار کر لیا جائے اور اگر آسمان صاف ہو تو بھی افطار کیا جائے اسی کی جانب قدوری اور منتقی مین اشارہ ہو اور کہا گیا ہو کہ فوائد قاضی امام رکن الدین علی سغدی مین ہو کہ افطار نہ کرنا چاہیے اور اول اصح ہو **سوال** ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لیے مفید ہوتی ہو یا اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جاتا ہو **جواب**۔ اختلاف مطالع کا اعتبار نہین کیا جاتا درمختار مین ہے اختلاف المطالع غیر معتبر علی ظاہر الروایۃ وعلیہ اکثر المشائخ وعلیہ الفتوی ظاہر روایت کے اعتبار سے اختلاف مطالع غیر معتبر ہو اور اسی جانب اکثر مشائخ گئے اور اسی پر فتوی ہو اور مجمع البرکات مین ہو لو صام اہل بلدۃ ثلثین یوما للرویۃ واہل بلدۃ اخری تسعا وعشرین یوما للرویۃ فعلی من صام تسعا وعشرین یوما فعلیہم قضاء یوم اگر ایک شہر والون نے تیس روزے رکھے اور دوسرے شہر والون نے انتیس تو جنھون نے انتیس روزے رکھے ہین انپر ایک یوم کی قضا واجب ہو اور درمختار مین ہو لو استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری لزمہم علی الصحیح من المذہب اگر دوسرے شہر کی خبر آگئی تو بر مذہب صحیح انپر بھی اُسکے موافق عمل کرنا لازم ہو۔ درجامع الرموز مین ہو وحکم اہل البلد تثبت بالرؤیۃ لا یلزم الاخری وعن محمد انہ یلزم والصحیح من مذہب اصحابنا انہ یلزم اذا استفاض الخبر فی البلدۃ الاخری ایک شہر کی رویت سے دوسرے شہر پہ حکم نہین دیا جا سکتا اور امام محمد سے منقول ہو کہ حکم لازمی ہو اور صحیح یہ ہو کہ لازمی ہو جب دوسرے شہر سے خبر آجاے **سوال** اگر گواہون نے انتیس رمضان کو گواہی دی کہ ہمنے رمضان کا چاند ایک دن پہلے دیکھا ہو جس کے حساب سے آج اکتیسوین تاریخ ہو تو اُنکی گواہی مانی جائے گی یا نہین **جواب** اگر یہ گواہ اسی شہر مین تھے اور پہلے رمضان سے پہلے رکھے انتیس

تاریخ کو گواہی دی تو اُنکی گواہی قبول نہ کی جائے گی اور اگر دور کے سفر سے آکر گواہی دی ہو تو قبول کی جائے گی مجمع البرکات میں ہو اذا شهد الشهود على هلال رمضان في اليوم التاسع والعشرين انهم رأوا الهلال قبل صومكم بيوم ان كانوا في هذا المصر ينبغي ان لا يقبل شهادتهم لانهم تركوا الحسبة وان جاؤا من مكان بعيد جازت شهادتهم لانتفاء التهمة كذا في الخلاصة جب بہت سے گواہوں نے انتیسویں رمضان کو چاند دیکھنے کی شہادت دی کہ اُنھوں نے (تیسویں کے حساب سے پہلی تاریخ کو آکر) کہا کہ ہمنے تمھارے اس روزہ کے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا تو اُنکی شہادت نہ قبول کرنا چاہیے کیونکہ اُنکے ذمہ جو بات ضروری تھی اُسے اُنھوں نے ترک کیا بشرطیکہ وہ لوگ اُسی شہر کے رہنے والے ہوں اور اگر باہر کے رہنے والے ہوں تو وہ معذور ہیں اور اُنکی شہادت جائز ہے کیونکہ الزام منتفی ہو جیسا کہ خلاصہ میں ہو **سوال** اگر تیسویں رمضان کو غروب آفتاب سے پہلے عید کا چاند دکھائی دیا تو فوراً روزہ کھول ڈالنا ضروری ہو یا نہیں **جواب** یہ چاند آنے والی رات کا مانا جائیگا لہذا غروب کے پہلے افطار نہ کرے اور دوسرے دن عید سمجھی جائے گی رسائل الارکان میں ہو وان رأى الهلال في نهار ثلثين قبله او بعده فالهلال لليلة الآتية وتيموا صوم يوم رأى فيه الهلال سواء رأى قبل الزوال وبعده اگر تیسویں تاریخ آفتاب ڈوبنے سے پہلے چاند دیکھا اور اسکی پہلی (شب گذشتہ کو) نہیں دیکھا تھا تو یہ چاند آنیوالی رات کا مانا جائیگا اور روزہ پورا کرنا چاہیے چاند قبل زوال دیکھا ہو یا بعد زوال۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

کتاب الصوم

سوال ایک رمضان کی قضا جس شخص نے دوسرے رمضان کے آجانے تک ادا نہیں کی تو کیا دوسرے رمضان کے آجانے کی وجہ سے اُس پر قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے **جواب** فقط قضا واجب ہو ہدایہ میں ہو ان اخره حتى دخل رمضان آخر صام الثاني لانه في وقته وقضى الاول بعده ولا فدية عليه لان وجوب القضاء على التراخي حتى كان له ان يتطوع اگر اولے قضا میں اتنی تاخیر کی کہ دوسرا رمضان آگیا تو دوسرے رمضان کے روزے رکھے اور پہلے کی بعد کو قضا کرے اور اُسپر فدیہ نہیں ہو کیونکہ وجوب قضا با تاخیر ہو حتی کہ اُسے نفل روزے رکھنے کا بھی حق حاصل ہو **سوال** اگر روزہ میں زوجہ سے مساس کیا اور انزال ہوا تو روزہ رہا یا جاتا رہا **جواب** جاتا رہا فقط قضا واجب ہوگی خزانۃ المفتین میں ہو اذا قبل امرأته بشهوة او مس

بشہوۃ فامنی علیہ القضاء دون الکفارۃ اگر کسی نے شہوت سے بوسہ لیا یا مساس کیا اور انزال ہوا تو اُسپر قضا لازم ہی نہ کفارہ **سوال** اگر کسی نے جلق لگایا تو روزہ رہا یا جاتا رہا **جواب** جاتا رہا فقط قضا واجب ہوگی فتح القدیر مین ہی عامۃ المشایخ علی ان الاستمناء مفطر وقال فی التجنیس ہو المختار عامۂ مشایخ کے نزدیک جلق سے روزہ جاتا رہتا ہی اور صاحب تجنیس نے کہا ہی یہی مختار ہی۔ **سوال** زید نے مرض سخت کی حالت مین نذر مانی کہ اگر مین اچھا ہو گیا تو ڈیڑھ برس کے روزے رکھون گا اب اُسکو صحت ہو گئی تو ایام بیض وغیرہ کر روزے رکھنے یا صدقہ دینے سے ڈیڑھ برس کے روزے اُس کے ذمے سے ساقط ہو سکتے ہین یا نہین **جواب** صدقہ دینے سے نذر مذکور ساقط نہین ہو سکتی اُتنے روزے رکھنا چاہیے خواہ ایام بیض مین رکھے خواہ اور ایام مین سوا عیدین اور تشریق کے لیکن اُس نے چونکہ نذر مین یہ نہین کہا کہ علی الاتصال روزے رکھون گا اس لیے وہ متفرق روزے رکھ سکتا ہی **سوال** قضا کے روزے مین ایک شخص نے عمداً کھا پی لیا اس صورت مین کفارہ لازم آئیگا یا نہین **جواب** نہین کیونکہ کفارہ فقط رمضان کے روزے مین ہی نہ قضا وغیرہ مین رد المحتار مین ہی فلا تجب بافساد قضاء رمضان او افساد صوم غیرہ لان الافطار فی رمضان ابلغ فی الجنایۃ فلا یلحق بہ غیرہ لورودھا فیہ علی خلاف القیاس قضاے رمضان کے توڑ ڈالنے سے کفارہ لازم نہین ہوتا اسی طرح رمضان کے روزے کے سوا کسی اور روزہ کے توڑ ڈالنے سے بھی کفارہ لازم نہین ہوتا کیونکہ رمضان مین افطار انتہا درجہ کی خیانت ہی پس دوسری چیزون کا حکم ایسا نہین ہو سکتا کیونکہ اُس مین کفارہ خود ہی خلاف قیاس ہی **سوال** اگر زید رمضان مین قصداً افطار سے پہلے حقہ پیتا ہی تو اُسکا روزہ فاسد ہوگا یا نہین۔ اگر ہوگا تو آیت یا حدیث یا ایمہ کے قول یا فقہ سے ثابت فرمایا جائے **جواب** اُسکا روزہ فاسد ہوگا در مختار مین ہی لو ادخل حلقہ الدخان افطر ای دخان کان لو ذاکرا حلق مین دھوان اُتار لینے سے روزہ جاتا رہتا ہے چاہے جو دھوان ہو اگر قصداً ایسا کیا ہی۔ اور رسائل الارکان مین ہے لو ادخل الدخان کما یعتادہ الیوم فی اکثر الناس فینبغی ان یفسد بہ الصوم خصوصاً دخان التنباک لانہ یورث الفرح ویحصل لتسکین للمعتادین اگر دھوان حلق کے نیچے اُتار لیا جیسا کہ آجکل اکثر لوگ کرتے ہین تو اُس سے روزہ فاسد ہو جانا چاہیے خصوصاً تماکو کے دھوین سے کیونکہ اُس سے فرحت اور جو لوگ پینے کے عادی ہین اُنکو تسکین حاصل ہوتی ہی اور رد المحتار مین ہی ویلزمہ التکفیر لو ظن نافعا و کذا اذا ادخلہ لشہوات البطن اور کفارہ لازم ہوگا اگر اُس نے نفع مند اور رفع شہوات بطن کے خیال سے پیا ہو۔ واللہ اعلم حررہ ابو الاحیا محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم۔ واقعی اس صورت مین روزہ فاسد ہوگا کیونکہ حدیث مین بروایت ابو یعلی مروی ہے

الفطر مما دخل روزہ ہر اُس چیز سے جاتا رہتا ہے جو پیٹ کے اندر جائے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز پیٹ مین جائے چاہے وہ دھوان ہی کیون نہ ہو اگر قصداً داخل کیا ہے مفسد صوم ہے واللہ اعلم حررہ ابو الحسنات محمد عبدالحی **سوال** خود بخود قے آنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہین **جواب** نہین **سوال** جونک لگنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہین **جواب** نہین کیونکہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم حالت صوم مین پچھنے لگاتے تھے جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے اور جونک بھی ویسی ہی ہے **سوال** ایک یابس المزاج شخص روزہ رکھ سکتا ہے مگر گرمی کے زمانے مین اطباے حاذق اُسے روزہ رکھنے سے منع کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تم روزہ رکھنے سے سخت امراض مین مبتلا ہو جاؤگے تو کیا کرے **جواب** روزہ نہ رکھے **سوال** ایک شخص روزہ رکھنے کے بعد افطار سے پہلے سخت مرض مین مبتلا ہوا اور روزہ ختم کرنے سے زیادتی مرض کا غالب گمان ہے تو افطار کرے یا نہین۔ **جواب** افطار کر ڈالے۔ رسائل الارکان مین ہے اذا احدث المرض فی نہار رمضان ویظن بالصوم الزیادۃ علے المرض یباح لہ الافطار روزہ دار کو دن مین ایسا مرض لاحق ہوا کہ فوراً افطار نہ کرنے سے زیادتی کا غالب گمان ہے تو اُسے افطار کرنا مباح ہے۔ **سوال** جس نے زیادتی مرض کے خوف سے افطار کیا ہو اُسپر قضا لازم ہوگی یا کفارہ **جواب** قضا لازم ہوگی نہ کفارہ عالمگیری مین ہے ومنہا المرض المریض اذا خاف علی نفسہ التلف او ذہاب عضو یفطر بالاجماع وان خاف زیادۃ العلۃ وامتدادہ فکذلک عندنا وعلیہ القضاء اذا افطر کذا فی المحیط مریض کو جب اپنی جان کا یا کسی عضو کے جاتے رہنے کا خوف ہو تو بالاجماع افطار کرے اور اگر زیادتی مرض یا امتداد مرض کا خوف ہو تب بھی ہمارے نزدیک افطار کرے اور جب افطار کر لیا تو اُسپر قضا واجب ہے جیسا کہ محیط مین ہے۔ **سوال** اگر خاک یا سنگریزہ یا خستہ خرما یا کلوخ یا پنبہ یا کاغذ وغیرہ کہ نہ غذا ہین نہ دوا عادۃً نگل جائے تو قضا لازم آئے گی یا کفارہ **جواب** قضا لازم آئے گی نہ کفارہ فی العالمگیریۃ اذا ابتلع ما لا یتغذی بہ ولا یتداوی بہ عادۃ کالحجر والتراب لا یجب الکفارۃ کذا فی التبیین انتہے وفی الخلاصۃ لو ابتلع حصاۃ او نواۃ او حجرا او مدرا او قطنا او خشبا او کاغذۃ فعلیہ القضاء ولا کفارۃ عالمگیری مین ہے اگر اُن چیزون کو نگل گیا جن سے عادۃً غذا اور دوا کا کام نہین لیا جاتا ہے جیسے پتھر اور مٹی تو کفارہ واجب نہین ہے جیسا کہ تبیین مین ہے انتہی اور خلاصہ مین ہے اگر کنکری یا گٹھلی نگل گیا یا پتھر یا ڈھیلا یا روئی یا کاغذ تو اُسپر قضا ہے کفارہ نہین ہے **سوال** روزہ رمضان کے کفارہ مین اگر غلام آزاد کرنے اور روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو ساٹھ مسکینون کو کھانا کیونکر کھلائے **جواب** اگر کبر سنی یا حدوث مرض کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکتا ہو

تو اُسے اختیار ہے چاہے ساٹھ مسکینون کو دو وقت پیٹ بھر کے کھانا کھلاوے یا کچا غلہ دیدے اس طرح پر کہ ہر مسکین کو نصف صاع گیہون یا اُسکا آٹا یا ایک صاع جو یا انگور یا خرما دے اور نقد قیمت دینا بھی جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک وقت کھانا کھلائے اور ایک وقت کی قیمت دیدے اور اگر ایک مسکین کو ساٹھ دن دو وقتہ کھانا کھلائے تو بھی جائز ہے لیکن اگر ایک مسکین کو ساٹھ مسکینون کا کھانا پکا کر دیگا تو کفارہ مین ایکدن محسوب ہوگا جیساکہ درمختار مین ہی اور اگر کچا غلہ ساٹھ مسکینون کا حساب کر کے ایک مسکین کو ایک دن مین بدفعات دے تو مختلف فیہ ہی بعض کے نزدیک ایک مسکین سے کافی ہوگا اور بعض کے نزدیک پورا کفارہ ادا ہوجائے گا جیساکہ برجندی نے کہا ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی (محمد عبدالحی ابوالحسنات)

باب صدقۃ الفطر والاعتکاف

سوال صدقۂ فطر مین گیہون دینا مستحب ہی یا اُسکی قیمت **جواب** امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک قیمت دینا مستحب ہے کیونکہ روپیہ سے بہت کام نکل سکتے ہین **سوال** زکوۃ کی طرح صدقۂ فطر مین تملیک متصدق علیہ شرط ہے یا نہین **جواب** شرط ہے ابوالمکارم کہتے ہین وشرطنا التملیک فی الفطرۃ والعشر ایضا فطرہ اور عشر مین بھی تملیک شرط ہی **سوال** زید عشرۂ اخیرۂ رمضان مین معتکف تھا اور رات کا گمان کر کے اُس نے سحر کھائی اور اصل مین سحر طالع ہوچکی تھی پس قضا لازم ہوگی اور امساک یوم کرے پس یہ امساک اُن لوگون کے نزدیک جو صوم کو اعتکاف کی شرط جانتے ہین کافی ہوگا یا نہین اور عدم کفایت کی صورت مین اُس اعتکاف کا کیا حکم ہے **جواب** جبکہ یہ امساک صوم نہین ہی اور قضا واجب ہی پس اعتکاف کے لیے کافی نہوگا اور اگر اعتکاف عشرۂ متصل کی نذر مانی ہے تو قضا لازم ہوگی اور اگر اعتکاف نفل ہی تو قضا لازم نہوگی درمختار مین ہی فلو نذر اعتکاف شہر رمضان لزمہ واجزاہ صوم رمضان عن صوم الاعتکاف وان لم یعتکف رمضان المعین قضے شہرا غیرہ بصوم مقصود واقلہ قضاء ساعۃ ولو شرع فی نفلہ ثم قطعہ لا یلزمہ قضاؤہ ہم علی نظام اگر کسی نے شہر رمضان کے اعتکاف کی نذر مانی تو وہ اسپر لازم ہے اور صوم رمضان کی بدولت صوم اعتکاف کی ضرورت نہین ہے اور اگر رمضان معین مین اعتکاف ادا نہین کیا تو کسی دوسرے مہینے مین اُسکی قضا کرے اور اُس مین روزہ رکھے اور اقل قضائے اعتکاف ایک ساعت ہی اور اگر نفل کو شروع کر کے قطع کر دیا تو برمذہب

ظاہر قضا لازم نہین ہے اور جامع الرموز مین ہے اور یہ اُسوقت ہے جب روزہ شرط نہو اور اگر روزہ شرط ہو تو کم از کم ایک روزہ ہے اور قضا صورت افساد و قطع مین لازم ہے انتہی واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی و الخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

کتاب الزکوۃ

سوال اداے زکوۃ کے وقت اس بات کا اعلان اور اظہار کہ یہ زکوۃ کا مال ہے ضروری ہے یا نہین۔ **جواب** اداے زکوۃ مین ادا کرتے وقت یا اُس مال کو اپنے مال سے جدا کرتے وقت زکوۃ ادا کرنے کی نیت ہونا ضروری ہے اور قصد قلبی کو نیت کہتے ہین اور اداے زکوۃ کے وقت اگر کوئی پوچھے تم کیا دیتے ہو تو فوراً کہدے مین زکوۃ دیتا ہون لیکن اعلان اور اظہار ضروری نہین ہے مگر افضل ہے کنز مین ہے وشرط ادائھا نیۃ مقارنۃ للاداء او لعزل ما وجب اداے زکوۃ کی شرط یہ ہے کہ اداے زکوۃ کے وقت یا اپنے مال سے جدا کرتے وقت زکوۃ کی نیت ہو۔ اور عالمگیری مین ہے اذا کان فی وقت التصدق بحال لو سئل عما ذا نودی یمکنہ ان یجیب من غیر فکرۃ فذلک یکون نیۃ منہ اگر تصدق کے وقت اُس سے پوچھا جاے کہ تم یہ روپیہ کیسا دے رہے ہو اور وہ بے غور کیے ہوے جواب دیدے تو نیت متحقق ہے اور بحر الرائق مین ہے و فی فتح القدیر و الافضل فی الزکوۃ الاعلان اور فتح القدیر مین ہے کہ زکوۃ مین اعلان کرنا افضل ہے اور عالمگیری مین ہے اذا اراد اداء الزکوۃ الواجبۃ قالوا الافضل الاعلان والاظہار و فی التطوعات الافضل ھو الاخفاء والاسرار کذا فی فتاوی قاضی خان جو شخص زکوۃ واجبہ کو ادا کرنا چاہے تو فقہا کے نزدیک افضل اعلان و اظہار ہے اور نفل مین افضل اخفا اور اسرار ہے جیسا کہ فتاوی قاضی خان مین ہے **سوال** عورتون کے کپڑون مین جو گوٹہ پٹھہ بنت وغیرہ ٹکی ہوتی ہے انپر زکوۃ واجب ہے یا نہین **جواب** نہین کیونکہ یہ چیزین من قبیل عروض ہین اور عروض مین جب تک تجارت کی نیت نہو زکوۃ واجب نہین ہے جیسا کہ بحر الرائق مین ہے **سوال** اجنبی پہ سُسرالی قرابت دار مقدم ہین یا نہین **جواب** مقدم ہین بحر الرائق مین ہے قال فی الفتاوی الظہیریۃ ویبدأ فی الصدقات بالاقارب ثم الموالی ثم الجیران و ذکر فی موضع اٰخر معزیا الی ابی حفص الکبیر لا تقبل صدقۃ الرجل و قرابتہ محاویج حتی یبدا بہم فیسد حاجتہم فتاوی ظہیریہ مین ہے کہ صدقات مین سب سے مقدم اقارب ہین پھر موالی پھر پڑوسی اور دوسرے جگہ ابو حفص کبیر کی جانب منسوب کر کے کہا ہے کہ جسکے اقربا محتاج ہین اسکا صدقہ قبول نہین ہوتا تا وقتیکہ وہ اُنکی حاجت

پوری نہ کرے۔ اور عالمگیری مین ہے والافضل فی الزکوٰۃ والفطر والنذر الصرف اولا الی الاخوۃ والاخوات ثم الی اولادھم ثم الی الاعمام والعمات ثم الی اولادھم ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادھم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اھل حرفتہ ثم الی اھل مصرہ او قریتہ کذا فی السراج الوھاج زکوٰۃ اور فطرہ اور نذر صرف مین افضل یہ ہے کہ بھائیون اور بہنون کو دے پھر اُنکی اولاد کو پھر چچاؤن اور پھپیون کو پھر اُنکی اولاد کو پھر ماموؤن اور خالاؤن کو پھر اُنکی اولاد کو پھر ذوی الارحام کو پھر پڑوسیون کو پھر اپنے ہم پیشہ لوگون کو پھر اپنے شہر والون کو یا اپنے گاؤن والون کو ایسا ہی سراج وہاج مین ہے۔ **سوال** اگر کسی شخص کے پاس مکانات یا دوکانین یا اشیاے منقولہ ہین اور وہ اُنھین کرایہ پر چلاتا ہے یا اُسکے قبضے مین ہین تجارت کی نیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو تو زکوٰۃ کا کیا حکم ہے **جواب** اگر مکانات اور دوکانین یا اشیاء منقولہ جیسے دیگ وغیرہ رکھتا ہو اور اُنھین کرایہ پر چلاتا ہے اور تجارت کی نیت نہین رکھتا ہو یا اُن اشیا کے خریدتے وقت تجارت کی نیت تھی پھر کرایہ پہ یہ اشیا چلائے تو ان دونون صورتون مین ان اشیا پر زکوٰۃ نہین ہے مجمع البرکات مین ہے رجل اشتری عیانا منقولۃ یواجرھا میاومۃ ومشاھرۃ ومسانھۃ فیحصل لہ من المنقولات مال عظیم لا یجب الزکوٰۃ فیھا لانھا لیست بمال التجارۃ فانما یمسکھا وینتفع بھا نوع انتفاع فصار کالاستعمال فلم یجب فی ذالک شئی کذا فی خزانۃ الروایات اگر کسی نے کچھ اشیائے منقولہ خریدے اور اُنھین کرایہ پر ایک دن یا ایک مہینہ یا ایک سال کے لیے چلاتا ہو اور اُن سے مال عظیم از قسم منقولات حاصل کرتا ہو تو اُسپر زکوٰۃ نہین ہے کیونکہ یہ تجارت کا مال نہین ہے اسوجہ سے کہ شئے جو اُسکے قبضے مین ہے وہ اُس سے نفع حاصل کرتا ہے تو اُسکا حکم ویسا ہی ہو جیسا خود اُسکے استعمال کرنے کا ہو تو اُسکے ذمے کچھ واجب نہوگا جیسا کہ خزانۃ الروایات مین ہو۔ اور اسی کتاب مین دوسری جگہ لکھا ہو لو اشتری الرجل دارا اوعبدا للتجارۃ ثم اجرہ یخرج من ان یکون للتجارۃ ولو اشتری قدورا من الصفر یمسکھا ویواجرھا لا یجب فیھا الزکوٰۃ کما لا یجب فی بیوت الغلۃ کذا فی فتاوی قاضی خان اگر کسی شخص نے کوئی گھر یا غلام تجارت کے لیے خریدا پھر اُسے کرایہ پر چلایا تو وہ مال تجارت نہین رہا اور اگر دیگین خریدین اور اُنکو اپنے ملک مین رکھا لیکن کرایہ پر چلاتا رہا تو زکوٰۃ واجب نہین ہے جیسا کہ غلہ کے گھرون مین واجب نہین ہے ویسا ہی فتاوی قاضی خان مین ہو۔ اور اگر مکانات اور دوکانین اور اشیاے منقولہ اپنی ملک اور قبضہ مین بلا نیت تجارت رکھے تو بھی زکوٰۃ واجب نہین ہے مجمع البرکات مین ہو ولو کان لہ عبید لا للتجارۃ ودار لا للسکنے ولم ینوا لتجارۃ لا تجب فیھا الزکوٰۃ وان حال علیھا الحول کذا فی شرح الوقایۃ اگر کسی کے پاس بلا نیت تجارت غلام ہین یا گھر ہین جن مین

نہ تجارت کی نیت ہے نہ رہنے کے لیے ہین تو زکوۃ واجب نہین ہے اگرچہ سال گذر جائے ایسا ہی شرح وقایہ مین ہے
سوال اگر کسی شخص کے پاس اراضی ہو اور وہ اُس مین کھیتی کرتا ہے تو اُس اراضی اور اُسکی پیداوار پر زکوۃ
واجب ہو یا نہین **جواب** جب تک اراضی مین تجارت کی نیت نہو زکوۃ واجب نہین ہے کنز مین ہو وفی
عروض تجارۃ بلغت نصاب ورق او ذهب عروض مین زکوۃ جب ہی واجب ہوتی ہے جب تجارت کے لیے ہون
اور اُن کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کی اتنی ہو۔ اور ارکان اربعہ مین ہے واما العروض فانما یجب فیہ
الزکوۃ اذا کانت للتجارۃ اذا بلغ قیمتہا نصابا من الفضۃ او الذهب ویجب فیہا ربع العشر من قیمتہا ویشترط فیہ
التجارۃ لما عن سمرۃ بن جندب قال اما بعد فان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان یامرنا ان نخرج من الصدقۃ
من الذی نعدہ للبیع رواہ ابو داؤد عروض مین زکوۃ جب ہی واجب ہوتی ہو جب تجارت کے لیے ہون اور اُنکی
قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کی اتنی ہو اور اُس مین ربع عشر قیمت واجب ہوتا ہے بشرطیکہ تجارت کی نیت
ہو کیونکہ سمرہ بن جندب سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہمین حکم فرماتے کہ ہم اُن چیزون کی زکوۃ
نکالین جو ہمنے بیع کے لیے رکھی ہین اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہو۔ اور زمین کی پیداوار پر جب تک کہ اُسکی
قیمت نقد نہو جائے زکوۃ واجب نہین اگرچہ حولان حول ہو جائے مجمع البرکات مین ہے واذا حصل من ارضہ
حنطۃ مثلا یبلغ قیمتہا نصابا ونوی ان یمسکہا ویبیعہا وحال علیہا الحول فانہ لا یجب فیہا الزکوۃ کذا فی البرجندی
وفی الحجۃ حتی ینقد ثمنہا ویحول الحول کذا فی فتاوی قاضی خان اگر کسی کی زمین مین مثلاً گیہون پیدا ہوے اور اُنکی
قیمت مقدار نصاب کی اتنی تھی اور اُس نے اُنکے فروخت کرنے کا قصد کیا اور اُنپر پورا سال گذر گیا تو اُسپر زکوۃ
واجب نہین ہے یہ برجندی مین ہے اور حجت مین ہے تا وقتیکہ اُن سب کا ثمن نقد نہو جاے اور اُسپر سال نہ گذر جائے
زکوۃ واجب نہین ہو جیساکہ فتاوی قاضی خان مین ہے **سوال** اگر زر زکوۃ سے غلہ یا کپڑا خریدکے مساکین کو دے
تو زکوۃ ادا ہو گی یا نہین **جواب** ادا ہو گی کیونکہ اداے مال زکوۃ مین رکن تملیک ہو **سوال** پہننے کے کپڑون
مین پشمینہ ہو یا سوتی زکوۃ واجب ہے یا نہین۔ **جواب** نہین ہدایہ مین ہے ولیس فی دور السکنی وثیاب البدن
واثاث المنزل ودواب الرکوب وعبید الخدمۃ وسلاح الاستعمال زکوۃ رہنے کے گھر اور پہننے کے کپڑے اور
گھر کے سامان اور سواری کے جانورون اور خدمت کے غلامون اور استعمال کے ہتھیارون پر زکوۃ نہین ہے۔
سوال زوجہ کو اپنے زیور کی جو اُسکی ملک ہے زکوۃ دینا چاہیے یا زوج کو۔ **جواب** مال کی زکوۃ مالک پر ہے
لیکن اگر زوج زوجہ کی طرف سے زکوۃ دیدے تو ادا ہو جائے گی یہ کشف الحقائق مین ہے **سوال** اگر کوئی شخص

ایک نصاب کا مالک ہوا اور سال بھی اُس پر گذر گیا اُس نے زکوٰۃ نہین دی پھر دوسرا سال بھی گذرا اب اُسے
ایک سال کی زکوٰۃ دینا چاہیے یا دو سال کی **جواب** پہلے سال کی زکوٰۃ واجب ہے نہ دوسرے سال کی
رسائل الارکان مین ہے اذا ملك مائتی درھم وحال علیه الحول ولم یود زکوتہ حتی حال علیه حول اٰخر
لا یجب الا زکوۃ الحول الاول دون الثانی لانه کان علیه اداء جزء المال فانا کان جزءمنه مشغولا بالزکوۃ لم
یبق الباقی نصابا اگر کسی شخص کے پاس دو سو درہم تھے اُسپر سال گذر گیا اور اُس نے زکوٰۃ نہ دی یہان تک کہ
دوسرا سال بھی گذر گیا اُسپر صرف پہلے سال کی زکوٰۃ واجب ہی دوسرے سال کی نہین کیونکہ اُس پر جزءِ مال
کی ادائی ضروری تھی تو جب جزءِ مال زکوٰۃ مین رکا ہوا تھا تو باقی بمقدار نصاب نہ رہا اور شارح وقایہ نے دین زکوٰۃ
کو غیر مانع قرار دیا ہے اور یہ انکی غلطیون مین سے ہے جیسا کہ شرح ابو المکارم مین ہے **سوال** قرضدار پر زکوٰۃ
واجب ہی یا نہین **جواب** اگر وہ بالکل قرضہ مین گھرا ہوا ہو تو جب تک قرضدار ہے زکوٰۃ اُسپر واجب نہین ہے
اور اگر اُس قرضدار کا مال قرضہ سے زائد اور حوائجِ اصلیہ سے فاضل اور حدِ نصاب تک پہونچ گیا ہو تو اُتنے مال مین
زکوٰۃ واجب ہے ہدایہ مین ہے من کان علیه دین محیط بماله فلا زکوۃ علیه وان کان ماله اکثر من دینه زکی الفاضل
اذا بلغ نصابا اگر کسی پر اتنا قرض ہی کہ اُس کے سب مال کو شامل ہے تو اُس پر زکوٰۃ نہین ہے اور اگر اُسکا مال قرضہ
سے زائد ہے تو زیادتی پر زکوٰۃ ہے **سوال** مال حرام جیسے کسب غنا اور زنا پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہین **جواب**
نہین قنیہ مین ہے لو کان الخبیث نصابا لا یلزمه الزکوۃ لان الکل واجب التصدق علیه فلا یفید ایجاب
التصدق ببعضه مال حرام اگر بقدر نصاب ہو تو اُسپر زکوٰۃ نہین ہی کیونکہ اُس کل مال کا تصدق کر دینا واجب ہے
تو اب بعض کے تصدق کے واجب کرنے سے کیا فائدہ **سوال** درمختار کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے
الشام والمصر خراجیة وفی الفتح الماخوذ الاٰن من اراضی مصر اجرة لا خراج الا تری انها لیست مملوکة للزراع
شام اور مصر خراجی ہین اور فتح مین ہے کہ آجکل جو کچھ مصر کی اراضی سے وصول کیا جاتا ہے وہ اجرت ہی خراج
نہین کیونکہ زمین کاشتکارون کی ملکیت نہین ہے۔ **جواب** اس کی توضیح یہ ہے کہ جو ملک لڑکے فتح کیا گیا ہو
اور لشکر اہل اسلام مین تقسیم نہ کیا گیا ہو خواہ وہین کے کافر اُس مین مقیم ہون یا دوسری جگہون کے کفار نقل مکان
کر کے اُس مین آ گئے ہون اور جو ملک صلح سے فتح کیا گیا ہو وہ دونون خراجی ہین علما اس امر پر متفق ہین کہ
مصر خراجی ہی البتہ اس امر مین اختلاف ہے کہ وہ لڑ کر فتح کیا گیا ہے یا صلح سے فتح کیا گیا ہی اور اس اختلاف سے
خراجی ہونے پر کچھ اثر نہین پڑتا کیونکہ جب تک اُس ملک کے لوگ اسلام نہ لائین خواہ بجنگ فتح کرنے کے بعد

وہان کے لوگون پر احسان رکھکر خراج مقرر کیا جاے یا بالصلح فتح ہو اور جزیہ مقرر کیا جائے اور جب آراضی مصر کے مالکان بلا وارث مرے تو یہ آراضی داخل بیت المال ہوئی اور سلطان نے اُسے کاشتکارون کو دینا شروع کیا اور اُن سے دراہم لیے تو اب یہ دراہم ظاہر ہے کہ اجرت ہین عشر وخراج نہین ہین اور کاشتکار کرایہ دار ہین اور یہ ایک علحدہ قسم ہے یعنے نہ عشری ہے اور نہ خراجی اس قسم کی زمینون کو ارض مملکت یا اراضی حوز کہتے ہین یہ رد المحتار مین ہے **سوال** چاندی سونے کے زیور یا برتنون پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہین **جواب** واجب ہے ہدایہ مین ہے فی تبر الذھب والفضة وحلیھما وانیتھما الزکوٰۃ چاندی سونے کے ورقون زیورون اور برتنون پر زکوٰۃ ہے **سوال** بنی ہاشم کے لیے زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین خمس آمس مال غنیمت سے مقرر تھا اب وہ نہین رہا ایسی بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہین **جواب** ظاہر الروایۃ اور ظاہر المذہب اور قول مفتی بہ کے موافق بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہین۔ البتہ غیر ظاہر الروایۃ مین بروایت نوادر ابو عصمۃ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اسکا جواز نقل کرتے ہین اور دوسری روایت مین امام ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ سے ہاشمی کا ہاشمی کو زکوٰۃ دینا وارد ہے لیکن یہ دونون روایتین ظاہر الروایۃ اور ظاہر المذہب کے خلاف ہین اور مفتی بہ قول کے موافق عدم جواز کی دلیل یہ ہے کہ تمام متون فقہیہ مین عدم جواز مذکور ہے اور فتوی متون کے قول پر ہوتا ہے اور بھی معتبر کتب فقہ مین عدم جواز کو ظاہر الروایۃ اور جواز کو خلاف ظاہر الروایۃ بلکہ خلاف صواب لکھا ہے عیون المذہب مین ہے لا الی بنی ھاشم بالاجماع مال زکوٰۃ بالاجماع بنی ہاشم کو نہ دیا جائیگا۔ اور برہان شرح مواہب الرحمن مین ہے ولا تدفع الزکوٰۃ وسائر الواجبات الی بنی ھاشم وھم بنوا العباس والحارث ابنی عبد المطلب وبنو عقیل وجعفر واولاد ابی طالب فی ظاھر الروایۃ لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن اھل البیت لا تحل لنا الصدقة رواہ البخاری ولقولہ ان الصدقة لا ینبغی لآل محمد انما ھے اوساخ الناس رواہ مسلم وروی ابو عصمة عن ابی حنیفة انہ یجوز فی ھذا الزمان وانما کان ممتنعا فی ذلک الزمان وعنہ وعن ابی یوسف یجوز ان یدفع بعض بنی ھاشم الی بعض زکوتھم ظاہر روایت مین زکوٰۃ اور تمام واجبات بنی ہاشم کو نہ دیے جائینگے اور وہ عباس بن عبد المطلب اور حارث بن عبد المطلب اور عقیل وجعفر اور ابو طالب کی اولاد ہین کیونکہ حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ نے فرمایا ہے ہم اہلبیت ہین ہمارے لیے صدقہ حلال نہین ہے اسکو بخاری نے روایت کیا ہے اور حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو صدقہ نہ لینا چاہیے کیونکہ یہ لوگون کا میل ہے اسکو مسلم نے

باقی پر ۴۴

روایت کیا ہے اور ابو عصمہ نے ابو حنیفہ رحمہما اللہ سے روایت کی ہے کہ اس زمانے مین جائز ہے اور اُس زمانے مین ممنوع تھا اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہی کہ بنی ہاشم باہم ایک دوسرے کو زکوۃ دے سکتے ہین اور فتح القدیر مین ہے هذا ظاهر الرواية وروى ابو عصمة عن ابی حنیفة انه يجوز في هذا الزمان وانما كان ممتنعا في ذلك الزمان یہ ظاہر الروایۃ ہے اور ابو عصمہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ اس زمانے مین جائز ہے اور اُس زمانے مین ممنوع تھا۔ اور صاحب درمختار شرح ملتقی الابحر مین لکھتے ہین عن الامام جواز دفع الهاشمي زكوته لمثله وعندنا الجواز في زماننا مطلقا قال الطحاوی وبه ناخذ واقره القهستانی وغيره الا ان ظاهر الرواية اطلاق النهي امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہاشمی ہاشمی کو زکوۃ دے سکتا ہی اور انھین سے منقول ہے کہ ہاشمی کو مطلقا زکوۃ دینا جائز ہی طحاوی نے کہا ہے کہ ہم اسی سے اخذ کرتے ہین اور قہستانی وغیرہ نے اسکا اقرار کیا ہے مگر ظاہر الروایۃ سی مطلقا عدم جواز ثابت ہی۔ اور بحر الرائق مین ہے اطلق الحكم في بني هاشم ولم يقيده بزمان ولا بشخص للاشارة الى رد رواية ابی عصمة عن الامام انه يجوز الى بني هاشم في زمانه وللاشارة الى رد الرواية بان الهاشمي يجوز له ان يدفع زكوته الى مثله لان ظاهر الرواية المنع مطلقا مصنف نی بنی ہاشم کی متعلق عام حکم لکھا ہی کسی شخص اور کسی زمانے کی ساتھ مخصوص نہین کیا ہے روایت ابو عصمہ کی تردید کی جانب اشارہ کرنے کی لیے کہ اس زمانہ مین ہاشمی کو زکوۃ دیجا سکتی ہی اور اس روایت کی تردید کیلیے کہ ہاشمی اپنے مال کی زکوۃ دوسری ہاشمی کو دیسکتا ہی کیونکہ ظاہر الروایۃ مطلقا منع ہی اور نہر فائق مین ہی روى ابو عصمة جواز اعطائهم الواجبة في زماننا بمنعهم خمس الخمس قال الطحاوی وبه ناخذ الا ان ظاهر الرواية اطلاق المنع ابو عصمہ سی مروی ہی کہ اس زمانے مین ہاشمیون کو زکوۃ دینا جائز ہے اور اسکے بدولت وہ خمس الخمس سے محروم کردیے جائین گے طحاوی نے کہا ہی کہ ہم اسی سے اخذ کرتے ہین مگر یہ کہ ظاہر الروایۃ مطلقا منع ہی۔ اور درمختار مین ہے ثم ظاهر المذهب اطلاق المنع فقول العيني والهاشمي يجوز له دفع زكوته لمثله صوابه لا يجوز پھر ظاہر مذہب مطلق منع ہے پس عینی کا یہ قول کہ ہاشمی کا ہاشمی کو زکوۃ دینا جائز ہے اس مین صحیح یون ہے کہ جائز نہین ہے۔ اور شامی قوله اطلاق المنع کی شرح مین لکھتے ہین ای في الازمان كلها يعني في زمان النبي صلى الله عليه وسلم وبعده یہ حکم تمام زمانون مین ہے یعنے حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین بھی اور اُسکے بعد بھی۔ اور معدن شرح کنز مین ہی لا تدفع الزكوة الى بني هاشم سواء كانوا مجاهدين او غيرهم وسواء كان الدافع هاشميا او غيره عندنا وقال احمد يجوز اخذ الزكوة للهاشمي مجاهدا كذا في فتاواه ہمارے نزدیک زکوۃ بنی ہاشم کو نہ دی جائے گی چاہیے

وہ مجاہد ہوں یا نہوں اور چاہے زکوۃ دینے والا ہاشمی ہو یا غیر ہاشمی اور احمد نے کہا ہی کہ ہاشمی مجاہد کے لیے زکوۃ لینا جائز ہی ایسا ہی اُنکے فتاوے میں ہے۔ اور سبب اشارت رد روایت نوادر جیساکہ صاحب بحر نے کہا ہے یہ ہے کہ بنی ہاشم کو زکوۃ نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ زکوۃ صدقہ اور لوگون کا میل ہی جیساکہ ہم نے اسکو احادیث صحیحہ معتبرہ سے اوپر ثابت کردیا ہے پس جب تک زکوۃ صدقہ اور لوگون کا میل رہیگی اُسوقت تک بنی ہاشم کو نہ دی جاوے گی ہان اگر زکوۃ صدقہ اور لوگون کا میل کسی آنے والے زمانے مین نہ رہے تو بنی ہاشم کو زکوۃ دینا بھی ناجائز نہ رہے گا اور یہ محال ہے اس تقریر سے وہ شبہ دفع ہوگیا جو بعض اذہان مین تھا کہ تفرقہ خمس الخمس کی وجہ سے بنی ہاشم کو زکوۃ نہین دیجاتی تھی اور اب بیت المال کے مفقود ہونے سے علت مرتفع ہوگئی۔ کیونکہ زکوۃ نہ دینے کی وجہ زکوۃ کا صدقہ اور وسخ ہونا ہے کہ صدقہ اور وسخ کو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنے اقارب اور اہل بیت پر حرام کیا ہے نہ تفرقہ خمس الخمس کو اور اگر یہ کہا جاوے کہ اس زمانے مین اگر سادات کو زکوۃ نہ دی جاوے گی تو وہ دنیاوی سخت تکالیف مین مبتلا ہونگے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ فی زماننا مودیان زکوۃ خال خال شادمان ہین پس مستحقین زکوۃ کا انکار دنیاوی مین مبتلا نہ رہنا کیونکر ممکن ہے اسی لیے مودیان زکوۃ اور ہر اُس شخص کو جو تطوع پر قدرت رکھتا ہے چاہیے کہ تطوعات صدقات نافلہ اور محافل اوقاف اور ہدایا وغیرہ سے حضرات سادات کی خدمت کرکے ثواب کثیر حاصل کرے درمختار مین ہے جازت التطوعات وغلة الاوقاف لهم ای لبنی هاشم سواء سماهم الواقف اولا على ما هو الحق كما حققه فی النهر تطوعات اور غلۂ اوقاف بر مذہب حق بنی ہاشم کے لیے جائز ہین خواہ واقف نے وقف کے وقت اُنکا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو اور قاضی ثناءاللہ ما لابد منه مین بزبان فارسی تحریر فرماتے ہین۔ بنی ہاشم اور اُنکے موالی کو کچھ نہ دیا جائے سوا صدقۂ نفل کے اور صدقۂ نفل پہلے بنی ہاشم ہی کو دینا چاہیئے کیونکہ زکوۃ اُنکے لیے حرام ہے واللہ اعلم بالصواب نمقہ محمد لطف اللہ عفا اللہ عنہ ماجناه هو المصوب اکثر وہ حدیثین جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ بنی ہاشم کے لیے حرام ہے اس بات پر صاف صاف دلالت کرتی ہین کہ یہ حرمت کسی زمانے کے ساتھ مقید نہین ہے طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا يحل لكم يا اهل البيت من الصدقات شیٔ انما هی غسالة الايدی وان لكم فی خمس الخمس ما يغنيكم ای اہلبیت تمھارے لیے صدقات حلال نہین ہین کیونکہ وہ ہاتھون کا دھوون ہے تمھارے لیے خمس الخمس ہی مین وہ ہی جو تمھین غنی کردیتا ہے۔ پس اس عبارت اور ان کی مثل عبارتون سے معلوم ہوتا ہے کہ حرمت کی علت

وسخ اور غسالہ ہوا اور یہ وصف صدقے کے ساتھ ہمیشہ رہے گا پس حرمت بھی ہر زمانے مین ہو گی اسی لیے ارباب متون و شروح معتبرہ نے حرمت کو کسی زمانے کے ساتھ مقید نہین کیا ہے اور طحاوی شرح معانی الآثار مین حرمت کو روایتون سے مدلل کرنے کے بعد لکھتے ہین فہذہ کلہا قد جاءت بتحریم الصدقۃ علی بنی ہاشم ولا یعلم سبب نسخہا ولا عارضہا من الآثار وہو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ بنی ہاشم پر حرام تھا اور اُسکے نسخ کا کوئی سبب معلوم نہین ہوا اور نہ کوئی اثر اسکے معارض ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حرمت کی علت تقرر خمس الخمس نہین ہے اور اگر مان بھی لیا جاے کہ تقرر خمس الخمس حرمت کی علت ہے جیسا کہ مجاہد اور وکیع کے قول سے معلوم ہوتا ہے کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم واہل بیتہ لا یاکلون الصدقۃ فجعل لہم خمس الخمس اخرجہ ابن ابی شیبۃ والطبری حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور اُنکے اہلبیت صدقہ نہین لیتے تھے پس اُن کے لیے خمس الخمس مقرر کیا گیا اسکو ابن ابی شیبہ اور طبری نے روایت کیا ہی۔ تو بھی انحصار حرمت اس تقرر مین ثابت نہوگا بلکہ کہا جائیگا کہ صدقہ کا بنی ہاشم پر حرام ہونا دو وجہون سے ہی ایک وسخ دوسرے تقرر خمس الخمس اور اس زمانے مین اگرچہ خمس الخمس نہین ہے مگر وسخ موجود ہی پس ضروری ہے کہ حرمت کا حکم باقی رہیگا اور ان دونوں کے مجموعہ کو علت سمجھنا سمجھداری کی بات نہین ہے بلکہ ہر ایک ان مین مستقل ایک علت ہے اس سے معلوم ہوا کہ طحاوی نے جو یہ لکھا ہی روی عن ابی حنیفۃ انہ قال لا باس بالصدقات کلہا علی بنی ہاشم حدثنی سلیمان عن ابیہ عن محمد عن ابی یوسف عنہ وذہب فی ذلک عندنا الی ان الصدقات انما کانت حرمت علیہم من اجل ما جعل لہم فی الخمس فلما انقطع ذلک عنہم حل لہم ما کان حرم علیہم فبہذا ناخذ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بنی ہاشم کیلیے صدقات لینے مین حرج نہین یہ بیان کیا مجھسے سلیمان نے اُنہون روایت کیا نقل کرکے اپنے باپ سے اُنہون نے نقل کیا محمد سے اُنہون نے نقل کیا ابو یوسف سے اُنہون نے بیان کیا میرے نزدیک اسکی وجہ یہ ہے کہ صدقات کی حرمت کی وجہ خمس الخمس تقرر تھا اور اب وہ نہین ملتا تو صدقہ حلال ہو جائیگا ہم اسی سے اخذ کرتے ہین۔ اعتبار کے قابل نہین ہے اسی لیے معتبرین فقہا مین سے کسی نے اس روایت کی لحاظ سے جواز صدقہ کا فتوی نہین دیا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [ابو الحسنات محمد عبد الحی] واقعی اس زمانے مین بھی بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز نہین ہے رسائل الارکان مین ہے واما انہ لا یعطی الہاشمی فلما عن عبد المطلب بن ربیعۃ بن الحارث قال ان ربیعۃ بن الحارث قال لعبد المطلب بن ربیعۃ والفضل بن عباس ایتنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم فقولا استعملنا علی الصدقات

فاتی علی ونحن علی تلک الحال فقال ان رسول لا یستعمل احد امنکم علی الصدقۃ فقال عبد المطلب فانطلقت انا والفضل حتی اتینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لنا ان ھذہ الصدقات انما ھی اوساخ الناس وقال لا یحل لمحمد ولا لآل محمد رواہ النسائی ورواہ المسلم فی روایۃ اطول انتھی وایضا ولا یجوز صرف زکوۃ الی بنی ہاشم لما مر وعن ابی ہریرۃ قال اخذ الحسن بن علی تمرۃ من تمرۃ الصدقۃ فجعلھا فی فیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کخ کخ ارم بھا اما علمت انا لا نحل لنا الصدقۃ رواہ الشیخان باقی رہی یہ بات کہ صدقات ہاشمی کو نہ دیے جائین تو اسکی وجہ یہ ہی کہ عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث نے بیان کیا ہی کہ ربیعہ بن حارث نے عبد المطلب بن ربیعہ اور فضل بن عباس سی کہا کہ تم مجھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لیجلو اور تم دونون اُن سے کہو کہ ہمین صدقات پر عامل کردین پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور ہم اسی حال مین تھی اُنھون نی فرمایا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تم مین سی کسی کو صدقات پر عامل نہ کرینگے عبد المطلب کہتے ہین کہ ہمین روانہ ہوا اور فضل میرے ساتھ تھے یہان تک کہ ہم حضور سرور کائنات علیہ السلام والصلوۃ کے سامنے حاضر ہوے تو آپنے فرمایا کہ صدقات لوگون کے میل ہین اور فرمایا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد (رضی اللہ عنہم) کے لیے حلال نہین ہین اور بھی اسی مین ہے کہ بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز نہین ہے اُسوجہ سے جو اوپر ذکر ہوئی اور ابو ہریرہ کی اس روایت کی وجہ سے کہ حسن علیہ السلام بن علی کرم اللہ وجہہ نے ایک مرتبہ صدقہ کے کھجورون مین سے ایک کھجور اُٹھاکر اپنے منھ مین رکھ لیا حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھو تھو اسے پھینکدو کیا تمھین یہ نہین معلوم کہ ہمارے لیے صدقہ حلال نہین ہے اسے بخاری ومسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اسکو نسائی اور مسلم نے بروایت طویل روایت کیا ہے اور اس بارہ مین احادیث بکثرت ہین حتے کہ تواتر معنی کا دعوی کیا جاسکتا ہے فتح القدیر مین ہے روی ابو عصمۃ عن ابی حنیفۃ انہ یجوز فی ھذا الزمان صرف الزکوۃ الی بنی ہاشم وان کان ممتنعا فی ذلک الزمان لظھور شدۃ الحاجۃ فیھم ولا یعطیھم احد صلۃ وقد افتی بعض المتاخرین بھذہ الروایۃ وھذا کلہ خطأ وغلط لانہ مخالف للنصوص القاطعۃ ابو عصمۃ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کی ہی کہ اس زمانے مین بنی ہاشم کو زکوۃ دینا جائز ہے اگرچہ اُس زمانے مین ممنوع تھا کیونکہ سادات بکثرت محتاج ہین اور کوئی اُن کے ساتھ نیکی نہین کرتا اور بعض متاخرین نے اس روایت پر فتوے دیا ہے لیکن یہ سب غلط وخطا ہے کیونکہ نصوص قطعیہ کے مخالف ہے۔ واللہ علیم حررہ ابو الاحیار محمد نعیم غفر لہ العلی الرب الحکیم

سوال سادات غربا اور علمائے اغنیا کو زکوۃ کا مال لینا جائز ہے یا نہین

جواب علماے اغنیا کو زکوۃ کا مال لینا بالاتفاق حرام ہے اور سادات کو ایک روایت کے اعتبار سے درست ہے لیکن دلیل کا مقتضے یہی ہے کہ ہر زمانے مین سادات کو زکوۃ لینا حرام ہے بحر الرائق مین ہے اطلق الحکم فی بنی هاشم ولم یقید بزمان ولا بشخص للاشارة الی الرد علی روایة ابی عصمة عن الامام انه یجوز الی بنی هاشم فی زمانه وللاشارة الی الرد علی روایة انه یجوز للهاشمی ان یدفع زکوته الی مثله لان ظاهر الروایة المنع مطلقا مصنف نے بنی ہاشم کے متعلق عام حکم لکھا ہی کسی شخص اور کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہین کیا ہی روایت ابو عصمہ کی تردید کی جانب اشارہ کرنے کے لیے کہ اس زمانہ مین ہاشمی کو زکوۃ دیجا سکتی ہے اور اس روایت کی تردید کے لیے کہ ہاشمی اپنے مال کی زکوۃ دوسرے ہاشمی کو دے سکتا ہے کیونکہ ظاہر روایت مطلقا منع ہی۔ رسائل الارکان مین ابو عصمہ کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھا ہی وهذا کله خطاء وغلط لانه مخالف للنصوص القطعیة یہ سب غلط اور خطا ہی کیونکہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہی **سوال** ایک شخص کے پاس زر موجب زکوۃ تھا اور سال اُس پر تمام ہوا ہنوز اُس نے زکوۃ نہین دی تھی کہ وہ زر صرف ہو گیا اس صورت مین سال گذشتہ کی زکوۃ اُسکے ذمے ہے یا نہین **جواب** ذمہ پر ہے خزانة الروایات مین عنایہ سے منقول ہے اذا هلك النصاب بعد الحول تسقط عنه الزکوة وان استهلکه ضمن الزکوة فی ذمته لان استهلاك اخراج النصاب من ملکه اگر نصاب حولان حول کے بعد ہلاک ہو گیا تو زکوۃ ساقط ہو گئی۔ اور اگر خود ہلاک کیا تو زکوۃ کا ذمہ دار ہے کیونکہ ہلاک کر دینے سے نصاب کو اپنی ملک سے نکالنا ہے **سوال** گانے کی اجرت مین جو مال حاصل ہو اُس سے خمس و زکوۃ دینا درست ہے یا نہین **جواب** ایسا مال حرام ہے اور اللہ حرام مال کو قبول نہین کرتا واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [مہر: محمد عبد الحی ابو الحسنات]

کتاب الحج

سوال الحج اشهر معلومات کے معنے معتبرین سلف کے نزدیک کیا ہین اور اس آیت مین حج سے فقط عمرہ مراد ہے یا حج مع عمرہ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانۂ جاہلیت مین یوم الحج اور ایام تشریق وہی تھے جو اب ہین یا اور ایام تھے واقعۂ اصحاب فیل جس کا مجملاً تذکرہ قران شریف مین ہے کس مہینے اور کس تاریخ مین واقع ہوا تھا **جواب** آیۂ مذکورہ مین صرف حج مراد ہے اور عمرہ اُس زمانے مین برخلاف اعتقاد ارباب جاہلیت جائز ہے مگر اس آیت سے ثابت نہین اُسکا ثبوت دوسری جگہ

سے ہے عن ابن مسعود انہ سئل عن العمرۃ فی اشہر الحج فقال الحج اشہر معلومات لیس فیهن عمرۃ
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم سے حج کے مہینون مین عمرے کے متعلق
پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ حج کے مقررہ شہر ہین اُن مین عمرہ نہین ہے۔ اور زمانۂ جاہلیت مین یوم حج اور ایام
تشریق یہی تھے جواب ہین لیکن بھولجانے کی وجہسے اُن کا حج غیر ذیحجہ مین واقع ہوتا تھا حاکم اور ابن مردویہ
اور بیہقی نے سنن مین مسور کی روایت سے نقل کیا ہے خطبنا النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعرفۃ فحمد
اللہ واثنی علیہ ثم قال اما بعد فان ہذا الیوم یوم الحج الاکبر الا وان اہل الشرک والاوثان کانوا
یدفعون من ہہنا قبل ان تغیب الشمس وانا ندفع بعد ان تغیب وکانوا یدفعون من المشعر الحرام
بعد ان تطلع الشمس وانا ندفع قبل ان تطلع الشمس مخالفا ہدینا لہدی اہل الشرک واخرج وکیع وعبد
ابن حمید عن عطاء قال کان اہل الجاہلیۃ اذا نزلوا منی تفاخروا بآبائہم ومجالسہم فذلک قولہ
تعالی فاذکروا اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرا واخرج عبد الرزاق وابن المنذر وابو الشیخ عن مجاہد
فی قولہ تعالی انما النسئی زیادۃ فی الکفر قال فرض اللہ الحج فی ذیحجۃ وکان المشرکون یسمون الاشہر ذوالحجۃ
والمحرم وصفر وربیع وربیع وجمادی وجمادی ورجب وشعبان ورمضان وشوال وذوالقعدۃ وذوالحجۃ
ثم یحجون فیہ ثم یسکتون عن المحرم فلا یذکرونہ ثم یعودون فیسمون صفر صفر ثم یسمون رجب جمادی الآخر
الی ان یسمون المحرم ذی الحجۃ ثم یحجون فیہ فکانوا یحجون فی کل عام شہرا حتی وافق حجۃ ابی بکر رضی اللہ عنہ من
العام فی ذی القعدۃ ثم حج النبی صلے اللہ علیہ وسلم حجتہ التی حج فیہا فوافق ذا الحجۃ فذلک حین یقول النبی
صلے اللہ علیہ وسلم فی خطبتہ ان الزمان قد استدار کہیأتہ یوم خلق اللہ السموات والارض حضور سرور عالم
صلے اللہ علیہ وسلم نے عرفے کے دن خطبہ پڑھا اُس مین خدا کی حمد وثنا کی اُس کے بعد فرمایا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے
اہل شرک وبت پرست یہان سے قبل غروب آفتاب فرصت کرتے تھے اور ہم بعد غروب آفتاب اور مشعر
حرام سے وہ بعد طلوع شمس فراغت کرتے تھے اور ہم قبل طلوع شمس کیونکہ ہماری ہدی اہل شرک کی ہدی
کے مخالف ہے عطا نے کہا ہے کہ اہل جاہلیت جب منی مین آتے تو اپنے آبا اور مجالس پر فخر کرتے تھے یہی
معنے ہین خدا کے قول واستکبروا الآیۃ کے (ویسا ہی خدا کا ذکر کرو جیسا کہ تم اپنے آبا کا ذکر کرتے تھے
اُس سے زائد) اور آیہ انما النسئی آہ کے تحت مین مجاہد کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے ذیحجہ مین حج فرض کیا
اور مشرکین مہینون کے یون نام رکھتے تھے ذوالحجہ محرم صفر ربیع ربیع جمادی جمادی رجب شعبان رمضان

شوال ذوالقعدہ ذوالحجہ پھر ذی الحجہ مین حج کرتے اور محرم کو چھوڑ جاتے اُسکا ذکر نہ کرتے پھر لوٹتے اور صفر نام رکھتے پھر رجب جمادی الآخرہ کو کہتے حتی کہ محرم کا نام ذی الحجہ رکھتے اور اُس مین حج کرتے اسی طرح وہ ہر سال ایک نئے مہینے مین حج کرتے یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حج کفار کے سال کے اعتبار سے ذیقعدہ مین کفار کے مطابق ہوا پھر حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حج کیا وہ ذیحجہ مین کفار کے مطابق ہوا یہ وہ حج تھا جس مین حضور نے خطبہ مین فرمایا تھا کہ زمانہ گھوم کر اُس ہیئت پر آگیا ہے جس پر وہ پیدائش کے دن تھا۔ اسی طرح یہ بات بہت روایتون سے ثابت ہے جیسا کہ سیوطی نے در منثور مین اسکو بسط سے لکھا ہے۔ اور اصحاب فیل کا واقعہ سال ولادت باسعادت کے ماہ محرم مین واقع ہوا تھا محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ مین لکھتے ہین لما کان المحرم والنبی صلے اللہ علیہ وسلم فی بطن امہ علے الصحیح حضر ابرھۃ بن الصلاح الاشرم یرید ھدم الکعبۃ بر مذہب صحیح محرم کا مہینہ تھا اور حضور سرور انبیا علیہ التحیۃ والثنا حمل مادری مین تشریف فرما تھے کہ ابرہہ بن صلاح اشرم کعبہ کو منہدم کرنے آیا تھا۔ اور بھی لکھا ہے ھی عام ولادتہ علی اصح الاقوال وھو قول الاکثر وقال مقاتل قبل مولدہ باربعین سنۃ وقال الکلبی بثلاث وعشرین وقیل بثلاثین وقیل بخمسین وقیل بسبعین وقیل غیر ذلک باعتبار قول اصح اصحاب فیل کا واقعہ سنہ ولادت نبوی مین ہوا تھا اور یہی اکثر لوگون کا قول ہے اور مقاتل کہتے ہین کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے چالیس برس پہلے اصحاب فیل کا واقعہ ہوا تھا اور کلبی کہتے ہین تیئیس سال پہلے ہوا تھا اور بعضون نے پچاس سال پہلے کہا ہے اور بعضون نے ستر اور بعضون نے اور کچھ کہا ہے **سوال** زید نے انتقال کیا اور اولاد بعض بالغ بعض نابالغ ہے اور زید نے اتنا ترکہ چھوڑا ہے کہ تقسیم ہونے کے بعد ہر شخص اپنی جائداد کا حصہ فروخت کر کے حج کو جا کر واپس بھی آسکتا ہے مگر ترکہ تقسیم نہین ہوا اس صورت مین جو ورثا بالغ ہین اُنپر حج واجب ہوگا یا نہین۔ درصورت عدم وجوب کے یہ جائز ہوسکتا ہے کہ جو ان مین سے بالغ ہین بقدر مصارف آمد ورفت وغیرہ کے جائداد مشترک فروخت کر کے حج کر آئین اور یہ ارادہ کر لین کہ مقاسمہ کے وقت اُس قدر اپنے حصہ مین سے وضع دین **جواب** اس صورت مین جو لوگ بالغ ہین اُن پر حج فرض ہے اور جب وہ مقاسمہ کے وقت مجرا دینے کا ارادہ کر لین تو بقدر اپنے حصہ کے اُنکو بیع کا اختیار ہے **سوال** کسب حرام جیسے گانا وغیرہ سے جو روپیہ بہم پہونچا ہو اُس سے حج وغیرہ اعمال کرنا درست ہے یا نہین **جواب** نہین **سوال** اگر ذیحجہ کی نوین تاریخ جمعہ کے دن ہو تو حاجیون کو زائد ثواب ملتا ہے یا نہین **جواب** ظاہرا ہان ہین

یہ حدیث پیش کرتے ہین کہ اس حج کا ثواب ستر حج سے زائد ہے بحر الرائق مین ہے وقد قیل اذا وافق یوم
عرفة یوم جمعة غفر لاھل کل الموقف وانه افضل من سبعین حجة فی غیر یوم الجمعة کما ورد فی الحدیث الشریف
اور کہا گیا ہے کہ جب عرفہ جمعہ کو پڑے تو ہر موقف کے لوگون کے گناہ بخشدیے جائینگے اور یہ حج اُن
ستر حجون سے افضل ہوتا ہے جو جمعہ کے سوا کسی اور دن مین ادا کیے جائین جیسا کہ حدیث شریف مین
ہے **سوال** فرضیت حج کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین اور جس نے
کفر کیا پس اللہ تمام عالم سے بے پروا ہے۔ پس ترک حج کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ عقائد اہلسنت
کے خلاف ہے پس اس آیت کے معنے کیا ہین۔ **جواب** بغوی معالم التنزیل مین لکھتے ہین کہ حضرت ابن
عباس اور حسن بصری اور عطا رضی اللہ عنہم نے اسکی تفسیر یون کی ہے کہ کافر ہوگا یعنے فرضیت حج کا
منکر ہوگا اور مجاہد نے کہا ہے کہ مراد کفر سے اللہ اور قیامت کے ساتھ کفر ہے اور سعید بن مسیب نے کہا ہے کہ
کہ یہ آیت یہود کی شان مین نازل ہوئی ہے اور وہ وجوب حج کے منکر تھے پس ان تفسیرون مین سے
کوئی تفسیر بھی عقائد اہل سنت کے منافی نہین ہے واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات
محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی [محمد عبد الحی ابو الحسنات]

خاتمۃ الطبع

حامدا ومصلیا ومسلما اما بعد اضعف عباد اللہ **محمد برکت اللہ** بن جامع المعقول والمنقول مولانا حافظ
محمد احمد اللہ بن بحر العلوم والجاہ مولانا مفتی **محمد نعمت اللہ** رحمہما اللہ اہل علم کی خدمت مین عرض
کرتا ہے کہ مین نے حاجی **عبد القیوم** صاحب تاجر کتب کلکتہ کے اصرار سے اخی اکرم مولانا **محمد عبد الحی**
رحمہ اللہ کے فتاوے کا اُردو مین یون ترجمہ کیا ہے کہ عربی اور فارسی تمام فتوون کو بالکل اُردو کر دیا ہے اور اردو
فتوون کی عبارت بھی بامحاورہ لکھی ہے اور سند کی تمام عربی عبارتین لکھکر انکا ترجمہ بھی لکھدیا ہے اور ابواب فقہ کی ترتیب
پر اسے تین جلدون مین ختم کیا ہے اور اختصار کے لحاظ سے ہر فتوے کے ختم پر برادر موصوف کا نام نہین لکھا ہے بلکہ
جس فتوے کا جواب کئی مفتیون نے لکھا ہے وہان سب کا نام لکھا ہے اور جسکا جواب صرف برادر موصوف نے
لکھا ہے وہان جواب کے بعد نام حذف کر دیا ہے البتہ ہر باب یا کتاب کے آخر مین نام لکھدیا ہے اسی طرح فتوے کی
شروع مین کیا فرماتے ہین علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ مین کو بھی حذف کر کے فقط لفظ سوال لکھا ہے
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔